ایسے ہوتے ہیں
اِسلام کے راہنما

سیرتِ استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ
اور آپ کے بعض اکابرین اور رفقاء کا تذکرہ

حافظ صہیب غوری

ادارۂ حطّین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایسے ہوتے ہیں

اسلام کے راہنما

سیرت استاد احمد فاروق شہید رحمۃ اللہ علیہ

اور آپ کے بعض اکابرین اور رفقاء کا تذکرہ

حافظ صہیب غوری

ادارہ حطّین

فہرست

باب پنجم: کاروانِ جہاد میں شمولیت.................... 84

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه،وبعد

جس قدر انسان کی تاریخ قدیم ہے، انسانوں میں حق وباطل کا معرکہ بھی اتنا ہی قدیم ہے۔ اور اس معرکے میں باطل کی حق کے مقابلے میں ایک بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اہلِ حق کی شخصیات کو مسخ کرے اور ان کی کردار کشی کرے، تا کہ انسان ان سے جڑ کر حق کو پہچان نہ سکیں اور حق کی صف میں جا کھڑے نہ ہوں۔ یہی کام انبیاء ورسل کے ساتھ کیا گیا اور یہی کام ان کے ماننے والوں کے ساتھ کیا گیا۔ لیکن اللہ کی سنت ہے کہ اہلِ حق اہلِ باطل کے مقابلے میں ہمیشہ کامیاب اور فتحیاب ہوتے ہیں اور ان کے کردار کا اجالا باطل کی تاریکی میں نمایاں ہوتا ہے اور ان کی شخصیات 'روشنی کا مینار' بن کر انسانوں کے لیے حق اور سچ کی طرف راہنمائی کا کام دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے عین معرکے میں بھی اسلام کے راہنماؤں کو انسانوں پر ظاہر کرتے ہیں اور پھر تاریخ کے اوراق بھی ان کی حق پرستی اور سچائی کو رہتی دنیا تک کے لیے محفوظ کر لیتے ہیں۔

آج مسلمان جس دورِ زوال میں جی رہے ہیں، اور اہلِ باطل کے مقابلے میں جس شکست وہزیمت سے دوچار ہیں، چہار سو مغربی تہذیب اور سیکولرزم ولبرلزم کا غلغلہ ہے، اور اسلام کا کہیں آوازہ سنائی دیتا بھی ہے تو وہ اسی مغربی تہذیب کے قالب میں ڈھلے ہوئے چند اسلامی احکام کا آوازہ سنائی دیتا ہے، ایسے میں اگر کوئی ساڑھے چودہ سو صدیوں قبل محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کا علَم بلند کرے، تو ساری 'مہذب' دنیا مل کر اس پر 'دہشت گردی'، 'شدت پسندی'، 'بنیاد پرستی' جیسے لیبل لگا کر اسے 'کارنر' کرنے کی جدوجہد میں لگ جاتی ہے، تا کہ کہیں حق کی یہ حقیقی بازگشت انسانوں کے کانوں میں نہ پڑ جائے اور انسان اس پر لبیک نہ کہہ بیٹھیں، کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو یہ اکیسویں صدی کی 'جاہلیت زدہ' اور 'باطل پرست' دنیا کے لیے 'موت' کا پیغام ہو گا۔

لیکن باطل اپنی چال چلتا ہے اور اللہ اپنی چال چلتے ہیں، اور بے شک اللہ ہی کی چال غالب آتی ہے۔ مغرب کے اس عالمگیر غلبے میں بھی کہیں 'ملا عمر' اور کہیں 'شیخ اسامہ' جیسے کردار ابھرتے ہیں اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کی

دھڑکن بن جاتے ہیں۔ ان کی اتباع میں چلنے کے لیے ہر خطے میں ہی کچھ مسلمان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کا ہر خطہ اسلام کے حقیقی راہنماؤں کو اپنے درمیان دیکھنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پاکستان سمیت پورے خطۂ برصغیر کو بھی اس دور میں ایسے راہنما عطا کیے جنھوں نے اپنے کردار و عمل سے اس دورِ زوال میں اپنی قوم وملت میں اسلام کی روح بیدار کرنے کی کوشش کی اور ان کے ذہنوں اور دلوں میں اسلام کے حقیقی نقوش کو زندہ کیا۔ اگر ان راہنماؤں کی فہرست بندی کی جائے تو یقیناً قلبِ پاکستان 'اسلام آباد' سے تعلق رکھنے والے 'استاد احمد فاروق' رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء قائدین سرفہرست نظر آئیں گے۔ بہت سے لوگوں نے تو خود ان کرداروں کو دیکھا اور جانا، لیکن وہ بہت سے لوگ جو ابھی تک ان سے واقف نہیں ہیں، یہ کتاب ان لوگوں کے سامنے ان کرداروں کو خوب اجاگر کرتی ہے۔

یہ کتاب استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کی تاریخ ہے، جس میں ان کا کردار بھی ہے، پیغام بھی ہے، ایک عہد کے واقعات بھی قلم بند ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے عروج کی منزل کی طرف نشانِ راہ بھی دکھائے گئے ہیں۔ سرد جنگ کے بعد کی یک قطبی دنیا کی تاریخ میں خطۂ پاکستان وبرصغیر کے باسیوں کے لیے یہ کتاب تاریخ انتہائی اہم ہے اور اس سے صرفِ نظر کرکے کسی کامیاب مستقبل کی تصویر کشی کرنا دشوار ہے۔ یہ کتاب تاریخ کا وہ باب بیان کرتی ہے جس سے باسیانِ پاکستان وبرصغیر کو باطل پرست قصداً غافل رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہ کتاب دین کا غم رکھنے والے اور مسلمانوں کا درد سمجھنے والے ہر اردو خوان کے لیے انتہائی اہم ہے اور چاہیے کہ ہر وہ شخص جس تک یہ کتاب پہنچے، اپنی استطاعت کے مطابق ہر قسم کے پرنٹ والیکٹرانک وسائل استعمال کرتے ہوئے اسے تمام اردو خوان طبقات تک پہنچانے کی کوشش کرے۔

اس ساری محنت کا سہرہ محترم حافظ صہیب غوری حفظہ اللہ کے سر ہے جنھوں نے اس تاریخ کو مرتب کیا۔ سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ حافظ صہیب غوری حفظہ اللہ نے یہ تاریخ اس حال میں مرتب کی ہے کہ وہ خود اس تاریخ کا حصہ رہے ہیں۔ جو کردار و شخصیات اس کتاب میں قاری کو پڑھنے کو ملیں گی، حافظ صاحب خود ان کے ساتھ شریکِ سفر رہے ہیں، اور حافظ صاحب کی یہ شرکتِ سفر متبوع کے ساتھ تابع کی حیثیت میں نہیں، بلکہ معاصر اور رفیق کی حیثیت میں رہی ہے۔ حافظ صاحب حفظہ اللہ اس تاریخ کے راوی نہیں، شاہد ہیں، بلکہ حقیقت میں حافظ صاحب حفظہ اللہ خود اس تاریخ کا ایک کردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ محترم حافظ صاحب کو اس کاوش پر بہترین جزاء عطا فرمائیں، اسے آپ کے حق میں صدقہ جاریہ اور توشہ آخرت بنائیں، آپ کی ذات کو اسلام کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے نافع بنائیں، اور آپ کو دنیاوآخرت میں کامیاب وکامران فرمائیں، اور آپ کو جنتوں میں پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی صحبت میں اپنے تمام رفقاء کے ساتھ اکھٹا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وأمته أجمعين۔

ادارۂ حِطّین

جولائی ۲۰۲۰ء

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

امابعد۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

من كان مستنًّا فليستن بمن قد مات فإن الحي لا تؤمن عليه الفتنة، أولئك أصحاب محمد - صلى الله عليه وسلم -، كانوا أفضل هذه الأمة: أبرها قلوبًا، و أعمقها علمًا، و أقلها تكلفًا، اختارهم الله لصحبة نبيه و لإقامة دينه، فاعرفوا لهم فضلهم، و اتبعوهم على آثارهم، و تمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم و سيرهم فإنهم كانوا على الهدى المستقيم[1]

”جو کوئی بھی کسی کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو پس اسی کی اقتداء کرے جو کہ فوت ہو چکا ہو، کیونکہ زندہ شخص کے فتنے میں پڑنے کا خطرہ تو ہوتا ہی ہے۔ وہ محمد ﷺ کے اصحاب ہیں (جن کی اقتداء کرنی چاہیے)۔ وہ امت کے سب سے افضل لوگ تھے، دلوں کے سب سے زیادہ نیک، علم میں سب سے زیادہ گہرے، سب سے کم تکلف کرنے والے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے چنا۔ پس ان کی فضیلت کو پہچانو! اور ان کے راستے کا اتباع کرو!، اور جتنا ہو سکے ان کے اخلاق و سیرت کو تھام کر رکھو!۔ بے شک وہ ہدایت کی سیدھی راہ پر تھے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عملی نمونے کی تلاش

جب سے ہوش سنبھالا ہے کسی ایسی شخصیت کی تلاش رہتی تھی کہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والے اخلاق نظر آئیں۔ جو ہر کام میں نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کے اتباع میں نمونہ بنا ہو اور جس کو دیکھ کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یاد آجائیں۔ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی وہ مبارک ہستیاں ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور آخری نبی ﷺ کی

[1] مشکوۃ المصابیح

رفاقت اور صحبت کے لیے چنا، اور پھر انہیں اصحابِ ابرار کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کا مبارک دین دنیا میں پھیلا اور قائم ہوا۔ انہیں قدسی نفوس کے ذریعے تعلیماتِ دین، قرآن کریم اور پیارے نبی ﷺ کی احادیث ہم تک پہنچیں، اور انہوں نے ہی رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو مکمل طور پر اپنایا اور ہمارے لیے بھی نمونہ بنے۔ پس وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے لوگ تھے اور کیسے ان کے اخلاق وصفات تھیں؟ یہ جستجو ہر مسلمان کو لازماً ہوتی ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کے ساتھیوں کو پہچانے اور ایسی شخصیات کو ڈھونڈے کہ جو اپنے اوصاف و اخلاق میں ان سے مشابہ ہوں۔ یقیناً آج کے زمانے میں بھی ایسے بہت سے اولیائے کرام، مشائخِ عظام، مجاہدین فی سبیل اللہ، علمائے ربانی اور دیگر نیک و متقی ہستیاں موجود ہیں، جو آج کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نمونہ ہوتے ہیں اور ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرکے جہاں ہمیں نبی ﷺ کے محبوب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یاد آتے ہیں وہیں ہمارے دل میں اپنے پیارے دینِ اسلام کی عظمت وحقانیت پر یقین پختہ ہو جاتا ہے۔

یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے وہ اکیسویں صدی عیسوی کی پہلی دو دہائیوں میں دین کا نور پھیلانے والی ہستی، ولیِ کامل، عالمِ باعمل، داعیِ بے مثال، مجاہدِ پرعزم، امیرِ پروقار، اخلاص و تقویٰ کے پیکر، شجاعت و غیرت کی عملی تصویر، ہمارے محبوب قائد، بھائی، دوست اور استاد احمد فاروق (راجہ محمد سلمان) رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کی سوانحِ حیات پر مشتمل ہے۔ نحسبه كذالك والله حسيبه!، ہم نے انہیں ان صفات حمیدہ سے متصف پایا، ان کے بارے میں ہمارا یہی اچھا گمان ہے، آگے اللہ خوب جانتا ہے۔

جس موت میں ہو لذت، وہ موت نہیں ہوتی

ہمارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اب شہید ہو چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہی ہے، پس ہمارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ جام پی گئے۔ موت کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے... انتہائی کڑوا... روح نکالنے کے لیے ایڑیاں اور پنڈلیاں تک رگڑوائی جاتی ہیں۔ سکرات الموت کی شدت اور ہولنا کی معروف و مشہور ہے۔ یہ شاید روح نکلنے کی تکلیف کا خوف ہی ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے انسان موت سے ڈرتا ہے۔ مگر صادق المصدوق علیہ الصلاۃ والسلام نے تو یہ بتایا ہے کہ شہید کو ایسی کوئی تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو جنت کی نعمتوں، حور و قصور سے لطف اندوز ہونے کے بعد بھی یہی کہتا ہے کہ اے اللہ! مجھے واپس دنیا میں لوٹا دے اور دوبارہ یہ جامِ شہادت پینے کا موقع دے۔ پس شہید کو تو وہ موت نہیں آتی کہ جس میں تکلیف ہو، جس میں پریشانی ہو، جس میں حساب کتاب کی آزمائش ہو، جس میں کفن و غسل کا تکلف ہو، جس میں قبر کی تنگی ہو۔ یہ سب پریشانیاں اور تکلیفیں تو عام موت میں ہیں۔ پس جب یہ سب کچھ شہادت میں نہیں تو پھر یہ موت تو

نہ ہوئی نا؟ اسے موت کیوں کہا جائے؟ جس چیز میں لذت ہی لذت ہو، خوشی ہی خوشی ہو، آرام وسکون ہی ملتا ہو، عزتیں اور رفعتیں ہی ملتی ہوں، اتنی خوشیوں اور نعمتوں والے اعزاز کو، محبوب سے ملاقات کے اس سہانے منظر کو، خبردار! موت نہ کہنا۔ یہ سب مزے اور لذتیں تو دنیا کی زندگی میں بھی نہ تھیں۔ پس زندگی تو اصل میں ہے ہی شہید کی۔ باقی تو سب گویا کہ مردہ ہیں۔ اسی لیے تو شہداء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ:

بل احیاء!	بلکہ وہ زندہ ہیں!
ولکن لا تشعرون[1]	لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

کتنے پیار سے آواز لگانے والا آواز لگاتا ہے۔ اے نفسِ مطمئن! اے پیاری اور مطمئن جان! آؤ رب کے پاس چلیں۔ اس فراق اور امتحان کے بعد، اب کام کا وقت ختم۔ اب تو کھیل اور آرام کا وقت شروع ہو چکا ہے۔ ٹینشنوں اور مصروفیات کی چھٹی۔ اب کوئی تھکاوٹ نہیں۔ بس اب جنت میں اللہ کی نعمتوں کے نظارے کرو۔ آرام سے تکیے لگاؤ، محفلیں سجاؤ اور اللہ کے مقربین، انبیاء و صدیقین و صالحین اور شہداء کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ ان کی صف میں بیٹھو! اب سے تم اللہ کے محبوبوں کے ہم نشین ہو گے۔ بس اب لوٹ آؤ۔ میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اپنے بھائیوں کی خوشیوں پر ہم خوش ہیں

ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مجاہدین سے محبت ہے، وہ ان کا دوست ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ[2]	”حقیقت یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح صف بنا کر لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔“

اسی طرح باری تعالیٰ کا فرمان ہے

وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ[3]	اور اللہ کارساز ہے مسلمانوں کا

1 سورة البقرة، آية: ١٥٤

2 سورة الصف، آية: ٤

3 سورة آل عمرآن، آية: ٦٨

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ[1]　　　　اور اللہ متقی لوگوں کا دوست ہے

اگر ہمیں اپنے رفیق و حبیب سے فراق کا غم ہے تو رفیقِ اعلیٰ کو تو اپنے حبیب سے ملاقات کی خوشی ہو گی۔ یہ تو سوچنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے اس دوست کو نعمتیں اور اعزاز دیں گے تو خود اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوں گے۔ جیسے جب کسی باپ کی اولاد کوئی اہم کامیابی حاصل کرتی ہے تو وہ ان کو انعام دے کر کتنا خوش ہوتا ہے۔ اس کا بس نہیں چلتا کہ کس طرح بھاگ کر اپنے بچے تک پہنچے اور اسے اس کی کامیابی کی خوشی میں اعزاز دے۔ فللّٰہ المثل الاعلی۔ پس اللہ کی خوشی میں ہم خوش ہیں، اللہ کی رضا میں ہم راضی ہیں، اور ہم سب نے بھی تو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ رضينا بالله رباً وبالاسلام ديناً وبمحمدﷺ نبياً۔ یقیناً ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور رسول اللہ ﷺ کے نبی و رسول ہونے پر راضی ہیں۔ اسی پاک ذات نے ہمیں ہمارے محبوب بھائی سے دنیا میں خوشیاں دیں۔ اب اگر اسی کی خوشی اس کو ہم سے دور اور اپنے سے قریب کرنے کی ہے تو ہم اس کی خوشی پر راضی ہیں۔ پھر خود ہمارے بھائی کو تو بھی اپنی مراد مل گئی، وہ کس قدر خوش ہوں گے! پس شہید بھائیوں کی خوشیوں پر ہم بھی خوش ہیں!

تھی خبر ایسی کہ سن کر دلِ مضطر ڈوبا

جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو میں اس وقت جہادی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے باقی بھائیوں سے دور افغانستان کے صوبے ننگرہار میں مقیم تھا۔ کچھ دنوں سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی اطلاع، افواہوں کی شکل میں پہنچ رہی تھی، مگر دل تسلیم نہیں کرتا تھا یا یوں کہیں کہ تسلیم کرنے کا دل نہیں چاہتا تھا۔ گو کہ جہادِ فی سبیل اللہ میں، جنگوں اور معرکوں کی کثرت کی وجہ سے، شہادت اور ساتھیوں کا بچھڑ جانا ایک معمول کا واقعہ بن جاتا ہے، مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی کی جدائی کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا، اس لیے اس کو تسلیم کرنا بہت مشکل تھا۔ مگر پھر وہ وقت آ ہی گیا کہ جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے رفیقِ خاص اور حبیبِ معتمد، استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے اپنے خط کے ذریعے سے حضرتِ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر کی تصدیق کی اور ہمیں اس بلائے عظیم پر صبر و استقامت کی نصیحت کی۔ دل کی اصل حالت تو بیان سے باہر ہے، مگر عملی طور پر ایسا ہو گیا کہ دنیا سے یکایک دل بالکل اچاٹ ہو گیا، آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے تھے اور دل بے قراری میں لگتا تھا کہ پھٹ کر باہر آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہم اس پر یقیناً راضی تھے اور

[1] سورة الجاثية، آية: ١٩

ہیں۔ پر بچپن سے یہ یقین رکھتے ہوئے بھی کہ جو اس جہاں میں آیا ہے اسے جانا بھی ہو گا، فاروق بھائی کے جانے کا یقین نہیں آرہا تھا۔

سوانحِ فاروق رحمۃ اللہ علیہ

پھر دل نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ اپنے اس محبوب کی سیرت و سوانح پر کچھ لکھوں اور امتِ مسلمہ کو اس کے گوہرِ نایاب کا تعارف کرواؤں اور اس طرح اپنے دل کے غم کو ہلکا کروں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کوئی عام شخصیت نہیں تھے۔ وہ تو شخصیت ساز تھے۔ دعوتِ دین اور جہاد فی سبیل اللہ کے شاہسوار تھے۔ ان کی سوانحِ حیات میں امتِ مسلمہ کے لیے عموماً اور دین کے غلبے کے لیے اٹھے ہوئے مجاہدین کے لیے خصوصاً حکمت و دانش کے موتی بکھرے ہوئے ہیں۔ پس اس عظیم مجاہد، داعیِ دین رحمۃ اللہ علیہ کی مشکِ بے بہا کو امتِ مسلمہ میں پھیلانے کا، اللہ سے مدد مانگ کر، ارادہ کیا، اور دیوانہ وار لکھنا شروع ہوا۔ لکھنے کا یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہا کہ جب تک میرے دل کا غم ہلکا نہیں ہو گیا۔ پھر اس کے بعد جہادی مصروفیات اور اسفار کی کثرت کی وجہ سے اس مضمون کو مکمل کرنا اور سمیٹنا میرے لیے مشکل ہو تا رہا۔ علاوہ ازیں نفس کو شیطان یہ کہہ کر بھی سستی میں مبتلا کر تا گیا کہ یقینا بہت سے اور حضرات جو کہ تحریر و ابلاغ میں بہت باصلاحیت ہیں اور فاروق بھائی سے قربت کے تعلق میں بھی میرے سے کم نہیں ہیں، یہ ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھیں۔ مگر پھر جب اپنے مسوّدے کی فائل دیکھتا اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد ستاتی تو شرمندہ ہو کر اس مضمون کو مکمل کرنے کے لیے کمربستہ ہو جاتا۔ دوسری طرف اگر ہمارے دعوت و اعلام سے وابستہ برادران مجھے اس کتاب کو مکمل کرنے اور نشر کے لیے حتمی کرنے کے لیے مسلسل اصرار نہ کرتے اور تحریض نہ دلاتے تو شاید میں اپنی کم ہمتی اور سستی کا شکار ہو کر اس کو کبھی بھی حتمی نہ کر پاتا۔ یوں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے کئی سال بعد یہ تحریر مکمل ہونے پر آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے نافع بنادے اور قبول فرمالے۔ آمین!

کچھ کتاب کے بارے میں

اب کچھ باتیں اس کتاب کے حوالے سے:

- اس کتاب کو چودہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جس کی تفصیل فہرست میں درج ہے۔

- اس کتاب کو حضرت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل سیرت یا سوانح کہنا تو مناسب نہیں ہو گا۔ کسی بڑی شخصیت کی سوانحِ حیات لکھتے ہوئے، ان کے زمانے کے حالات کو تفصیل سے بیان کر کے فیصلوں اور آراء کا تجزیہ[1] کرنا بہت اہم ہوتا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ یہ کام کما حقہ نہیں کر پایا۔ تفصیل سے حالات اور ماحول کا تجزیہ کرنے میں اپنی کم مائیگی کے احساس نے زیادہ لکھنے نہیں دیا۔ پھر تاریخ خود ایک انتہائی مشکل اور پیچیدہ موضوع ہے۔ دعوتِ دین کے لیے جو کوئی بھی تاریخ لکھے اور مرتب کرے گا تو لازمی امر ہے کہ وہ محض تاریخی واقعات ہی نہیں لکھے گا بلکہ تاریخی واقعات کا تجزیہ اور مختلف مواقف و فیصلوں پر اپنی رائے بھی لکھے گا۔ مگر یہ بہت مشکل کام ہے۔ ایک مشکل تو اپنی صلاحیت کی کمزوری ہے، مگر دوسری مشکل یہ ہے کہ میری رائے میں تاریخ کا ٹھیک تجزیہ اُس زمانے میں کرنا مشکل ہوتا ہے کہ جس میں وہ واقعات پیش آرہے ہوتے ہیں اور اعمال کے نتائج اور اثرات پوری طرح مرتب نہیں ہوئے ہوتے۔ تاریخی واقعات کے حقیقی اثرات بعض اوقات دہائیوں بعد یا پھر صدیوں کے بعد بھی ظاہر ہوتے ہیں اور معاشروں میں کوئی ٹھوس تبدیلی لاتے ہیں۔ امت کے کتنے اکابرین ایسے گزرے ہیں کہ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے صدیوں بعد ان کی تاریخ اور تعلیمات جان کر، امت نے ان کی قدر کو پہچانا اور انہیں اپنا راہنما قرار دیا۔ چنانچہ بعد کے زمانوں میں جا کر صحیح انداز میں تجزیہ کیا جاسکتا ہے کہ کس کام کا کیا فائدہ ہوا اور کس فیصلہ کا کیا نقصان؟ کس عمل میں مصلحت راجح تھی اور کس میں مفسدہ غالب ٹھہرا؟ چنانچہ اس کتاب میں محض اسی امر کی کوشش کی گئی ہے کہ ایک مجاہد، داعی اور قائد کی شخصیت کو امتِ مسلمہ کے سامنے کما حقہ پیش کر دیا جائے، اس کی تاریخ، اس کی شخصیت، اس کی فکر و نظر اور اس کے قریبی محبوبین اور محبین کے تذکرے قرطاس پر محفوظ کر دیے جائیں۔ البتہ ضمنی طور پر تحریر میں جا بجا آپ کے وقت کے حالات، ماحول، سیاسی صورتِ حال اور خاص طور پر قبائل اور مجاہدین کے حالات کا تذکرہ بھی ہوتا رہا ہے۔
- خاندانی پس منظر اور بچپن کے حالاتِ زندگی کا بیان بھی میرے نزدیک بالکل ناقص اور نامکمل ہی رہا۔ حالات کے جبر اور طواغیت کے ستم کی وجہ سے میرے لیے یہ ممکن نہیں ہو سکا کہ شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے افراد

[1] analysis

سے ان کے مزید حالات کو جمع کر سکوں یا اپنے حافظے اور یادداشتوں کی تصحیح کروا سکوں۔ البتہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوہ محترمہ اور آپ کے خالہ زاد بھائی شہید ریحان عفان رحمۃ اللہ علیہ نے خاندانی معلومات کے حوالے سے کچھ اصلاح و اضافے کیے۔ مگر پھر بھی اس حوالے سے زیادہ انحصار شہید رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہوئی باتوں یا اپنے مشاہدے پر مبنی حافظے پر ہی کرنا پڑا۔ کچھ عرصہ قبل فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوہ محترمہ نے 'وہ دے چلے جہاں میں توحید کی گواہی' کے عنوان سے شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے بعض درخشندہ پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ہمارے محبوب استاد رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر اقرباء اور خاندان والے بھی، آپ کی دیگر صفاتِ حمیدہ پر روشنی ڈالیں اور ان کی سیرت اور خاص طور پر کم سنی کے زمانے کی سیرت کو مزید واضح کریں جس سے اس کتاب میں رہ گئے خلا کو پر کیا جا سکے۔ اللہ ہمیں اپنے اس قائد کی سیرت کے بیان کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

- اس کتاب کا عنوان تو استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ ہی کی شخصیت کی سیرت ہے اور حقیقی موضوع بھی یہی ہے۔ مگر یہ کتاب دیگر بھی کئی ہستیوں کے تذکروں کا مجموعہ بن گئی ہے۔ ایسا کرنا ضروری تھا کیونکہ کسی شخصیت کو سمجھنے کے لیے اس کے اکابرین و رفقاء اور قریبی اشخاص کو بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ کون اور کیسے تھے؟ کہتے ہیں کہ آدمی اپنے رفقاء و اکابرین سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی مقصد رہا کہ معاصر جہاد کی کچھ نا کچھ تاریخ بھی جمع ہوتی جائے۔ تاریخ تو لکھی جانی ہی تھی، اگر ہم نہ لکھتے تو خفیہ ایجنسیوں کے گماشتے اور شیطانی نمائندے ہی کچھ عرصے بعد جھوٹ و افتراء کا ملغوبہ اپنے خسیس مقاصد کے حصول کی خاطر، قائدینِ جہاد کی شخصیتوں کو مسخ کرنے کے لیے لکھ ڈالتے۔ چنانچہ موجودہ اور آئندہ آنے والی نسلوں سے وفا کا تقاضا یہ محسوس ہوتا ہے کہ معاصر جہاد کی کچھ تاریخ اور اہم شخصیات کی سیرتوں اور تذکروں کو ٹھیک طریقے سے محفوظ کر دیا جائے۔ یہ کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کاوش ہے۔
- یوں تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابرین اور رفقاء و احباء کی فہرست بہت طویل ہے اور شہدائے اسلام میں ہر شہید ایک گوہرِ نایاب ہے اور اپنی شخصیت اور صفات میں نمونۂ اسلاف ہوتا ہے مگر اس کتاب میں صرف انہیں اکابرین و رفقاء و احباء کا انتخاب کیا گیا ہے جن سے تعلق و رفاقت کا... میرے نزدیک... فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی جہادی زندگی پر براہ راست اور اہم اثر پڑتا رہا ہو اور ان کی رفاقت و تعلق باقیوں سے بہت نمایاں رہی ہو۔ پھر بھی یہ احساس باقی ہے

کہ کئی عظیم شہداء کا تذکرہ نہیں ہو پایا۔ اللہ اپنے تمام اولیاء سے وفا کی اس عاجز کو توفیق بخشے اور تاریخ اسلام کے اس سلسلے کو امتِ مسلمہ کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کے دین و ایمان میں تازگی، جہادِ فی سبیل اللہ کی دعوت اور عالمی نظامِ کفر و فساد کے خاتمہ کا پیش خیمہ بنائے اور یہ میرے اور میرے عظیم والدین کے لیے صدقۂ جاریہ بن جائے۔

- اسی طرح بقیدِ حیات ہستیوں میں بھی بعض ایسی ہیں کہ جن کا تعلق شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے ایسا رہا ہے کہ جن کے تفصیلی تذکرے کے بغیر ان کی سوانحِ حیات نامکمل ہی رہے گی، مگر حفاظتی ضروریات اور میری طبعی جھجک ان کے تفصیلی تذکرے میں مانع رہی ہے۔ ان حضرات میں سرِ فہرست جہادی قائد، مربی و مفکر اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ترین رفیق استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ اور فاروق بھائی کے مربی اور استاد، قائدِ جہاد، امیرِ باتدبیر، داعیِ باکمال تنظیم القاعدہ کے مرکزی راہنما شیخ ابو عبد الرحمن ابراہیم المغربی حفظہ اللہ کی شخصیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہر شر سے حفاظت فرمائے اور انہیں سدا کفار کے حلق کا کانٹا بنائے رکھے آمین۔
- ایک اہم نکتے کی وضاحت کرنا البتہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اس کتاب میں گاہ بگاہ بہت سی ایسی شخصیات کا تذکرہ اور تعارف آتا رہے گا جو یا تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی قریبی تعلق رکھتی ہوں گی یا پھر جہاد کی تاریخ کے اُس دور میں ان کا کوئی اہم کردار رہا ہو گا۔ پھر ان میں جس کا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی اور براہ راست ایسا تعلق رہا ہو کہ جس کا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی جہادی زندگی یا فکر پر بلاواسطہ اثر پڑتا رہا ہو یا کتاب کے کسی ذیلی موضوع سے براہ راست متعلق ہو تو اس شخصیت کے تذکرے کو کتاب کے متن میں ذکر کیا گیا ہے، جبکہ جو شخصیات اس کے علاوہ ہوئیں ان کے تذکرے کو حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ کسی بھی شخصیت کے ذکر کو متن میں یا حاشیہ میں ڈالنے سے اس کے دنیاوی یا اخروی مقام و مرتبت کا قطعاً اندازا نہیں لگایا جا سکتا۔ اللہ ان سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام سے نوازے اور قیامت تک کی آئندہ نسلوں میں ان کے ذکرِ خیر کو جاری فرما دے آمین۔
- شہید استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت حقیقت میں مجھ سمیت اکثر ساتھیوں کے لیے ایک استاد اور قائد کی شخصیت تھی۔ مگر چونکہ میرے ساتھ ان کے تعلق میں باقی صفات کے ساتھ ساتھ دوستی، محبت اور بے تکلفی کا تعلق غالب تھا اس لیے مجھے اپنے محبوب دوست کے نام کے ساتھ "استاد" کا سابقہ لگانا اپنے لیے تکلف محسوس ہوتا ہے۔ ہم نے

ہمیشہ ان کی موجودگی میں بھی انہیں سلمان بھائی یا فاروق بھائی ہی کہا ہے اور اب ان کے رخصت ہونے کے بعد بھی انہیں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کہنے کا دل چاہتا ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس عذر کو قبول فرمالیں گے۔

- کتاب کے آخر میں 'مِسکِ ختام' کے طور پر شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی دوست اور ابتدائی رفیق انجینئر اسامہ ابراہیم غوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے موقع پر اظہارِ جذبات کے لیے تحریر کیا گیا مضمون بھی شامل کیا گیا ہے جو کہ اس کتاب کے موضوع کا خلاصہ بھی ہے۔
- اس موقع پر ان تمام حضرات کا شکر گزار اور احسان مند ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا، کتاب کی اخطاء کی تصحیح کی، اس کی نوک پلک کو درست کیا اور جابجا مفید اضافے کیے۔ ان حضرات میں جماعت القاعدہ کے راہنما استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ محبوب ساتھی متبحر عالمِ دین مولانا مثنی حسان حفظہ اللہ، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد اور معتمدِ خاص شہید برادر ریحان عفان رحمۃ اللہ علیہ، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ترین رفیق برادر داؤد غوری حفظہ اللہ، اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت یافتہ شعبہ اعلام کے برادر نعمان حجازی حفظہ اللہ شامل ہیں۔ شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوہ محترمہ کا بھی بے حد ممنون و شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے سلسلے میں مفید مشوروں سے نوازا اور اس کی معلومات اور بالخصوص خاندانی و ذاتی معلومات کی اصلاح کی اور قیمتی اضافے کیے۔ اسی طرح اپنی رفیقۂ حیات کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ جن کے حسنِ رفاقت اور خلوصِ پیہم نے میری جہادی زندگی کے دیگر امور کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی تیاری میں بھی قدم قدم پر ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو جائے، بہترین جزائے خیر دے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے آمین۔

ایسا ہوتے ہیں اسلام کے راہنما!

شہید استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک مجاہد، داعی، عالمِ دین اور دینی قائد کی شخصیت ہے۔ یہ محض مجاہدین کے کسی خاص گروپ کے امیر کا ذکر نہیں اور نہ ہی محض القاعدہ برصغیر کے ایک راہنما کی سیرت نگاری ہے، بلکہ اس مضمون کا مقصد ایک طرف مجاہدین کو ان کے ایک قائد کی سیرت اور افکار و نظریات سے مطلع کرنا ہے اور دوسری طرف اپنے معاشرے میں دین سے محبت کرنے والے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے سامنے مجاہدین کے ایک قائد کی زندگی کی کہانی بیان کرنا ہے۔ اس کے اجلے کردار، ستھرے افکار، پاکیزہ اخلاق اور عظیم احباء کا تعارف پیش کرنا ہے۔ ایک ایسا قائد کہ

جس نے اپنی ۳۳ سالہ مختصر زندگی میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے بڑے بڑے کام کیے۔ موجودہ زمانے میں میڈیا کے سحر نے عام مسلمانوں کے دلوں میں مجاہدین اور ان کی قیادت کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کر دیے ہیں۔ مجاہدین کی قیادت کے بارے میں پروپیگنڈا اتنا شدید اور اتنا مستقل و متواتر کیا جاتا ہے کہ سادہ لوح مسلمانانِ امت بھی پریشان ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں امتِ مسلمہ کے سامنے استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ جیسے اجلے کردار والی شخصیت کی سوانح اور ان کے اعلیٰ و پاکیزہ ساتھیوں کے تذکرے بیان کر کے صلیبیوں اور ان کے غلاموں کی طرف سے میڈیا کے ذریعے کی جانے والی جنگ کا جواب دے کر امتِ مسلمہ کو بتایا جا سکتا ہے کہ "ایسے ہوتے ہیں اسلام کے راہنما"۔ بس یہی اس کتاب کا مقصد اور عنوان ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کی گئی اس کاوش کو اپنی رضا کی نیت کے لیے خالص کر کے قبول فرمائے، میری لغزشوں، کوتاہیوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے اور شہید استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ سمیت ہر خطہِ ارضی اور ہر زمانے کے شہدائے اسلام کی قربانیوں کو قبول فرمائے، ان شہدائے اسلام کے مبارک لہو کی حرارت سے نظامِ کفر کو نیست و نابود فرمائے، پوری دنیا پر اپنے دین کا غلبہ فرمائے اور اپنے دین اور امت کے لیے کٹنے والے ان شہداء کے اس بہتے لہو کی روشنی، امتِ مسلمہ کے لیے نورِ ہدایت و بصیرت بنا دے آمین۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

اللهم انصر من نصر دين محمد ﷺ واجعلنا منهم۔ واخذل من خذل دين محمد ﷺ ولا تجعلنا منهم.آمين.

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه و سلم

بابِ اوّل: خاندان، بچپن، ابتدائی تعلیم

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان پاکستان کے ضلع راولپنڈی کے گردو نواح میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق سرزمینِ پوٹھوہار کی معروف 'راجہ' برادری سے ہے جو کہ راولپنڈی، گوجر خان، چکوال سمیت پوٹھوہار کے مختلف علاقوں میں آباد ہے۔

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم جناب راجہ احسان عزیز صاحب دین سے محبت اور اسلام پر اعتماد و یقین میں ڈوبی ہوئی شخصیت ہیں۔ اسلام اور اس کے لیے غیرت و حمیت ان کی شخصیت کا عنوان ہے۔ آپ نے بیسویں صدی کی ستّر کی دہائی میں 'قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد' سے 'بین الاقوامی امور' میں ماسٹرز کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ پاکستان کے تعلیمی ادارے سوشلزم کے پیروکاروں اور اسلام کے شیدائیوں کے اکھاڑے ہوتے تھے۔ روس جو کہ ساری دنیا میں اشتراکی نظریات پھیلانے کا پشتی بان تھا، اپنی عسکری طاقت کے ساتھ ساتھ نظریاتی اور فکری اعتبار سے بھی امتِ مسلمہ پر حملہ آور تھا۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جہاں اشتراکیت نواز طلباء اور اساتذہ دینِ اسلام اور اس کے شعائر و عقائد کا کھلم کھلا مذاق اڑاتے اور انہیں چیلنج کرتے، وہیں اسلام پسند اور اپنے دین پر مر مٹنے والے متوالوں کی بھی کمی نہیں تھی، جو ہر محاذ پر اسلام کے دفاع کے لیے اپنے سینے آگے کرتے رہتے تھے۔

قائدِ اعظم یونیورسٹی سے فراغت اور سفر امریکہ

ان حالات میں راجہ احسان صاحب نے ایک باضمیر اور باحمیت مسلمان کی حیثیت سے قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے فراغت حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد قائدِ اعظم یونیورسٹی ہی میں تدریس بھی شروع کی۔ کچھ ہی عرصے بعد انہیں 'بین الاقوامی تعلقاتِ عامہ [1]' میں مزید تعلیم اور تخصص کرنے کے لیے امریکہ بھجوایا گیا۔ بعد ازاں آپ نے کولمبیا یونیورسٹی امریکہ میں پڑھانے کی ذمہ داری بھی ادا کی۔ امریکہ سے قائدِ اعظم یونیورسٹی تک کے ماحول

[1] International relations

نے جہاں ان پر اشتراکیت اور اس کے بودے نظریات کو سمجھنے اور اس کے رد اور مخالفت میں پختہ بنانے میں کردار ادا کیا، وہیں منبع کفر و الحاد سرزمینِ امریکہ میں قیام نے ان کے اندر مغربی تہذیب سے نفرت، یہود اور ان کے ایجنٹوں کی سازشوں سے آگاہی پیدا کی اور جدید سیکولر اور سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں ان پر واضح کیں۔ وہ گئے تو امریکہ بین الاقوامی امور کو سیکھنے کے لیے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس بندوبست سے اسلام کی حقانیت و عظمت اور کفر اور اس کے نظام کی نفرت اور بے وقعتی ان پر مزید واضح کر دی۔ امریکہ سے لوٹے تو وہ اسلام کے ایک پختہ مجاہد بن گئے تھے جس کا مقصدِ زندگی اب ہر محاذ اور ہر ماحول میں اسلام کا دفاع تھا۔ یہاں یہ تذکرہ کرنا بھی مناسب ہو گا کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش بھی ان کے والدین کے قیامِ امریکہ کے زمانے میں امریکہ ہی میں ہوئی۔

جہادِ افغانستان اور ملتِ افغان سے تعلق

سفر امریکہ سے واپس آکر آپ نے دوبارہ سے قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں تدریس شروع کر دی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ روس نے اپنے تمام ہتھیاروں سے لیس ہو کر سرزمین افغانستان پر حملہ کر دیا تھا۔ سرخ ریچھ ایسی وحشت و درندگی سے مسلمانانِ افغانستان پر حملہ آور ہوا اور ظلم و ستم کی ایسی داستانیں رقم کیں جنہوں نے عالمِ اسلام کے حساس دل نفوس کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ پھر اوپر سے افغانوں کی غیرتِ دینی و ملی کے مظاہرے نے بھی مسلمانانِ عالم کو حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات میں مبتلا کر دیا۔ انتہائی محدود وسائل، بوسیدہ اور قدیم بندوقوں، بلکہ ابتداء میں تو پتھروں اور خنجروں سے روس کی عظیم افواج کا سامنا، درویشانِ افغانستان نے اپنے ایمان اور توکل کی قوت سے شروع کیا اور اپنی لاشوں کے پشتے لگا کر ملحد روسیوں سے عالمِ اسلام کا دفاع کرنے لگے۔ اِس منظر کے دیکھنے سے امتِ مسلمہ میں دوبارہ جذبہِ ایمانی جاگ اٹھا۔ حضرات خالد ابنِ ولید، مثنیٰ ابنِ حارثہ، سعد بن ابی وقاص، اور قعقاع رضی اللہ عنہم کی داستانیں دوبارہ سے تازہ ہونے لگیں اور صدیوں سے غلامی کے اثرات کی وجہ سے بھلا دیے گئے فریضہ ''جہادِ فی سبیل اللہ'' کا دوبارہ سے احیاء ہونے لگا۔ صدیوں سے سوئے ہوئے شیر انِ خدا مست انگڑائیاں لے کر بیدار ہونے لگے جس کا خواب کئی دہائیاں قبل اقبال مرحوم ان الفاظ میں بیان کر گئے تھے کہ:

سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا　　　　نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا

عرب و عجم کے ہزاروں مسلمان چہار جانبِ عالم سے اپنے افغانی بھائیوں کی مدد کرنے کے لیے پاکستان کے صوبہ سرحد کے علاقوں میں جمع ہونے لگے۔ ایسے وقت میں جب پورا عالمِ اسلام افغانیوں کے درد میں شریک تھا، یہ کیسے ممکن

تھا کہ راجہ صاحب جیسے غیرتِ دینی سے سرشار شخص اس جہاد سے لاتعلق رہتے۔ آپ نے اپنی صلاحیتیں افغان مجاہدین کی سہولیات کے لیے وقف کر دیں۔ ایک طرف آپ افغان مجاہدین کی مدد و تعاون کے ہر ممکنہ طریقے اختیار کرتے اور دوسری طرف اطرافِ عالم سے آئے ہوئے مہاجرین اور افغان مجاہدین کے درمیان میں پل کا کردار بھی ادا کرتے۔ افغان جہاد کے دوران کئی دفعہ آپ کو افغانوں کی جہادی قیادت کے ساتھ ملاقاتوں اور جہاد اور مجاہدین کے ساتھ قربت کا موقع ملا۔ اس تعامل نے بھی جہاد اور مجاہدین کی ایسی محبت ان کے سینے میں ڈالی جس کالازمی اثر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میں بعد میں نظر آیا۔

دینی غیرت سے سرشار افغانیوں کی محبت راجہ صاحب میں بعد میں بھی اسی طرح قائم رہی۔ یہاں تک کہ سن ۲۰۰۰ء میں جب طالبان کے زمانے میں بین الاقوامی پابندیوں کی وجہ سے افغانستان میں غلہ کی شدید قلت نے قحط کی صورت اختیار کی تو اس وقت بھی مسلمانانِ افغانستان کی غم گساری اور مدد کے لیے راشن اور دیگر گھریلو استعمال کی اشیاء کے قافلے کے ساتھ بذاتِ خود افغانستان گئے اور وہاں پر امارتِ اسلامیہ کی قیادت کی سرپرستی میں فقراء اور مساکین میں یہ سامان تقسیم کیا۔ اس سفر میں ان کے بیٹے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس سفر کا تذکرہ آئندہ بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں آئے گا، ان شاء اللہ۔

ملحدوں کا تعاقب

افغانستان کے دشتوں اور کہساروں میں روس کی مسلمانوں کے ہاتھوں عبرت ناک شکست نے سارے عالم میں اشتراکیت کے غبارے سے ہوا نکال دی۔ ایک ایک کر کے روس کی ریاستیں اس سے آزاد ہونا شروع ہوئیں اور اشتراکی فکر و فلسفہ بھی قصہ پارینہ بننے لگا۔ وطنِ عزیز کے تعلیمی اداروں اور جامعات میں بھی "لیفٹ" کے حامی، اشتراکیت اور الحاد کے داعی پروفیسر اور طلباء بغلیں جھانکتے ہوئے پسپائی اختیار کرنے لگے۔ اِن چڑھتے سورج کے پجاریوں نے اب پینترا بدلا اور الحاد و دین دشمنی اور عقائدِ اسلام میں تشکیک کا مکروہ عمل، جو کل اشتراکی روس کے تعاون اور اشتراکیت کی چھتری تلے کیا جاتا تھا، اب روس کی ہزیمت کے بعد سیکولر سرمایہ دار امریکہ و مغرب کی سرپرستی میں شروع ہو گیا۔ اب ان کا فلسفہ لبرل ازم اور سیکولر ازم کے مفاہیم کو بیان کرتا اور اس کی ذیل میں وہی سابقہ عمل، یعنی اسلامی افکار و عقائد پر نقد، ایمان بالغیب پر چوٹیں، جنت و جہنم کا استہزاء، دینی مسلّمات کا انکار اور کفر و الحاد کی تعلیمات کو پھیلانے کا کام کرتا۔ پاکستان کے دیگر سرکاری تعلیمی اداروں کے برعکس قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں ملحدوں اور 'لبرلز' کی لابی شروع

ہی سے مضبوط رہی تھی۔ یہاں کے مختلف پروفیسر بڑی شدت اور منظم طریقے سے طلباء کے ذہنوں میں عقائدِ اسلام میں تشکیک پیدا کرنے اور دینی مسلمات کا تمسخر اڑانے اور تضحیک کرنے کا کام کرتے تھے۔ یہاں یہ لطیفہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ ذہنی طور پر قربت و ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ مکانی طور پر بھی امریکی سفارت خانہ سے کافی قربت ان عناصر کو میسر تھی۔ بلکہ آج تک قائدِ اعظم یونیورسٹی کی سیکولر و الحاد پسند پروفیسروں کی لابی پورے ملک میں مشہور ہے اور اسی جامعہ کے فزکس ڈیپارٹمنٹ کے پروفیسر 'پرویز ہود بائی' اور 'ڈاکٹر اے ایچ نیّر' اپنی دین بیزاری، لبرل خیالات اور الحاد کی ترویج کے حوالے سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

جہادِ روس سے فراغت کے بعد پروفیسر راجہ احسان صاحب جامعہ قائد میں ملحدوں، سابقہ اشتراکیوں اور موجودہ لبرلز کے تعاقب میں ڈٹ گئے۔ آپ یونیورسٹی کے لیکچروں سے لے کر پروفیسروں کی میٹنگز تک میں اسلام کے دفاع میں سینہ تان کر کھڑے ہوتے اور دین دشمنوں کو للکار کر چیلنج کرتے۔ یونیورسٹی میں آپ کی اکثر محافل و مجالس اسی دین بیزار لبرل ٹولے پر نقد اور ان کے مکروہ عزائم کو بے نقاب کرنے کے بارے میں ہوتیں۔ جامعہ میں آپ کی شخصیت کا واضح وصف ”ولا یخافون فی اللہ لومۃ لائم“ تھا، یعنی کہ اللہ کے دین پر عمل کرنے کی وجہ سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا۔ حق بات کہنا اور اس کے لیے ڈٹ جانا اور دین کے دشمنوں سے جارحانہ انداز میں قوتِ استدلال کے ساتھ مقابلہ کرنا، آپ کی پہچان بن گیا۔

دوسری طرف سرکاری سرپرستی اور امریکی سفارت خانے کے زیرِ سایہ پلنے والے 'لبرل' ٹولے نے بھی باقاعدہ منظم ہو کر پروفیسر راجہ احسان صاحب کے خلاف مہم شروع کر دی۔ آپ کو زچ کرنے، ڈرانے دھمکانے، اختیارات سے محروم کرنے اور دیگر ذرائع کے ذریعے سے آپ کو ہٹانے کی مہم شروع ہوئی۔ پھر جب آپ نے محسوس کیا کہ انہیں اس حد تک جامعہ میں محدود کر دیا گیا ہے کہ وہ نصرتِ دین کے فریضے کو شاید نہ انجام دے سکیں اور دین بیزار، 'لبرل لابی' کی شرائط مانے بغیر وہ آزادی سے یونیورسٹی میں نہ پڑھا سکیں، تو انہوں نے اپنے دنیاوی مستقبل کو سراسر نظر انداز کرتے ہوئے محض جوشِ ایمانی اور دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یونیورسٹی کی ملازمت سے استعفیٰ دیا اور یونیورسٹی سے الگ ہو گئے۔ یہ نوے کی دہائی کے آخری سالوں کی بات ہے کہ جب ہمارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جوانی کی دہلیز میں قدم رکھ رہے تھے۔

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ، محترمہ عامرہ احسان صاحبہ، وطنِ عزیز کے دیندار حلقہ کی ایک معروف شخصیت ہیں۔ آپ کا تعلق بھی راولپنڈی ہی کے ایک دیندار گھرانے سے ہے۔ قرآن کریم کی دعوت کو پاکستان میں پھیلانے میں ایک وسیع و عمیق تجربہ رکھتی ہیں۔ ہزاروں خواتین نے آپ کے دروس میں شرکت کرکے اپنے تزکیہ اور اصلاح کا عمل کیا اور دینی احکامات کی بجاآوری کا عہد کیا۔ آپ دینی و علمی موضوعات پر بیسیوں مضامین اور کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ آپ کے حالاتِ حاضرہ پر چھپنے والے غیرتِ دینی سے بھرپور اخباری کالمز بھی پاکستان بھر کے غیور مسلمانوں کے دل کی آواز ہوتے ہیں۔ اسی طرح اصلاحِ نسواں کے موضوع پر اردو ادب میں آپ کئی مضامین کی مصنفہ بھی ہیں۔

مغربی تہذیب کا وسیع مطالعہ

روایتی دینداری تو ورثہ ہی میں ملی تھی مگر جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب کے ساتھ ساتھ والدہ صاحبہ کو بھی مغربی اور امریکی تہذیب کو قریب سے دیکھنے اور اس کا تجزیہ کرنے کا موقع ملا تو اس نے ان کی زندگی میں بڑی تبدیلی پیدا کی۔ پستی اور ذلت کی تہذیب کو جاننے کے بعد ان کے دل میں اسلام کی عظمت اور بڑائی میں بہت اضافہ ہوا۔ ان کا یقین بڑھ گیا کہ اسلام اور قرآنِ کریم ہی انسانیت کے لیے فلاح کا پیغام ہے۔ اسلام ہی ایک مسلمان کی سب سے بڑھ کر قابلِ فخر متاع ہے اور اسلام کے مطابق زندگی ہی اسے دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران بناسکتی ہے۔ قرآنِ مجید، جو کہ کتابِ ہدایت ہے، پر عمل ہی سے انسان کو سکون و چین نصیب ہوسکتا ہے۔ اس تبدیلی نے ان میں قرآنِ کریم سے دیوانگی کی حد تک محبت پیدا کردی۔ ان کا اوڑنا بچھونا ہی قرآنِ کریم کی دعوت، اس میں تدبر و تفکر اور قرآن کی تعلیم و تدریس بن گیا۔ اسی طرح مغربی افکار پر نقد اور مغربی تہذیب کی جہالت و گمراہی کو بیان کرکے اپنے اسلام پر فخر اور اسلامی تہذیب کے احیاء کی دعوت، ان کا بنیادی موضوع بن گیا۔ سیکولر، لبرل اور تہذیبِ مغرب کے ملحدانہ افکار جو کہ ریاستی جبر اور میڈیا کے مکر کے ذریعے سے معاشرے میں پھیلائے جاتے ہیں، ان نظریات کا تعاقب اور ان کو معاشرے کی خواتین میں سے کھرچ کھرچ کر دور کرنا اُنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔

دعوتِ دین کے لیے جماعتِ اسلامی میں شمولیت

قرآن کی دعوت کی تڑپ میں وہ جماعتِ اسلامی میں شامل ہوئیں اور اس کے پلیٹ فارم سے انہوں نے کام شروع کیا۔ ان کا شمار جماعتِ اسلامی کی خواتین کے حلقہ کی اہم ترین مدرّسات میں سے ہوتا تھا۔ آپ جماعتِ اسلامی کی اہم مرکزی ذمہ داریوں پر بھی فائز رہیں۔ جماعتِ اسلامی میں شمولیت کے دوران ملکی سیاست کو قریب سے دیکھنے کا بھی آپ کو موقع ملا، یہاں تک کہ ۱۹۹۰ء میں وہ خواتین کی مخصوص نشستوں پر پاکستان کی قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئیں۔ مگر جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ جماعتِ اسلامی میں بعض سیاسی ضروریات کو شرعی امور پر ترجیح دی جارہی ہے اور سیاسی فوائد کے حصول کے لیے بہت دفعہ دینی اٹل اصولوں پر سمجھوتا کرلیا جاتا ہے تو انہوں نے سن ۱۹۹۳ء میں جبکہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ محض ۱۲ سال ہی کے ہوں گے، جماعتِ اسلامی سے مکمل علیحدگی اختیار کرلی۔

دروسِ قرآن کا سلسلہ

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے کئی دہائیوں سے دروسِ قرآن کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ ان دروس میں عموماً قرآن میں سے تذکیر ونصیحت حاصل کرنے کے موضوعات ہی کا انتخاب کیا جاتا ہے، جبکہ پیچیدہ فقہی مباحث کو علماء کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ قرآن ایک مسلمان عورت کو کیا پیغام دیتا ہے اور مسلمان خواتین پر کون کون سے فرائض عائد ہوتے ہیں، یہ ان کے دروس کا مرکزی نقطہ ہوتا ہے۔ ہزاروں خواتین ان دروس میں شامل ہوکر، اپنی سابقہ زندگیوں میں دین کی مخالفت پر توبہ کرتی اور مرتے دم تک اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد کرتی رہی ہیں۔ پردہ اور حیاء کے شرعی احکام کو خواتین میں پھیلانے میں بھی ان دروس نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اپنے دین اسلام سے محبت اور اس پر فخر و اعتماد، نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر حقیقی ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور سیرت کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے اور کفار اور ان کی تہذیب سے نفرت و برأت پھیلانے میں بھی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کے حلقاتِ قرآنیہ نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔

"قرآن کی روشنی"

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے "قران کی روشنی" کے نام سے قرآنِ پاک کے اپنے دروس اور تشریحی نکات کو جمع کیا ہے۔ یہ ضخیم کتاب، عام افراد اور خصوصاً خواتین کے لیے قرآن کے مطابق زندگی گزارنے اور قرآن و

سنت کو اپنے خاندانوں اور گھروں میں نافذ کرنے کے حوالے سے مدد کرتی ہے۔ اس کتاب کو علمائے کرام کو بھی دکھایا گیا اور انہوں نے بھی اس کو پسند فرمایا۔ کتاب کی ابتداء میں جامعہ فریدیہ اسلام آباد کے رئیس دارالافتاء مفتی فاروق صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے تقریظی و تحسینی کلمات لکھے ہیں۔

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن اور لڑکپن

گھریلو تربیت کا اثر

اللہ تعالیٰ نے ہمارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بڑا احسان فرمایا کہ دین کی محبت میں سرشار ایک دیندار گھرانے میں آپ کو پیدا فرمایا۔ سن ۱۹۸۱ء کے ماہِ دسمبر میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا میں تشریف لائے۔ والدین نے آپ کا نام "محمد سلمان" رکھا، جبکہ بعد میں مجاہدین کے ہاں آپ مختلف ناموں اور کنیتوں سے جانے گئے جن ناموں میں "استاد احمد فاروق"، "قاری عبدالہادی" اور "سراقہ" زیادہ معروف ہوئے۔ پہلے تذکرہ ہوچکا ہے کہ آپ کی پیدائش آپ کے والدین کے قیامِ امریکہ کے زمانے میں ہوئی تھی۔ بعد میں چونکہ آپ کے والد صاحب قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں باقاعدہ تدریس کے لیے ملازم ہوگئے، چنانچہ اس وجہ سے فاروق بھائی کا بچپن سے لے کر جوانی تک کا اکثر زمانہ قائدِ اعظم یونیورسٹی کے اساتذہ کی رہائشی کالونی میں ہی گزرا۔

یقیناً فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر اعتبار سے بنیادی مربی و استاد ان کے والدین ہی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر اثر ڈالنے اور خوبیوں اور اچھائیوں کو ان کی شخصیت میں پرو دینے میں باقی تمام افراد سے زیادہ کردار، واللہ اعلم، ان کے والدین ہی کی تربیت اور صحبت کا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچپن اور لڑکپن میں ہی اپنے ہم عمروں میں اعلیٰ صفات میں ممتاز تھے۔ آپ کو اپنے گھر کے ماحول اور والدین سے جو خوبیاں اور صفات بچپن ہی سے ورثے میں ملیں ان کا احاطہ تو ممکن ہی نہ ہوگا، مگر ان میں سے بعض کو یہاں نکتہ وار بیان کرتا ہوں:

- اللہ کا خوف یعنی تقویٰ شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو گھٹی میں ملا۔ زندگی کے ہر موڑ پر اللہ سے ڈرتے ہوئے گزرنا اور ہر وقت اس فکر میں رہنا کہ کہیں اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، دین کے معاملے میں بے باک نہ ہونا بلکہ اپنی اصلاح کے لیے ہر وقت فکرمند رہنا، سنتوں پر عمل میں مداومت کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت رکھنا۔

- قرآنِ کریم سے دیوانگی کی حد تک محبت، قرآنِ پاک کی کثرت سے تلاوت کرنا، بہترین تجوید اور خوش الحانی سے تلاوتِ قرآن کرنا، قرآن کے مفاہیم میں غور و فکر کرنا، قرآنِ پاک کے ایک بڑے حصہ کو خود ذاتی توجہ سے حفظ کرنا اور قرآنِ پاک کے ترجمے پر عبور رکھنا۔ الغرض، شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میں قرآنِ کریم سے حد درجہ تعلق و محبت بھی ان کے والدین ہی کی تربیت کا نتیجہ تھی۔
- دعوتِ دین کی تڑپ اور داعیانہ اوصاف بھی حضرتِ شہید رحمۃ اللہ علیہ میں گھر ہی سے پیدا ہوئے۔ آپ دین کی ایک عظیم داعیہ کے فرزندِ رشید تھے۔ ہمہ دم اسلامی احکامات کو معاشرے میں پھیلانے اور دینی اقدار کو معاشرے میں فروغ دینے کے لیے اُس وقت سے کمر بند تھے کہ جب کہ مکتب کی ابتدائی زندگی میں ہی تھے۔ ایک کامیاب داعی وہی ہوتا ہے کہ جو جس بات کی دعوت دے، اس پر خود بھی عمل کرنے والا ہو۔ اس صفت کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شروع ہی سے پلے باندھا ہوا تھا۔ پھر دیگر داعیانہ صفات؛ شدید تڑپ اور دل کی کڑھن، جن کو دعوت دی جارہی ہو ان سے اخلاص و محبت اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر ان کے لیے دعائیں کرنا، سنجیدگی اور متانت، مخالف کی مخالفت پر حوصلے سے پیش آنا، وقار و اعتماد، خطابت یعنی کہ اپنی بات کو اچھی طرح سامعین کے گوش گزار کرنے کی صفات، آپ میں شروع ہی سے موجود تھیں۔
- مطالعہ کا شوق اور کتابوں سے دوستی کی صفت بھی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بچپن کی ساتھی ہے۔ آپ مطالعہ کے بے حد شائق تھے۔ مطالعہ عموماً مفید دینی کتب ہی کا کرتے تھے۔ جو پڑھتے تھے، اسے یاد بھی رکھتے تھے۔ اہم مقامات پر نوٹ لگاتے تھے اور ساتھ ساتھ اپنی ڈائری میں یادداشتیں محفوظ بھی کرتے تھے۔
- مغربی تہذیب اور اس کی خرابیوں کا علم اور اس کی وجہ سے اس تہذیب اور اس کے علم برداروں سے نفرت بھی، ابتدائی عمر سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میں موجود تھی۔ آپ کو انگریزی زبان پر اچھا عبور رکھنے کی وجہ سے انگریزوں اور ان کے نظام کے مطالعے کا بھی اچھا موقع ملا۔ نظامِ مغرب کی بوسیدگی اور خرابیاں واضح ہونے سے شہید رحمۃ اللہ علیہ میں بھی نظامِ اسلام کی محبت اور اس کو پھیلانے کا جذبہ ابتدائے عمری ہی سے موجود تھا۔
- قائدِ اعظم یونیورسٹی میں قیام اور وہاں کے دین بیزار لبرل ملحد طبقے سے عملی فکری جنگ کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے بچپن ہی سے شہید رحمۃ اللہ علیہ سیکولرازم، لبرل ازم، اشتراکیت، سرمایہ دارانہ نظام وغیرہ کی اصطلاحات سے نہ صرف یہ کہ واقف تھے، بلکہ ان نظام ہائے زندگی کے باطل ہونے کا تصور آپ کے ذہن میں واضح تھا۔ اِن فکری

ملاحدہ کی چالوں اور طریقوں سے واقف تھے۔ ساتھ ساتھ اِن فاسد طبقات سے مخاصمت کی فضا کی وجہ سے جرأت ایمانی، حق کو ببانگِ دہل بیان کرنے کا جذبہ، باطل سے ٹکراؤ اور اس کے آگے سر نہ جھکانے کا حوصلہ اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی صفت، انہیں گھریلو تربیت ہی سے ملی۔

- آپ جب سنِ شعور کو پہنچتے ہیں تو یہ وہ زمانہ ہے کہ امتِ مسلمہ کا سب سے اہم اور بڑا مسئلہ روس کے خلاف جہادِ افغانستان تھا۔ پھر خوش قسمتی سے آپ کا گھرانہ بھی اس جہاد سے کسی نہ کسی حیثیت میں جڑا ہوا تھا۔ مجاہدین کی کامیابیوں کے واقعات اور شہداء کی کرامتوں اور قربانیوں کی داستانیں بھی آپ کی آنکھوں کے سامنے ہی بیان ہوتی تھیں۔ بڑے ہو کر اسلام کا مجاہد بننا ہے اور امت کا دفاع کرنا ہے، یہ امنگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے تڑپاتی تھی۔ پھر ابھی آپ دس برس کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ عالَم نے یہ واقعہ دیکھا کہ درویشانِ افغان نے اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ مل کر دنیا کی سپر طاقت کو کہسارِ افغانستان میں زمین بوس کر دیا۔ فتح اور امت کے غلبہ کے زمانے کا خواب بچپن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی دیکھتے تھے۔ جہادی نظمیں اور رمزیہ ترانے سن کر بچپن سے ہی وہ مجاہدین کے درمیان رہنے کے منصوبے بناتے تھے۔ آپ ابھی دس گیارہ برس کے ہی ہوں گے کہ مشہور جہادی نظم کے اشعار آپ کی زبان پر تھے:

خونِ شہید اس رنگ لایا　　فتح کا پرچم لہرایا
جاگو جاگو صبح ہوئی　　جاگو جاگو صبح ہوئی

- پاکستان کی خصوصاً اور پورے عالم کی عموماً، سیاست اور حکومتوں کے نظام کے علم سے متعلق بھی آپ کی واقفیت اچھی تھی۔ جمہوری نظام کی خرابیاں اور سیاست دانوں اور جرنیلوں کے کردار کی برائی آپ پر شروع سے ہی واضح تھی۔ آپ ایسے معاشرے سے تعلق رکھتے تھے کہ آپ کے ارد گرد اور قریبی حلقے میں کئی افراد سیاست، حکومت اور افواجِ پاکستان کے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ اس خصوصیت کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستان کے نام نہاد طبقۂ ''اشرافیہ'' کو قریب سے دیکھنے اور اس کی خرابیوں اور گمراہیوں کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ لہٰذا یہ حقیقت آپ پر بالکل لڑکپن کے زمانے میں ہی واضح ہو گئی تھی کہ پاکستان پر قابض طبقہ، اس کے حکمران اور اکثر اصحابِ اقتدار دینِ اسلام سے مخلص نہیں ہیں۔ نہ ہی ان کی طرزِ زندگی اور معاشرت اسلامی ہے اور نہ ہی ان کی سوچ اور فکر اسلامی نظریات کے قالب میں ڈھلی ہوئی ہے۔

مکتبِ فرنگی میں

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے سکول کی ابتدائی آٹھ جماعتیں راولپنڈی، اسلام آباد کے مختلف سکولوں میں پڑھیں۔ آٹھویں جماعت کے بعد آپ کا داخلہ پاکستان آرمی کے زیرِ سرپرستی چلنے والے تعلیمی ادارے کیڈٹ کالج حسن ابدال میں ہوگیا۔ کیڈٹ کالج کے قیام کا مقصد، جو کہ جنرل ایوب خان کے زمانے میں قائم کیا گیا تھا، ایسے بچوں کو تعلیم دینا تھا کہ جو مستقبل میں فوج کے آفیسر بن سکیں۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال اپنے تعلیمی معیار کی حوالے سے ملک میں شہرت رکھتا ہے اور اس میں داخلہ کے لیے ایک مشکل امتحان سے گزرنا پڑتا ہے اور بیشتر بچوں کو داخلہ بڑے فوجی افسران کی سفارشوں ہی سے مل پاتا ہے۔ البتہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے اس امتحان میں کامیابی حاصل کی اور پھر نویں جماعت سے لے کر بارہویں جماعت تک اسی کالج میں زیرِ تعلیم رہے۔ کیڈٹ کالج میں تعلیم نے، جو دراصل قتلِ ایمانِ طفلاں کا دوسرا نام ہے، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر البتہ مفید اثرات مرتب کیے۔ جہاں تعلیمی طور پر آپ میں اعتماد اور ذہانت میں اضافہ ہوا، وہیں فوجی نظام اور اس کے نظریات کو جاننے کا بھی آپ کو موقع ملا۔ افواجِ پاکستان اور اس کے ادارے جو کہ دراصل انگریز کے اپنے قائم کردہ ہیں، اور ان کے عمومی نظریات و افکار اور عادات و روایات بھی مغرب ہی سے درآمد شدہ ہیں، ان نظریات کو سمجھنے، پرکھنے اور ان کو تبدیل کر کے حقیقی اسلامی معیار پر فوج بنانے کا جذبہ آپ میں کیڈٹ کالج کی تعلیم سے بھی پیدا ہوا ہوگا۔ یہاں جاکر آپ کو اندازہ ہوا کہ ”ایمان، تقویٰ، جہادِ فی سبیل اللہ“ کا ”ماٹو“ رکھنے والی فوج اور اس کے ادارے یہ ”ماٹو“ تو رکھتے ہیں مگر اس نعرے کی تعبیر اور بیانیہ ان کے نزدیک الگ اور جدا ہے۔ اِن افواج کا ایمان مغرب اور اس کی خدائی پر، تقویٰ یعنی خوف میں تو وہ امریکیوں سے ڈرنے اور دبنے میں مشہور ہیں، اور جنگ و جدل بھی امریکیوں اور دیگر مغربی طاقتوں ہی کی راہ میں کرتے ہیں۔ گھریلو تربیت و ماحول کی وجہ سے اس تعلیم کے برے اثرات سے آپ بچتے رہے، بلکہ اندر ہی اندر اس نظام کے خلاف اور اس کی اصلاح کے جذبات ہی ان میں پروان چڑھتے رہے۔

کیڈٹ کالج میں قرآن کی تعلیم

کیڈٹ کالج کے زمانے کی بات ہے، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت میٹرک میں ہوں گے۔ کالج میں ہر ہفتہ غالباً جمعہ کے دن طلباء کی تفریح کے لیے میوزیکل شو یا فلم دیکھنے کا پیریڈ ہوتا تھا۔ جدید فرنگی مکاتب میں مسلمان بچوں کے ذہنوں کو سیکولر و لبرل بنانے اور لہو و لعب کی عادت ڈالنے کے لیے ایسے پروگرام اب اکثر تعلیمی اداروں میں عام ہیں۔ آج کل

جہاں انتہا پسندی کی روک تھام و مخالفت کے نام پر ناچ گانے اور موسیقی کی ترویج کی عالمی طور پر مغربی طاقتیں سرپرستی کرتی ہیں، وہیں ہمارے ملک کے حکمران اور فوج معاشرے کو اور خاص طور پر تعلیمی اداروں کو لہو لعب اور عیش و مستی کی تربیت گاہیں بنانے میں سرگرم رہتے ہیں۔ مگر اُس زمانے میں فقط مشنری 'کون ونٹ' سکولوں، بعض بڑے پرائیویٹ سکولوں اور فوجیوں کے زیرِ اہتمام چلنے والے سکولوں میں ہی موسیقی اور ناچ گانا سکھوانے کا اہتمام تھا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف یہ کہ اس پیریڈ میں شرکت سے انکار کر دیا بلکہ کالج والوں پر یہ واضح کیا کہ میں لہو لعب کے اس تماشے کے دوران کالج کی مسجد میں جاکر قرآنِ کریم کی تلاوت میں وقت گزاروں گا۔ کالج کی انتظامیہ... جو فوجیوں ہی کی زیرِ نگرانی کام کرتی تھی... کے لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ انکار سمجھ سے باہر تھا۔ وہ اس پر سیخ پا ہوئے اور سخت سے سخت انجام کی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دھمکی دی۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ٹس سے مس نہ ہوئے اور ببانگِ دہل یہ کہتے رہے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، میں کسی بھی حرام کام کی محفل میں شرکت نہ کروں گا۔ کالج کے پرنسپل نے خود ان کو بلوایا اور خوب ڈانٹ ڈپٹ کی، مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بات پر ڈٹے رہے۔ دوسری طرف جب وہ چھٹی پر گھر جاتے تو ان کی والدہ بھی ان کو ہمت دلاتیں، ان کی حوصلہ افزائی کرتیں اور نیکی کے راستے پر ڈٹے رہنے اور حرام کام سے ہر حال میں بچنے کی ان کو تلقین کرتیں۔ آخر کالج کی انتظامیہ کو اپنی بدنامی سے بچنے کے لیے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے جرأت مندانہ اقدام سے مزید بھی کچھ لڑکوں کو حوصلہ ہوا اور انہوں نے بھی حرام محفل میں شرکت سے انکار کیا۔ پھر وہ ہر ہفتہ میوزیکل پیریڈ کے دوران کالج کی مسجد میں جمع ہوتے اور فاروق بھائی وہاں کسی معتبر تفسیر سے لڑکوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیتے۔ یہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دروسِ قرآنی کی ابتداء تھی۔

کالج سے فراغت اور علمِ دین کی طرف توجہ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۹۹ء میں کیڈٹ کالج حسن ابدال سے پری میڈیکل میں ایف ایس سی (انٹر) کو نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔ اب آپ کے سامنے دو راستے تھے جن کے ذریعے سے دنیاوی ترقی کی منزلوں کی طرف بڑھا جا سکے۔ پہلا راستہ یہ تھا کہ فوج میں داخلہ لیں اور کمیشن پاکر فوج کے آفیسر بن جائیں۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے یہ ناقابلِ قبول تھا، کیونکہ وہ فوج کی حقیقت کو جان چکے تھے اور اس کا دین بیزاری کا ماحول وہ قریب سے دیکھ چکے تھے۔ دوسری آپشن یہ تھی کہ اپنی تعلیم کے مطابق وہ کسی میڈیکل کالج میں داخلہ لے کر ایک ڈاکٹر بنیں اور اس ذریعے سے دین و ملت کی خدمت بھی کریں اور ساتھ ساتھ دنیاوی ترقی میں بھی آگے بڑھیں۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا جیسا مزاج تھا

اور جیسی ان کی تربیت ہوئی تھی، ان کو آئندہ پڑھائی کے لیے ایسا ہی شعبہ پسند تھا کہ جس کے لیے ایک طرف تو ان کی آخرت میں ترقیاں ہو سکیں اور دوسری طرف وہ دنیا میں بھی دین کی حقیقی خدمت کر سکیں۔ وہ چاہتے تھے کہ دین کا علم سیکھیں اور اپنی زندگی دین کے لیے وقف کر دیں۔ یقیناً فاروق بھائی اسی وقت سے اپنے آپ کو دین کی دعوت اور اس کے غلبے کی کوشش کرنے کے لیے وقف کر چکے تھے۔ اس مقصد کے لیے علمِ دین کے حصول کی طرف توجہ کرنا لازمی تھا۔ وہ فطرتاً ایک داعی تھے اور داعی کے لیے علم دین میں پختگی ضروری ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنا آئندہ کا تعلیمی سفر علمِ دین کے حصول ہی میں کریں گے۔ ان کا یہ فیصلہ ان کے ہم جماعت طلبہ اور ہم عمر دوستوں کے لیے بہت حیران کن تھا کہ کیسے ایک ایسا طالبِ علم کہ جس نے کیڈٹ کالج سے اعلیٰ نمبروں میں انٹر پاس کیا ہو، وہ دنیاوی مستقبل کی بالکل پرواہ کیے بغیر علمِ دین کے حصول کو اپنا مقصد بنا رہا ہے؟ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو چونکہ گھٹی ہی میں دین سے دیوانگی کی حد تک محبت ملی تھی، اس کی وجہ سے یہ فیصلہ کرنا ان کے لیے آسان ہو گیا۔ الغرض آپ نے فیصلہ کیا کہ وہ علومِ شرعیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسلام آباد کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ لیں۔

باب دوم: علومِ شرعیہ کی تعلیم

'الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ اسلام آباد' میں

"الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ" یعنی "بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی" کا قیام ۱۹۸۰ء کی ابتداء میں اسلام آباد میں کیا گیا۔ اسلامی علوم کی ترویج اور تحقیق کو اس کے قیام کا مقصد بتایا گیا۔ بالخصوص "کلیۃ الشریعۃ والقانون" (شعبۂ شریعت و قانون) اس کا وہ شعبہ تھا کہ جس کا قیام تو یونیورسٹی کے قیام سے بھی پہلے کیا گیا۔ بظاہر اس کا مقصد یہی تھا کہ طلباء کو شریعتِ اسلامی اور فقہِ اسلام کی ایسی پختہ تعلیم دی جائے کہ جس کے ذریعے معاشرے کو شرعی قانون میں ڈھالنا ممکن ہو سکے اور شرعی نظام کے نفاذ کے بعد شرعی عدالتوں کے قاضیوں کی تیاری کی جا سکے۔ یونیورسٹی کے قیام کے بعد دنیا بھر سے علومِ شریعہ کے ماہر علماء کو اس میں بھرتی کیا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ روس کے خلاف جہاد کی وجہ سے اطرافِ عالم کے اصحابِ خیر، علماء، داعیانِ دین اور مجاہدین پاکستان کا رخ کر رہے تھے۔ ایسے میں جامعہ اسلامیہ ان میں سے ایک بڑی تعداد کے لیے ایک چھتری بن گئی۔ اس طرح جہاں جامعہ کو خالص غلبۂ دین کے جذبے کے تحت علمِ دین حاصل کرنے والے سینکڑوں طلباء مل گئے، تو وہیں پر ایسے علمائے ربّانی کی کھیپ بھی مل گئی کہ جو اپنے اپنے ممالک سے دین کی خاطر مہاجر ہو کر پاکستان پہنچتے رہے اور پھر جامعہ اسلامیہ کے ذریعے دعوت و تدریس کا کام سرانجام دیتے رہے۔ ان علمائے کرام میں نمایاں ترین امام الجہاد حضرت شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے، جو جامعہ کے قیام کے ابتدائی ایام میں ہی اس میں علومِ شریعہ کے استاد رہے۔ اس طرح پوری ایک دہائی سے زیادہ کا عرصہ جامعہ اسلامیہ، مجاہدین اور دین کے غلبہ کے جذبے سے سرشار، مسلمانوں کی ایک پناہ گاہ اور منبع بنی رہی۔ یہاں تک کہ ایک اطلاع کے مطابق اسرائیل کی پشتی بانی کے ذریعے مسلمانانِ فلسطین کی نسل کشی کرنے والے عالمی دہشت گرد امریکہ میں پہلی دفعہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کرنے والے مجاہدِ اسلام غازی رمزی یوسف... اللہ تعالیٰ ان کو کافروں کی قید سے رہائی عطا فرمائے... بھی گرفتاری کے وقت جامعہ اسلامیہ ہی میں مقیم تھے، اور وہیں سے پاکستان کے خائن و غدار، ننگِ دین و ملت حکمرانوں نے اسلام کے اس عظیم سپوت کو گرفتار کر کے چند ڈالروں کے عوض امریکہ کو بیچ ڈالا۔ جہادِ روس سے فراغت کے بعد جب افغانستان میں بین الاقوامی انٹیلی جنس ایجنسیوں اور پاکستان کی آئی ایس آئی کی سازشوں سے افغان مجاہدین کی آپس میں لڑائی شروع ہوئی تو اس سے دلبرداشتہ ہو کر بھی عرب مجاہدین کی ایک تعداد جامعہ اسلامیہ میں تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئی۔

چونکہ جامعہ کے اساتذہ کی اکثریت عرب علماء پر ہی مشتمل تھی، اس لیے جامعہ کا عربی زبان کا معیار بھی دیگر اداروں سے کافی اونچا تھا۔ ساتھ ساتھ دیگر سہولیات اور اطرافِ عالم کے علماء اور طلباء کے جمع ہونے کی وجہ سے اگر طالبِ علم خود سے محنت کرے اور استادوں کی توجہ بھی شاملِ حال ہو تو دین میں تفقہ کا معیار بھی اچھا تھا۔

جامعہ کی یہی صفات تھیں کہ جن کی وجہ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اسلامیہ کو اپنے علمی سفر کے لیے چنا۔ جہادِ روس سے فراغت کے بعد جب مجاہدین کی توجہ امریکہ کی طرف مبذول ہوئی اور امریکہ نے اپنے اور اسرائیل کے وجود کے لیے مجاہدین کو خطرہ محسوس کرنا شروع کیا تو اس وقت سے ہی جامعہ اسلامیہ اسلام آباد پر امریکی خفیہ اداروں کی نظریں گڑنا شروع ہو گئیں تھیں۔ پھر جب وہاں سے بعض اہم مجاہدین کی گرفتاریاں ہوئیں تو آئی ایس آئی اور دیگر انٹیلی جنس اداروں نے یہاں پر بھی اہلِ دین کے لیے جینا دوبھر کرنا شروع کر دیا۔ مگر پھر بھی فاروق بھائی جب ۱۹۹۹ء میں جامعہ میں داخل ہوئے تو اس وقت بھی جامعہ میں پرانے اور کبار علماء موجود تھے۔ جامعہ کے ماحول میں عمومی دینداری اور نیکیوں ہی کا غلبہ تھا۔ عرب علماء و طلباء اور دیگر مہاجرین کی کثرت تھی اور ان کے علمِ دین کے حصول کے لیے کافی مواقع موجود تھے۔ البتہ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے مبارک حملوں کے بعد امریکہ کی ہدایات کے مطابق پاکستانی حکمرانوں نے اسلامی یونیورسٹی کے اندر بڑے پیمانے پر ایسی تبدیلیاں کیں کہ جن سے نا صرف یہ کہ جامعہ کا حلیہ ہی تبدیل ہو گیا بلکہ جامعہ باقی دیگر سیکولر اداروں کی طرح دین بیزاری کے عمل کی گندی رو میں شامل ہو گئی۔ جامعہ سے مہاجر طلباء اور استادوں کو خارج کر دیا گیا، اندرون و بیرونِ ملک سے چن کر ایسے اساتذہ اور انتظامی عملہ کو لایا گیا کہ جو دین کی جدید... افکارِ مغرب سے متاثرہ... تعبیر کے داعی تھے، نصاب میں تبدیلی کی گئی، شرعی شعبوں میں سہولیات و وسائل کم کر کے دیگر عصری علوم و فنون کے شعبوں کو ترقی اور توجہ دینا شروع کی گئی، خفیہ اداروں کے ذریعے جس استاد یا طالبِ علم پر جہاد کی محبت کا شک بھی گزرا اس کو غائب کر دیا گیا اور اس طرح جامعہ سے خیر کے نکلنے کے دروازوں کو کافی حد تک بند کر دیا گیا۔

'کلیۃ الشریعۃ و القانون' میں

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا داخلہ جامعہ اسلامیہ کے 'کلیۃ الشریعۃ والقانون [1]' میں ہو گیا۔ جامعہ کا یہ شعبہ پورے جامعہ کا مغز اور جامعہ کی تاسیس کا بنیادی مقصد سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ یہ تو اس کا وہ شعبہ تھا کہ جو کہ خود جامعہ کے قیام سے بھی پہلے فعال

[1] شعبۂ شریعہ اینڈ لاء یا Faculty of Shariah and Law

کیا گیا تھا۔ پورے عالم سے محقق اور متبحر علمائے کرام کو اس شعبے میں تدریس کے لیے چنا گیا۔ اس شعبے میں اساسی طور پر فقہ اسلامی کو پڑھایا جاتا تھا۔ ترتیب اس طرح تھی کہ پہلے سال تو زبانِ عربی اور دیگر فنون پر توجہ مبذول کروائی جاتی تھی۔ اگلے دو سال علمِ فقہ میں رسوخ دلوایا جاتا اور ساتھ میں دیگر علومِ شرعی بھی بحیثیتِ اضافی مضامین کے پڑھائے جاتے۔ بعد کے سالوں میں بین الاقوامی قانون اور ملکی قانون کا مطالعہ بھی کروایا جاتا اور اس کے ساتھ ساتھ شرعی قوانین کی تفاصیل، ادلہ اور ان کی تطبیق کے طریقہ کار کو بھی ازبر کروایا جاتا۔

جامعہ میں داخلہ کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ علمِ دین میں غرق ہو گئے۔ محنتی تو وہ پہلے ہی تھے مگر اب تو علمِ دین ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اپنی غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے وہ اپنے تمام اسباق و دروس میں نمایاں ہی رہتے۔ میں نے ان کو اس زمانے میں دیکھا کہ وہ سفر اور کھانے پینے کے دوران بھی اپنے اسباق کی دہرائی اور مسائل شرعیہ کو یاد کر رہے ہوتے۔ اسی زمانے کی بات ہے وہ اکثر دن کا وقت گزارنے ہمارے ہاں تشریف لے آتے۔ دن میں جامعہ کے اسباق اور شام میں ان کے اپنے دعوتی دروس کے درمیانی وقفے کو اکثر وہ ہمارے گھر پر ہی گزارتے۔ چنانچہ جب دن کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب ستانے کے لیے لیٹتے تو وہ اپنی کوئی درسی کتاب اٹھا کر مسائلِ فقہیہ یاد کرنا شروع کر دیتے اور اس مقصد کے لیے کبھی کبھی مجھے بھی سنا سنا کر اپنی تکرار کرتے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ جب زکوٰۃ کے مسائل یاد کرتے ہوئے بکریوں اور اونٹوں اور گائے وغیرہ کے نصاب کو یاد کرتے اور مجھے سنا سنا کر اس کی تکرار کرتے تو میں بہت محظوظ ہوتا۔

فاروق بھائی اس زمانے میں بھی بہت مصروف زندگی گزارتے تھے۔ ان کا شاید ہی کوئی لمحہ فارغ گزرتا ہو۔ جامعہ کے اسباق کے بعد، دوپہر کے وقت سبق کی تکرار، شام کو دعوتی دروس اور رات کو اگلے دن کے سبق یا دروس کی تیاری، اس سب کے ساتھ ساتھ عبادات میں انہماک، راتوں کو طویل قیام اور دن میں بھی نوافل کی کثرت۔ اپنے اس مصروفیت اور تھکاوٹ والے نظام الاوقات کے باوجود فاروق بھائی اپنے اسباق میں سب سے آگے رہتے تھے۔

ابتدائی سال چونکہ جامعہ میں فنون ہی کو سیکھنے کا ہوتا تھا، جس میں بنیادی اور بڑا فن عربی زبان ہی تھا، اس لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان کو سیکھنے میں کافی محنت کی۔ کچھ ہی عرصے میں وہ اس حوالے سے بھی اپنے ہم جماعتوں سے کافی آگے بڑھ گئے۔ ابتدائی درجوں میں عربی اور دیگر فنون میں ان کی پختگی نے جہاں ان کے لیے آئندہ کے رسمی اسباق میں رسوخ کا دروازہ کھولا تو وہیں میدانِ جہاد میں عرب علماء و مشائخ سے استفادہ و تعامل آپ کے لیے آسان کر دیا۔

مغربی سرمایہ دارانہ نظام کا ایک پرتو یہ بھی ہے کہ اس نظام میں عزت اور احترام اسی کو ملتا ہے کہ جو زیادہ سے زیادہ کما سکے اور پیسے جمع کر سکے۔ اسی کو ایک کامیاب فرد اور معاشرے میں شرف کا لائق سمجھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو خواہ اپنی دینی بنیادوں سے متمسک ہوں اور عمدہ اخلاق و صفاتِ حمیدہ سے بھی متصف ہوں مگر دنیا کمانے میں کمزور رہ جائیں، انہیں مغربی سرمایہ دارانہ سوچ میں قابلِ شرف نہیں سمجھا جاتا۔ اسی کا ایک مظہر جامعہ اسلامیہ میں بھی سامنے آیا کہ جب الشریعۃ والقانون کے بیشتر طلبہ شریعت کے علم کو تو بس امتحان میں کامیابی یا گریڈ کو اونچا کرنے ہی کے لیے پڑھتے جبکہ قانون کے مضامین کو پوری دل جمعی اور توجہ کے ساتھ اخذ کرتے اور اسی میں دلچسپی لیتے۔ اس شعبہ سے فراغت کے بعد جہاں علمِ شریعت میں فاضل ہونے کی سند حاصل ہوتی تھی تو دوسری طرف وکالت کی سندِ ایل ایل بی[1] بھی حاصل ہوتی تھی جس کے بعد وکیل بننے یا پھر جج بننے کے مواقع بھی کھل سکتے تھے۔ الغرض عام طلبہ کا زیادہ اشتیاق ایل ایل بی کی سند کے حصول اور قانون کی تعلیم میں ہی نظر آتا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ طلبہ دیکھتے تھے کہ ہمارے ملک میں شرعی قانون کہیں بھی نافذ نہیں ہیں اور عدالتوں میں شرعی فیصلوں اور فقہائے کرام کی آراء کو قابلِ عمل نہیں سمجھا جاتا بلکہ پورا نظامِ حکومت ہی مغربی قانون کو اساس بنا کر قائم کیا گیا ہے، چنانچہ ان کی دلچسپی مغربی قانون کی کتابوں اور شروحات میں رہتی تھی اور شریعت ایک ناقابلِ تنفیذ چیز سمجھ کر دوسری ترجیح میں رہتی تھی۔

مگر فاروق بھائی اس پر بہت کڑھتے تھے، بڑے پریشان رہتے، اور سوچ و عمل کے اس زاویہ کو بدلنے کے تمنائی رہتے تھے۔ آپ طلبہ کو نصیحت کرتے کہ وہ اپنے شرعی اسباق پر بھی توجہ دیں اور ان میں مہارت پیدا کریں اور شرعی احکامات کی اہمیت، فرضیت اور ان میں انسانیت کے فلاح ہونے کو ان پر واضح کرتے تھے۔ جبکہ مغربی قانون کی تعلیم خود فاروق بھائی پر طبعاً بہت ہی گراں گزرتی۔ گو وہ اپنے تمام اسباق پوری دلچسپی اور توجہ سے پڑھتے مگر قانونِ مغربی کی تعلیم میں ان کی ناگواری اور پریشانی ایسی ہی ہوتی کہ جیسے ایک طب کے طالبِ علم کو کسی ناسور یا مہلک بیماری کی تعلیم کے وقت ہو سکتی ہے۔

الغرض مشیتِ الٰہی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کر رہی تھی اور ان کا علم اور حلم بڑھانے کا سامان کر رہی تھی۔ بالکل جس طرح معاشرتی ماحول اور پھر کیڈٹ کالج کی تعلیم نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے پاکستان کے طبقۂ اشرافیہ اور فوج کی حقیقت کو ٹھیک طرح سمجھنے میں مثبت کردار ادا کیا اسی طرح جامعہ اسلامیہ میں وکالت کی تعلیم نے ان پر مغربی قانون کی

---

[1] LLB

خرابیاں، اس کا بودا پن اور اس کی جملہ کمزوریاں واضح کر دیں۔ ساتھ ساتھ ان پر یہ بھی واضح کیا کہ ہمارے ممالک میں جاری قانون بھی مغربی قانون ہی کا اخذ کردہ ہے اور ہمارے معاشروں میں ظلم و فساد اور دین سے دوری کا اساسی سبب ہے۔ ساتھ ساتھ اس تعلیم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس پر اعتماد و یقین میں اضافہ کیا۔ ان کے اس یقین کو بھی بڑھایا کہ ہمارے معاشرے بلکہ پوری دنیا کے تمام مسائل کا حل ربِ کائنات کے بھیجے ہوئے قانون ہی میں رکھا ہے۔ پس جہاں جہاں قانونِ شرعی کے نافذ کرنے کی تڑپ ان کے دل میں بڑھتی گئی وہیں پر اس قانونِ الٰہی کی مخالفت پر مبنی قانون کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی تمنا ان میں پختہ ہوتی گئی۔

استادوں سے تعلق اور ان کا ادب

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نیکی، ذہانت، اعلیٰ اخلاق، ادب و وقار کی وجہ سے طلباء کے ساتھ ساتھ اپنے استادوں کی نگاہ میں بھی ممتاز ہوتے تھے اور وہ ان کو قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ خود فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے استادوں کا بے حد ادب کرتے تھے۔ جدید تعلیمی اداروں میں استادوں کے ادب کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی جاتی مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استادوں کے ادب و احترام کے حوالے سے نمایاں تھے۔ میں نے آج تک ان کے منہ سے اپنے اساتذہ کے بارے میں کوئی منفی بات نہیں سنی۔ آپ دروس کے بعد بھی اپنے استادوں سے ذاتی طور پر استفادہ کرتے اور نصاب کے علاوہ دیگر علوم بھی ان سے سیکھنے کی کوشش کرتے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے استادوں سے تعلق کے حوالے سے یہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ مجاہدین سے رابطے کے بعد جب پہلی دفعہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی سے اردو میں ترجمہ کا کام شروع کیا اور مصری عالمِ دین شیخ عبدالحکیم حسان شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جہادی مسائل پر ایک کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا تو عربی متن کے بعض مشکل مقامات کو سمجھنے اور ان کا بہترین ترجمہ کرنے کے لیے انہوں نے اپنے ایک بڑے استاد عالمِ دین سے استفادہ کیا اور ان کی زیرِ نگرانی یہ ترجمہ کیا۔ وہ استاد بعد میں جامعہ کے شعبۂ شرعیہ و قانون کے رئیس بھی رہے۔ یہ واقعہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے استادوں سے تعلق اور احترام پر بھی دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس ریاستی جبر کے زمانے میں جامعہ اسلامیہ کے ایک بڑے استاد کے مشورے سے معاصر جہادی مسائل کی کتاب کا ترجمہ کرنا ممکن نہ ہوتا۔

تعلیمی ریکارڈ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ میں مستقل اپنی ہر جماعت میں اپنے ہم جماعتوں میں نمایاں رہے۔ ہمیشہ سب سے آگے رہے۔ اپنے شعبہ کے لائق اور ذہین ترین طالبِ علم سمجھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ پانچ سال بعد جامعہ سے فارغ ہوئے تو ان کی تعلیمی کامیابیوں اور اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے وہ اس قابل تھے کہ انہیں جامعہ کی روایت کے مطابق 'طلائی تمغہ' سے نوازا جائے۔ مگر تعلیم کے آخری سال شعبۂ قانون کے ایک سیکولر اور لبرل مزاج استاد سے ان کی شریعت اور جہاد کے موضوع پر کچھ بحث ہوگئی۔ مذکورہ استاد نے جب اپنے لبرل افکار کو فروغ دینا چاہا تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان کے آگے مزاحم ہوئے اور دلائل کے ساتھ ان کے نظریہ کو رد کیا۔ جس پر وہ بہت سیخ پا ہوئے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دھمکی دی کہ میں تمہارا سارا تعلیمی ریکارڈ خراب کردوں گا۔ چنانچہ ان استاد نے اپنے مضمون میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت ہی کم نمبر دیے جس کی وجہ سے وہ گولڈ میڈل کے اعزاز سے پیچھے رہ گئے۔ گو پھر بھی وہ جامعہ میں سب سے ممتاز رہے۔ انعامات اور تقسیمِ اسناد کی تقریب میں شرکت آپ نے اپنے مزاج اور دعوتی مصروفیات کی وجہ سے نہ کی مگر ان کی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے دو مرتبہ انہیں مختلف اعزازوں سے نوازا گیا۔

کبار علماء سے استفادہ کا موقع

غالباً ۲۰۰۲ء ہی کی بات ہے کہ جب جامعہ اسلامیہ اسلام آباد ہی کے زیرِ انتظام اسلام آباد کے کنونشن سنٹر میں پورے عالم کے کبار علماء کی ایک کانفرنس 'اسلامی قانونِ سِیَر و جدید بین الاقوامی قانون' کے عنوان سے منعقد کی گئی۔ اس کانفرنس میں معاصر اہم سیاسی و بین الاقوامی مسائل کے حوالے سے فقہی مجالس ہوئیں۔ فاروق بھائی کی قابلیت اور شوق کو دیکھ کر تین روزہ اس کانفرنس کے لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جامعہ کی طرف سے ان کبار علماء کرام کی خدمت اور کانفرنس کے انتظامات میں شرکت کے لیے چنا گیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ اس کانفرنس کی صدارت شام کے معروف عالمِ دین، علامہ وھبۃ الزحیلی فرما رہے تھے۔ اس کانفرنس میں شرکت و انتظامات کے بہانے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو علامہ وھبۃ الزحیلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفتی تقی عثمانی صاحب، مفتی رفیع عثمانی صاحب اور اطرافِ عالم سے آئے ہوئے کئی کبار علماء (دامت برکاتھم العالیہ) سے براہِ راست استفادہ کا موقع ملا۔ اس موقع پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان علمائے کرام سے ذاتی طور پر استفادہ کے لیے نشستیں بھی کیں اور اپنے علمی سفر کے لیے راہنمائی بھی لی۔

نہ چھوڑے ہم نے یورپ میں بھی اندازِ مسلمانی

اسی طرح فاروق بھائی کو تعلیم کے آخری سال میں فرانس میں ایک علمی مقابلے میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کا موقع ملا۔ ہوا یوں کہ 'ریڈ کراس' یا 'آئی سی آر سی'[1] کے زیرِ اہتمام فرانس میں ایک تین روزہ 'بین الاقوامی قانونِ جنگ' کے موضوع پر طلبہ کی عالمی کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں ہر ملک سے تین تین طلبہ کا انتخاب کیا گیا جنہوں نے اپنے ملکوں کی نمائندگی کرتے ہوئے وہاں شرکت کرنی تھی۔ طریقہ انتخاب یہ تھا کہ پہلے پہل جامعہ کی سطح پر امتحان لیا گیا اور پھر کامیاب ہونے والے طلبہ کو ریڈ کراس کے مختلف امتحانوں سے گزارا گیا۔ ان میں جو کامیاب ہوئے ان کا پورے ملک کی سطح پر امتحان لیا گیا اور ان میں سے پہلے تین نمبروں پر کامیاب ہونے والوں کو ملک کی نمائندگی کے لیے چنا گیا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس مقابلے میں شرکت کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور ویسے بھی طبعاً وہ اس طرح کی محفلوں سے اجتناب ہی کرتے تھے۔ مگر ہوا یہ کہ امتحان سے کچھ وقت قبل ہی ان کے محبوب دوست اور ہم سبق مولانا سعید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس پہنچ گئے اور انہیں زور زبردستی، کھینچ گھسیٹ کر امتحان گاہ میں لے گئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ فرانس کا یہ سفر ضرور کریں، تہذیبِ مغرب کے مرکز میں پہنچ کر پیغامِ اسلام کا پرچار کریں اور اپنے فہم و دانش کے سفر میں اس تجربے کا اضافہ کریں۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شدید اصرار پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بغیر کسی پیشگی تیاری کے امتحان میں شریک ہوئے اور کامیاب ہوئے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرعی ڈاڑھی، طویل قمیض، ٹخنوں سے اوپر شلوار اور سر پر چترالی ٹوپی یا 'پاکول' (جو کہ ایک زمانے میں مجاہدین کی علامت سمجھی جاتی تھی) پہن کر اس کانفرنس میں تشریف لے گئے۔ راستے میں جب مختلف جہازوں پر سوار ہوتے تو لوگ ان کی طرف اشارہ کرکے 'اسامہ بن لادن' کا خطاب دیتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ جب میں پیرس کی سڑکوں پر سڑک پار کرنے لگتا تو مجھے دیکھنے کے لیے پیرس کی ٹریفک رک جاتی اور لوگ حیرت سے مجھے تکنے لگتے کہ کیسے یہ مجاہد پیرس میں آزادانہ گھوم رہا ہے۔ پھر جب اس تقریب میں ایک موقع پر ہر شریکِ مقابلہ کو اپنے اپنے ملک کی ثقافت کے کسی مظہر کو دکھانے کا کہا گیا تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نوبت آنے پر پشتو زبان کی ایک ایسی نظم پڑھی کہ

---

[1] International Committee of the Red Cross

جس میں شرعی قانون کو نافذ کرنے اور اس راہ میں شہید ہو جانے کی تمنا کی گئی تھی۔ پیرس کی فضا میں فاروق بھائی کی خوبصورت آواز میں یہ اشعار گونجتے رہے:

پروردگار ته مدد مې اوکړی ستا په قانون باندی جنګېږمه زه	پروردگار تو میری مدد کرنا، تیرے قانون کی خاطر میں جنگ کروں گا
یا به قانون د شریعت راولم یا به نن دلته شهید کېږمه زه	یا تو شریعت کا قانون لا کر دم لوں گا، یا آج یہیں پر شہید ہو جاؤں گا

جن لوگوں کو یہ نظم سمجھ نہ بھی آپائی وہ اتنا ضرور سمجھ گئے کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر شرکاء کی طرح ناچ گانے کے اظہار کے برعکس اپنے دین کی کوئی بات سنائی ہے اور جو لوگ اس نظم کے اشعار کو سمجھ پائے وہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و دلیری پر انگشتِ بدندان، حیران پریشان بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ الغرض مقابلہ ہوا اور پاکستانی گروپ تو اپنی کارکردگی میں کوئی نمایاں مقام نہیں حاصل کر پایا مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی انفرادی کارکردگی میں نمایاں پوزیشن حاصل کر گئے۔

واپسی پر اس کانفرنس کی تفصیلی روداد آپ نے ہم دوستوں سے دو نشستوں میں تفصیلی درس کی شکل میں بیان کی۔ مغرب کی حقیقت سے تو وہ پہلے بھی آگاہ تھے، فرانس کے اس دورے سے وہ ان سے کیا مرعوب ہوتے بلکہ وہ انہیں مرعوب کر کے آگئے۔ اس سفر سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میں مغربی نظام سے نفرت میں مزید اضافہ ہوا۔ آپ پر یہ واضح ہوا کہ مغرب کی تعمیر ہی ایک نازک شاخ پر کھڑی ہے۔ یہ بوسیدہ شاخ کسی لمحے بھی دھڑام سے گر سکتی ہے۔ چمکتی دمکتی اور اصول و ضوابط کے خوبصورت لحاف میں لپٹی مغربی سرمایہ دارانہ و جمہوری تہذیب کا چہرہ روشن ہے مگر اندروں، چنگیز سے بھی تاریک تر ہے۔ فرانس جو کہ جدید مغربی تہذیب کا بانی و قائد ملک ہے، اس کی ترقی و تہذیب سے متاثر ہونے کے بجائے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تو فرانسیسیوں کو متاثر کر کے لوٹے۔ یہاں آپ نے اُس تہذیب کا ایک اور عجیب و غریب منظر دیکھا جو کہ آپ نے سنا یا پڑھا تو تھا مگر عملی مشاہدہ وہاں جا کر ہوا۔ پیرس میں کہیں جانے کے لیے آپ بس میں سوار ہوئے۔ آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھتے تھے کہ بس میں ایک مقامی بزرگ خاتون داخل ہوئی اور خالی سیٹ نہ ہونے کی وجہ سے بس میں کھڑی ہو گئی۔ مغربی تہذیب میں تو بزرگوں کا احترام بالکل نہ ہونے کے برابر ہو چکا ہے۔ وہاں ہر اس چیز

کا احترام اور اہمیت ہے جو کہ دنیا میں کوئی فائدہ دے سکے۔ اس خود غرضانہ اور ظاہری اور فوری فائدے کی حریص تہذیب کا اگر تعارف ایک جملے میں کرنا چاہیں تو اس آیتِ کریمہ کے ذریعے ہو سکتا ہے کہ:

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ[1]	وہ دنیوی زندگی کے صرف ظاہری رخ کو جانتے ہیں، اور آخرت کے بارے میں ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس سے بالکل غافل ہیں

اب مسئلہ یہ ہے کہ بوڑھے بزرگ حضرات کی خدمت اور ان کا اکرام ظاہری طور پر دنیا میں کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا۔ نہ ایسا کرنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی جاہ میں۔ اُن کے ہاں اپنا 'قیمتی' وقت اور سرمایہ دراصل پیسہ کمانے اور سٹیٹس بڑھانے میں مصرف ہونا چاہیے اور اضافی وقت و سرمایہ عیش و مستی اور لہو ولعب میں خرچ ہونا چاہیے۔ اب ان سب میں والدین و اقرباء ہوں یا دیگر انسانی ہمدردی کے مواقع یہ 'ترقی' کے اس سفر میں رکاوٹ تو بن سکتے ہیں فائدہ نہیں! ہاں، جہاں کہیں ایسوں کی خدمت و اکرام کرنے میں دنیاوی شہرت و ناموری کے ذریعے دنیا کمانے کا موقع نظر آئے وہاں اس تہذیب کے دلدادے بینر اور کتبے اٹھا کر اکرامِ بزرگان کے نعرے لگاتے ہوئے سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔

اس کے برعکس دینِ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات، اعلیٰ اخلاق کو مسلمان کے ایمان کی علامت قرار دیتی ہیں۔ بلکہ ہر ایسا شخص جو اپنے بڑوں کا احترام اور بچوں پر شفقت نہ کرے اس سے حد درجہ بیزاری و ناگواری کا اظہار احادیث میں کیا گیا ہے۔ اسلام میں جنت کو ماں کے قدموں تلے تلاش کرنے کا کہا جاتا ہے اور ایسے شخص کو بدنصیب ترین سمجھا جاتا ہے کہ جس کو بوڑھے والدین میں سے کسی کا ساتھ ملے اور پھر بھی وہ ان کو راضی کر کے اپنے رب کو راضی نہ کر پائے۔

بات فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی ہو رہی تھی کہ پیرس میں دورانِ سفر بس میں ایک بزرگ فرانسیسی خاتون ان کے برابر میں آکھڑی ہوئی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ فوراً احتراماً کھڑے ہو گئے، اپنی نشست چھوڑ دی اور خاتون کو اشارہ کیا کہ وہ ان کی جگہ تشریف رکھے۔ مسلمانوں کے معاشرے میں تو یہ کوئی خاص قابلِ ذکر بات نہ سمجھی جائے گی مگر بس کے تمام مسافر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اور حیرت سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو تکنے لگے کہ یہ کیا کر رہا ہے کہ ایک عورت اور وہ بھی بوڑھی اور اس کے لیے اپنی جگہ کو چھوڑ رہا ہے۔ پھر یہ کام خود اس خاتون کے لیے بھی انتہائی حیرت انگیز تھا۔ اس نے تعجب سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور پھر شکریہ ادا کر کے ان کی نشست پر بیٹھ گئی۔

---

[1] سورة الروم، آية: ۷

جس طرح تفصیل سے اس بظاہر معمولی سے واقعہ کے ذیل میں مغربی تہذیب پر نقد اور اس کی خرابیوں کو نمایاں کیا گیا ہے، یہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا انداز ہے اور اسی طرح انہوں نے ہمیں فرانس کے سفر سے واپسی پر واقعات سنائے اور ان کی ذیل میں مختلف فوائد، نصائح اور عبرتیں بیان کیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید بھی اپنے سفر کی داستان بیان کی لیکن افسوس کہ اب ایک عہد بیت جانے کے بعد میری یادداشت سے محو ہو چکی ہیں۔ امید ہے کہ اگر کسی اور بھائی یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے افراد کو یاد ہوں تو وہ تفصیل سے بیان کر سکیں گے۔

باب سوم: دعوتِ دین پر توجہ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل شناخت اور خاصیت ایک "داعیِ دین" ہونے کی تھی۔ آپ اپنے اخلاق و اعمال کے نمونے کے ذریعے، ابتدائے لڑکپن سے، جب بھی انہیں دیکھا، دین کی چلتی پھرتی دعوت تھے۔ آپ نے اپنی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز اس وقت ہی کر دیا جبکہ وہ قائدِ اعظم یونیورسٹی کے پروفیسروں کی کالونی میں مقیم تھے۔ اُس وقت وہاں پر بھی نوجوان لڑکوں کو اکٹھا کر کے دینی تعلیم اور دروس کا سلسلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا۔ پھر اپنے کیڈٹ کالج کے زمانے میں کالج کے اندر ہی انتظامیہ کی شدید مخالفت کے باوجود آپ نے میوزیکل پیریڈ کے وقت کے دوران مسجد میں جاکر تفسیر کھول کر درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی طرح اس دوران بھی وہ جڑواں شہروں میں وقتاً فوقتاً نوجوانوں کو جمع کر کے دین کی دعوت کا فریضہ انجام دیتے رہتے۔ اسی دوران آپ چھٹیوں میں بعض علماء کے دروس میں بھی مستقل شرکت کرتے رہتے اور ان سے استفادہ کرتے۔

دروسِ قرآن کا سلسلہ

آپ نے راولپنڈی اور اسلام آباد میں کئی دعوتی حلقے قائم کیے۔ آپ ہر ہفتے ان حلقوں میں جاکر دینی موضوعات پر بیان کرتے۔ آپ کے سامعین بالعموم نوجوان ہی ہوتے۔ فاروق بھائی کا بیان بہت سحر انگیز ہوتا۔ بیان کا لہجہ قطعاً جذباتی نہ ہوتا۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرتے اور اتنی وضاحت اور اطمینان سے بات کرتے کہ سامع کو مفہوم مکمل سمجھ میں آجاتا۔ آپ کے اُس زمانے کے دروس کا عمومی موضوع فکرِ آخرت اور ایمان بالآخرت ہی ہوتا۔ اس مقصد کے لیے بالعموم قرآنِ کریم کی آخری دو پاروں کی سورتوں ہی پر دروس دیے جاتے۔ آخرت اور موت کے حق ہونے کا بیان ہوتا۔ جنت کی نعمتوں کی چاہت اور جہنم کے عذاب سے خوف پیدا کرنے کا کام، ان دروس میں کیا جاتا۔ مجھے آج بھی ان کا وہ وقت یاد ہے جب وہ سورۃ الانفطار کا درس دے رہے ہوتے اور اس کی ابتداء میں آسمان کے پھٹ جانے اور کواکب کے جھڑ جانے کی منظر کشی کرتے اور پھر اس ہولناک منظرِ قیامت کے بیان کے بعد اپنے مخصوص انداز میں مخاطب ہوتے اور اس آیت کی تفسیر بیان کرتے:

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ

"اے انسان تجھے کس چیز نے تیرے رب کریم کے ساتھ دھوکہ میں ڈالا ہے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نوجوانوں کے دلوں میں یہ احساس بھر دیتے کہ کیا آپ کی سکول کالج کی تعلیم نے، یا آپ کے گھر والوں یا معاشرے نے، یا آپ کے کیریر کی فکر نے آپ کو آپ کے رب سے دور کیا ہوا ہے؟ کیا ہم یہ بھول گئے ہیں کہ ہمیں اُس رب نے پیدا کیا ہے اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے؟ پھر اس کی ذیل میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نوجوانوں کو ان کی زندگی کے مقصد کی طرف بلاتے۔ لڑکوں کے دل میں یہ نکتہ بٹھاتے کہ ہم بے مقصد نہیں پیدا کیے گئے بلکہ ہم نے اپنے دین پر عمل کر کے اپنے رب کو راضی کرنا ہے۔ نماز کی پابندی کی تاکید اور نماز میں غفلت کرنے پر وعیدیں سناتے۔ الغرض ان دروسِ قرآن کا بڑا مقصد، نوجوانوں کے اندر دین کی محبت، دین پر عمل کرنے کا شوق، قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کا جذبہ، سیرتِ پاک اور سنتوں کے اتباع کی کوشش اور پورے کے پورے دین پر عمل کرنے کی دعوت ہوتا تھا۔ بالعموم ہفتے میں دو دفعہ اور بعض اوقات تین دفعہ بھی کئی کئی گھنٹوں بسوں اور ویگنوں میں سفر کر کے، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان دروس کے لیے پہنچتے تھے۔

علومِ شرعیہ کی تعلیم کا دعوت پر اثر

حقیقت میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی منظم دعوتی مصروفیات اس وقت شروع ہوئیں کہ جب انہوں نے جامعہ اسلامیہ اسلام آباد میں داخلہ لیا۔ جامعہ میں پہنچ کر عربی زبان اور علومِ شرعیہ پر آپ کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ اسی طرح آپ کے دروسِ قرآنیہ میں پختگی اور علمیت بڑھتی گئی۔ جوں جوں قرآن فہمی اور علومِ شرعیہ میں آگے بڑھتے گئے توں توں ان کے بیانات اور دروس میں اثر بڑھتا گیا۔ ان کے بیانات دلوں کو جھنجوڑنے والے ہوتے تھے اور عمل کے لیے ابھارتے تھے۔ پھر وہ پہلو جو علومِ الٰہیہ کے لیے لازمی شرط ہے، یعنی کہ "تقویٰ"، اس میں تو آپ بہت ہی آگے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جس شخص نے بھی چند گھڑیوں کا ہی وقت گزارا ہو وہ ان کے تقویٰ کی، اپنے مشاہدے کے مطابق، گواہی ضرور دیتا تھا۔ یہاں تک کہ ایسے افراد جو کہ کسی سیاسی یا تنظیمی وابستگی کی وجہ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے دور رہتے تھے وہ بھی ان کی پروقار، متقی، ذہین اور باادب شخصیت سے ضرور متاثر ہوتے تھے۔

آپ کا انداز بہت مدلل ہوتا اور نوجوانوں کے دلوں پر اثر ڈالتا۔ اسلام آباد کے آزاد منش نوجوان بھی آپ کی باتیں اگر ایک دفعہ سن لیتے تو دوبارہ لازماً آتے۔ آپ کے انگ انگ سے دعوت اور اصلاح کی ایسی تڑپ ٹپکتی تھی کہ ان سے ملنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ تعلیمِ قرآن اور سنتوں کی پیروی کا شوق یہی اب بھی ان کے دروس کا مرکزی

موضوع ہوتا، مگر آہستہ آہستہ اس میں علمیت کا اضافہ بھی ہوتا گیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دروس کی کافی تیاری کرتے اور بیان میں آپ کو اکثر روایات کے متن زبانی یاد ہوتے۔

حالاتِ حاضرہ اور امت کی صورتِ حال

گو کہ ابتداء میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دروس میں قرآنِ کریم کی تعلیم کی ساتھ ساتھ عقائدِ اسلام وایمانیات کی پختگی، عبادات کے اہتمام اور تزکیہ نفس وغیرہ ہی پر توجہ دی جاتی تھی۔ مگر آہستہ آہستہ ان دروس میں امتِ مسلمہ کی صورتِ حال اور حالاتِ حاضرہ کے موضوعات بھی شامل ہونا شروع ہوگئے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہر ہفتے کسی نہ کسی ایسے موضوع پر تیاری کر کے آتے کہ جو سامعین کے لیے امتِ مسلمہ کی صورتِ حال اور دشمنانِ دین کی سازشوں کو سمجھنے میں معاون ہوسکے۔ آپ کے یہ دروس انتہائی دلچسپ اور پر مغز ہوتے تھے۔ بعض اوقات ایک خشک قسم کے موضوع پر بھی دو گھنٹے سے زیادہ کا درس ہوتا تھا مگر نوجوانوں کی ایسی دلچسپی ہوتی تھی کہ بوریت کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔ تازہ معاصر موضوعات پر فاروق بھائی تیاری کر کے اور نکات نوٹ کر کے تفصیلی بیان کرتے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کس طرح اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی تربیت کے لیے عنوانات چن کر تفصیلی دروس دیتے، اس کی وضاحت کے لیے چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ یاد رہے کہ یہ صرف چند مثالیں ہیں، ورنہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دروس تقریباً عرصہ سات سے آٹھ سال تک جاری رہے اور اس میں وقتاً فوقتاً اس طرح، حالات کی اہمیت کے لحاظ سے موضوع کا انتخاب کر کے، آپ رحمۃ اللہ علیہ بیانات کرتے ہی رہتے تھے۔ یہ بات بھی ذہن میں تازہ رہے کہ شہروں میں دروس کا یہ سلسلہ آپ کی عمر کے سولہویں سال سے لے کر پچیسویں سال تک کا ہے:

1. جب آپ کو غالباً ۲۰۰۰ء میں طالبان کے نظام کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو طالبان کی اسلامی تحریک اور افغانستان کے اسلامی نظام کی برکات و خصوصیات پر دروس کی کئی نشستیں کیں۔ اسلام آباد کے شہری لڑکوں کو طالبان کی فتوحات و کامیابیوں سے آگاہ کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ان دروس سے ان کے دوستوں کے حلقے کے دل میں طالبان کی عظمت و محبت اُسی وقت سے پختہ ہوچکی تھی۔

2. اسی طرح قربِ قیامت کے فتنوں کے تناظر میں موجودہ مغربی نظام کے فتنوں کو سمجھنا اور فتنہ دجال اور یہود و فری میسنز کی سازشوں کو سمجھانے کے لیے مدلل و مفصل بیان کیا۔

3. جب آپ ایک تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے لیے فرانس کے دورے پر گئے تو وہاں سے واپسی پر بھی اپنے تاثرات و روداد اور مغربی تہذیب پر نقد کو تیاری کر کے اپنے دوستوں کے حلقے کے سامنے مفصل بیان کی صورت میں پیش کیا۔

4. اسی طرح جب افغانستان پر امریکہ نے ظالمانہ حملہ کیا تو اس غم و اندوہ کے زمانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی نشستوں میں "واقعہ فیل" کے تناظر میں ہاتھی والوں کا انجام، اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد، ابرہہ کے لشکر کی مدد اور اس کی رہبری کرنے والے عربوں کے انجام وغیرہ کا بیان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے تناظر میں موجودہ ابرہہ (امریکہ) اور اس کے رہبر و دلال (پاکستانی فوج) کے انجام کی پیشن گوئی کرتے اور قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت کرتے کہ بالآخر فتح و کامیابی اہلِ ایمان ہی کی ہو گی۔

مصلح و مزکی

ایک کامیاب داعی محض دعوت پہنچانے کا کام ہی نہیں کرتا بلکہ جن کو دعوت دیتا ہے ان کی اصلاح و تزکیہ کی فکر بھی کرتا ہے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے بارے میں بھی حق تعالیٰ شانہ خود یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ یعنی کہ "انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور ان کو پاکیزہ بناتا ہے"۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے حقیقی وارثین کی دعوت و تبلیغ کا طرز بھی یہی ہوتا ہے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں چند گھڑیاں گزارنا ہی اصلاح و تزکیہ کی اکسیر ہوتی تھیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے دوستی اور ان کے دروس میں آمد و رفت سے نوجوانوں میں حیرت انگیز تبدیلیاں آنا شروع ہو جاتی تھیں۔ وہ نماز کے پابند ہو جاتے۔ جماعت سے تکبیرِ اولیٰ پر ملنے کی جستجو میں فکر مند رہتے، ان کے حلیہ بھی اچانک تبدیل ہو کر سنت کے مطابق ڈھلنا شروع کر دیتے، شرعی ڈاڑھی اپنے چہروں پر سجاتے اور منکرات سے بچنے کی فکر میں لگے رہتے۔ سکولوں کالجوں کے لڑکوں میں زبان کی تیزی ایک عام سی بات ہے۔ جسے آج کل کا میڈیا خود اعتمادی (self-confidence) کا نام دے کر ترویج دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بیہودگی، فحش گوئی، ٹھٹا مذاق کرنا، ٹی وی فلموں کے ڈائیلاگ بولنا اور بے ادبی و گستاخی بچپن ہی سے بچوں کی عادت بن جاتی ہے۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں پہنچ کر ایسے بچے بھی یکسر بدلنا شروع ہو جاتے۔ گالم گلوچ اور فحش گوئی تو دور کی بات ہے ہر ایسی بات کہ جو "لایعنی" کے زمرے میں آتی ہو، سے بچنا شروع کر

دیتے تھے۔ ''آپ کی زبان سے نکلنے والا ہر جملہ نوٹ ہو رہا ہے اور اس کا کل حساب دینا ہو گا''، یہ احساس فاروق بھائی کی محفلوں میں شریک، ہر لڑکے میں پیدا ہونا شروع ہو جاتا۔ ایسا نہیں تھا کہ فاروق بھائی محض زاہدِ خشک ہی تھے۔ نہیں! وہ دوستوں کے ساتھ کھیل کود بھی کرتے تھے، چھٹیوں کے دنوں میں اکھٹے ہو کر خوش گپیاں اور تفریحات بھی کرتے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک عجیب وقار و متانت تھی جو کہ آپ کی محفلوں کا خاصہ ہوتی تھی۔

تلاوتِ قرآن پر مداومت

آپ کی صحبت کا سب سے بڑا اثر جو میں نے دیکھا وہ تلاوتِ قرآن کی مداومت ہوتی تھی۔ خود آپ کے روز و شب کا ایک بڑا وقت تلاوتِ قرآن میں ہی گزرتا تھا اور یہی اثر آپ کے ہم نشینوں پر بھی پڑتا جاتا تھا۔ بسوں اور ویگنوں کے سفر کے دوران بھی وہ تلاوتِ قرآن ہی میں مگن رہتے تھے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ رسمی طور پر حافظِ قرآن تو نہیں تھے مگر انہیں قرآن کریم کے حفظ کا بے حد شوق تھا۔ آپ نے اپنے اسی زمانے میں جب ان کی زندگی انتہائی مصروف تھی، قرآنِ کریم از خود حفظ کرنا شروع کیا۔ کثرتِ تلاوت کی وجہ سے قرآن کے بہت سے مقامات تو انہیں یاد ہو ہی گئے تھے۔ پھر اسی طرح اسفار میں جب بھی وقت ملتا وہ حفظ پر توجہ دیتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حفظ کی بات کا بالعموم اظہار نہیں کرتے تھے مگر قریبی دوستوں سے یہ بات چھپانا اس لیے مشکل تھی کیونکہ ان میں سے کسی نا کسی کو قرآن سنانا بھی تو ہوتا تھا۔ اس طرح دس پارے وہ تقریباً حفظ کر چکے تھے۔ اس کے بعد ہجرت و جہاد اور انتظامی مصروفیات کے اندر، وہ اس کو مکمل تو نہ کر پائے مگر حفظ شدہ پاروں کو مضبوط کیے رکھا۔

گو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تلاوتِ قرآنی میں انہماک اور قرآن سے تعلق میں ہر زمانے میں ممتاز رہے مگر پھر بھی اس بات کا آپ کو بہت قلق تھا کہ جہادی اسفار اور ذمہ داریوں کی مصروفیات میں ان کا قرآنِ پاک کے ساتھ وہ تعلق قائم نہ رہا جو کہ نوجوانی کے ایام میں تھا۔ پھر شہادت کے قریب جب انہیں دشمن کے حصار میں ہونے کی وجہ سے ایک جگہ سب ساتھیوں سے کٹ کر رہنا پڑا اور وہاں پر قرآنِ کریم کی تلاوت کی طرف بہت توجہ رہی تو ان کی خوشی بیان سے باہر تھی۔ چنانچہ اپنی اس کیفیت کو آپ نے اپنے محبوب ساتھی 'برادر داؤد غوری حفظہ اللہ' کے نام اپنے آخری خط جو کہ دراصل وصیت نامہ بھی ہے، میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"قرآن مجھ سے مخاطب ایک زندہ کتاب ہے۔ لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ[1] اور وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا[2]۔ ان دونوں آیات کا مفہوم سینے میں اترا۔ کئی سال قبل بھی قرآن سے زندہ تعلق ہوتا تھا، خصوصاً فرسٹ ائیر کے بعد، مگر جہاد کی ذمہ داریوں میں لگ کر مشین سا بن گیا تھا، اللہ نے پھر سے اپنی کتاب سے جوڑا اور اس کا قدم قدم پر فِيهِ ذِكْرُكُمْ ہونا عیاں کیا اور اس کی یہ صفت بھی روزانہ محسوس کروائی کہ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ[3] اللہ نے ان دنوں میں بہت سی آیات کے اسرار کا کچھ حصہ سمجھایا۔ اللہ قرآن سے یہ زندہ تعلق دوبارہ کبھی نہ چھینے اور سب مجاہدین کو اور پوری امت کو اس کتاب کی تلاوت حق تلاوتہ کے ساتھ کرنے کی توفیق دے"۔

معمولات کا جائزہ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح وتربیت کا ایک انداز ساتھیوں سے محبت وشفقت کے ساتھ ان کے معمولات کا جائزہ لینا ہوتا تھا۔ وہ ان سے ان کی نمازوں کی صورتِ حال پوچھتے، تلاوت کے حالات کا سوال کرتے اور ہر ساتھی کی اس کے اعمال پر حوصلہ افزائی کرتے۔ اسی طرح اگر انہیں اپنے کسی ساتھی کی کسی غلطی یا گناہ کا علم ہوتا تو اسے علیحدگی میں پیار سے سمجھاتے، اس کی عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے اور اس کی اچھائیوں اور بھلائیوں کا اعتراف اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس کی اصلاح کرتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ محض بڑی بڑی منکرات کے اصلاح ہی کی فکر نہ کرتے بلکہ اپنے ساتھیوں کے اخلاق و آداب اور چال ڈھال الغرض ہر معاملہ میں، اس کے بڑے بن کر اس کی اصلاح کرتے۔ میں نے اس زمانے میں کتنے ہی نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوانے تھے، وہ ان سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے، ان کو اپنا شیخ ومربی سمجھتے تھے اور ان سے اپنی اصلاح کرواتے تھے۔

---

[1] "ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب اتاری ہے جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے"۔ سورة الأنبياء، آية: ١٠

[2] "نہ میں اسے (اللہ تعالی) چھوڑ کر کوئی پناہ کی جگہ پا سکتا ہوں۔ سورة الكهف، آية: ٢٧

[3] "یعنی وہ رسول جو تمہارے سامنے روشنی دینے والی اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں"۔ سورة الطلاق، آية: ١١

خدمتِ خلق کا جذبہ

دیگر دعوتی اور اصلاحی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں کسی ضعیف و بے کس کو مدد کی ضرورت پڑی وہاں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مدد کے لیے جا پہنچتے تھے اور خدمتِ خلق کے کاموں کے لیے اپنی دیگر سرگرمیاں معطل کر دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف اور تنگ دستوں کی مدد کے لیے بے چین ہو جاتے اور اپنی تمام صلاحیتیں اس کام کے لیے وقف کر دیتے۔

یہ غالباً سن ۱۹۹۹ء کے آگے پیچھے کی بات ہے کہ راولپنڈی کے مشہور 'نالہ لئی' میں سیلابی بارشوں کی وجہ سے طغیانی آگئی اور سیلابی ریلہ پنڈی کی کئی آبادیوں میں جا گھسا۔ کئی افراد کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا اور ہزاروں افراد بے گھر ہو گئے۔ اس موقع پر فاروق بھائی اپنے دوستوں کو لے کر سیلاب زدگان کی مدد کے لیے جا پہنچے۔ سامانِ خورد و نوش سے لے کر دیگر ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کی کوششوں میں لگے رہتے۔ پورا دن چکر لگا لگا کر لوگوں کی ضروریات معلوم کرتے اور پھر ان کی حقیقی ضروریات کے مطابق امدادی سامان مہیا کرتے۔ سیلاب کی تباہ کاریوں کی وجہ سے وہاں وبائی بیماری بھی پھیل چکی تھیں جس کا غالباً پانی پر بھی اثر پڑ چکا تھا۔ نالہ 'لئی' کے کنارے کی کچی بستیوں میں امدادی کام کرتے ہوئے انہیں وہیں پر پانی بھی پینا پڑا۔ اسی پانی کے پینے کے بعد فاروق بھائی کے پیٹ میں شدید انفیکشن ہوا اور وہ بیمار پڑ گئے۔ پھر کافی علاج معالجہ کرواتے رہے مگر اس انفیکشن کے اثرات ان کی شہادت تک ان سے دور نہیں ہوئے اور وہ آخر تک پیٹ کے مختلف امراض میں مبتلا رہے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے آمین۔

اسی امدادی سرگرمی کے دوران جہاں جہاں موقع ملتا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ دعوتِ دین کا کام بھی ساتھ ساتھ کرتے رہتے۔ لوگوں کو نماز کی پابندی کی نصیحت اور منکرات سے دور رہنے کی تلقین کرتے۔ لیکن ان نصیحتوں میں شفقت اور نرمی کا پہلو غالب رہتا۔

انہی دنوں میں ان کے ایک دوست نے ان سے کہا کہ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ اپنے امدادی کاموں کی تصویریں بنائیں یا ان کی رپورٹ بنا کر چھپوائیں اور یہاں متاثرہ بستیوں میں یا پھر میڈیا میں تقسیم کریں تاکہ آپ کو اپنے دعوتی کاموں میں فائدہ ہو۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ آپ کا کہنا تھا کہ اس طرح کے خود نمائی کے طریقوں سے دعوت کو فائدے کے بجائے الٹا نقصان ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمارا اخلاص دیکھتا ہے، اخلاص ہو گا تو اللہ تعالیٰ خود ہی ہمارے اعمال میں برکت ڈال دے گا۔

ایسا گلزار، مہک جس کی سدا سب کے لیے ہو

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جب سے میں نے دیکھا ہے اس وقت سے لے کر ان کی شہادت تک مجھے فخر ہے کہ میں ان کے دوستوں کی فہرست میں ہمیشہ شامل رہا، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس پورے زمانے میں رسمی طور پر ان کے رسمی ساتھیوں کی فہرست سے میں، زیادہ وقت باہر ہی رہا۔ مگر اس کے باوجود جب بھی کوئی ذاتی اصلاح کا معاملہ ہوا، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے بھی زیادہ میرے خیر خواہ بن کر مجھے غفلت و نسیان میں پڑنے سے روکتے رہتے۔ خیر ابھی بات تو حضرتِ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ما قبلِ ہجرت و جہاد زندگی کی ہو رہی ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہر معاملے میں اپنے دوستوں کی تربیت و اصلاح اور دین کی بھلائی کا سوچنے والے ہوتے۔ مجھے یاد ہے کہ انٹر سے فارغ ہونے کے بعد میرا داخلہ فیصل آباد کی زرعی یونیورسٹی کے ویٹینزی میڈیسن[1] (جانوروں کی ڈاکٹری) کے شعبے میں ہو گیا۔ صورتِ حال ایسی بنی کہ میں اچانک گھر سے نکلا اور نکلتے ہوئے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں مل سکا۔ خیر کچھ عرصے بعد جب چھٹیوں پر گھر لوٹا تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مصنوعی ناراضگی کے ساتھ استقبال کیا۔ پھر بڑی سنجیدگی کے ساتھ مجھے گھیر کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ "بھائی! اللہ نے آپ کو اس سے بہت اعلیٰ و ارفع مقصد کے لیے پیدا کیا ہے کہ آپ جانوروں کے علاج معالجے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دیں"۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مجھے سمجھاتے رہے کہ زندگی کو دین کی خاطر بسر کرنا ہے تو دین کو سیکھنے کی کوشش کرو۔ یہ وہ وقت تھا کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ میں تین سال پڑھ چکے تھے اس لیے وہ جامعہ کی صورتِ حال سے زیادہ واقف تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ "میں یہ تو نہیں کہتا کہ جامعہ کا علمی معیار بہت اچھا ہے، مگر پھر بھی ڈنگروں (جانوروں) کی دیکھ بھال کے کام سے کئی گنا بہتر ہے کہ آپ جامعہ ہی میں داخل ہو کر کچھ دینی علوم و فنون ہی سیکھ لیں، جو کہ کل آخرت میں آپ کے کام آجائیں"۔ پھر وہی ہوا کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ دیگر بھائیوں کے اصرار کی وجہ سے میں نے زرعی یونیورسٹی کو چھوڑا اور جامعہ کی کلیۃ الشرعیہ میں داخلہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فیصلہ میں یہ خیر بھی ڈال دی کہ میرا جامعہ میں داخلہ ہی بعد میں مجھے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جہادِ فی سبیل اللہ سے جوڑنے کا ایک ظاہری سبب بنا۔ یا رب لک الحمد۔

---

[1] Veterinary medicine

الغرض بات فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے اخلاص اور بے لوث محبت کی ہو رہی تھی۔ ان سے تعلق رکھنے والا مطمئن رہتا تھا کہ وہ اس کے ایمان و آخرت کا خیال رکھتے ہوئے اس کو بہترین نصیحت کریں گے۔ یہاں پھر تکرار کرتا ہوں کہ جس وقت انہوں نے میرے جامعہ میں داخلہ میں شدید دلچسپی لی اس وقت میں نہ صرف یہ کہ رسمی طور پر ان کے ساتھیوں کا حصہ نہیں تھا بلکہ اپنی نادانی کی وجہ سے ان کے بعض دعوتی طریقوں سے اختلاف بھی رکھتا تھا۔ مگر اس کے باوجود فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت، اخلاص و دوستی میں کبھی فرق نہیں آیا۔

جامعہ اسلامیہ میں علماء کی مسند پر بٹھائے جاتے ہیں

جامعہ اسلامیہ اسلام آباد، کی ہمارے زمانے میں ایک روایت تھی کہ ہفتے میں ایک دفعہ شام کے وقت ہاسٹلوں کے سبزہ زار میں (جو اس وقت جامع مسجد کا کام بھی دیتا تھا) نمازِ عصر کے بعد درسِ قرآن ہوتا تھا۔ اس درسِ قرآن میں جامعہ کے سینکڑوں طلباء شریک ہوتے تھے۔ اس درسِ قرآن کا اہتمام و انتظام جامعہ کی انتظامیہ کرتی تھی اور ہر ہفتہ جامعہ کے کبار علماء اساتذہ میں سے کوئی ایک، کسی اصلاحی یا تربیتی موضوع پر، درس دیا کرتا تھا۔ اس مقصد کے لیے جامعہ کے عرب و عجم علماء میں سے انہیں کو چنا جاتا تھا کہ جو کہ اصلاح و تزکیہ میں بھی تجربہ رکھتے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے اور ان کے اساتذہ کی سفارش پر ایک دفعہ اسی درسِ قرآن کے لیے انتظامیہ کی طرف سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب کیا گیا حالانکہ وہ ابھی طالبِ علم تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اعتماد اور دلنشیں انداز سے درس دیا جس میں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اہمیت کے بارے میں بات کی گئی تھی۔ جامعہ میں سب طلبہ کے لیے یہ ایک حیرت انگیز بات تھی کہ علماء کی مسند پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھایا جارہا ہے۔ میں خود تو کسی مصروفیت کی وجہ سے اس درس میں شریک نہ ہو پایا مگر میں نے کچھ ایسے طلبہ سے بھی، جو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے ناواقفیت یا حسد کی وجہ سے کچھ کھچے کھچے رہتے تھے، اس درس کے بارے میں تعریف و توصیفی کلمات سنے۔

یہاں تک تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی زمانے کے حالات کا بیان ہوا ہے۔ اِس کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوتِ جہاد ملنے اور جہاد سے جڑنے کے زمانے کی ابتداء ہوتی ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ دعوتِ دین اور جہاد فی سبیل اللہ دونوں میدانوں کے شاہسوار تھے۔ آپ کی زندگی کے اس دوسرے مرحلے کو تفصیل سے اگلے باب میں بیان کیا جائے گا ان شاء اللہ۔

باب چہارم: جہاد کی تلاش کا سفر

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پورے دین پر عمل پیرا ہونے کے داعی تھے۔ "قران و حدیث ہمیں کس بات کی طرف پکارتے ہیں"، یہ ان کا اصل موضوع تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول والے اعمال کی طرف سبقت لے جانا ان کی پہچان تھی۔ قرآن و حدیث سے اپنی زندگی کے ہر موڑ و معاملے میں راہنمائی لینا ان کا طرزِ عمل تھا۔ پس یہ کیسے ممکن تھا کہ ایسا سعید انسان دین کے سب سے عظیم باب، "جہادِ فی سبیل اللہ" سے دور رہے۔ وہ کیسے اس راہ میں اپنا جسم گرد آلود نہ کروائے کہ جس راہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک بڑا عرصہ گزرا؟ وہ کیسے ان محاذوں سے دور رہے گا کہ جن میں گزرا ہوا ایک لمحہ بھی دنیا و مافیہا سے افضل و بہتر ہے؟ سنتوں کا شیدائی جو کہ چال ڈھال اور لباس تراش میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے چمٹ کر رہتا ہو وہ کیسے نبی السیف صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ جہاد و قتال کو ترک کر سکتا ہے؟ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جہادِ فی سبیل اللہ سے ایسا تعلق تھا کہ علماء و فقہاء نے "سِیَر" کے لفظ کو جہاد و قتال کے ذکر کے لیے مختص کر دیا۔ حالانکہ 'سِیَرت' تو عربی زبان میں دراصل حالاتِ زندگی کے بیان کو کہا جاتا تھا۔ مگر چونکہ جہاد و قتال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا نہایت اہم اور بنیادی باب، یا یوں کہا جائے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا سب سے نمایاں اور تفصیلی پہلو رہا ہے اس لیے کتبِ شرعیہ میں 'سیرت یا سیر' کے لفظ کو جہادی مسائل ہی کے بیان کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو دیکھ کر لگتا تھا کہ ان کی تربیت اور ایمانی حالت کو اللہ تعالیٰ ایسے مقام تک پہنچانا چاہتے تھے کہ جس کے بعد جیسے ہی انہیں کہیں سے جہاد کی دعوت ملے اور وہ فوراً اس دعوت کے کام سے منتقل ہو کر جہاد کے کام میں چلے جائیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تو عبادات کے فضائل سنانے اور ان پر عمل کرنے کے رسیا ہوتے تھے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ جب جہاد کے عظیم فضائل پڑھتے ہوں، وہ جہاد کہ جس کی فضیلت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جس سے زیادہ فضیلت والی کوئی راہ خود رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں پاتے ہوں، اور وہ پھر بھی اس سے دور رہیں؟

پھر اس کے ساتھ ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا حساس دل، امت کے غم میں ڈوبے رہنے والی جان، امتِ مسلمہ کی مظلومانہ صورتِ حال اور پھر کفارِ یہود و ہنود کی سازشوں و چالوں سے اچھی طرح واقف ہونے والی شخصیت کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ اسے امت کی سربلندی کی کسی راہ کا علم ہو اور وہ اس پر اپنا سب کچھ نچھاور کر کے نہ چل پڑے۔

جہاد و شہادت کا بچپن ہی سے شوق

شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان اور بچپن کے بیان میں یہ گزر چکا ہے کہ زندگی کے ابتدائی سالوں سے ہی جہاد و شہادت کی محبت شہید رحمۃ اللہ علیہ میں موجود تھی۔ جہادِ روس کے زمانے میں مجاہدین سے تعلق کی بعض یادداشتیں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اندر جذبہِ جہاد کو زندہ رکھتی تھیں۔ انہیں یاد تھا کہ وہ جب بالکل چھوٹے بچے تھے تو اپنے والدِ محترم کے ساتھ افغان مجاہدین کے بعض بڑے راہنماؤں کی مجلسوں میں شریک ہوئے تھے۔ پھر جوں جوں سنِ شعور کو پہنچتے رہے اور قرآنِ کریم سے تعلق ان کا مضبوط ہوتا گیا تو جہاد و شہادت کے جذبات بھی ان میں بڑھتے رہے۔ پھر جب جہادِ کشمیر کی صداؤں سے پاکستان کے در و دیوار گونجنے لگے تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی ابتدائے بچپن سے ہی کشمیر جہاد کے قصے اور ترانے سن سن کر جذبہ جہاد کو اپنے سینے میں پالتے رہے۔

دروس میں جہاد و شہادت کے ذکر پر مچل سا جانا

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی دروس بالاصل اصلاحی و تزکیہ نفس کے موضوعات پر مشتمل ہوتے تھے۔ بنیادی طور پر ان کی گفتگو غیر سیاسی ہوتی تھی اور اس میں جذباتی پن کے بجائے سنجیدگی کا غلبہ زیادہ ہوتا تھا۔ مگر اس کے باوجود جب قرآنی تعلیم کے اندر جہاد کا تذکرہ ہوتا اور شہادت کی موت کی بات ہوتی تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مچل سے جاتے اور جذبات میں آجاتے۔ اپنے لیے اور ساتھیوں کے لیے جہاد میں شرکت کی دعائیں مانگتے، شہادت کی تمنا کرتے ہوئے ان کی آواز بھرا جاتی اور آنکھیں تر ہو جاتیں۔ اس بات کی تکرار کرتے کہ جہاد فرض ہونے کے بعد ہمیں سب کچھ چھوڑ کر جہاد میں نکلنا ہو گا۔ دراصل فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ایسی نسل ان دروس کے ذریعے تیار کرتے جو اللہ کے ہر حکم پر عمل کرنے کے لیے ہر دم تیار بیٹھی ہو۔ اب جیسے ہی اسے جہاد کی فرضیت کا علم ہو یا جہاد کا راستہ کھلے تو یہ فوراً اس کی طرف چل پڑے۔

طالبان کے افغانستان کی سیر

سن ۱۹۹۹ء میں افغانستان میں قحط کی صورتِ حال بن گئی۔ امریکہ اور اقوامِ متحدہ نے ظالمانہ پابندیوں کے ذریعے افغانستان کے لیے تجارت کے راستے بند کر دیئے جس کی وجہ سے غلہ کی کمی اور اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں شدید

گرانی ہو گئی۔ دوسری طرف افغانستان میں بارشوں کی بھی شدید کمی رہی جس کی وجہ سے مقامی فصلوں کو بھی شدید نقصان پہنچا۔ اس سب نے افغانستان میں قحط کی صورتِ حال پیدا کر دی۔ افغانستان کی عام آبادی، جو کہ غربت کی سطح سے بھی نیچے زندگی گزارتی تھی، کے لیے بقائے حیات مشکل سے مشکل تر ہوتا گیا۔ دوسری طرف مغربی حمایت یافتہ شمالی اتحاد سے مستقل جنگ کی صورتِ حال کی وجہ سے طالبانِ عالی شان کے لیے بھی عوام کی بہبود کی طرف زیادہ توجہ دینا مشکل تھا۔ اس مرحلہ پر پاکستان کے اہلِ خیر نے دل کھول کر اپنے افغانی بھائیوں کی مدد کی۔ لوگوں نے ضرورت کی اشیاء کو افغان بھائیوں کے لیے بھیجا۔ راشن، خیمے اور کپڑوں سمیت تمام ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے لیے دل کھول کر ایثار کیا اور دینی اخوت کا مظاہرہ کیا۔

مسلمانوں کی ضرورت کے اس حساس موقع پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر افغانی بھائیوں کی مدد کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ گھروں، بازاروں، محلّوں میں جا کر راشن، مالی امداد، کپڑے وغیرہ جمع کرتے۔ اس مہم میں ان کی رفاقت کا شرف مجھے بھی حاصل ہوا۔ ہم دونوں ہی نکلتے اور جہاں بھی کسی اہلِ خیر کا علم ہوتا اس کو افغانی مسلمانوں کی صورتِ حال بتلا کر اس سے مدد کی اپیل کرتے۔ اس موقع پر ایثار و قربانی کے ایسے مظاہرے ہم نے دیکھے کہ عقل دنگ رہ گئی۔ مردوں نے اپنے بینک بیلنس خالی کیے تو خواتین نے اپنے ہار و کنگن اتار کر دیے۔ جب ہم سامان وصول کرتے اور اس کی پیکنگ کرتے تو بعض اوقات ایسی اشیاء دیکھنے کو ملتیں کہ جو ہمیں حیرت میں مبتلا کر دیتیں۔ نئی نویلی دلہنوں کے بیش بہا عروسی لباس، سامان میں سے برامد ہوتے۔ جنہیں دیکھ کر ہمارا منہ بن جاتا کہ بھلا اس کی ابھی اس نازک موقع پر افغانیوں کو کیا ضرورت ہو گی؟ مگر بھجوانے والے کا پیغام آتا کہ بھائی اپنے گھر کی سب سے قیمتی اور محبوب چیز جب اللہ کی راہ میں دینی ہے، تو فی الحال ہمارے گھر کی سب سے قیمتی چیز یہی ہے، اور ہماری افغانی بہنوں کی بھی تو شادیاں ہونی ہوں گی، لہذا یہ ان کے لیے رکھ لیں۔

الغرض کئی دنوں کی محنتِ شاقہ کے بعد بڑی تعداد میں امدادی سامان جمع ہوا۔ ٹرکوں کے ایک بڑے قافلے میں اس کو جمع کیا گیا اور اگلی گاڑی میں افغانی رہبر سوار ہوئے اور ان کے پیچھے قافلہ روانہ ہوا۔ رہبر والی گاڑی میں ایک سیٹ خالی دیکھ کر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ساتھ جانے کی آفر ہوئی۔ جانے کے لیے تو ہم دونوں ہی تڑپ رہے تھے مگر میری کم عمری کی وجہ سے ترجیح فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کو دینی تھی (میرا سن اُس وقت ۱۴ سال اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ سال کے ہوں گے)۔ لہذا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے اور میں آنکھوں میں آنسو لیے واپس گھر کی طرف لوٹا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ایک ہفتے کے لیے افغانستان گئے۔ جہاں تک مجھے یاد آتا ہے کہ جلال آباد اور کابل میں یہ وقت گزارا۔ یہاں ان کی اپنے والد صاحب کے ہمراہ طالبان کی بڑی قیادت سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ جن میں وزیرِ دفاع جو کہ غالباً اس وقت ملا عبید اللہ اخند رحمۃ اللہ علیہ[1] تھے، سے ملاقات قابلِ ذکر ہے۔ طالبان کی اجازت اور ان ہی کی راہنمائی میں افغانستان کے قحط زدہ علاقوں میں جا کر انہوں نے سامان خود تقسیم کیا۔ طالبان کی قیادت کے ساتھ ملاقاتوں اور سفر کے دوران فاروق بھائی ان سے بے حد متاثر ہوئے۔ اپنے جستجو بھرے تحقیقانہ مزاج کی وجہ سے آپ امارتِ اسلامی کے ذمہ داران سے طالبان کے نظام اور افغانستان کے حالات پر گفتگو اور سوالات بھی کرتے رہے۔

سفر سے واپسی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام دوستوں کو اکٹھا کیا اور اپنے افغانستان کے سفر کی روداد اور اس کے فوائد پر کئی نشستوں پر مشتمل درس دیا۔ ان دروس میں افغانستان کی تازہ صورتِ حال، تحریکِ طالبان کا تعارف اور ان کی کامیابیاں اور جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت پر زور دیا گیا۔

گو کہ اُس وقت طالبان مجاہدین، افغانستان کے ۹۰ فیصد علاقوں پر نہ صرف مکمل قبضہ کر چکے تھے بلکہ اسلامی نظام کو نافذ کر کے افغانستان کو امن و سلامتی کا گہوارا بنا چکے تھے۔ مگر بیرونی اسلامی دنیا کے ایک بڑے حلقے میں افغانستان میں طالبان کی تحریک کو داخلی قومی لڑائی میں شریک ایک حریف کے طور پر ہی دیکھا جاتا تھا۔ لہٰذا بہت سے ایسے حضرات بھی جو کہ طالبان کی سادگی اور تقویٰ سے متاثر ہوتے تھے، شمالی اتحاد سے ان کی خوفناک جنگوں کے قصے سن کر طالبان کی حمایت سے توقف کرتے تھے۔ "ضربِ مومن" اخبار کے ذریعے سے طالبان کی فتوحات اور ان کی خوبیوں کے بارے میں اطلاعات تو آتی تھیں مگر مخالفانہ آوازوں کی کثرت میں دبی رہتی تھیں۔ اس موقع پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دورے نے ہم تک صحیح حالات پہنچانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دورے کے جو تاثرات بیان کیے ان میں سے چیدہ چیدہ کچھ یوں تھے:

1. افغانستان پر طالبان کی مکمل اور مضبوط حکومت ہے۔ افغانستان کوئی متحارب گروہوں میں تقسیم نہیں ہے بلکہ وادی پنجشیر کے چھوٹے سے علاقے اور تاجکستان سے متصل شمالی صوبوں کے کچھ علاقوں کے علاوہ سارے افغانستان پر طالبان کا قبضہ ہے۔

---

[1] 'ملا عبید اللہ اخند' طالبان کی پہلی حکومت میں وزیرِ دفاع تھے۔ سن ۲۰۰۸ء میں پاکستانی سکیورٹی اداروں نے آپ کو گرفتار کیا اور ۲۰۱۰ء میں آپ دورانِ حراست شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور اہلِ پاکستان کو ان کی مظلومانہ شہادت کا بدلہ لینے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

2. طالبان نے افغانستان میں شریعت اسلامی کا نظام نافذ کیا ہے۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے روزمرہ کے معاملات سے لے کر بین الاقوامی معاملات تک کا حل، شریعت کی راہنمائی میں کرتے ہیں۔ طالبان کے ہاں معیار رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت ہے، وہی ان کا قانون ہے اور اسی کے مطابق وہ فیصلے کرتے ہیں۔ نیکیوں کو قائم کرتے ہیں اور برائیوں کو مٹا دیتے ہیں۔ آپ کے ساتھ اس سفر میں ایک ایسے صاحب بھی شریک تھے جو کہ پیشے کے لحاظ سے مصور[1] تھے۔ قدرتی اور مقدس مقامات کی دلکش تصویریں بنانا ان کا کام تھا اور ان کے کابل جانے کا ایک مقصد طالبان کے زمانے کے کابل کی اور جنگ کے بعد کے کابل کی کچھ تصویریں بنانا تھا۔ مگر جب کابل پہنچ کر انہوں نے کیمرے کی مدد سے تصویریں کھینچنا چاہیں تو طالبان کے امر بالمعروف کے ذمہ دار نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا، پھر انہیں نرمی اور سادگی سے سمجھایا کہ ''کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ میں ڈالیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت کی ہے!''۔ طالبان کے ذمہ دار کی اِس نصیحت کا اُن مصور صاحب پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے اس پیشے سے توبہ کرلی۔

3. آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہم پر یہ بھی واضح کیا کہ طالبان سے متحارب گروہ جو کہ ''شمالی اتحاد'' کے نام سے مشہور ہے، افغانستان کے دس فیصد سے بھی کم علاقے پر قابض ہے۔ اس گروہ کو مغربی ممالک بالخصوص امریکہ و فرانس کا مکمل مالی و عسکری و انٹیلی جنس تعاون میسر ہے۔ اس گروہ میں سابقہ روس دور کے بعض مجاہدین بھی موجود ہیں، لیکن یہ وہی افراد ہیں کہ جنہوں نے اپنے ذاتی مفاد اور اقتدار کے حصول کے لیے ایک طرف ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا تھا اور دوسری طرف جہاں جہاں ان کو اقتدار ملا بھی تھا وہاں بھی شریعت کے نفاذ میں کوئی سنجیدہ دلچسپی نہیں لی تھی۔ لہذا ایسے ظالموں کے خلاف جنگ، کوئی خانہ جنگی نہیں بلکہ جہادِ فی سبیل اللہ کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔

4. طالبان اور ان کی قیادت کی سادگی اور بے لوثی کہ جس کے پورے عالم میں چرچے ہیں، سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی بے حد متاثر ہوئے۔ وزارتِ دفاع کے عملے اور اس کے وزیر کی سادگی، للّٰہیت اور خلوص و محبت نے انہیں طالبان کا

---

[1] photographer

گرویدہ کر دیا۔ وزیر و وزارت کا نام سن کر ہی ہم پاکستانیوں کے ذہن میں سب سے پہلے ایک عالی شان عمارت، پھر پروٹوکول کی دسیوں گاڑیاں اور سیکوریٹی اور ہٹو بچو کی صدائیں اور اس کی جلو میں غرور و تکبر سے بھری شخصیات سامنے آتی ہیں۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو افغانستان میں دیکھا تھا، اس کے قصے تو فقط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی داستانوں میں ہی ہم نے سنے تھے۔

5. اسی طرح طالبان کے بارے میں جو یہ پراپیگنڈا تھا کہ وہ عورتوں پر ظلم و تشدد کرتے ہیں کی نفی میں بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی واقعات بیان کیے کہ جس سے افغانی معاشرے میں عورت کے گھریلو زندگی میں مضبوط کردار کو واضح کیا۔ اس کا مشاہدہ انہیں اس وقت ہوا کہ جب وہ امدادی سامان کی تقسیم کے لیے افغانستان کے محلّوں کے اندر گئے۔

6. فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے تباہ حال کابل کا مشاہدہ کیا، جہاں دیواریں گولیوں کے نشانوں سے چھلنی تھیں اور جگہ جگہ تباہ شدہ عمارتوں کے کھنڈرات نظر آتے تھے۔ مگر اس تباہی کے بعد اب اسلامی نظام اور رب کی شریعت کی برکات سے کابل، امن کا گہوارا بن گیا تھا اور ہر کسی کے جان و مال اور دیگر حقوق وہاں محفوظ تھے۔ اس مشاہدے سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سبق لیا کہ اللہ کے دین کے قیام کا راستہ کوئی آسان راہ نہیں، یہ کوئی پھولوں کی سیج نہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہنستے بستے شہر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں لیکن اگر انسان صبر و استقامت کے ساتھ حق کی راہ پر چلتا رہے اور ظلم سے بچتا رہے تو ان تباہ حال کھنڈرات کے نیچے سے فتح کی آوازیں اور اللہ کی نصرت کی راہیں نکل آتی ہیں۔ حق لازمی غالب آتا ہے خواہ اس غلبے کی راہ میں تکلیفات اور آزمائشیں بہت آئیں۔

الغرض فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اس دورہ افغانستان سے خود ان پر بھی اور ان کے دوستوں پر بھی بہت خوشگوار اثرات پڑے۔ طالبان کے بارے میں شکوک و شبہات دور ہوئے اور ان سے محبت اور ان کی نصرت کا جذبہ دلوں میں بیٹھا۔ جہادِ فی سبیل اللہ کی ایک نقد دعوت مل گئی اور محاذوں پر جانے اور سچی بات یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر خود طالبان کو دیکھنے کا بہت شوق پیدا ہوا۔ مگر ایک تو اس وقت کسی نے باقاعدہ انہیں جہادِ افغانستان میں شرکت کی دعوت نہ دی تھی اور دوسرا روٹین کی تعلیمی زندگی بھی چل رہی تھی، اس لیے اسی وقت جہاد کے لیے نکل پڑنے کا کوئی پروگرام نہیں بن پایا۔

معرکہ گیارہ ستمبر: حق و باطل میں تفریق کا دن

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو تاریخِ عالم کا ایک بڑا دوراہا آ گیا۔ دنیا جو کہ بڑے عرصے سے مختلف بلاکوں، اتحادوں اور دلچسپیوں میں بٹی ہوئی تھی، سمٹ کر دو بلاکوں میں آ گئی۔ ایک طرف اسلام کا بلاک کہ جس کی قیادت امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ اور قائدِ جہاد شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے اور دوسری طرف کفر کا بلاک کہ جس کی قیادت بش، ٹونی بلیئر، پرویز مشرف وغیرہ کے حصہ میں آئی۔ عالم بھر کے مسلمانوں اور بالخصوص پاکستان کے باحمیت و غیرت مند مسلمانوں کا حمیتِ دینی کا جذبہ قابلِ دید تھا۔

امریکہ: منبعِ ظلم و فساد

امریکہ، یہود کے عالمی منصوبوں اور ناجائز ریاست کا سب سے بڑا حامی و مددگار تھا اور ہے۔ قبلۂ اول، انبیائے کرام کا وہ مصلیٰ کہ جہاں افضل البشر، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی، وہ مقدس سرزمین کہ جس میں سینکڑوں انبیاء آئے اور اپنی دعوت پھیلائی، وہ ارضِ پاک کہ جس کے پہاڑ اور میووں کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے قرآنِ مجید میں خود اٹھاتا ہے۔ وہ ارضِ فلسطین کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے قتل کرنے، اللہ کی آیات کو دنیاوی نفع کے حصول کے لیے بیچ ڈالنے اور دیگر بداعمالیوں کی وجہ سے نکال دیا تھا، یہ امریکہ ہی تھا کہ جس کی قیادت و سرپرستی میں فلسطین کی زمین پر یہودیوں کی آبادکاری ہو رہی تھی۔ فلسطینیوں کو زبردستی ان کی زمینوں سے نکالا جا رہا تھا۔ وحشت و تباہی، قتل و غارت اور اسارت فلسطینی مسلمانوں پر مسلط کر کے ان کی جگہ یہودیوں کو بسایا جا رہا تھا۔ اسرائیل کا وجودِ نامسعود ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا مرکز بن گیا تھا اور امریکہ اس کا پشتی بان تھا۔ خود امریکہ نے عراق میں خلیج کی جنگ اور صدام کے ظلم کے بہانے، خوراک اور ادویات اور دیگر اشیاء پر پابندی لگا کر ۱۵ لاکھ سے زائد معصوم عراقی بچوں کو قتل کیا۔ جزیرہ العرب میں عراق کے خلاف مدد کے بہانہ اپنی افواج اتاریں اور حرمین شریفین زاد اللہ شرفھما کے ارد گرد اپنی لاکھوں افواج بٹھا کر عرب پر عملاً قابض ہو گیا۔ پھر امریکہ ہی وہ ریاست ہے کہ جس نے دنیا اور بالخصوص اسلامی دنیا کے ممالک کو اپنی جابرانہ اور مکارانہ سیاست کے ذریعے ایسی اقتصادی اور خارجہ پالیسیوں میں جکڑا ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے ممالک عملی طور پر اس کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ امریکہ اور اس کی عالمی حکومت کے دوسرے رخ اقوامِ متحدہ کی پالیسیوں، چالوں اور بالواسطہ حکومت کرنے ہی کی بدولت ۵۲ سے زیادہ مسلمانوں کی ریاستوں میں کہیں بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا نفاذ

نہیں ہے۔ عالمِ اسلام کے خزانوں، وسائل اور بالخصوص امتِ مسلمہ کے تیل اور گیس کے ذخائر کو لوٹنے اور ہتھیانے کی امریکی پالیسیوں ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ وسائل کے لحاظ سے سب سے غنی دنیائے اسلام مجموعی طور پر دنیا کے سب سے فقیر اور پسماندہ ملت ہیں۔ الغرض دنیا میں اسلام کے خلاف ہر سازش کے پیچھے امریکی ہاتھ ہونے کا فلسفہ، ایک طے شدہ حقیقت اور قانون بن چکا تھا۔

آج ہم سر اٹھانے کے قابل ہوئے

ایسی حالت میں ۱۱ ستمبر کے حملوں پر مسلمانوں کی خوشی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ ان کے سر فخر سے بلند ہو گئے۔ آج تک انہوں نے امریکہ کی شان و شوکت ہی کے قصے سنے تھے۔ اس کے ایٹم و ہائیڈروجن بموں اور طیارہ بردار بحری بیڑوں کے قصیدے ہی سنے تھے، اس کے شہروں کی فلک بوس عمارتوں اور ناسا 'NASA' کی خلائی تحقیقات اور خلائی سفروں کے حیرت انگیز چرچے ہی سنے تھے، مگر آج پوری دنیا نے امریکہ کی شان و شوکت کو زمین بوس ہوتے دیکھا۔ آج انہوں نے صدیوں پرانا انتقام چکانے کی خوشی پائی۔ آج معرکۂ یرموک کی یاد تازہ ہو گئی تھی کہ جس میں روم کی شان و شوکت کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں خاتمہ ہوا تھا۔ آج مسلمانوں کا اپنے دین پر اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور جہادِ فی سبیل اللہ پر یقین بڑھ گیا تھا۔ اسی طرح کفر کا بودہ اور حقیر پن بھی ان پر واضح ہو گیا تھا۔ الغرض ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء، امتِ مسلمہ کی بیداری کا دن تھا۔

یہ حملہ کیوں کیا گیا یہ سب پر واضح تھا۔ گیارہ ستمبر سے اگلی شام میں نے اپنے محلے کے ایک صاحب سے پوچھا کہ امریکہ پر یہ حملہ کس نے اور کیوں کیا ہو گا؟ ان صاحب نے مسرت کے جذبات کے ساتھ کہا کہ "فلسطینیوں نے کیا ہو گا، آخر ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی حل بھی تو نہیں بچا تھا"۔ میں نے معصومیت سے پوچھا کہ "فلسطینیوں نے اگر کیا ہے تو اسرائیل کے بجائے امریکہ پر کیوں کیا؟"، اُن صاحب نے بے ساختگی سے کہا کہ: "بھائی امریکہ اور اسرائیل دونوں ایک ہی ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں، اسرائیل جو کچھ بھی ہے امریکہ ہی کے بل بوتے پر ہے"۔ الغرض گیارہ ستمبر کے فوراً بعد جب کہ ابھی امریکہ نے کسی پر باضابطہ الزام بھی نہیں لگایا تھا، امت کے ایک عام فرد پر اس حملے کی حقیقت واضح تھی۔ درحقیقت پاکستان کے ایک عام مسلمان کے ذہن میں اس حملے کے بعد جو پہلا خیال گونجا 'فلسطین کا انتقام'، یہی تو مجاہدین کا اصل مقصد تھا۔ جسے قائدِ جہاد شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیان میں واضح کرتے ہوئے اپنی مشہور قسم اٹھائی اور فرمایا کہ:

"میں اس اللہ کی قسم... کہ جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر اٹھا کر رکھا ہے... اٹھا کر کہتا ہوں کہ: امریکہ اور اس میں جو کوئی بھی رہتا ہو اس وقت تک امن کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے جب تک ہم فلسطین میں امن و سکون نہ پا جائیں اور جب تک تمام کافروں کی افواج نبی اکرم ﷺ کی سرزمینِ عرب سے نکل نہ جائیں"۔

امریکہ کا اعلانِ جنگ اور امتِ مسلمہ کا جواب

امریکہ نے ردعمل میں طالبان سے فوراً امیر المجاہدین شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھیوں سمیت امریکہ کے حوالے کرنے کا کہا اور یہ حکم نہ ماننے کی صورت میں پتھر کے دور میں پہنچا دینے کی دھمکی دی۔ امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کے غیرت و حمیتِ دینی میں ڈوبے ہوئے جواب نے سارے عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ آپ نے پورے اعتماد سے سے للکار کر کہا:

"کہ یہ (مسلمان کی نصرت) ایک ایمانی فریضہ ہے، ہم ہر قسم کے خطرات کو فرض کیے بیٹھے ہیں، امریکہ جو کر سکتا ہے کر لے، امریکہ اگر افغانستان کے تمام درختوں، پتھروں اور عمارتوں کو جلا کر راکھ کر دے تب بھی اسامہ کو امریکہ کے حوالے کرنے کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے"۔

اللہ پر توکل و یقین کی بنیاد پر حضرت امیر المؤمنین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وہ الہامی نکتہ بیان کیا کہ:

"بش ہمیں کہتا ہے کہ تمہیں شکست ہو گی، جب کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایمان والوں کو فتح ہو گی، اب دیکھتے ہیں کہ کس کی بات سچی ہے، اللہ کی یا بش کی!"۔

طالبان کے اس ایمانی جرأت مندانہ موقف نے امتِ مسلمہ کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ امت کے نوجوان، بچے، بوڑھے سڑکوں پر نکل آئے، وہ گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ نعرے لگاتے تھے "دل دل جان جان، طالبان طالبان"۔ امیر المؤمنین اپنے اس موقف کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے مقتدیٰ و محبوب بن گئے۔ "ملا عمر"، جرأت و غیرت کا استعارہ بن گیا۔ دوسری طرف امریکہ کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے اور امریکہ پر حملے کی منصوبہ بندی کرنے اور امت کو عزت دلانے کی وجہ سے اسلام کے شیر، شیخ اسامہ بن لادن بھی امت کے ہیرو و راہنما بن گئے۔ گلی گلی محلے محلے یہ صدائیں بلند ہوتی تھیں کہ:

اسلام کا ہیرو نمبر ون　　میرا شیر اسامہ بن لادن

اسلام پہ واری تن من دھن　　میرا شیخ اسامہ بن لادن

شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت اور محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مختلف کمپنیوں نے اپنی مشہوری اور بکری کے لیے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصویروں والی مصنوعات بنانا شروع کر دیں۔ اسی زمانے کا ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ ہمارے کالج کا ایک لاابالی و شوخ قسم کا طالبِ علم تھا، ایک دفعہ جب وہ کالج سے باہر نکل رہا تھا تو سڑک پر اسے ایک ''اِملی'' کا خالی پیکٹ گرا ہوا ملا کہ جس پر شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس لڑکے نے فوراً جھک کر یہ پیکٹ اٹھایا، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر کو بوسہ دیا اور پھر انتہائی ادب و احترام سے اس اِملی کے پیکٹ کو کالج کی دیوار کے اوپر رکھ دیا۔ اس واقعے سے عام مسلمانوں کی شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت اور امریکہ سے بغض و نفرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اٹھ باندھ کمر غازی، میدان بلاتا ہے

گیارہ ستمبر کے بعد جو حالات بنے انہوں نے پوری امتِ مسلمہ کو ہلا کر رکھ دیا، تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جیسے حساس اور غمِ امت میں ڈوبی شخصیت پر اثر ڈالنا تو لازمی سی بات تھی۔ آپ کے دل کی بے چینی کو مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ آپ کا بس نہیں چلتا تھا کہ کسی طرح اڑ کر طالبان کی صفوں میں شامل ہو جائیں اور اس جہاد میں ان کے ہم رکاب ہو جائیں۔ آپ راتوں کو اٹھ کر اللہ کے آگے گڑگڑاتے اور آنسوؤں کے ساتھ روتے رہتے اور اللہ سے دعائیں مانگتے کہ وہ ان کے لیے جہاد میں شرکت کا کوئی راستہ بنادے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے اس وقت طالبان کے پاکستان میں سفیر ''ملا عبدالسلام ضعیف'' سے راہنمائی لینے کی بھی کوشش کی جو کہ حسنِ اتفاق سے اس وقت اسلام آباد میں ان کے ہمسایہ بھی تھے۔ مگر طالبان کا عمومی موقف یہی تھا کہ اس بمباری کے وقت میں افغانستان کی طرف آنے سے گریز ہی کیا جائے۔ طالبان کے لیے امدادی سامان اکھٹا کرنا، دعاؤں اور قنوتِ نازلہ کا اہتمام تو دیگر مسلمانوں کی طرح وہ بھی کرتے ہی تھے۔ مگر ان دنوں آپ نے جہادِ فی سبیل اللہ کے موضوعات پر دروس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ آپ کی آنکھوں میں امید و یقین کی بڑی چمک ہوتی تھی۔ دروس کے ایک سلسلے میں آپ نے ''سورۃ الفیل کی تفسیر کی روشنی میں موجودہ حالات میں ہمارے لیے راہنمائی''، پر بیان کیا۔ آپ نے امریکہ اور اس کے حواریوں کی ہاتھی والے ابرہہ اور اس کے ساتھیوں سے تشبیہ دی، یمن میں ابرہہ کے گرجے میں گندگی ڈالنے والے عمل کو امریکہ پر حملے سے تشبیہ دی۔ پھر کعبۃ اللہ کی عظمت جس کی لاج اللہ تعالیٰ نے رکھی اور کمزور پرندوں کے ذریعے اُس طاغوتی لشکر کو ختم کیا کہ جو

اس پر حملہ آور تھا، کا بیان کیا۔ پھر یہ بھی بتایا کہ امتِ مسلمہ اور خونِ مسلم کی عظمت، حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک کعبہ سے قطعاً کم نہیں۔ ابرہہ کے لشکر کی راستے میں جن عربوں نے رہبری کی ان کے برے انجام اور عرب معاشرے میں ان کی ذلت کو بیان کیا۔ نبی پاک ﷺ کے دادا عبد المطلب کی بے بسی کو بیان کیا کہ وہ ابرہہ سے مقابلے سے تو عاجز تھے مگر جو وہ کر سکتے تھے وہ انہوں نے ضرور کیا یعنی کہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ کر گڑگڑا کر اللہ سے مدد مانگنا۔ ان دروس میں فاروق بھائی پر جذبات کا بہت غلبہ ہوتا تھا۔ اللہ کی مدد اور اسلام ہی کے غلبہ اور فتح و نصرت پر پختہ یقین رکھنے کا بیان ہوتا تھا۔ ''عبد المطلب تو بے بس تھے مگر کیا ہم بھی بے بس ہیں''، آپ یہ نکتہ بیان کرتے۔ ''اور پھر بعض روایات میں بعض عربوں نے تو ابرہہ کے ساتھ مقابلے کی بھی کوشش کی تھی، اور بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ کنکریاں مارنے کی ابتداء بھی بعض غیور عربوں ہی نے کی تھی''، یہ نکتے بیان کرکے تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جوش میں آجاتے اور سامعین میں سے کوئی ایسا نہ ہوتا کہ جو افغانستان جا کر امریکیوں کے خلاف جہاد کرنے کے جذبے سے مچلنا نہ شروع کر دے۔ مگر اس سب کے باوجود عملی راستہ اس وقت نہ ہونے کے برابر تھا۔ افغانستان میں بی ۵۲ بمبار طیاروں، کروز میزائلوں، کلسٹر بموں کی بارش برس رہی تھی، طالبان کی طرف سے بھی یہی ہدایات تھیں کہ اس وقت اپنی افرادی قوت و وسائل کو بچا کر سامنے آنے کے بجائے افغانستان کے طول و عرض میں ایک منظم گوریلا تحریک کو برپا کیا جائے۔

افغانیوں سے رشتہ کیا؟ لا الہ الا اللہ

سارے عالم کی طرح مسلمانانِ پاکستان بھی سڑکوں پر نکل آئے۔ اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کرنے اور مسلمانانِ افغانستان سے اظہارِ یک جہتی کا یہی ایک طریقہ سمجھ میں آرہا تھا۔ دل میں یہ تمنا بھی رہتی تھی کہ شاید اسی بہانے امریکیوں سے لڑائی کا موقع مل جائے۔ ورنہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آگ بجھانے کی کوشش کرنے والی چڑیا ہی جتنا حصہ ڈال لیں گے۔ سارا سارا دن 'الجہاد الجہاد' کے نعروں سے پاکستان کی گلیاں و محلے گونجتے تھے۔

اسلام آباد میں تو ان مظاہروں کی شان ہی نرالی تھی۔ اسلام آباد کی عظیم 'لال مسجد'، اس حوالے سے مرکزی مقام تھا۔ ہر دوسرے روز یہاں سے امریکہ اور اس کا ساتھ دینے والوں کے خلاف مظاہرے نکلتے تھے۔ ان جلوسوں میں جہاد کی محبت اور امریکہ اور اس کے حواریوں سے نفرت کا اظہار ہوتا تھا۔ جمعہ کا دن بالعموم بڑی شان کا ہوتا تھا۔ لال مسجد میں جمعہ کا پر شکوہ اجتماع، مولانا عبد العزیز حفظہ اللہ کا ایمانی وعظ اور نمازِ جمعہ کے بعد کی ان کی دعا میں جہاد و مجاہدین کے لیے گڑگڑا کر دعائیں مانگنے کا منظر بہت ایمانی ہوتا تھا۔ اُس کے بعد لال مسجد سے جلوس شروع ہوتا جو کہ بالعموم آبپارہ چوک

میں جا کر اختتام پذیر ہوتا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ شروع سے ہی میلے ٹھیلے اور گہما گہمی کے سیاسی ماحول سے بچنے والے تھے، اس لیے ان مظاہروں میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے تھے بلکہ اپنی تعلیمی اور دعوتی سرگرمیوں پر ہی توجہ دیتے تھے۔

امریکہ نے جب افغانستان پر حملہ کر دیا اور بمباری شدت اختیار کرتی گئی تو ایک جمعہ کے دن لال مسجد سے امریکی ایمبیسی کی طرف جا کر جلسہ کرنے کا اعلان ہوا۔ اس سے پہلے بھی قائدین اس طرح کی دھمکیاں دے چکے تھے کہ ہم ایمبیسی کی طرف بھی جاسکتے ہیں۔ یہ اعلان سنتے ہی سب کے دلوں میں جذبہ جہاد اور خدا کے دشمن امریکیوں سے انتقام لینے کا جذبہ امڈ پڑا۔ اس دن اکثر شہادت ہی کی نیت سے اس جلسہ میں شرکت کے لیے گئے۔

جلوس جب آبپارہ چوک پہنچا تو جذبات بہت شدت اختیار کر گئے۔ دل جذبات میں ڈوب کر دھڑک رہے تھے، آنکھوں میں آنسو تھے اور گلے نعرے لگا لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ امریکی سفارتخانے کی طرف جانے والی سڑک پر پولیس اور فوج کی بھاری نفری راستہ مکمل بند کر کے تیار کھڑی تھی۔ وہ تیاری پوزیشن میں اپنے آتشیں اسلحہ کا رخ جلسہ کی طرف کیے ہوئے تھے۔ شرکائے جلسہ ہزاروں کی تعداد میں تھے اور جذبات میں پھٹے جاتے تھے۔ مسلمانانِ افغان کے قاتل امریکیوں کے خلاف جذبات کی ایسی شدت تھی کہ امریکی تو امریکی ٹھہرے ان کے دفاع کرنے والے سپاہیوں کو بھی آگ میں جلا ڈالنے کا دل کرتا تھا۔

اسی جذبات اور شور شرابے کے دوران اچانک میرے کندھے پر کسی کے ہاتھ پڑے۔ چونک کر پیچھے مڑا تو دیکھا کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ جذبات سے آپ کا چہرہ دمک رہا تھا۔ آپ کے ہاتھوں میں جامعہ کی کتابیں تھیں، گویا درس سے سیدھا یہیں آ رہے تھے۔ میں انہیں دیکھ کر حیران ہوا، کیونکہ وہ تو شور شرابے اور سیاسی ہیڑ دیڑ کو ناپسند کرنے والوں میں تھے۔ خیر ان کی موجودگی سے خوشی بھی ہوئی اور حوصلہ بھی بڑھا۔ میں نے کہا "حضرت! آج تو ماحول گرم لگتا ہے۔ لگتا ہے آج کچھ ہو کر رہے گا"۔ "کہنے لگے اسی لیے تو آیا ہوں تاکہ اپنا بھی حصہ پڑ جائے"۔ میں نے کہا "اگر آج فوج نے اور پولیس نے فائر کر دیا تو کیا ہو گا؟"۔ کہنے لگے "لڑیں گے اور شہید ہوں گے اور کیا"۔ وہ تو شہادت کے جذبات سے لبریز ہو کر، انجام سے بے پرواہ ہو کر شرکت کے لیے آئے تھے۔

جہاں شرکائے جلوس کا امریکی سفارت خانے پر دھاوا بولنے کے لیے جوش و خروش تھا وہیں یہ خدشہ بھی ذہنوں میں منڈلا رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انتظامیہ اور حکومتی ایجنسیاں اپنی چالوں کے ذریعے جلسہ کے رخ کو کسی اور سمت میں موڑ دیں۔ کچھ دیر بعد وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ اچانک قائدینِ جلسہ نے روانگی کا اعلان کیا۔ شرکاء کے فلک شگاف نعروں کی

گونج میں جلوس روانہ ہوا، لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ بجائے مشرق میں امریکی ایمبیسی کی طرف جانے کے، قائدین کا سٹیج مغرب میں 'زیرو پوائنٹ' کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ شرکاء کو تو قائدین ہی کے پیچھے چلنا تھا۔ بیس کلومیٹر لمبی شاہراہ پر قائدین کی سٹیج والی گاڑی کے پیچھے چلتے اور بھاگتے گئے۔ جب زیرو پوائنٹ پر پہنچے تو نعرے لگا لگا کر اور پیدل چل چل کر، سب تھک کر چور ہو چکے تھے اور جذبات بھی کافی حد تک ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔ قریب ہی ویگنیں کھڑی تھی، سب ویگنوں میں بیٹھے اور اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔

جلسے جلوسوں سے بیزاری

جلوسوں کے اس طرح کے خاتمے اور ایجنسیوں اور حکومت کی چالاکیوں سے واقفیت نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جلسے جلوسوں سے مایوس کر دیا۔ آپ کا کہنا تھا کہ اس طرح اپنی صلاحیت اور وقت کو محض نعرے لگا کر اور دینی قائدین کے سٹیج والے ٹرکوں کے پیچھے بھاگتے چلے جانے سے کیا فائدہ ہو گا؟ دوسری طرف دینی جماعتوں کے قائدین بھی کوئی ٹھوس مؤقف پیش کرنے سے قاصر تھے۔ شرکاء کے جذبات بڑھانے کے لیے پرجوش نعرے تو لگواتے اور دعوے بھی کرتے مگر عملی قدم اٹھانے سے گریز ہی کرتے بلکہ اگلے جمعہ یا جلسے تک انتظار کرنے اور صبر کرنے کی ہدایت دے کر جلسہ ختم کر ڈالتے۔ لیکن فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات تو کوئی وقتی جذبات نہیں تھے۔ وہ تو کسی سیاسی لیڈر کے نعروں کی گونج سے متاثر ہو کر جہاد کے لیے آمادہ نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ جہادِ فی سبیل اللہ کی تڑپ اور جذبہ انہوں نے قرآنِ مجید سے سیکھا تھا اور اسی قرآنِ عظیم الشان کے سایہ تلے جہاد میں شرکت کے متمنی تھے۔ جہادِ افغانستان کا عملی راستہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے جہاد کی تیاری کے لیے نکلنے کا فیصلہ کیا۔ علمائے کرام کے مطابق اگر جہادِ فی سبیل اللہ میں شرکت سے کوئی عذر مانع بھی ہو تو پھر بھی اعدادِ جہاد یعنی کہ جہاد کی تیاری اور تربیت (ٹریننگ) وغیرہ کرنا لازمی ہے۔

کشمیر جل رہا ہے، کشمیر کو بچاؤ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت کے لیے کشمیری جہادی تنظیموں کے معسکرات میں جانے کا فیصلہ کیا۔ دیگر اسفار کی طرح اس سفر میں بھی، آپ کے حبیبِ جانثار اور رفیقِ خاص شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ تھے۔

جہادِ کشمیر سے جذباتی وابستگی تو ہماری نسل کے ہر بچے کو گھٹی میں ملی تھی۔ مظلومانِ کشمیر کو آزاد کروانے، کشمیر کی بیٹیوں کی عزت کو بچانے کے لیے وادیِ جنت نظیر میں جانے کا شوق بچپن سے ہی دلوں میں مچلتا تھا۔ سلیم ناز بریلوی مرحوم کا یہ شعر دل کی آرزو کو بیان کرتا تھا کہ:

اے کاشمیر! تری جنت میں آئیں گے اِک دن　　ستم شعاروں سے تجھ کو چھڑائیں گے اِک دن

مظلوموں کی نصرت کے لیے ظالم کے خلاف جہاد کرنا، جہادِ فی سبیل اللہ کا عظیم شعبہ ہے۔ ہندوؤں کے اہلِ کشمیر پر ظلم و ستم ڈھانے کی کہانی بڑی پرانی ہے۔ کشمیریوں کو محض اپنے اسلام سے تعلق کی پاداش میں پوری ڈیڑھ صدی سے ریاستی ظلم و ستم کا سامنا تھا۔ کشمیری مسلمان کی شخصی آزادی ختم کر کے اس کو ہندوؤں کی غلامی پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ بالآخر جب کشمیریوں نے عَلَمِ جہاد بلند کیا تو ان کی صدا پر مسلمانانِ پاکستان نے لبیک کہا۔ ہزاروں کی تعداد میں پاکستان بھر سے نوجوانوں نے اپنا خون اس جہاد میں پیش کیا۔ مشکلات کے لحاظ سے جہادِ کشمیر، دنیا کے بقیہ جہادی محاذوں سے کافی زیادہ مشکل اور دشوار محاذ تھا۔ فلک بوس پہاڑ جن پر سال کا ایک بڑا عرصہ برف کی سفیدی چھائی رہتی تھی، گہری کھائیاں کہ جن کو دیکھ کر ہی کلیجہ منہ کو آجائے، گھنے جنگلات اور جدید اسلحہ سے لیس انڈین آرمی کا مقابلہ کرنا بظاہر ناممکن عمل لگتا تھا۔ مگر اہلِ اسلام نے اپنی ایمانی قوت اور اخوتِ اسلامی کے جذبے سے اس کو ممکن بنا دیا۔ مال، جان، زبان سمیت ہر قسم کے وسائل کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جہادِ روس کے خاتمہ کے بعد تربیت یافتہ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو رضائے رب کے حصول کا نیا دروازہ مل گیا۔ جوں جوں محاذ گرم ہوتا گیا، توں توں مجاہدین کی کامیابیاں اور فتوحات بڑھتی گئیں۔ مجاہدین کے جذبات سرینگر سے آگے بڑھتے ہوئے، اب دِلّی کے لال قلعے اور بابری مسجد کو حاصل کرنے کے لیے مچلتے رہے۔

جہادِ کشمیر کے معسکرات میں

فاروق بھائی نے ۲۰۰۲ء میں مانسہرہ کے جنگلات میں قائم کشمیری جہادی معسکرات سے بنیادی عسکری تربیت حاصل کی۔ جسمانی طور پر مضبوط ہونے اور قوی الارادہ ہونے کی وجہ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو تخصص کے تین ماہ کے تفصیلی دورے کے لیے منتخب کیا گیا۔ آپ نے تخصص کے سخت مراحل بحسن و خوبی ادا کیے۔ کشمیری معسکرات کی تربیت کا انداز اپنی سختی اور کٹھن مراحل کے حوالے سے مشہور ہے۔ یقیناً کشمیر کے مشکل محاذ کے لیے ایسی سخت تربیت کی ضرورت بھی ہوتی ہوگی۔ پچیس پچیس کلو کے پٹھو اٹھا کر روزانہ اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے، اسلحہ کے ساتھ، پہاڑوں پر چلنا جب کہ خوراک میں محض خشک چنے اور پانی پر گزارا کرنا ہو، جہاں کم ہمت شخص کی ہمت کو توڑ دیتا ہے، وہیں مضبوط انسان کے عزم و ارادہ کو مزید پختہ کر دیتا ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مکمل شہری زندگی سے نکل کر آئے تھے، حیرت انگیز طور پر ان تربیتوں میں سب سے ممتاز رہے۔ گو کہ اللہ نے آپ کو قوی الجثہ بنایا تھا مگر اس اعلیٰ کارکردگی میں آپ کی اولوالعزمی اور ہمت کی

بلندی کا بڑا کردار تھا۔ پھر آپ کے اخلاق و کردار، عبادات میں شغف نے بھی ان کے اساتذہ اور ساتھیوں کو بہت متاثر کیا۔ تربیت سے فراغت کے بعد، آپ اپنا سب کچھ جہاد کے لیے نچھاور کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ آپ اس وقت جامعہ کے تیسرے سال میں تھے، مگر تعلیم ترک کر کے بس کشمیر جانے کی دھن سوار ہوگئی۔ آپ نے ذمہ داروں سے ضد شروع کی کہ مجھے کشمیر بھیجا جائے اور اگر کشمیر نہیں بھیجتے تو پھر بس ادھر معسکر میں ہی جہاد اور تربیت کے لیے مجھے وقف کر دیں۔ مگر ذمہ داروں کی خواہش یہ تھی کہ ان دونوں گوہرانِ نایاب (شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ ان سب مراحل میں ان کے ساتھ تھے، محض تخصص میں وہ کمر کی چوٹ لگنے کی وجہ سے مکمل شریک نہ ہو پائے) کو نیچے شہروں میں ہی روک کر رکھا جائے اور ان سے دعوت اور چندہ اکٹھا کرنے کا کام لیا جائے۔ اسی زمانے میں پرویز دور کی سختیوں کی وجہ سے کشمیر میں داخلہ بھی کافی مشکل بن گیا تھا۔

دوسری طرف کشمیری جہادی تنظیموں کے ذمہ دار سادہ لوح مجاہدین پر یہ تائثر ڈالنے کی کوشش کرتے تھے کہ ہم جہادی سرگرمیاں پاکستانی خفیہ ایجنسیوں سے چھپ کر، مکمل آزاد پالیسی کے تحت کرتے ہیں اور ایجنسیوں کے افراد کے معسکر آنے پر اپنے اسلحہ کے چھپانے کا ڈرامہ بھی کرتے تھے۔ مگر ایک تو اب خود آئی ایس آئی والوں نے آہستہ آہستہ اس تکلف کو ختم کرنا چاہا اور فوجیوں کی مداخلت اور آمد ورفت معسکرات میں بڑھ گئی اور انتظامیہ کو سمجھ آگیا کہ ان دونوں افراد کی ذہانت، سمجھداری اور دینی معاملات میں حساسیت کی وجہ سے مستقل محاذ پر رہنے یا مستقل معسکر کے نظام میں رہنے کی وجہ سے یہ "راز" ان پر راز نہ رہے گا۔ الغرض جہادِ کشمیر کے ذمہ داران بضد رہے کہ آپ محاذ پر نہیں جائیں گے بلکہ شہروں میں ہی ہمارے لیے بھرتی اور چندہ اکٹھا کرنے کا کام کریں گے۔ اس طرح فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بادل نخواستہ واپس آئے اور پھر کچھ عرصہ تک وہ جہادِ کشمیر کی دعوت سے منسلک رہے۔

اس دوران انہیں جہادِ کشمیر میں پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے کردار کو قریب سے دیکھنے اور جاننے کا موقع ہاتھ آیا۔ اسی طرح ان کے بعض قدردانوں نے، جو کہ خود بھی جہادِ کشمیر کے ذمہ داروں میں سے تھے، انہیں کشمیر میں داخلہ سے روکنے کی خاطر اس جہاد میں ایجنسیوں کے مکروہ کردار کی تفصیلات سے آگاہ کرنا شروع کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا خاصہ ہی حق کے ساتھ چلنا اور حق کے ساتھ مڑنا تھا۔ جہاں کچھ غلط دیکھیں وہاں کسی ذاتی مصلحت کی وجہ سے ٹکے رہنا انہیں آتا ہی نہیں تھا۔ آئی ایس آئی کے برے کردار کی حقیقت جاننے کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دوست اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیری جہادی تنظیموں سے علیحدگی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کا کردار

افواجِ پاکستان اور آئی ایس آئی کا کشمیر کے حوالے سے کردار بڑا گھناؤنا ہے۔ سیاسی فوروں پر کشمیر کی آزادی کی حمایت کے نعرے لگانے والے یہ پاکستانی حکمران، مسئلہ کشمیر کو محض اپنے سیاسی واقتصادی فائدہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جب سیاسی اعتبار سے انڈیا پر پریشر ڈالنے کا فائدہ ہو تو کشمیر میں جنگ کی آگ بھڑکانا اور پھر جب عالمی پریشر آنا شروع ہو تو ساری قربانیوں کو ضائع کر کے صلح کی باتیں شروع کر دینا، فوج کی شروع سے پالیسی رہی ہے۔ اس سارے عمل کے دوران ہزاروں مخلصین کا خون بہہ جائے یا پاکیزہ خواتین کی عزتیں لوٹی جائیں، اس بات کی پاکستانی فوج کو کوئی پرواہ نہیں۔ انہیں تو محض 'پاکستان کا مفاد' عزیز ہے، جس کے لیے کشمیری مرے یا افغانی یا خود پاکستانی، انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ پھر 'پاکستان کا مفاد' کی تعبیر بھی ان کے ہاں فوج کے اور آئی ایس آئی ہی کے مفاد سے کی جاتی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب قبائل کے غیور مسلمانوں نے جہادِ کشمیر شروع کیا اور کشمیر کا ایک بڑا حصہ آزاد کروالیا تو ان کی پیش قدمی کو روکنے کا حکم پاکستان آرمی کے اس وقت کے کمانڈر ان چیف جنرل گریسی نے دیا۔ اس طرح کشمیریوں کے ہندوؤں کی غلامی میں جانے کا بڑا سبب خود یہی پاکستانی آرمی بنی۔ یہاں یہ لطیف نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ پاکستانی فوج کے پہلے دو سربراہ کافر انگریز تھے۔

۱۹۶۵ء میں کشمیر میں جنگ چھیڑ کر بعض علاقے فتح کرنے کو پاکستانی فوج بڑا کارنامہ سمجھتی ہے۔ ہمارے ایک دوست مجاہد قاری بلال یوسف (ہاشم خان)... جو بعد میں افغانستان میں محوِ جہاد رہے... نے مجھے بتایا کہ وہ جب کشمیر میں سورن کوٹ پونچھ سیکٹر میں جہاد میں مصروف تھے تو ان کو ایک بزرگ کشمیری بابا ملا۔ جیسے ہی اس کو پتا چلا کہ بلال بھائی پاکستانی ہیں تو اس نے پاکستانی فوج کو ننگی گالیاں دینا شروع کر دیں۔ قاری بلال نے اس کے غصہ کو ٹھنڈا کر کے اس کی پاکستانی فوج سے اِس 'خصوصی محبت' کا سبب جاننا چاہا تو اس کشمیری بزرگ نے جو عرض کیا وہ اسی کی زبانی سنتے ہیں:

کشمیری بزرگ کی پاکستانی فوج سے نفرت کیوں تھی؟

بابا جی یوں گویا ہوئے:

”یہ سن ۱۹۶۵ء کی بات ہے کہ جب پاکستانی آرمی کے نوجوان ہمارے علاقے میں داخل ہوئے۔ ہمارے علاقے میں انڈین آرمی پہلے بھی موجود نہ تھی۔ یہ ہماری زندگی کے سب سے یادگار خوشیوں کے ایام تھے۔ ہم نے اپنے گھروں کی سب سے قیمتی چیزیں لا لا کر ان 'مجاہدینِ اسلام' کی خدمت میں پیش کیں۔ جس جگہ ان فوجیوں کا پڑاؤ تھا ہمارے گاؤں کا

ہر فرد، پورے اخلاص کے ساتھ روزانہ ان کے پاس جا کر ان کی خدمت کرتا، ان کے کپڑے دھوتا اور ان کے لیے بہترین کھانے کا بندوبست کرتا۔ اس کے بدلے ہم ان سے یہ وعدہ لیتے تھے کہ تم ہمیں کبھی چھوڑ کر نہ جانا ورنہ ہندو ہم سے اس عمل کا ایسا بدلہ لیں گے کہ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ پھر ہم ان سے یہ بھی کہتے تھے اگر تمہیں واپس جانا بھی پڑا تو کم از کم ہمیں ضرور ساتھ لے جانا وگرنہ ہماری عورتوں کی عزتوں کا کیا بنے گا۔ خیر دن گزرتے گئے اور ہم ایسی ہی ان کی خدمتوں میں مگن رہے اور اپنے علاقے پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرا لہرا کر سرور سے جھومتے جاتے تھے۔ پھر اچانک ایک صبح جب ہم پاکستانی فوج کے پڑاؤ کی جگہ پہنچے تو وہاں پر خالی شاپر اور دیگر سامان کی باقیات تو ملیں مگر 'مجاہدینِ اسلام' کا کوئی پتا نہیں تھا۔ راتوں رات بھاگتے ہوئے جب انہیں کسی مسلمان نے غیرت دلائی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اوپر سے آرڈر ہے کہ واپس آجاؤ۔ آواز لگانے والوں نے پیچھے سے یہ نعرہ بھی لگایا کہ بھائیو! ابھی تو انڈین آرمی کا دور دور تک کوئی نام ونشان تک نہیں ہے مگر ان میں تو پیچھے مڑ کر دیکھنے کا بھی حوصلہ نہیں تھا۔ ان کے جاتے ہی انڈین آرمی ہمارے گاؤں میں گھسی۔ مردوں کی ایک بڑی تعداد کو شہید کر ڈالا، عورتوں کی عزت کے موضوع پر بات کرنا میرے لیے بڑا مشکل ہے اور ہمارے گاؤں کو پاکستان سے محبت و مدد کی ایسی سزا دی کہ جس کی پہلے کوئی مثال نہیں تھی۔ لہٰذا اب جب بھی اس بزدل، کمینے، بے وفا، مفاد پرست اور... ٹولے کا ذکر آتا ہے تو دل میں آگ لگ جاتی ہے اور بے اختیار ان کے خلاف دل و زبان سے بیک وقت گالیاں نکلتی ہیں، جن کے دھوکہ کے سبب ہماری عزتیں برباد ہوئیں"۔

کشمیری باباجی کی یہ کہانی پاکستانی فوج کے پون صدی پر مشتمل موقفِ کشمیر کا خلاصہ ہے۔ یہ فوج کشمیریوں کی جانوں اور عزتوں سے کھیلتی ہے اور انہیں اپنے مفاد کے لیے استعمال کر کے بیچ منجدھار میں چھوڑ کر نکل جاتی ہے۔ یہی طرزِ عمل بعد میں جہادی تنظیموں کے ساتھ بھی ہوتا رہا۔ مجاہدین کو اندر بھیج کر اسلحہ اور وسائل کی فراہمی اچانک روک لینا، مختلف چالوں سے مخلص اور سنجیدہ اور مضبوط جہادی قیادتوں کو راستے سے ہٹا دینا، مجاہدین کے راز دشمن کے حوالے کر دینا، مجاہدین کو باہم لڑوانے کے لیے سازشیں کرنا اور اس طرح کی دیگر خسیس حرکات ان خفیہ ایجنسیوں اور پاکستانی فوج کا شروع سے وطیرہ رہا ہے۔

اصل مسئلہ جہادِ کشمیر کے عظیم کام کے لیے خائنِ دین فوج اور ایجنسیوں سے مدد لینے کا نہیں تھا۔ بلکہ مسئلہ ان خائنینِ دین وملت، پاکستانی فوج اور ایجنسیوں کی ماتحتی اور سرپرستی میں جہاد کرنے کا تھا۔ یہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبِ بصیرت شخصیت کے لیے ناممکن تھا کہ وہ ان خائنین کی سرپرستی قبول کریں۔ لہٰذا انہوں نے ایسے جہاد کی تلاش شروع کی

کہ جو کہ طاغوتی ایجنسیوں کی مداخلت سے آزاد ہو۔ پھر اب تو گیارہ ستمبر کے بعد آئی ایس آئی کی حقیقت مزید واضح ہو چکی تھی۔ یہ وہی ناپاک ادارہ تھا کہ جو افغانستان سے لٹے پٹے آئے عرب مجاہدین اور طالبان کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرتا اور بدلے میں ڈالروں کی بوریاں کما کر زمینوں اور پلاٹوں کی تجارت کرتا۔ ایسے ادارے کی سرپرستی میں جہاد کرنا، یہ بات فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے روشن ضمیر کو بالکل نہیں بھاتی تھی۔

شیخ عبد الرحمن بنگالی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

جس زمانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جہادِ کشمیر سے منسلک تھے ان کی ملاقات بنگلہ مجاہدین کی تنظیم 'جماعت المجاہدین بنگلہ دیش' کے امیر شیخ عبد الرحمن بنگلہ دیشی سے ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک بنگالی عالمِ دین تھے اور ایک عرصے سے بنگلہ دیش میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سعی میں لگے ہوئے تھے۔ شیخ عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اپنے سینکڑوں بنگلہ دیشی مجاہدین کے ساتھ افغانستان میں طالبان کی صفوں میں شامل ہو کر بر سرِ پیکار رہے تھے۔ آپ اور آپ کے دستِ راست شہید صدیق الاسلام 'بنگلہ بھائی' رحمۃ اللہ علیہ نے مل کر سن ۱۹۹۸ء میں 'جماعت المجاہدین بنگلہ دیش' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ امریکہ نے جب افغانستان پر حملہ کیا تو اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ستّر کے قریب بنگالی مجاہدین نے طالبان کے شانہ بشانہ طاغوتِ اکبر امریکہ کے ساتھ مقابلے میں شہادت کے جام نوش فرمائے۔ ہزاروں افراد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی اور بنگلہ دیش میں شریعت کی بالادستی، معاشرے سے منکرات کے ازالے اور بھارتی حکومت کی پس پردہ غلامی سے آزادی کی خاطر جہاد شروع کیا۔ سن ۲۰۰۷ء میں آپ بنگلہ دیشی سیکوریٹی فورسز کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور پھر آپ کو دین دشمن و بھارتی غلام، بنگلہ دیشی حکومت نے پھانسی دے کر شہید کر دیا، رحمہ اللہ تعالیٰ وأسکنہ فی جنّٰتِ النعیم۔

الغرض غالباً ۲۰۰۲ء ہی میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جہادِ کشمیر سے منسلک، آئی ایس آئی کی زیرِ سرپرستی کام کرنے والی ایک جہادی تنظیم سے جڑے ہوئے تھے۔ شیخ عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو نصیحت کی کہ جہاد کے لیے اگر زندگی وقف کرنی ہے تو ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہاتھ دو جن کا اصل مقصد شریعت کا قیام ہو اور طاغوتی ایجنسیوں کی زیرِ سرپرستی نہ چلتے ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا کہ اگر ممکن ہو تو افغانستان چلے جاؤ اور امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں شامل ہو کر اپنی زندگی جہاد کے لیے وقف کر دو۔ پھر یہ بھی بتایا کہ اگر طالبان کی صف میں شامل ہونا، افغانستان کی جنگی صورتِ حال کی وجہ سے ممکن نہ ہو پائے تو عالمی جہاد کے علمبردار امت کے قائد شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں سے جڑنے کی کوشش کرو۔ شیخ عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی

نصیحت کی وجہ سے بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن امارتِ اسلامیہ اور شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں سے براہِ راست جڑنے یا کم از کم ان کے بارے میں مزید تحقیق کرنے کے بارے میں بنا، مگر اُس وقت اِس کام کیے لیے کوئی ترتیب اُن سے نہ بن پائی۔

عرب مجاہدین کی نصرت

اسی زمانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو عرب مجاہدین کی مدد و نصرت کا موقع بھی ملا۔ ساری دنیا سے بالعموم اور بلادِ عرب سے بالخصوص ہزاروں مسلمان پہلے روس کے خلاف جہاد میں افغان مسلمانوں کی نصرت کرنے کے لیے اور بعد میں طالبان کے زمانے میں اسلامی نظام کے دفاع اور اللہ کے کلمہ کو پورے عالم میں بلند کرنے کے لیے افغانستان میں جمع ہوئے۔ امریکہ نے جب افغانستان پر حملہ کیا تو یہ وہی مجاہدین تھے کہ جنہوں نے تورہ بورہ و شاہی کوٹ میں اپنے سر ہتھیلی پر رکھ کر کفار سے مقابلہ کیا اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ پھر جب امریکی ڈیزی کٹر اور کروز میزائیلوں کے حملے بڑھنا شروع ہوگئے اور فخرِ امت امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین کو پسپائی اختیار کرکے گوریلا جنگ شروع کرنے کا حکم دیا تو پھر ان مہاجرین نے افغانستان سے منسلک قبائلی علاقوں اور پاکستان کے شہروں کی طرف منتقلی شروع کی۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر پاکستان کی پرویزی حکومت اور افواج نے جو شرمناک کردار ادا کیا اس نے میر صادق و میر جعفر جیسے ننگِ دین و ننگِ وطن لوگوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ پرویز مشرف نے اور اس کی فوج نے ایک طرف پاکستان کی زمین امریکیوں کی آمد و سہولیات کے لیے وقف کر دی، تو دوسری طرف اپنی فضائی حدود و فضائی اڈے افغانستان پر آتش و آہنگ برسانے والے امریکی طیاروں کی آمد و رفت کے لیے پیش کر دیے۔ پھر شرمناک ترین کردار یہ تھا کہ افغانستان سے آنے والے لٹے پٹے عرب اور دیگر مہاجرین کو پکڑ پکڑ کر ڈالروں کے عوض اپنے امریکی آقاؤں کو بیچنے کا گھناؤنا کاروبار شروع کیا۔ پرویز مشرف اور پاکستانی افواج نے ایسی 'فراخدلی' اور چابکدستی سے کفر کے سرغنہ امریکہ کی مدد کی جس کی خود امریکیوں کے الفاظ میں انہیں بھی توقع نہ تھی۔

جہاں فوج کا یہ گھناؤنا کردار سامنے آیا تو دوسری طرف وزیرستان سے لے کر لاہور و کراچی تک ایسے اہلِ ایمان کی بھی کثرت رہی کہ جنہوں نے موت کے منہ میں کھیل کر اپنے ایمانی بھائیوں کی نصرت کی۔ انہیں اپنے گھروں میں ٹھکانے دیے، اپنے جان و مال اور اہل و عیال سے بڑھ کر ان کی حفاظت کی اور اپنے اس ایمانی فریضے کی ادائیگی میں اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔

سن ۲۰۰۲ء میں تورہ بورہ سے نکلنے والے بعض عرب مجاہدین جن میں اکثریت زخمی تھے براستہ کوہاٹ علاج و آرام کی غرض سے پشاور کی طرف جارہے تھے۔ راستے میں پاکستانی سکیورٹی اداروں نے ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ جس پر مقابلہ ہوا اور کچھ عرب مجاہدین شہید ہوئے، کچھ گرفتار ہوئے اور کچھ زخمی حالت میں نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ انہیں میں سے چند مجاہدین کی نصرت و مدد اور علاج معالجے کی سہولیات فراہم کرنے کی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سعادت حاصل ہوئی۔ چونکہ اس وقت جامعہ کی تعلیم کی وجہ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ عربی زبان پر اچھی دسترس حاصل کرچکے تھے اس لیے عرب مجاہدین کے ساتھ تعامل کے لیے ان کے انصاروں نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بحیثیتِ ترجمان بھی استعمال کیا۔ فاروق بھائی ان عرب غازیوں کے اخلاق ان کی تلاوتِ قرآنِ پاک اور دین سے گہرے تمسک سے بہت متاثر ہوئے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت ان عرب حضرات سے درخواست کی کی انہیں بھی جہادی کاموں میں شریک کرلیا جائے اور اپنے آپ کو جہاد میں وقف کرنے کے لیے پیش کیا، مگر ان حضرات نے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ فی الحال ہم اپنے آپ کو محفوظ ٹھکانوں تک پہنچانے میں مصروف ہیں اور مزید جہادی کاموں کو منظم کرنے کی حالت میں نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور عرب گھرانوں، بیواؤں اور یتیموں کی نصرت کرنے کا بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو موقع ملا۔

پھر سے دعوتی کام کی طرف توجہ

جب جہادی محاذوں پر جانے کی کوئی ترتیب نہ بن پائی تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مایوس ہو کر بیٹھ نہیں گئے۔ آپ نے پھر سے اپنے دعوتی و اصلاحی حلقے کو مضبوط کرنا شروع کیا۔ اب ان کے دروس میں جہاد اور اس سے متعلقہ موضوعات کی کثرت ہونا شروع ہوگئی۔ جہاد کا جذبہ نوجوانوں میں پھیلانا، ان کا اوڑھنا بچھونا بن گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ورزشوں کا اہتمام، مارگلہ کے پہاڑوں پر مسیروں (پیدل چلنے) کے مقابلے کرنا بھی ان کے نصاب میں شامل ہوگیا۔ ایمانی اور جسمانی مضبوطی کے جتنے طریقے شہروں میں رہتے ہوئے ہوسکتے تھے وہ اس کی کوشش میں لگے رہے۔ ساتھ ساتھ جہادِ افغانستان سے جڑنے کے طریقوں کی بھی تلاش میں رہتے تھے۔

حافظ ملک طیب نواز رحمۃ اللہ علیہ: معاصر جہاد کا ایک گمنام قائد

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جہاد سے باقاعدہ جوڑنے میں مجلہ 'نوائے افغان جہاد' کے بانی مدیر، داعیِ جہاد شہید حافظ طیب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بنیادی کردار رہا۔ خود فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک دفعہ جہاد میں شمولیت کے کئی سال بعد کہا تھا کہ میرے جہاد میں آنے کا سبب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی شخصیت بنی تھی، اس لیے حافظ صاحب کا کچھ تعارف یہاں پر

ہو جائے تو ان شاء اللہ فوائد سے خالی نہیں ہو گا۔ ہمارے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات کو قلم بند کرنا ہم پر ایک بڑا قرض ہے۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ امت کے اس عظیم گوہرِ بے بہا کی داستان حیات امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کر سکیں آمین۔

۲۰۰۳ء میں میرا داخلہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے اور اصرار پر جامعہ اسلامیہ کی کلیۃ الشریعۃ میں ہو گیا۔ ہمارے کچھ دروس دن میں ہوتے تھے اور کچھ دروس ظہر کے بعد سے لے کر شام تک چلتے تھے۔ بعض روز ایسے بھی ہوتے کہ صبح چند گھنٹے کے درس کے بعد شام کو ایک گھنٹہ درس ہوتا۔ اس دوران کے فارغ اوقات گزارنا ایک بہت بڑا مسئلہ ہوتا۔ وقت گزاری کے لیے جامعہ کی وسیع وعریض لائبریری کے چکر لگانا بھی اچھا مشغلہ تھا، مگر اُس عمر میں کم از کم، سات آٹھ گھنٹے لائبریری میں گزارنا بہت ہی ناقابلِ عمل آپشن تھا۔ پھر اسی دوران دن کا کھانا اور دوسری ضروریات کے لیے بھی کسی ٹھکانے کی ضرورت پڑتی تھی۔

اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ میرا ایک ہم جماعت ساتھی تھا، جس کا تعلق گجرات سے تھا اور وہ یونیورسٹی کے ہاسٹل میں رہتا تھا۔ اس نے جب میری اس تکلیف کو محسوس کیا تو وقت گزاری کے لیے ہاسٹل کے اپنے کمرے میں آنے کی دعوت دی۔ اس کے کمرے میں داخل ہوا تو میرا تعارف حافظ طیب نواز بھائی سے ہوا۔ حافظ صاحب سے ابتدائی ملاقات کے بعد سے آئندہ کی ہر ملاقات ان کی محبت، دوستی، احترام اور عقیدت ہی دل میں بٹھاتی رہی یہاں تک کہ طویل رفاقت کے بعد وہ ۲۰۱۵ء میں آئی ایس آئی کے غنڈوں کے ہاتھوں جعلی پولیس مقابلے میں شہید ہو کر اپنے رب سے جا ملے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وأسکنہ فی جنت النعیم۔

حافظ طیب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی تعلق ضلع اٹک کی تحصیل حضرو سے تھا مگر آپ کی زندگی لاہور میں گزری۔ جہاں ان کے والد اور چچا کاروبار کے سلسلے میں مقیم تھے۔ آپ کے والد، ملک محمد نواز صاحب ایک انتہائی دیندار، شب بیدار، ملنسار اور بااخلاق شخصیت ہیں۔ آپ نے پشاور یونیورسٹی سے کیمیسٹری میں ماسٹرز کیا تھا اور لاہور کی کسی انڈسٹری کی ملازمت سے فارغ ہو کر ریٹائرز زندگی بسر کرتے تھے۔ جبکہ حافظ صاحب کے چچا پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے اور میو ہسپتال لاہور کے پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ تھے۔ آپ کے والد کی قرآنِ پاک سے محبت کا تعلق یہ تھا کہ آپ نے قرآنِ پاک کو ریٹائرمنٹ کے بعد حفظ کیا۔ حافظ صاحب کی والدہ محترمہ کا انتقال اس وقت ہوا کہ جب آپ محض چار سال کے

تھے اور آپ کے چھوٹے بھائی حافظ عمران نواز رحمۃ اللہ علیہ دو سال کے تھے۔ آپ کے والد نے ہی انہیں پالا اور بچوں کی تربیت کے لیے پوری زندگی دوسری شادی بھی نہ کی۔

حافظ صاحب نے روس جہاد کے آخری ایام میں جب کہ وہ بالکل نوجوان تھے، افغانستان جا کر معسکرات سے جہادی تربیت حاصل کی۔ اپنی طالبِ علمی کے زمانے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اسلامی جمعیتِ طلبہ کے ایک فعال کارکن تھے اور طلبہ میں دینی بیداری اور معاشرے سے منکرات کے ازالے کے لیے مساعی کرتے رہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلامی جمعیت طلبہ کی مقامی اور پھر مرکزی سطح کی ذمہ داریوں پر فائز رہے۔ افغانستان سے عسکری تربیت کے حصول کے بعد وطن لوٹ کر شہر لاہور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینے میں مگن ہوئے۔ اس دوران لاہور میں ویڈیو سنٹروں کے مالکان کو اِس کام کو ترک کرنے کی ترغیب دینے، فحش سائن بورڈوں کو تلف کرنے، سرکسوں اور میلوں میں ناچ گانے کی محفلوں کو بند کروانے اور اس طرح کی دیگر منکرات سے شہر کو پاک کرنے کی مہم میں شریک رہے۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے قیام کے بعد سن ۱۹۹۷ء میں افغانستان تشریف لے گئے اور وہاں پر استاد المجاہدین شیخ ابو خباب المصری رحمۃ اللہ علیہ کے معسکر سے جہادی تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد سے لے کر اپنی شہادت تک آپ کسی نہ کسی طرح مجاہدین کی مدد و نصرت وراہنمائی سمیت عملی جہاد میں شریک رہے۔ سال ۲۰۰۰ء سے آپ جامعہ اسلامیہ اسلام آباد کے شعبہ شریعۃ کے طالبِ علم تھے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امت کے درد میں ڈوبی ہوئی شخصیت تھے۔ آپ سراپا محبت تھے۔ پہلی ملاقات میں، میں ان کی محبت، مہمان نوازی، بے تکلفی اور دینداری سے بڑا متاثر ہوا۔ ہاسٹل کے کمرے میں مجھ سے تعارف کے بعد جلد ہی ایسے بے تکلف ہو گئے کہ جیسے برسوں کے دوست ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہر محفل میں کوئی نا کوئی اصلاحی نکتہ ضرور بیان کرتے تھے۔ عموماً ان کی گفتگو علمائے کرام کے احترام اور ان سے جڑنے، اپنے آپ کو شریعت کے مطابق ڈھالنے، سنتوں کی اتباع کرنے، سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور جہاد اور مجاہدین کے قصوں کے بارے میں ہوتی تھی۔ پہلی چند ملاقاتوں میں انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ حضرتِ اقدس مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کو جانتے ہیں؟ میں نے حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کا نام 'ضربِ مومن' میں بار بار پڑھا تھا، بس اتنا ہی جانتا تھا اور وہ بتا دیا۔ اس پر حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی تعارف کروایا، ان کے علمی مقام اور تصنیفات کا تعارف کروایا، جہاد اور شہادت سے ان کی محبت اور امارتِ اسلامیہ سے ان کے تعلق کو بیان کیا۔ حافظ صاحب کو حضرتِ والا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کے کلمات

زبانی یاد تھے جس میں وہ امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ملاقات اور محاذ پر جانے کا شوق بیان کرتے تھے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں اُس بیان کی باتیں بڑے اہتمام سے سناتے اور سناتے ہوئے جب امیر المؤمنین رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو محاذ پر جانے سے روکنے کا قصہ بیان کرتے، اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر بے چینی اور شوقِ شہادت کو بیان کرتے، تو سناتے سناتے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آب دیدہ ہو جاتے اور اس طرح جہاد اور محاذوں پر پہنچنے کی محبت ہمارے سینوں میں منتقل کرتے۔ پھر کسی دن حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہاسٹل کی محفلوں میں، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکِ ریشمی رومال کا قصہ چھیڑ دیتے۔ اس کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کرتے۔ اسارتِ مالٹا کی تفصیلات بتاتے اور اس کی ذیل میں ہمارے دلوں میں ایک طرف جہاد کی محبت بٹھاتے اور دوسری طرف علمائے کرام کی عظمت واہمیت بھی ہمیں سمجھاتے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں ہمیں علمائے کرام کے واقعات سناتے وہیں ان کی کتابیں، مواعظ اور بیانات سے بھی جڑنے کا کہتے۔ چیدہ چیدہ علماء سے ہمیں ملانے بھی لے جاتے اور بعض کے خطباتِ جمعہ میں بڑے اہتمام سے شریک کرواتے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے بڑے داعی تھے کہ علماء اور مجاہدین میں بُعد ختم ہو۔ اس کے لیے جہاں علمائے کرام تک وہ مجاہدین کا موقف پہنچانے کا کام کرتے وہیں مجاہدین کو بھی ذہناً، اس بات کے لیے تیار کرتے کہ وہ علماء کو بڑا مانیں اور ان کے آگے دوزانو بیٹھنا سیکھیں۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہترین مدبر اور سیاستِ شرعیہ پر عبور رکھنے والی شخصیت تھے۔ آپ کے مشورے اور آراء بڑے تجارب کا نچوڑ ہوتیں اور ان میں ہمیشہ خیر اور دور اندیشی ہی غالب ہوتی۔ اسی طرح حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بغیر کسی تفریق کے تمام مجاہدین کے ساتھی اور ان کے مبلغ تھے۔ وہ سب کے لیے خیر اور بھلائی کا سرچشمہ تھے اور بہت سے دیگر جماعتوں سے جڑے مجاہدین بھی، ان سے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مشورہ کر کے سکون پاتے تھے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے بھی بڑے داعی تھے کہ تزکیہ نفس اور اصلاح کے تعلق کے بغیر صراط مستقیم پر چلنا بڑا مشکل کام ہے۔ دشمنانِ دین سے مقابلے کے شوق میں بعض اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ دشمنِ ازلی و اصلی، شیطان مردود کے فتنوں اور چالوں کو انسان بھول جاتا ہے۔ ایسے میں اگر کوئی مصلح و مزکی کی صحبت میسر ہو تو برائیوں سے بچنے میں کافی مدد ہوتی ہے۔ اس لیے حافظ صاحب تزکیہ اور اصلاح کے حلقوں کے ساتھ جہاد میں مصروف ساتھیوں کو جوڑنے

میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت اور کوششوں کے نتیجے میں ایک بڑی تعداد جہاد میں شریک ہوئی جو ان کے لیے صدقۂ جاریہ کا باعث بنے گی ان شاء اللہ۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے نمایاں کارنامہ اور صدقۂ جاریہ، عرصہ ایک دہائی سے مجاہدین کے موقف کی ترجمانی کرنے والے مجلّے "نوائے افغان جہاد" کا اجراء ہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی اس رسالہ کے بانی تھے اور انہیں کی سوچ اور راہنمائی میں یہ رسالہ پروان چڑھا۔ پاکستان کے طول و عرض میں اس رسالے سے دین اور جہاد کی دعوت پھیلی اور ایک بڑی تعداد کے جہاد میں شرکت اور تعاون کرنے میں، اس رسالے نے کردار ادا کیا۔ جب تک پریس میں چھپائی کی سہولت قائم رہی یہ رسالہ ماہانہ بیس ہزار کی تعداد میں چھپنے والا پاکستان کا سب سے زیادہ نشر ہونے والا رسالہ تھا۔

حافظ طیب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے جامعہ کے اندر رہتے ہوئے علیک سلیک کا تعلق تو تھا مگر زیادہ میل جول نہ تھا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ذہین اور متقی طالبِ علم کی حیثیت سے جانتے تھے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جہاد کی باتیں سن کر میں ان باتوں کو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتا، جس سے فاروق بھائی کا شوقِ جہاد مزید ابھرتا مگر کچھ عرصے تک ان کی حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ ملاقات نہیں ہو پائی۔ شاید اس کی بڑی وجہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی سرگرمیوں کی کثرت تھی۔ جہاد میں نکلنے سے قبل فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی سرگرمیاں، دروس و دورے اتنے زیادہ ہوگئے تھے کہ ان کے دوست اور رفیق حضرت مولانا سعید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن مجھ سے اپنے سادہ اور محبت سے بھرے انداز میں کہا کہ "بھائی! اب تم ہی کم از کم اپنے دروس اور اسباق کو توجہ دو، یہ سلمان[1] تو بہت سیاسی ہوگیا ہے، اپنے سبق اور مطالعہ پر توجہ بہت کم دیتا ہے"۔ "سلمان بھائی اور سیاسی؟ کیسی بات کرتے ہیں مولانا!"، میں نے ہنستے ہوئے اور حیرت سے مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو جواب دیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بولے کہ "بھائی سیاسی کا مطلب یہ ہے کہ پڑھائی پر توجہ کم دیتا ہے اور دعوتِ دین کو بہت توجہ دیتا ہے"۔

الغرض جوں جوں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے دل میں شوقِ جہاد کی آگ بھڑکاتے گئے، توں توں میرا ان سے مطالبہ بڑھتا گیا کہ آپ میرے لیے جہاد میں شرکت کا کوئی ذریعہ بنائیں۔ اللہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے کہ انہوں نے میری ملاقات عالمِ ربانی استاد العلماء شیخ عبد الحکیم حسان (سالم مرجان) رحمۃ اللہ علیہ سے کروادی جو کہ شیخ عیسی المصری کے نام سے معروف تھے۔

---

[1] فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقی نام

عالمِ ربانی شیخ عیسی المصری رحمۃ اللہ علیہ کے دوراتِ شرعیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ علم دین، تقویٰ وللّٰہیت، عاجزی و تواضع، جرأت و شجاعت کا پیکر تھے۔ شیخ عیسی رحمۃ اللہ علیہ نے 'جامعہ ازھر' سے علومِ دینیہ میں فراغت حاصل کی تھی۔ اس کے بعد یمن کی مشہور "جامعہ ایمان" میں تدریس بھی کرتے رہے تھے۔ مصر میں جب جہادی تحریک اٹھی تھی تو اس کے قاضی بنے۔ قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کے قریبی رفیق اور دستِ راست رہے۔ روس کے زمانے کے آخر میں افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ طالبان کے زمانے میں مجاہدین کی تربیت کے لیے معسکر اور دورات شرعیہ کا قیام کیا اور عربی زبان میں جہادی مجلہ کا اجراء کیا۔ آپ بلا تفریق تمام مجاہدین کے اندر ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ گیارہ ستمبر کے حملوں کے بعد پاکستان منتقل ہوئے اور یہاں پر سینکڑوں پاکستانی نوجوانوں کو اپنے دوراتِ شرعیہ کے ذریعے سے جہاد سے جوڑنے کا کام کیا۔ سن ۲۰۰۸ء میں آپ یمن کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستے میں گرفتار ہو کر مصر کے حوالے ہوئے۔ مصر میں قید میں ان پر مقدمہ چل ہی رہا تھا کہ مصری طاغوت حسنی مبارک کے خلاف انقلاب برپا ہوا اور اخوان المسلمون اقتدار میں آئی۔ تمام سیاسی قیدی رہا ہوئے تو شیخ عیسی رحمۃ اللہ علیہ بھی رہا ہوئے۔ رہا ہو کر مصر میں پھر سے دعوتِ دین و جہاد میں مصروف ہو گئے اور وہاں بیٹھ کر مجاہدین کے موقف کی نمائندگی اور مجاہدین کے دفاع کرنے پر کمربستہ ہوئے۔ مصر میں جب فرعونِ عصر جرنل سیسی نے حکومت پر قبضہ کیا اور پھر سے مسلمانانِ مصر پر تعذیب و تشدد کا نیا باب شروع ہوا تو شیخ عیسی رحمۃ اللہ علیہ بھی گرفتار ہوئے اور بالآخر اسلاف کے راستے پر چلتے ہوئے، جیل کی سختیوں اور اذیتوں کی تاب نہ لاتے ہوئے جیل ہی میں اپنے رب سے جا ملے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور ان کی دینِ اسلام کی خدمات پر ہماری اور امتِ مسلمہ کی طرف سے جزائے خیر دے اور جنت الفردوس کو ان کا ٹھکانہ بنائے آمین۔

دریائے سندھ سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت گاؤں کے ایک حجرے میں شیخ عیسی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں شرعی دورہ کروایا۔ دروس کا یہ سلسلہ تین دن تک جاری رہا جس میں جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم اور اس کے مختصر مسائل بیان کیے گئے، کفار کی دوستی اور ولایت کا شرعی حکم اور غیر شرعی قانون سازی اور جمہوری نظام کے رد پر توجہ دی گئی۔ استادِ محترم شیخ عیسی رحمۃ اللہ علیہ بہت مدلل گفتگو فرماتے، قرآن وحدیث کے حوالے تو ان کو ازبر ہوتے ہی تھے، تاریخ اور حالاتِ حاضرہ کی روشنی میں بھی بہترین راہنمائی دیتے تھے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس دورے سے ہم بے حد متاثر ہوئے۔ دورہ کے نوٹس بھی تیار کیے اور جہاد فی سبیل اللہ میں شمولیت کا پختہ ارادہ کر کے ہم واپس گھروں کو روانہ ہوئے۔

اگر جہاد فرض عین ہے تو پھر دیر کس بات کی!

دورے کے اختتام پر گو کہ شہید حافظ طیب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی یہی ہدایات تھیں کہ اس دورے میں شرکت کے معاملے کو مکمل راز میں رکھا جائے مگر میں نے اصرار کر کے ان سے اجازت لی کہ میں اپنے دو قریبی دوستوں کو ضرور اس راز میں شریک کروں گا۔ ان دو میں سے ایک ہمارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ واپس جا کر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو وہ بھی میری اچانک گمشدگی پر تشویش میں تھے۔ میں ان کو لے کر باہر سڑک پر نکل آیا اور سڑک پر ٹہلتے ٹہلتے شیخ عیسی رحمۃ اللہ علیہ کے دورے کی روداد اور تمام موضوعات کا خلاصہ بیان کر دیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ خاموشی سے سنتے رہے اور گہری سوچ میں گم رہے۔ میرے اندازے کے برعکس فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے میری گفتگو سن کر کسی جذباتی پن کا ثبوت نہیں دیا بلکہ بہت سنجیدگی سے مجھے کہنے لگے کہ بھائی "آپ نے تو میری یکسوئی خراب کر دی ہے۔ میں پوری یکسوئی سے امتحانات کی تیاری کر رہا تھا۔ اب یہ سب جاننے کے بعد میں کیسے امتحان کی تیاری کر سکوں گا" اس کے غالباً ایک ماہ بعد ان کے جامعہ کے آخری امتحان تھے جس کے بعد ان کی جامعہ سے فراغت ہونی تھی۔ میں نے کہا کہ "آپ کو امتحان دینے سے کون روکتا ہے، مگر جب جہاد... امتِ مسلمہ کی اس صورت حال کی وجہ سے... ہم سب پر فرض ہے تو ہمارا جواب کیا ہونا چاہیے؟" کہنے لگے "اسی لیے تو کہتا ہوں مجھے تنگ نہ کرو! صرف امتحان تک کے لیے اس کے بعد یہی کام تو کرنا ہے"، پھر کچھ توقف کر کے کہا کہ "ہاں میں چاہتا ہوں کہ مجاہدین کے کچھ علماء اور بڑے حضرات سے مل کر جہاد میں جاؤں، تا کہ مجھے مختلف مسائل کے حوالے سے تسلی ہو جائے"، پھر خود ہی گویا ہوئے کہ "یار یہ اِن مجاہدین کو جتنی کفار کو مار کر خوشی ہوتی ہے کیا اتنے ان کے اسلام قبول کرنے سے بھی خوشی ہوتی ہے؟ آپ نے اس دورے سے کیا سمجھا؟"، میں نے جوش میں آ کر کہا کہ "بالکل، بلکہ انہیں تو قتل کرنے سے بھی زیادہ کفار کے مسلمان ہونے کی خوشی ہوتی ہے، اگر آج بش بھی مسلمان ہو کر مسلمانوں کی صف میں شامل ہو جائے تو مجاہدین اس کو بھی گلے لگانے کو تیار ہو جائیں گے!"۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میری بات سن کر مسکرائے اور کہا کہ "یہ بات بھی یاد رکھیں کہ میں جب جہاد پر جاؤں گا تو اکیلا نہیں جاؤں گا، یہ جو اتنے سارے دوست سال ہا سال کی دعوت سے، بفضلِ اللہ تیار ہوئے ہیں ان کو بھی ساتھ لے کر جاؤں گا"۔ ملاقات کے اختتام پر ہمارا اس نکتے پر اتفاق ہوا کہ اس حوالے سے حافظ طیب نواز بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنی چاہیے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

گو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہہ تو دیا تھا کہ "مجھے تنگ نہ کرو اور امتحان کی تیاری کرنے دو"، مگر وہ اندر سے "تنگ" ہو ہی گئے تھے اس لیے بڑی شدت سے حافظ صاحب سے ملاقات کی فرمائش کرنے لگے۔ بالآخر جامعہ اسلامیہ کے چائے کے ہٹس (کھوکوں) پر ہم تینوں کی ملاقات ہوئی۔ مختصر سی ملاقات میں مجاہدین کی تازہ صورتِ حال کے حوالے سے بات ہوئی اور عام دینی و ایمانی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی کہ امتحان سے فارغ ہو کر لاہور ہمارے گھر تشریف لائیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت قبول کی۔

حافظ طیب نواز بھائی سے ملاقات کے لیے سفر لاہور

امتحانات سے فارغ ہو کر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ لاہور کے سفر کے لیے بے تاب تھے۔ ہم دونوں لاہور پہنچے اور حافظ طیب بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ آپ کی محبت، مہمان نوازی و خلوص نے ہمیں بے حد متاثر کیا۔ غالباً میرا ابھی حافظ صاحب کے گھر میں پہلی دفعہ جانا ہوا تھا۔ لاہور میں حافظ صاحب نے ہمیں اردو بازار کی سیر کروائی اور علمائے کرام کی بہت سی کتابوں کا تعارف کروایا اور بعض کتابیں ہدیہ کے طور پر بھی دیں۔ لاہور میں قیام کے دوران بعض علماء اور مجاہدین کے معاونین کی خدمت میں بھی ہمیں لے گئے جن سے جہادی موضوعات پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے گفت و شنید کی۔ یہاں پر ایک ذمہ دار مجاہد ساتھی نے، شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا، مسائلِ جہاد پر لکھا ہوا ایک کتابچہ، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو ترجمہ کرنے کے لیے دیا، جس کا ترجمہ بعد میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عرق ریزی سے کیا۔

لیطمئن قلبی

فاروق بھائی؄ سفرِ لاہور سے واپسی پر جہاد اور فکرِ جہاد سے مکمل مطمئن تو تھے مگر وہ چاہتے تھے کہ کسی ایسی شخصیت سے ملا جائے جو کہ انہیں مجاہدین اور خصوصاً شیخ اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کے نظریات، تفصیل سے سمجھا سکے۔ آپ ایک ایسی شخصیت سے ملنے کے خواہشمند تھے کہ جو عرب مجاہدین کی تحریرات اور عقائد کی تفصیلات سے باخبر ہو اور ان کو بہت قریب سے جانتا ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ ایسی شخصیت سے مل کر وہ مجاہدین کی مختلف کارروائیوں اور مواقف کی تحقیق بھی کرسکیں اور اپنے اشکال بھی ان پر پیش کر کے حل کروا سکیں۔ اس مقصد کے لیے حافظ صاحب؄ ہی نے مشورہ دیا کہ فاروق بھائی؄ کی ملاقات انجینیر احسن عزیز صاحب سے کروائی جائے۔

داعیِ جہاد انجینئر شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

انجینیر احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی تعارف تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رفقاء کی فہرست میں آگے آ ہی جائے گا۔ آپ کا تعلق آزاد کشمیر کے شہر "میر پور" سے تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۰۴ء میں خفیہ ایجنسیوں کی قید سے رہا ہو کر آئے تھے۔ آئی ایس آئی نے انہیں عرب مجاہدین کی نصرت کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے خلاف ہونے والے جلسے جلوسوں کی وجہ سے ان کا نام کافی مشہور ہو چکا تھا۔ آپ کی شخصیت بھی دعوت و اصلاح اور جہاد فی سبیل اللہ کے حوالے سے وسیع تعارف رکھتی تھی۔ رہائی کے فوراً بعد مری کی ایک جامع مسجد میں آپ نے "سورۃ الکھف کی روشنی میں فتنہ دجال کا مقابلہ" کے عنوان سے ایک درس دیا تھا جس میں شرکت کی سعادت مجھے بھی ملی۔ اس کے کچھ عرصے بعد اسلام آباد کی ایک جامع مسجد میں انہوں نے جامعہ اسلامیہ اسلام آباد کے طلبہ کے لیے، "آخری زمانے کے فتنوں اور یہودیوں کی چالوں کی پہچان" کے حوالے سے ڈاکٹر سفر الحوالی کی کتاب "بالآخر کیا ہو گا" کی روشنی میں بیان کیا۔ اس درس کا اہتمام حافظ طیب نواز بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا جو کہ شیخ احسن عزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک زمانے سے حلقۂ احباب میں شامل ہوتے تھے۔ ان دونوں دروس کا نچوڑ، مغربی تہذیب سے نفرت، اپنی آخرت کی فکر اور یہود سے مقابلے کی تیاری کرنا تھا اور سنتوں کا اتباع کرنا تھا۔ احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دلنشین انداز نے ان کی محبت کو سینوں میں پرو دیا اور ان سے تفصیلی ملاقات کی خواہش دل میں امنڈنے لگی۔

جامعہ اسلامیہ کے طلبہ کا ایک تفریحی دورہ، منگلا ڈیم کی سیر کا طے ہوا۔ میں ویسے اس طرح کے سیر سپاٹے سے دور ہی رہتا تھا مگر منگلا کے میر پور شہر کے پہلو میں ہونے کی وجہ سے دل میں یہ خواہش ابھری کہ کیا پتہ اِس بہانے شیخ احسن عزیز سے ملاقات ہو جائے۔ منگلہ ڈیم کی سیر سے فارغ ہوئے تو جامعہ کے ہمارا ایک محبوب دوست رشید خان نے، جو کہ میر پور ہی کا رہائشی تھا، اصرار کیا کہ ہم اس کے ساتھ ان کے گھر چلیں۔ ہم اس شرط پر اس کے ساتھ جانے کو تیار ہوئے کہ وہ ہماری ملاقات انجینئر احسن عزیز صاحب سے کروائے گا۔ اس کی علاقائی بنیاد پر احسن عزیز صاحب سے کوئی شناسائی بنتی تھی۔ اس نے حامی بھری اور رات کو اپنے گھر پر کھانے کی دعوت میں احسن عزیز صاحب کو بلا لیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ وانا، وزیرستان میں پاکستانی فوج نے ظالمانہ آپریشن شروع کر رکھا تھا۔ قبائل کے در و دیوار کو کھنڈرات میں تبدیل کیا جا رہا تھا، آہن و بارود کی بارش کر کے قبائل کو دینی حمیت کی سزا دی جا رہی تھی۔ گھر گھر تلاشی کر کے قبائل کی عزت و ناموس کو پامال کیا جا رہا تھا۔ وانا کے ہزاروں رہائشی، قافلہ در قافلہ ہجرت کر کے صوبہ سرحد کے

ملحقہ اضلاع میں دربدر ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ پنجاب بھر کی مختلف چھاؤنیوں سے روزانہ فوجیوں کے تازہ دم دستے ٹرکوں میں بیٹھ کر ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف جاتے ہوئے دیکھے جاتے تھے، صرف فوج ہی نہیں، فضائیہ کے طیاروں کی بمباریوں کی داستانیں بھی آنا شروع ہو گئی تھیں۔ وانا وشکئی کے مسلمانوں کی ایک ہی غلطی بیان کی جارہی تھی کہ، انہوں نے عرب و دیگر مجاہدین کو اپنے گھروں میں پناہ دی تھی۔ اپنے دین کے دفاع کے لیے سرزمینِ عرب سے آئے ہوئے مجاہدین کی محبت ہر باشعور قلب کی پہچان تھی۔ دل حالات کی اس سختی کی وجہ سے سخت زخمی تھا۔ ایسے میں صرف ایک نڈر للکار اور جرأتمندانہ کردار، کماندان نیک محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سامنے آیا تھا۔ آپ کی آواز و للکار، کروڑوں مسلمانانِ پاکستان کی دل کی آواز تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ، ٹوٹی بندوقوں اور درجن بھر اپنے دوستوں کے ساتھ دنیا کی منظم آرمی سے جا ٹکرائے اور فوج کے ظلم اور جبر کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ شہید نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستانیوں کا سر فخر سے بلند کیا وگرنہ فوج کا کردار تو ایسا تھا کہ اس کے بعد تو پاکستانی کہلانے ہی سے شرم آنا شروع ہو جاتی۔

رات کو جب کھانے کی دعوت پر شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ آئے تو ان کی آنکھیں سوجی ہوئی اور آواز بھرائی ہوئی تھی۔ شدتِ غم سے ان سے صحیح طرح گفتگو بھی نہیں ہو پا رہی تھی۔ کہنے لگے کہ قبائل پر بمباری ہو رہی ہے، دین سے محبت کرنے کی انہیں سزا دی جارہی ہے، ان کا کیا جرم ہے؟ صرف یہی ناں! کہ انہوں نے لا الہ الا اللہ کے رشتے کی وجہ سے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا۔ کیسے ہم اپنے ان قبائلی بھائیوں اور وہاں موجود مہاجر مجاہدین کی مدد کر سکیں گے؟، کیسے ہم اپنی ایمانی غیرت کا ثبوت دے سکتے ہیں؟ کھانے کی محفل پر زیادہ گفتگو وانا آپریشن کے حوالے ہی سے ہوئی۔ رات جب وہ اپنے گھر جانے لگے تو اٹھتے ہوئے میں نے ان سے پوچھا کہ ”حضرت! میں آپ سے دوبارہ کیسے مل سکتا ہوں“ کہنے لگے ”میں خود ہی آپ کی طرف آجاؤں گا، آپ گھر پر ہی میرا انتظار کیجیے گا“۔

احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مجھ تک پہنچنے میں تاخیر ہوئی اور اس وقت تک حافظ طیب رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر مجاہدین کے ذریعے سے میرے وانا جانے کی ترتیب بنانے پر کام شروع کر دیا تھا۔ کچھ عرصے بعد وعدے کے مطابق احسن عزیز صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا کہ اس وقت جہاد کو سب سے بڑی ضرورت دعوت کی ہے۔ دشمن کے پاس ہر قسم کے ابلاغی ہتھکنڈے ہیں مگر مجاہدین اس حوالے سے بہت کمزور ہیں۔ اس زمانے میں ابلاغ کا بڑا وسیلہ میڈیا ہے جس کے ذریعے سے ہم دشمن کے پراپیگنڈوں کا بھی جواب دے سکتے ہیں اور اپنی دعوت کو بھی پھیلا سکتے ہیں۔ کہنے لگے کہ، دیکھیں دشمن کے سینکڑوں ٹی وی چینل اور ریڈیو سٹیشن چوبیس گھنٹے اپنی نشریات کے ذریعے اسلام اور مجاہدین

کے خلاف زہر فشانی کر رہے ہوتے ہیں جبکہ ان کا جواب دینے کے لیے ہمارے پاس کوئی ایسا پلیٹ فارم نہیں ہے کہ جس میں ہم آزادانہ اور بغیر کسی خوف کے ان کے اٹھائے ہوئے شبہات کا جواب دے سکیں۔ ایسے میں جہادی دروس، جہادی ویڈیوز، جہادی ترانے اور اس طرح کے دیگر اعلامی وسائل ہی تو ہیں کہ جن کے ذریعے ہم اپنا پیغام اپنے معاشروں میں پہنچا سکتے ہیں اور دشمن کے پراپیگنڈوں کا توڑ کر سکتے ہیں۔ پھر جنگ کے میدان میں جانے والے نفوس کی کمی نہیں ہوتی مگر میڈیا کے کام میں مجاہدین بہت کم تعداد میں ہیں۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گفتگو مکمل کی تو میں نے کہا کہ ”لیکن حضرت! میرا دل تو چاہتا ہے کہ ابھی وانا جا کر قبائل کے مجاہدین کی مدد کروں“۔ آپ نے فرمایا کہ ”آپ کا جذبہ بہت اچھا ہے مگر ایک تو راستے بند ہیں، دوسرا وہاں بمباری ہو رہی ہے اس میں ابھی آپ جا کر کیا کریں گے، پھر ابھی آپ کی تربیت بھی نہیں ہوئی، ایسے میں آپ وانا جا کر مجاہدین کے کیا کام آسکیں گے؟“ شیخ رحمۃ اللہ علیہ مجھے سمجھاتے رہے مگر میرے ذہن پر تو 'وانا' جانے کی دھن ہی سوار تھی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا کہ ”آپ اس پر سوچ لیں اور استخارہ کر لیں“ میں نے کہا کہ ”جب تک سوچنے اور استخارہ کا وقت ہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ میرے دو احباب سے ملاقات کر لیں۔ یہ دونوں بھی جہاد سے بہت محبت کرتے ہیں، اور دعوتی و اصلاحی کام کا بھی بڑا وسیع تجربہ رکھتے ہیں“ شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ”اگر یہ راز رکھ سکتے ہیں تو ضرور ملاقات کروا دیں“۔ اس طرح شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے برادرِ بزرگ شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ میں 'وانا' جانے کی دھن پر پکارا رہا اور یہ دونوں حضرات باقاعدہ جہاد میں شرکت کے لیے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مربوط ہو گئے۔

جن سوالات کے حوالے سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اطمینان بخش جواب چاہتے تھے ان میں سے اہم ترین ایک یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کے معاشروں کی اصلاح زیادہ اہم اور ضروری ہے یا جہادِ فی سبیل اللہ کے لیے نکل پڑنا؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں کام اکٹھے ہی چلتے رہیں؟ پھر کفار کے خلاف جہاد سے ہمارے اپنے معاشروں میں تبدیلی کیسے آئے گی؟ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے ان موضوعات پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مجلس کی اور اطمینان بخش جواب دیے۔ بعد میں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات افغانستان کے معروف عالمِ ربانی و داعیِ بے مثال شیخ عبد الرحمن اخندزادہ حفظہ اللہ سے کروائی۔ آپ دونوں حضرات نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھایا کہ معاشروں کی اصلاح اور جہادِ فی سبیل اللہ ایک دوسرے سے متضاد اعمال نہیں بلکہ ایک دوسرے کو مضبوط کرنے والے اعمال ہیں۔ جہادِ فی سبیل اللہ جن معاشروں میں پھیلتا ہے وہاں پر نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں اور برائیاں مٹتی چلی جاتی ہیں۔ پھر برائیوں کے پھیلنے اور

معاشروں کی خرابی کی سب سے بڑی وجہ خود کفر کا غلبہ ہے اور جب تک کفر کا غلبہ ختم یا کمزور نہ ہو اس وقت تک کیسے ہم محض اصلاحی کاموں سے معاشرے کو ٹھیک کر سکیں گے۔ ایسے میں جہادِ فی سبیل اللہ ہی وہ راستہ ہے کہ جس کے ذریعے کفر کمزور ہوتا ہے اور اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں معاشرے کی اصلاح کا کام بھی بہتر انداز میں ہو پاتے ہیں۔ پھر یہ دونوں کام اکھٹے بھی چلتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ آقا مدنی ﷺ کے زمانے میں جہاد بھی چلتا اور اصلاح وتزکیہ بھی چلتا رہتا۔ بلکہ اصلاح وتربیت کے کتنے مراحل تو خود جہاد کی فضا میں ہی رسول اکرم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طے کروائے۔ الغرض اپنے علمی استدلال اور دلکش انداز میں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالرحمن اخندزادہ حفظہ اللہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اشکالات کو دور کیا اور آپ پوری دلجمعی اور اطمینانِ قلب کے ساتھ مجاہدین کے ساتھ جڑ گئے۔

باب پنجم: کاروانِ جہاد میں شمولیت

انصار المجاہدین بن گئے

سن ۲۰۰۴ء میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ، باقاعدہ عالمی تحریکِ جہاد سے جڑ چکے تھے۔ آپ نے اپنی دعوتی سرگرمیاں اسی طرح جاری رکھیں اور اپنے دوستوں کو جہاد کے لیے ابھارنے کی مہم مزید تیز کر دی۔ ساتھ ساتھ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زیرِ سرپرستی مجاہدین کی نصرت و مدد کے مختلف کاموں میں شریک ہونے لگے۔ مجاہدین کے لیے ٹھکانے فراہم کرنا، ان کے لیے رسد اور سامان کی فراہمی کرنا، زخمی مجاہدین کا علاج کروانا اور میڈیا کے بعض کاموں کو منظم کرنا اس زمانے میں ان کی مصروفیت رہی۔ اس عرصے کے دوران انہیں پورے ملک میں گھوم پھر کر جہاد کی دعوت کو پھیلانے کا مزید موقع ملا۔ آپ نے اس عرصے میں قانون کی تعلیم کے ایک ادارے میں ملازمت بھی کی مگر اس کی حیثیت محض معاشرے میں رہنے کے لیے ایک بہانہ کی تھی وگرنہ وہ تو اُس وقت سے ہی کُل وقتی مجاہد کی حیثیت سے اپنے گھر میں رہ رہے تھے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی شادی

اسی سال یعنی ۲۰۰۴ء میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی شادی بھی ہوئی۔ آپ کی شرافت، دینداری اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے یہ رشتہ ان کی اہلیہ کے والدین کی شدید خواہش پر ہوا۔ سنا ہے کہ ان کی اہلیہ کے خاندان کے بعض تعلق داروں کا تعلق فوج اور خفیہ اداروں سے تھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب جہاد میں شرکت اور اپنا سب کچھ دین کے لیے قربان کرنے کے ارادہ کا اظہار کیا تو ان کے سسرال میں کہرام مچ گیا۔ پہلے پہلے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی گئی مگر جب یہ کوششیں بارآور نہ ہوئیں تو ان کو ڈرایا دھمکایا گیا۔ پھر ایک بہانے سے ان کی اہلیہ کو میکے بلا کر ان سے ملاقات پر پہرے بٹھا دیے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو ملاقات کی کوشش کرنے پر پولیس کو اطلاع کی دھمکی تک دے ڈالی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصے تک اس کوشش میں لگے رہے کہ یہ معاملہ سلجھ جائے اور اہلیہ کا خاندان راضی ہو جائے۔ خود اپنی اہلیہ کے ساتھ آپ کا بہت اچھا تعلق رہا اور آپ اپنی اہلیہ کے لیے دل میں بہت محبت رکھتے تھے۔ مگر آفرین ہو اس مردِ مؤمن پر کہ اس نے بیوی کی محبت کو ادائے فرض کی راہ میں زنجیر نہیں بننے دیا۔ چنانچہ جب سلجھنے کی کوئی امید نہ رہی تو پھر تو ان کے نزدیک کسی مخلوقِ خدا کو راضی کرنے کے لیے خدا کو ناراض نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ترکِ جہاد

نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے بلکہ رشتوں ناطوں اور کاروبارِ زندگی کی مجبوریوں کو عذر بنا کر جہاد سے پیچھے رہنے والوں کو تو اللہ نے قرآنِ کریم میں فاسق تک قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں:

قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ [1]

”آپ فرما دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے نہ چلنے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“

لہٰذا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو گیا۔ آپ نے اپنے دین پر عمل کرنے کی خاطر اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے، اس رشتے کو ختم کر دیا اور اپنے جہاد میں مصروف ہو گئے۔

بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و چھلنی عقیلی [2]

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصے تک شہروں ہی میں رہ کر دعوتِ جہاد اور نصرتِ جہاد کا فریضہ سر انجام دیتے رہے مگر ان کے دل میں عملی طور پر قتال میں شرکت کی تڑپ بے حد زیادہ تھی۔ اس لیے وہ اکثر شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مطالبہ کرتے رہتے تھے کہ انہیں قتال فی سبیل اللہ میں عملی شرکت کرنے کے لیے وزیرستان یا افغانستان بھجوایا جائے۔ بالآخر جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کی دعوتی سرگرمیوں کی شہرت پھیلنا شروع ہوئی اور ان کی گرفتاری کا خطرہ لاحق ہوا تو احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وزیرستان کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت تک فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے ایسے ساتھیوں کی ٹیم تیار کر چکے تھے، جو کہ ہجرت و جہاد کے سفر میں ان کے ہمرکاب بھی ہوں اور ذہنی و فکری اعتبار سے مکمل ہم آہنگ بھی۔ سال ۲۰۰۶ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں سمیت وزیرستان کی طرف ہجرت کر گئے۔

---

[1] سورة التوبة، آية: ۲۴

[2] اقبال کا پورا شعر کچھ اس طرح ہے: اے شیخ! بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن　　بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

تنظیم القاعدہ کی قیادت سے ملاقاتیں

اس سے قبل ۲۰۰۵ء کے اوائل ہی میں آپ شمالی وزیرستان کے علاقہ میر علی، شمالی وزیرستان تشریف لے گئے تھے۔ وہاں آپ کا قیام عرب مجاہدین کے مہمان خانوں میں ہی ہوا۔ آپ کی وہاں تفصیلی ملاقاتیں عرب مجاہدین کے بعض قائدین سے بھی ہوئیں، جن میں سے تنظیم القاعدہ کے ارضِ خراسان میں عمومی مسئول شیخ مصطفی ابوالیزید رحمۃ اللہ علیہ اور دو بنیادی عسکری ذمہ داروں شیخ حمزہ ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ خالد حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتیں قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کی صلاحیتوں اور خوبیوں نے سب کو بہت متاثر کیا۔ خود فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر جو کہ اپنے شیخ اور استاد احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان ملاقاتوں کے لیے گئے تھے، ان ملاقاتوں نے بہت خوشگوار اثر ڈالا۔ خاص طور پر تنظیم کے بزرگ اور شفیق امیر جناب شیخ مصطفی ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کی پروقار، بااخلاق، دانشمند و داعیانہ شخصیت سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ بعد ازاں القاعدہ کے طریقہ کار کے مطابق آپ کو عسکری تربیت کے لیے پہلے 'لواڑا'، شمالی وزیرستان اور پھر 'شکتوئی' جنوبی وزیرستان کے مقام پر قائم معسکرات میں بھجوادیا گیا۔

جماعت القاعدۃ کے معسکر میں

آپ چونکہ پہلے سے ہی کشمیری جہادی تنظیم سے عسکری تربیت حاصل کر چکے تھے، اس لیے عرب استادوں کے ہاں تربیت کے مرحلے میں بھی آپ سب سے نمایاں رہے۔ ساتھ ساتھ آپ کے اخلاق سے بھی سب اس دوران متاثر رہے۔ معسکر کے دوران تنظیم القاعدہ کے کہنہ مشق استادوں شیخ احسان اللہ مصری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ منصور حربی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالرحمن مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے عسکری تعلیم حاصل کی۔ آپ کلاس کے دوران عربی سے اردو ترجمانی کی ذمہ داری بھی سنبھالتے رہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جسمانی طور پر مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ نشانہ کے اندر بھی اچھی مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے معسکر میں بھاری اسلحہ، توپ خانہ اور بارود کے تفصیلی دورہ جات کیے اور اس میں مہارت حاصل کی۔ معسکر ہی کے زمانے میں آپ کو فلسطین کے معروف مجاہد عالمِ دین اور مربیٔ مجاہدین شیخ ابو ولید انصاری حفظہ اللہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ آپ نے جہاد کے عمومی مسائل اور خصوصاً سیاستِ شرعیہ سے متعلق مسائل سمجھنے میں شیخ ابو ولید انصاری حفظہ اللہ سے بہت کچھ اخذ کیا اور ان سے بے حد محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے تھے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جہاں کہیں بھی رہے، اصلاح کے کسی موقع پر، پیچھے نہیں ہٹے۔ معسکر کی زندگی میں ان کا سامنا ایک عراقی عرب نوجوان سے ہوا جو کہ اپنی مسلکی تنگ نظری پر مبنی سوچ کو پھیلاتا تھا۔ آپ نے اپنے نئے ہونے کے

باوجود اس کی اصلاح کی کوشش کی مگر جب وہ اپنی ضد پر اڑا رہا تو آپ نے اس کے افکار کی خرابی اور تعصب کے بارے میں القاعدہ کے خراسان میں امیر شیخ مصطفی ابوالیزید رحمۃ اللہ علیہ کو تفصیلی اطلاع بھجوائی۔ جس پر تنظیم کی قیادت نے اس نوجوان کو تنبیہ کی، اور اصلاح کے لیے اس کی آمادگی نہ ہونے کی وجہ سے اسے جماعت سے فارغ کرکے اپنے ملک کی طرف بھجوا دیا۔ اس کے علاوہ ایک اور واقعہ بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیان کیا۔ ہوا یوں کہ ٹریننگ کے دوران ایک استاد کو کسی ضرورت سے کچھ دن کے لیے کہیں جانا پڑ گیا۔ ان کی جگہ ایک اور صاحب قائم مقام کی حیثیت سے تعلیم دینے آئے۔ ان صاحب نے وزیرستان کے دور دراز کے دیہاتوں میں جمعہ کی نماز نہ پڑھائے جانے پر مقامی افراد سے بحث مباحثہ اور مقامی علماء پر تنقید کرنا شروع کی۔ فروعی اجتہادی مسائل کو ہوا دے کر فتنہ کھڑا کرنا یا مقامی علماء کی آراء کے خلاف کسی مخصوص فقہی رائے کو ترویج دینا، کبھی بھی تنظیم القاعدۃ کی قیادت اور علماء کا طرزِ عمل نہیں رہا۔ مذکورہ استاد کا یہ طرزِ عمل فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دینی مصلحت کے خلاف لگا۔ معسکر کے دوران تو انہوں نے کوئی بدمزگی نہیں بننے دی۔ مگر جیسے ہی آپ کو خراسان میں تنظیم کے مرکزی مسئول شیخ مصطفی ابوالیزید رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا موقع ملا تو فوراً ان تک مذکورہ استاد کے اس رویہ کی شکایت پہنچائی۔ اس پر تنظیم کی قیادت نے مذکورہ استاد کو فورا معزول کیا اور اس کی جگہ کسی اور استاد کو مقرر کیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہوگی کہ جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو تنظیم القاعدہ کے ساتھ دارالہجرت میں شامل ہوئے ایک سال کا عرصہ بھی نہ بیتا ہوگا مگر آپ نے جہاں موقع ملے تو اصلاح کرنے اور بگاڑ کے دروازے کو بند کرنے کی کوشش کرنے کی اپنی روش نہ چھوڑی۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ خطِ اوّل پر

معسکر سے فارغ ہونے کے بعد آپ کی تشکیل خطِ اوّل front line پر کر دی گئی۔ آپ پاکستان افغانستان کے بارڈر کے مشترکہ علاقے 'لواڑا' کے پہاڑوں اور جنگلات میں رہے اور وہاں سے امریکی افواج اور امریکی غلام افغان فوج کے خلاف کئی کارروائیوں میں شریک رہے۔ آپ نے یہ وقت، سادگی و شجاعت کے پیکر ایبٹ آباد سے تعلق رکھنے والے شہید کماندان عالم زیب (ابوتراب پاکستانی [1]) رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت گزارا۔

[1] سرزمین ہزارہ کے باسی عالم زیب جو بعد میں ابوتراب الباکستانی کے نام سے مجاہدین میں مشہور ہوئے ایک باہمت اور اعلیٰ صفات کے حامل پاکستانی مجاہد کماندان تھے۔ جہاد کشمیر سے جڑنے کے بعد امارتِ اسلامیہ کے زمانے ہی سے محاذِ اول کی جان و رونق تھے۔ شریعت اسلامیہ کا علم سنبھالے طالبان کی مغربی آلہ کار شمالی اتحاد سے لڑائیوں میں بگرام اور اس کے گرد و نواح میں مختلف محاذوں پر دادِ شجاعت دیتے رہے۔ اسی زمانے سے عرب مجاہدین سے جڑ گئے اور

پاکستانی مجاہدین کے ایک نئے مجموعہ کا قیام

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیتوں سے فراغت اور محاذِ جنگ سے لوٹنے کے بعد القاعدہ کی قیادت نے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگایا کہ وہ پاکستانی مسلمانوں کو جہاد میں شرکت کی دعوت دیں اور ایک مجموعہ تشکیل دیں کہ جو کہ آئندہ چل کر پاکستان میں جہاد کی بنیاد بن سکے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس کام میں نائب مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد آپ وانا کی طرف منتقل ہوگئے اور پھر وانا جنوبی وزیرستان ہی کو جہادی مرکز بنا کر آپ نے اپنا کام شروع کیا۔ آپ دونوں قائدین رحمہما اللہ نے منظم انداز میں جہادی عمل کو شروع کرنے کی بنیاد ڈالی اور بھرپور انداز میں ایک جہادی جماعت بنانے کے عمل میں لگ گئے۔

دوسری شادی

ہجرت کے زمانے کے ابتدائی عرصے ہی میں آپ کی دوسری دفعہ شادی ہوئی۔ یہ شادی آپ کے شہر سے ہی تعلق رکھنے والی ایک نیک سیرت اور جہاد سے محبت کرنے والی خاتون سے ہوئی۔ ہجرت اور رباط کے مشکل ترین حالات میں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ صبر و حوصلے کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادتِ باسعادت تک آپ کے ساتھ ساتھ رہیں اور دیگر خواتین کے لیے بھی نمونہ بنیں۔ آپ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض صفات حمیدہ اور زندگی کے بعض درخشاں پہلوؤں کو واضح کرنے کے لیے 'ہم آخرت کے راہی' کے عنوان سے ایک مفید کتابچہ بھی تحریر کیا ہے جو کہ ادارۂ حطین سے نشر ہو چکا ہے۔

بگرام کے محاذ پر عرب و عجم کے مجاہدین کے ایک گروپ کے قائد رہے۔ ۱۱ ستمبر کے حملوں کے بعد کے حالات میں مہاجرین کو پاکستان میں پناہ دینے اور دیگر سہولیات فراہم کرنے کے کاموں میں مصروف رہے۔ وزیرستان نے جب دارالھجرت والجہاد کی صورتِ حال اختیار کرلی تو شہید ابو تراب بھی اپنے امراء کے امر پر وزیرستان تشریف لے گئے۔ یہاں تنظیم القاعدہ میں مختلف ذمہ داریاں نبھانے کے بعد آخر میں پاک افغان سرحد پر واقع لواڑا نامی بارڈر پر قائم محاذِ جنگ کے تنظیم القاعدہ کے مسئول بنے۔ اپنی اسی مسئولیت کے دوران کسی مشورے کے لیے تنظیم القاعدہ کے مسئول عسکری شیخ ابو عبد اللہ ابراہیم المھاجر المصری سے ملاقات کے لیے میر انشاہ کے گاؤں نغر کلی میں شیخ ابراہیم کے مکان پر تشریف لے گئے جہاں پر رات میں بدبخت بزدل امریکیوں نے ڈرون طیاروں سے شیخ کے مکان کو نشانہ بنایا اور شیخ ابراہیم مصری، نعیم عراقی، ایک اور عرب بھائی سمیت ابو تراب بھائی اور ان کے ساتھی خوشاب کے ملک عاطف اعوان، یہ کل پانچ مجاہدین اس حملہ میں شہید ہوگئے۔ اللہ ان سب سے راضی ہو اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں کیے گئے اہم کام

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے مل کر پاکستان بھر میں اپنے روابط اور حلقۂ اثر کو استعمال کر کے جہاد کی دعوت کو آگے بڑھایا۔ ساتھیوں کی دینی واخلاقی تربیت کی ذمہ داری فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر عائد تھی۔ اس زمانے میں ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں نوجوانوں نے ان کے ذریعے جہاد میں شرکت کی۔ اس عرصے میں ان حضرات کے بعض نمایاں اعمال کو نکتہ وار بیان کرتے ہیں:

1. اسی دوران شہید ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کراچی جیل سے رہائی پاتے ہیں۔ آپ نے مجاہدین کے علاج کرنے کے الزام میں کراچی جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ آپ جرأت و شجاعت کے پیکر، شعلہ بیان خطیب اور عزم وہمت کا استعارہ تھے۔ رہائی پاتے ہی آپ تک شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی پکار پہنچی اور آپ نے اس پر لبیک کہا اور وزیرستان ہجرت کر گئے۔ شہید ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کے آنے سے دعوتی سرگرمیاں مزید تیز ہوئیں اور ملک کے کئی شہروں سے مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ماہرین بھی جہادِ فی سبیل اللہ میں جڑنے لگے۔
2. اس زمانے میں انہوں نے معسکرات کا قیام کیا اور اپنے ساتھیوں کو بعض بڑے ماہرینِ فن استادوں سے عسکری فنون کے دورہ جات کروائے، جس میں استاد المجاہدین شیخ ابو خباب المصری رحمۃ اللہ علیہ سے بارود کا تفصیلی دورہ سرِ فہرست ہے۔ اسی طرح معسکرات کا قیام کر کے جہاں پاکستانی مجاہدین کے لیے عسکری دورہ جات کا اہتمام کیا وہیں امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کے لیے بھی کئی دورہ جات کا انتظام کیا گیا۔ ساتھ ساتھ طالبان مجاہدین کے لیے بڑی تعداد میں مائنوں اور ریموٹ کنٹرول آلات کی تیاری کے لیے ورکشاپ کا بندوبست بھی کیا گیا۔

3. اس کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی تربیت اور دعوتِ جہاد کے لیے مختلف کتابوں کے ترجمہ اور پھر چھپوانے کا بندوبست بھی شروع ہوا۔ ترجمہ کی ذمہ داری بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ذمہ رہی اور آپ نے اس عرصے میں شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب "دفاع عن أراضي المسلمين من أهم فروض الاعيان" کا ترجمہ "ایمان کے بعد اہم ترین فرض عین" کے نام سے کیا۔ جس نے دعوتِ جہاد کے پھیلانے میں جو کردار ادا کیا، وہ تعارف کا محتاج نہیں۔

4. اسی زمانے میں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کی سرپرستی میں "حطین" رسالے کا اجراء کیا گیا جو کہ اپنی نوعیت کا منفرد رسالہ تھا۔ سنجیدگی اور استدلال کی قوت پہلے دن ہی سے اس رسالہ کا شاخسانہ رہی اور پاکستان کے سنجیدہ علمی طبقے تک جہاد کی دعوت پہنچانے، اس کے خدوخال کو واضح کرنے اور اس پر پڑے اعتراضات و شکوک کے پردوں کو ہٹانے میں اس رسالے نے بڑا کردار ادا کیا۔ ابتداء ہی سے "حطین" کے بیشتر کام فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ذمہ تھے اور وہ "قاری عبد الہادی" کے قلمی نام سے اس میں تحریرات لکھتے تھے۔

5. اسی زمانے میں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کی قیادت میں شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ نے، میڈیا کے کاموں کے لیے، ادارہ "السحاب اردو" کا قیام کیا۔ میڈیا کے کام کے لیے وسائل جمع کیے گئے، اور مجموعہ میں سے بہترین صلاحیتوں والے ساتھیوں کو چن کر "شعبہ اعلام" تشکیل دیا گیا۔ اس شعبہ نے اپنے قیام کے کچھ ماہ کے اندر ہی کراچی میں امریکی قونصل خانے پر فدائی حملہ کرنے والے پنجاب کے مجاہد قاری عثمان شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر ایک دستاویزی فلم تیار کی۔ اس ویڈیو میں جہاں ایک مسلمان کے جذبات اور احساسات میں جہاد اور شہادت کی محبت ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، وہیں شرعی اور علمی انداز میں بھی فدائی حملوں کے جواز اور کفار کے مسلمانوں کے ممالک میں موجود سفارتی عملوں کے حکم پر بحث کی گئی۔ اس فلم کی تیاری کے عمل میں بھی شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ روحِ رواں کی حیثیت رکھتے تھے۔

6. افغانستان کے محاذ پر سن ۲۰۰۷ء میں ساتھیوں کو بھیجا جانا شروع کیا گیا۔ سب سے پہلے ۲۰۰۷ء میں مجموعے کے دو اہم اور جری ساتھی ضلع دِیر کے ابو سیف رحمۃ اللہ علیہ[1] اور کراچی کے شاہد خان (فائز) رحمۃ اللہ علیہ[2] کو صوبہ ُ اورزگان میں تشکیل کے لیے بھیجا گیا۔ یہ دونوں بھائی کامیابی سے اپنی تشکیل گزار کر واپس آئے۔ اس کے بعد سن ۲۰۰۷ء میں ہی مزید بھائیوں کو زابل کی طرف بھیجا گیا۔ یہ ساتھی محاذ پر عرب مجاہدین کی قیادت میں جنگوں میں شریک رہے۔ اس تشکیل کے تقریباً سب ہی ساتھی دورانِ تشکیل امریکیوں سے دوبدو مقابلوں میں شہید ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو جائے۔

۲۰۰۷ء عام الحزن، سانحہِ لال مسجد و جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا

سال ۲۰۰۷ء مسلمانانِ عالم کے لیے بالعموم اور مسلمانانِ پاکستان کے لیے بالخصوص انتہائی غم اور دکھ کا سال تھا۔ اِس سال تاریخِ اسلام کا ایک المناک ترین حادثہ پیش آیا۔ ظلم و تکبر کے نشہ میں دھت پاکستانی آرمی نے اسلام آباد کے عین وسط میں مرکزی جامع مسجد جو کہ لال مسجد کے نام سے معروف تھی اور لڑکیوں کے مدرسے جامعہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر

---

[1] جہادِ روس جہادِ افغانستان اور جہادِ قبائل تینوں محاذوں کے غازی شہید مولانا حمید اللہ ابو سیف رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ضلع دیر سے تھا۔ فاروق بھائی کے دیرینہ رفیق مولانا سعید اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے قرابت کا تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی نوعمری میں آپ کا قبیلہ روس کی بمباری کے خطرے کی وجہ سے افغانستان کے صوبے کنڑ سے ہجرت کر کے دِیر کے علاقے میں آباد ہوا۔ جوان ہوئے تو روس کے جہاد کی صدائیں سنیں، چنانچہ ابتدائے جوانی سے ہی جہاد میں شریک رہے۔ جہادِ روس کے بعد جب کیمونیسٹ نظام کو شکست ہوئی تو عمومی فتوحات میں شریک رہے اور بالخصوص صوبہ ُ گردیز کی فتح کے غازی رہے۔ بعد ازاں امریکہ کی آمد کے بعد جب جہاد شروع ہوا تو مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر لبیک کہا اور وزیرستان ہجرت کر گئے اور اپنے آپ کو جہاد و نصرتِ جہاد کے لیے وقف کر ڈالا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ وللّٰہیت، جرأت و دلیری، اعلیٰ اخلاق، انتھک محنت اور سادگی کا نمونہ تھے۔ سن ۲۰۱۰ء میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو افغانستان کے صوبہ ُ کنڑ میں تشکیل اور جہادی سرگرمیوں کے لیے روانہ کیا۔ آپ مکمل دلیری اور ہوشمندی سے اپنی ذمہ داریاں سرانجام دیتے رہے۔ بالآخر سن ۲۰۱۱ء میں بدبخت امریکیوں کے ایک ڈرون حملے میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے آمین۔

[2] سرزمین کراچی کے 'شاہد خان' جو کہ مجاہدین میں 'فائز بھائی' کے نام سے جانے جاتے تھے، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعے کے عسکری ذمہ داروں میں شامل ہوتے تھے۔ افغانستان کے محاذ پر عسکری ذمہ داریوں کے بعد آپ وزیرستان میں ظالمانہ فوجی آپریشنوں کے دوران عسکری ذمہ داریوں پر فائز رہے۔ بعد ازاں ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں کو دیکھ کر انہیں پاکستان کے شہروں میں دین دشمن سیکوریٹی اداروں کے خلاف عسکری کارروائیوں کی مسئولیت دی گئی۔ آپ نے کامیابی سے کئی اہداف حاصل کیے۔ بعد ازاں سن ۲۰۱۲ء میں کراچی ہی میں ظلم و فساد کی علامت پاکستانی خفیہ اداروں کے عقوبت خانوں میں شہید ہو گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے۔ اپنے خوفِ خدا، جرأت و بہادری، مضبوط اعصاب اور خوش مزاجی میں منفرد تھے۔

آتش و آہن سے حملہ کیا۔ مسجد اور مدرسے کو ملبے کا ڈھیر بنا کر نذرِ آتش کر دیا گیا۔ ایک ہزار سے زائد طلبہ و طالبات کو شہید کر دیا گیا۔ زخمیوں کی تعداد بھی اس سے کم نہ تھی۔ گرفتار شدگان کی تعداد تو ہزاروں میں پہنچتی تھی۔

لال مسجد کے اس ہولناک واقعہ کا سبب مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے 'نہی عن المنکر' کے الٰہی فریضے کو سرانجام دینا تھا۔ دارالحکومت اسلام آباد کے بازاروں میں مسجد و مدرسے کے طلبہ سی ڈی سنٹروں پر تبلیغ کے لیے جاتے اور فحش فلموں کے کاروبار کرنے والوں کو یہ کاروبار ترک کر کے کسی حلال رزق کی تلاش کی نصیحت کرتے۔ ان کی اس تبلیغ کے اثر سے کئی دکانداروں نے توبہ کی اور خود ہی اپنی رضامندی سے فحش فلموں کی سی ڈیوں کو نظرِ آتش کیا۔ اسی طرح لال مسجد سے کچھ ہی فاصلے پر ایک عورت، بے حیائی کا ایک اڈہ چلاتی تھی۔ مسجد کے طلبہ نے اس کو پکڑ کر اس کام سے توبہ کی ترغیب دی تو اس نے توبہ کر کے اس کام سے باز آنے کا اعلان کیا۔ اسی طرح اسلام آباد کے بعض علاقوں میں 'چینی مساج سنٹر' کے نام پر فحاشی و بے حیائی کے مراکز قائم ہو چکے تھے۔ ان مراکز کو ختم کرنے کے لیے بھی لال مسجد سے منسلک طلبہ نے اقدام اٹھائے۔ یہ سب اقدامات غیر مسلح اور محض نصیحت کے زور پر ہی کیے گئے۔ پھر جب پاکستانی طاغوتی حکمران جنرل پرویز مشرف نے راولپنڈی اسلام آباد میں ایک سو سے زائد مساجد کو اپنے راستے کے حفاظتی نقطہ نظر سے گرانا چاہا تو لال مسجد کے طلبہ وطالبات نے احتجاجی تحریک شروع کی اور نہ صرف مسجدوں کے گرانے سے باز آنے کا حکومت سے مطالبہ کیا، بلکہ ساتھ ہی شریعت کے نفاذ کے مطالبہ کو بھی شدت سے بیان کیا۔ مگر یہ سب عمل غیر مسلح اور محض تبلیغ کے ذرائع ہی استعمال کر کے کیا گیا۔

مگر پاکستانی فوج کے لیے عین اسلام آباد کے وسط میں 'امر بالمعروف' کا کام ہونا اور شریعت کے نفاذ کی صدا کا بلند ہونا قطعاً ناقابلِ قبول تھا۔ غرور و تکبر کے لہجے میں فوج کے سربراہ نے ہر قسم کے مذاکرات کو ختم کرتے ہوئے دھمکی دی کہ ''سرنڈر ہو جاؤ، ورنہ مارے جاؤ گے''۔ ہزاروں طلبہ و طالبات اپنے قائد شہیدِ اسلام مولانا عبدالرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں آخری وقت تک مسجد و مدرسے میں ڈٹے رہے، قربان ہو ہو کر گرتے رہے اور قرآنِ پاک کے مصاحف ان کے خون کے چھینٹوں سے رنگین ہوتے گئے۔ فوج نے ایک ہفتے پر مشتمل ''کامیاب آپریشن'' کر کے سب کو ختم کر دیا۔ آپریشن کا نام بھی 'سائلنس'، یعنی خاموشی رکھا گیا۔ بظاہر لال مسجد بھی ختم ہو گئی، اس کا منبر بھی خاموش ہو گیا اور جامعہ حفصہ بھی جلا کر راکھ کر دی گئی۔ مگر اس راکھ سے نکلنے والی چنگاریوں نے ایک نئی تحریک کو جنم دیا۔ پاکستان میں 'شریعت یا شہادت' کے نعرے نے باقاعدہ جہاد کی شکل اختیار کر لی۔

جہادِ پاکستان کا باقاعدہ آغاز

سانحہ لال مسجد نے ملک بھر کے مسلمانوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ گو کہ گیارہ ستمبر کے بعد سے ہی پاکستانی فوج نے کفار کی خوشنودی کے لیے اہلِ اسلام پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ہزاروں عرب اور افغانی مسلمانوں کو ملک بھر سے پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کر کے ڈالر کمانے کا کاروبار کئی سال سے یہ فوج کر رہی تھی۔ پھر وزیرستان اور باجوڑ وغیرہ میں بھی قبائل پر نصرتِ اسلام کے جرم کی پاداش میں آتش و آہن کی بارش کر چکی تھی۔ مگر اب جو معاملہ ہوا وہ ایک تو دارالحکومت کے عین وسط میں ہونے کی وجہ سے سب کی نگاہوں میں آ گیا تھا اور دوسرا قرآنِ کریم پڑھنے والے ننھے پھولوں اور کونپلوں کو اس بڑی تعداد میں قتل کر ڈالنے نے ہر باحمیت مسلمان کو ہلا کر رکھ دیا۔

مسلمانانِ پاکستان پر بالعموم اور مجاہدین پر بالخصوص یہ واضح ہو گیا تھا کہ پاکستانی نظامِ حکومت اور فوج، کفار کے عزائم کو پورا کرنے ہی کا آلہ بن چکے ہیں۔ پاکستانی آرمی کسی بھی ایسی سنجیدہ کوشش کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرے گی جس کے ذریعے اسلام کا آفاقی نظام وطنِ عزیز میں نافذ کیا جا سکے۔ نفاذِ اسلام کی کوئی کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس شجرۂ خبیثہ کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک نہ دیا جائے۔ دوسری طرف قبائل کے غیور مسلمانان جو کہ ہر مشکل وقت پر مسلمانانِ برصغیر کے لیے ایک دفاعی چٹان بنتے تھے، وہ بھی اس غم میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے اور اس ظالم فوج سے معصوم جانوں کا انتقام لینے کے لیے پر تول رہے تھے۔ سب کی یہی رائے بنتی جا رہی تھی کہ دفاعِ اسلام اور مسلمانوں کے دین، عزت اور مال کے دفاع کے لیے اب پاکستانی فوج کے خلاف باقاعدہ جنگ چھیڑنے کا وقت آ گیا ہے۔

دوسری طرف پاکستان کا عام مسلمان بھی فوج سے نفرت اور بغض کے جذبات سے بھرا ہوا تھا۔ اس پر یہ واضح ہو گیا تھا کہ یہ فوج پاکستان کی یا اسلام کی نہیں، بلکہ یہ امریکہ اور یہود ہی کی فوج کا ایک ذیلی ادارہ ہے۔ بلکہ خود صلیبی اور یہودی بھی وحشت و درندگی کے ایسے مظاہرے نہیں دکھاتے جیسا کہ اس فوج نے دکھائے ہیں۔ ایسا وقت آ گیا تھا کہ فوج سے عوام کی ہمدردیاں ختم ہو گئیں تھیں اور فوج کے خلاف جذبات روز بروز بڑھتے جا رہے تھے۔

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ جہادِ پاکستان کا اعلان کرتے ہیں

ایسے میں قبائل کے غیور مجاہدین کے ساتھ ساتھ قائد جہاد شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تاریخی بیان میں پرویز مشرف اور اس کی آرمی کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ لال مسجد کے اس عظیم سانحہ کے بعد

اب وقت آگیا ہے کہ مجاہدین، امریکہ کے ساتھ ساتھ امریکہ کی سب سے بڑی اتحادی "پاکستان آرمی" کے ساتھ بھی جہاد کے لیے اتریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ پرویز، اس کی حکومت، اس کی فوج اور اس کے تمام معاونین کو ہٹانے کی خاطر جہاد و قتال کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔"[1]

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ:

"ہم یعنی، تنظیم القاعدہ کے ساتھی، اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم، مولانا عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کے خون کا بدلہ پرویز اور اس کے ساتھیوں سے ضرور لیں گے۔ اور اس طرح ہم ہر اس طاہر و پاکیزہ خون کا بدلہ لے کر رہیں گے جو ان ظالموں کے ہاتھوں بہا ہے، جن میں سرِ فہرست ابطالِ اسلام کا وہ لہو ہے جو کہ وزیرستان میں بہایا گیا، خواہ شمالی وزیرستان میں ہو یا جنوبی وزیرستان میں۔"[2]

الغرض لال مسجد کے واقعے نے حق و باطل میں تفریق کر ڈالی۔ شہدائے لال مسجد و جامعہ حفصہ کے بر حق ہونے اور مظلوم ہونے پر سب کا اتفاق تھا۔ دوسری جانب پاکستانی فوج کے باطل پر ہونے اور ظالم و وحشی ہونے پر بھی سب متفق تھے۔ مسلمانانِ پاکستان کی آنکھیں اس واقعے پر اشکبار تھیں اور دل مچلتے تھے کہ کس طرح اس واقعے کے مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ سانحۂ لال مسجد کے کچھ ہفتوں بعد ہی پاکستانی فوج اور سکیورٹی اداروں کے خلاف ملک بھر میں جنگ چھڑ گئی۔ وانا سے لے کر باجوڑ ایجنسی اور پھر مالاکنڈ ڈویژن تک سیکورٹی فورسز کے قافلوں اور مرکزوں پر حملے شروع ہو گئے۔ مجاہدین، پھر شہروں کی طرف متوجہ ہوئے اور یہاں پر بھی فوج کے بڑے مراکز کو نشانِ عبرت بنانا شروع کیا۔ پورے ملک میں جہاد کی فضا بن گئی اور ملک بھر میں فوج اور سیکیوریٹی اداروں کے لیے جینا دو بھر ہو گیا۔

[1] لال مسجد کے واقعہ کے بعد شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کا بیان

[2] ایضاً

جہادِ پاکستان کے عملی اقدامات

جہاں دیگر تمام مجاہدین نے لال مسجد کے سانحہ کے بعد جہادِ پاکستان کی تیاری اور اس کے لیے اقدامات تیز کر دیے وہیں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مربوط ساتھی بھی اس کام کے لیے منظم ہو گئے۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرحلہ پر اپنے کچھ ذمہ دار ساتھیوں کو شہروں کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ پاکستان کی مکار اور خائنِ دین و ملت خفیہ ایجنسی، آئی ایس آئی کے دفاتر کا اور بعض دیگر اہداف کا تفصیلی جائزہ لے کر آئیں تاکہ ان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا جا سکے۔

جہادِ پاکستان کے ساتھ تعلق سے متعلق شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع یہ موقف اختیار کیا کہ ہم جہادِ پاکستان میں تو شرکت کریں گے، مگر پورے نظام کے خلاف جنگ نہیں چھیڑیں گے بلکہ بعض خصوصی اہداف کے حصول کے لیے اکابر مجرمین کو نشانہ بنائیں گے۔ جیسا کہ لال مسجد پر وحشیانہ حملہ کرنے والے بدبخت افسران، پرویز مشرف اور اس کے بڑے حمایتی وغیرہ، آئی ایس آئی کے اکابرین اور پاکستان میں موجود صلیبی گماشتے۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو ذیل کے نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

- شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تھی کہ ہمیں اپنی اصل توجہ افغانستان کے محاذ پر مبذول رکھنی چاہیے اور اسی جہاد کو اپنی دعوت کا مرکزی نکتہ قرار دینا چاہیے۔ کیونکہ اسلام اور صلیب کا بنیادی معرکہ سرزمینِ افغانستان ہی پر لڑا جا رہا ہے۔
- آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ تھی کہ پاکستان میں عمومی جہاد کا اعلان کر کے نفیرِ عام نہیں کرنا چاہیے اور ہر جگہ پر عسکری کام کی تشکیلات نہیں کرنی چاہیے بلکہ محض آئی ایس آئی اور فوج کے ایسے مجرموں کو تلاش کر کے ٹھکانہ لگانا چاہیے جو کہ امریکیوں کے براہِ راست اوامر کو پورا کرتے ہوئے وطنِ عزیز میں جاری ہر فساد کے حقیقی ذمہ دار ہیں۔
- آپ رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ پاکستانی مجاہدین اور بالخصوص قبائلی جہادی گروہ نہ ہی تربیت اور نظم کے اس معیار پر فائز ہیں کہ وہ شریعت کے مکمل اتباع کر سکیں اور نہ ہی پاکستانی معاشرہ حکومت کے خلاف اس جہاد میں مجاہدین کے ساتھ کھڑا ہو پائے گا۔
- پاکستان کے نظام حکومت کے غیر شرعی ہونے اور اس کو جہاد کے ذریعے ہٹانے کے فرض ہونے پر وہ بھی متفق تھے۔ مگر لال مسجد کے واقعے کے فوراً بعد پیشگی تیاری، عوامی ذہن سازی، اور سب سے بڑھ کر مجاہدین کی شرعی، اخلاقی و فکری تربیت اور نظم و ضبط کے بغیر اس جنگ میں کودنے پر شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ آمادہ نہ تھے۔

- جماعت القاعدہ اور اس کے قائد شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عالمی تحریکِ جہاد میں شرکت کی وجہ سے غیر معمولی عقیدت رکھنے کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ چاہتے تھے کہ پاکستان میں اگر ضرورت پڑے بھی تو ہمیں جماعت سے ہٹ کر آزادانہ حیثیت میں عسکری کام کو کرنا چاہیے۔

یہ نکات تو شیخ احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جہادِ پاکستان میں شرکت کے حوالے سے سوچ پر مبنی تھے۔ اس کے برعکس شہید ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ اور شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس سے کچھ مختلف تھی۔ آپ دونوں کی رائے تھی کہ ہمیں اپنا جہادی سفر عالمی تحریکِ جہاد کے سایہ تلے، شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی میں ہی چلانا چاہیے۔ ان دونوں حضرات رحمۃ اللہ علیہما کی رائے کا خلاصہ ذیل کے نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

- جہادِ پاکستان کے حوالے سے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خدشات کے حوالے سے ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ متفق تھے مگر ان کی رائے یہ تھی کہ یہ جنگ ہم نے شروع نہیں کی ہے بلکہ افواجِ پاکستان نے شروع کی ہے اور ہم اس میں اپنا اور اپنے دیگر بھائیوں کے دفاع کرنے پر شرعاً مامور اور عملاً مجبور ہیں۔
- فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ دوسری طرف مجاہدین کی طرف سے بھی یہ جنگ، تنظیم القاعدہ نے نہیں چھیڑی ہے بلکہ قبائل میں موجود مجاہدین اور دیگر اہلِ پاکستان نے لال مسجد کے واقعے کے انتقام، قبائل کے دفاع اور شریعت کے نفاذ کی فکر کی خاطر یہ جنگ شروع کی ہے۔ تنظیم القاعدہ تو یہود اور صلیبیوں سے جاری عالمی جہاد کی خاطر ایک پناہ گاہ کی تلاش میں پاکستانی علاقوں میں آئی ہے۔ ایسے میں جب خیبر سے کراچی تک اہلِ پاکستان پر فوج کے ظالم اور امریکی ایجنٹ ہونا واضح ہو چکا ہے اور عوامی غم و غصہ بہت شدید ہے ہمیں بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔
- مجاہدین کی شرعی تربیت میں کمزوری اور انتقامی جذبے میں شرعی مخالفت کے امکان کے بارے میں بھی ان دونوں حضرات کی رائے تھی کہ اگر ہم اس جہاد سے کٹ کر الگ بیٹھ جائیں تو پھر تو اس کی اصلاح اور سمت کی درستگی اور غیر شرعی حرکات سے روکنے کی کوئی سبیل بھی نہ بن پائے گی۔ پھر جب بھی اور جہاں کہیں بھی جہادی عمل کھڑا ہوتا ہے وہ حالات کے جبر اور غاصبوں کے ستم کے ردِ عمل میں پھٹنے والے لاوے کی وجہ سے ہی کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس میں ابتداء میں غلطیوں کے امکان بھی ہوتے ہیں۔ اگر ہم اپنے قبائلی اور دیگر پاکستانی بھائیوں کے ساتھ اس

جہاد میں شریک رہیں گے تو جہادی نصرت اور عملی اتحاد کی بدولت تنظیم القاعدہ کے اکابرین اور علماء اور دیگر اہلِ خیر اپنی اصلاحی کوششوں سے مجاہدین کی سمت کو درست رکھنے کی کوشش کر سکیں گے۔ لیکن اگر ہم الگ ہو کر بیٹھ گئے تو جنگ تو دیگر حضرات کرتے رہیں گے اور ہمیں اصلاح کا موقع بھی نہیں مل سکے گا۔

- ان دونوں حضرات کی یہ رائے بھی تھی کہ قیامِ پاکستان کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ پاکستانی عوام اور بالخصوص دینی طبقہ پاکستانی فوج اور اسٹیبلشمنٹ کے خلاف سنجیدہ قدم اٹھانے پر آمادہ نظر آتا ہے۔ ملک بھر میں امریکہ کی پٹھو فوج کی نفرت بڑھ چکی ہے۔ نفاذِ شریعت کی پکار لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کی آواز ہے۔ دوسری طرف سینکڑوں میلوں پر پھیلی قبائلی پٹی کے اکثریتی علاقوں پر مجاہدین کا قبضہ ہے۔ چنانچہ یہ مناسب وقت ہے کہ جس میں پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے جہاد کو منظم کرنا شروع کیا جائے۔
- یہ دونوں اکابرین بھی اس نکتہ پر متفق تھے کہ بنیادی معرکہ صلیبیوں سے افغانستان ہی کی سرزمین پر لڑا جارہا ہے مگر ایک تو مجاہدینِ امارتِ اسلامیہ اپنی مضبوطی کے اعتبار سے کافی حد تک خود کفیل ہیں اور دوسری طرف جہادِ افغانستان کے ساتھ بھی اخلاص کا سب سے بڑا مظاہرہ یہی ہو سکتا ہے کہ امارتِ اسلامیہ کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے والی پاکستانی فوج کے خلاف جہاد کر کے امارتِ اسلامیہ کی کمر کو مضبوط کیا جائے۔
- فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ یہ رائے بھی رکھتے تھے کہ چونکہ ہم تنظیم القاعدہ کے امراء حضرات سے اطاعت کا عہد کر چکے ہیں اور ان کے حکم پر ہی ہم نے یہ مجموعہ تشکیل دیا ہے، اس لیے ایک اجتہادی اختلاف کی وجہ سے امیر کی اطاعت سے نکلنا، شرعاً مناسب نہ ہو گا۔ یہ دونوں حضرات رحمۃ اللہ علیہما کہتے تھے کہ چونکہ ہم نے اپنے تمام ساتھیوں کو جماعت القاعدہ کے نام پر ہی دعوت دی تھی اور ان میں سے بیشتر شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جہاد کرنے کی نیت لے کر ہی ہم سے جڑے تھے، اس لیے ایسا کرنا ہمارے تمام ساتھیوں سے دھوکے کے زمرے میں آئے گا اور یہ قطعاً مناسب نہیں ہو گا۔
- ان کی رائے تھی کہ مجاہدین کا آپس میں جڑنا اور اکھٹا ہونا، متحد ہونا، شریعت کی نظر میں ایک ضروری عمل ہے اس کے برعکس اختلاف اور تنازعہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس لیے اگر عالم بھر کے مجاہدین جماعت القاعدہ کے ساتھ جڑ رہے ہیں، اور مجاہدین کا عالمی اتحاد ہو رہا ہے، تو ہمارا ایک دفعہ جڑنے کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے اس سے پیچھے

ہٹنا کیا معنی دے گا؟ جب موجودہ دور میں پورے عالم میں مسلمانوں کا دشمن اکٹھا ہو چکا ہے تو ہمیں بھی شیخ اسامہ کی قیادت میں اکٹھے ہو کر ہی آگے بڑھنا چاہیے۔

- اسی طرح ان کی رائے تھی کہ تنظیم القاعدہ کے اکابرین مثلاً شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن ظواہری حفظہ اللہ وغیرہ کو عالمِ اسلام کے کئی خطوں میں جہاد کا تجربہ حاصل ہوا ہے اور ان کی عمریں جہاد فی سبیل اللہ میں گزر گئی ہیں۔ لہٰذا جہادی مصلحتوں کو جاننے میں یقیناً ان کا علم، تجربہ اور دانش مندی ہم سے کافی بہتر ہو گی۔
- ان دونوں حضرات کی رائے تھی کہ موجودہ زمانہ میں مجاہدین کے لیے لازمی ہے کہ رہبر اسلام امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کی امارت اور قیادت کے اندر رہتے ہوئے جہاد کریں۔ یہ بات سب پر واضح ہے کہ جماعت القاعدہ، امیر المؤمنین ملا عمر کی اطاعت کے اندر رہ کر کام کرتی ہے۔ شیخ اسامہ بن لادن کو امیر المؤمنین رحمۃ اللہ علیہ نے خود پورے عالم میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے جہاد کرنے کی اجازت اور حکم دیا تھا۔ اس لیے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے لشکروں میں شامل ہو کر ہم براہ راست امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کے پرچم تلے جمع ہو سکیں گے۔

اس بحث کے خلاصے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کوئی عقیدے یا نظریہ کا بڑا اختلاف قطعاً نہیں تھا۔ بلکہ کسی خطے میں عسکری کام کے شروع کرنے اور کام کے طریقہ کار پر جزوی اختلاف تھا اور یہ تینوں اکابرین اپنی اپنی آراء کے دفاع میں قوی دلائل رکھتے تھے۔ جہادِ پاکستان کے بارے میں جن خدشات کا شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ان میں سے بہت سے پیش بھی آئے۔ جبکہ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم مصلح اور داعی کے جہادِ پاکستان سے کٹ جانے سے جہاں مجاہدین کی اصلاح کا ایک زریں موقع ضائع ہوا وہیں پر تنظیم القاعدہ کے اکابرین کی کاوشوں سے جہادی سمت کو درست رکھنے، مجاہدین کی شرعی فکری تربیتیں کروانے، شرعی غلطیوں کی اصلاح کرنے کا بھی خاطر خواہ کام ہوا۔ وہ اور بات ہے کہ بعد میں امریکی ڈرون حملوں میں تنظیم کی قیادت کی پے در پے شہادت نے اصلاح کے اس عمل کو کچھ کمزور ضرور کر دیا۔

پھر قرونِ اولیٰ کے پاکیزہ زمانے میں بھی اور ہمارے امام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی بعض اوقات کسی خاص خطے، یا کسی خاص وطن کی طرف جنگی مہم بھیجنے یا جنگ چھیڑنے کے موضوع پر اختلاف رائے ہوتا رہا تھا۔ یہ ایک تکنیکی، میدانی اختلاف تھا۔ منہج و نظریہ اور فکر و عقیدہ میں وہ سب ایک ہی تھے۔ اور اس اختلاف کے باوجود اللہ کے یہ اولیاء آپس میں شیر و شکر

اور کفار و منافقین سے مقابلے میں بنیانِ مرصوص تھے۔ اپنی شہادت تک فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا شیخ، استاد اور مربی اور محسن کہتے رہے اور ان کے احسانات کو برملا یاد کرتے رہے۔

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ سے بیعتِ جہاد

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس اختلاف میں جو رائے تھی وہ مجموعہ کے تقریباً تمام پرانے اور ذمہ دار ساتھیوں کی رائے بھی تھی۔ وہ شرعاً، شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امیر سمجھتے تھے اس لیے ان کے نائبین کی اطاعت کو بھی واجب سمجھتے تھے۔ اس موقع پر نہ صرف فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام ساتھیوں سے مشورہ کیا، بلکہ وزیرستان میں موجود دیگر تمام میسر مجاہدین سے بھی مشورہ کیا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ، باوجود اس کے کہ آپ کے لیے پاکستانی شہروں میں سیکوریٹی کی مشکلات تھیں، خفیہ طور پر شہروں کی طرف بھی گئے اور بعض علمائے کرام اور اپنے بیشتر انصار و معاونین سے بھی مشورہ کیا کہ اس صورتِ حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مستقل استخارہ میں بھی مصروف تھے۔

یہ موقع فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا شاید سب سے زیادہ پریشانی و غم کا وقت تھا۔ ایک طرف شرعی فریضہ، وقت کی پکار اور ضمیر کی آواز اور دوسری طرف اپنے محبوب، مربی استاد و شیخ کی شخصیت سے جدائی۔ آپ کے لیے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بچھڑنا اور دور ہونا انتہائی تکلیف دہ عمل تھا اور اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے کہ جسے اس زمانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت نصیب ہوئی ہو۔ اس بچھڑتے وقت بھی ایک دوسرے کے ساتھ احسان کے عجیب ایمانی واقعات پیش آئے۔ اپنے قیمتی اسلحہ اور دیگر سامان کو بغیر کسی جھگڑے یا دعوے کے، ایک دوسرے کی ضروریات کے لحاظ سے تقسیم کیا اور بعد میں بھی جب اور جہاں موقع ملا ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک اور فیاضی کرتے رہے۔ اسی عرصے میں ایک دفعہ کچھ ناواقف حضرات نے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی نازیبا بات کر دی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو سخت دکھی ہوئے، آپ کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا کہ "ان ساتھیوں کو شیخ احسن کے اخلاق کا شاید نہیں پتا۔ اگر پتا ہوتا تو کبھی اس طرح نہ کہتے"۔

تنظیم القاعدہ کی اعلیٰ قیادت سے تفصیلی بحث مباحثہ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل مطمئن ہونے سے قبل تنظیم القاعدہ کی قیادت سے دوبارہ تمام مسائل کو سمجھنے اور ذہن میں آنے والے اشکالات کو حل کرنے کے لیے کئی نشستیں کیں۔ یہ نشستیں تنظیم کے خراسان کے محاذ کے امیر شیخ

مصطفی ابو یزید مصری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے نائب شیخ عطیۃ اللہ لیبی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوئیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذہن میں آنے والے تمام خدشات کو ان حضرات کے سامنے پیش کیا۔ جس کے انہوں نے بڑے تحمل اور اطمینان سے جوابات دیے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر عقائدِ اسلام کے بعض باریک باریک موضوعات پر بھی ان سے ان کا موقف جانا، اسی طرح مذاہبِ اربعہ کی حیثیت، تقلید کی شرعی حیثیت کے ساتھ ساتھ، اہلِ سنت والجماعت کے درمیان مذہبی اور کلامی مباحث کے اختلاف اور دیگر مذہبی و سیاسی مسائل میں بھی ان کی آراء کو جانا۔ جہادی حکمتِ عملی کے حوالے سے بھی اپنے اطمینان حاصل ہونے تک استفسارات کرتے رہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مزید اطمینان حاصل کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ تنظیم القاعدہ کی قیادت کی جہاں آراء، اہلِ سنت والجماعت کی عمومی عقائد و نظریات کے مطابق ہیں، وہیں برِ صغیر کے علمائے کرام کی بیشتر آراء سے موافقت اور ان کا احترام بھی ان حضرات میں پایا جاتا ہے۔

تفصیلی بحث مباحثہ کی یہ نشست کئی دن جاری رہی اور جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو مکمل قلبی اطمینان ہو گیا تو پھر انہوں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور شیخ مصطفی ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی باقاعدہ بیعتِ جہاد کر لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلائے کلمۃ اللہ، جہاد فی سبیل اللہ اور خلافت کے قیام کے لیے ساری عمر جہاد کرنے اور اس میں معروف امور میں حسب استطاعت تنظیم القاعدہ کے مرکزی امیر اور اس کے نائبین کی سمع و اطاعت کرنے کا عہد کیا اور اپنی شہادت تک اس عہد پر مکمل قائم رہے۔ یہ ۲۰۰۷ء کے اواخر کی بات ہے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

بیعت کرنے کی شام کو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ کئی ماہ کی پریشانیوں اور تھکاوٹوں کے بعد آج وہ خوش اور مطمئن تھے۔ میں نے پوچھا کہ "آپ کے مشورے کہاں تک پہنچے؟" مسکرا کر جواب دیا کہ "میں نے بیعت کر لی ہے"، میں نے چونک کر پوچھا "کیا آپ کو مکمل اعتماد ہو گیا تھا، ابھی چند دن پہلے تو آپ کچھ تذبذب کا شکار تھے؟"، کہنے لگے "ہاں میں نے تمام مسائل میں قیادت سے تفصیلی بحث مباحثہ کر لیا ہے۔ دیکھیں! انسانوں کی ہر جماعت میں کوئی نہ کوئی خامی ہونا لازمی امر ہے، اسی طرح تنظیم میں بھی خامیاں ہو سکتی ہیں مگر میرے علم کی حد تک تنظیم القاعدہ اس وقت روئے زمین پر سب سے زیادہ حق پر قائم جماعت ہے، اس لیے میں نے اس کی بیعت کر لی، اور ہاں اگر کل مجھے حق کہیں اور نظر آیا تو میں اسی کی طرف مڑ جاؤں گا"۔

ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت تلے

بیعت کے بعد تنظیم القاعدہ کی قیادت نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کو ایک نئے مجموعہ کی شکل میں پرو ڈالا۔ اس نئے مجموعے کا امیر ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر کیا گیا جو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ قبل، تنظیم القاعدہ کی قیادت کے ساتھ باقاعدہ بیعت کر چکے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو نائب مقرر کیا گیا اور پھر وہ دوبارہ نئے عزم کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے مصروف ہو گئے۔

شہید ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ اخلاقی و روحانی صفات کے ساتھ ساتھ جرأت و شجاعت کے پیکر تھے۔ صوبہ سندھ کے شہر سکھر کی دعوت الی اللہ میں مشغول ایک معروف شخصیت اور استاد، محترم حافظ وحید اللہ خان صاحب کے گھر میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کے والدین نے دین کی محبت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ جوان ہوئے تو اللہ کے دین کو پوری دنیا میں غالب کرنا اور پاکستانی معاشرے سے منکرات کو مٹانا ان کی زندگی کا عنوان بن گیا۔ روسی حملے کے دوران جہادِ افغانستان کی مدد و نصرت میں شریک رہے۔ جہادِ کشمیر کے داعی اور پشتیبان بنے۔ پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر بننے کے بعد ان کی زندگی کا رخ اور تمنائیں، دنیاوی سٹیٹس بڑھانے کے بجائے دعوتِ دین اور معاشرے کی اصلاح کی کوششیں بن گئیں۔ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ڈاکٹر ارشد وحید افغانستان پر امریکیوں کے وحشیانہ ظالمانہ حملے کے وقت طبی امدادی سامان لے کر عین امریکی حملے کے وقت کابل جا پہنچے اور مجاہدین کی نصرت اور علاج معالجے میں مشغول ہوئے۔ کابل جب دشمنانِ دین کے ہاتھوں میں چلا گیا تو پھر جنوب کی طرف سے چمن بارڈر پر طبی کیمپ لگا کر بیٹھ گئے اور قندھار کے محاذ پر ڈٹے مجاہدین اور پھر مہاجرین کے علاج و معالجے میں مستقل پانچ ماہ تک مصروف رہے۔ صلیبیوں کے افغانستان پر قبضے کے بعد عالَم بھر سے دین کی شمع پر مر مٹنے کے لیے جمع ہوئے مہاجرین میں سے بیشتر نے سرزمینِ اسلام پاکستان کا رخ کیا۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر پاکستان کی پرویزی فوج اور حکومت نے امتِ مسلمہ سے جو خیانتِ عظمیٰ کی اور حقیر ڈالروں کے عوض امت کے بیٹوں کو صلیبیوں کے جو حوالے کیا اس کی داستانیں تو بہت مشہور ہیں۔ مگر دوسری طرف اہلِ پاکستان میں سے جن اہلِ ایمان نے اپنی جان و مال کو خطرے میں ڈال کر مہاجرینِ اسلام کی نصرت و مدد کی، اپنے گھر بار کو ان کی خاطر لٹا ڈالا، اپنا دنیاوی کیریئر، نصرتِ اسلام کی راہ میں قربان کر ڈالا، ایسے فرزندانِ توحید میں نمایاں نام ڈاکٹر ارشد وحید کا تھا۔ اسی دوران کراچی میں کچھ مجاہدین کے علاج کے الزام میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر وحشی صلیب نواز خفیہ ایجنسیوں کے ٹارچر سیلوں میں آپ کو تشدد کا نشانہ بنایا

گیا۔ مگر آپ کے پایۂ استقامت میں کوئی لغزش نہ آئی۔ بلکہ زندان کی عقوبتیں وصعوبتیں آپ کے قوتِ عشق کو مہمیز ہی دیتی رہیں۔

ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ ایک بے مثال داعیِ دین تھے۔ آپ نے ابتدائے جوانی ہی سے دروسِ قرآن کے ذریعے دین کی محبت کے بیج معاشرے میں بونا شروع کیے۔ آپ کی آواز میں سوز اور درد تھااور قرآنی آیات کی تلاوت کرتے ہی آپ کا دل بھر آتا، آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور سخت سے سخت دل کو بھی پگھلا کر دینِ اسلام کی محبت اس میں انڈیل دیتے۔ قرآن کی دعوت کا داعی ہو اور اس میں جہاد کا تذکرہ نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے جبکہ سینکڑوں آیاتِ قرانیہ جہاد کے مسائل کو بیان کرتی ہیں۔ کراچی سینٹرل جیل سے رہائی کے بعد تو خصوصی مہم چلا کر آپ نے اپنے دروس کے ذریعے نوجوانانِ پاکستان میں جہاد، ہجرت اور شہادت کی تڑپ پیدا کرنے کے لیے دروس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے کلمات نے ہزاروں دلوں کو جھنجھوڑااور سینکڑوں نفوس کو جہادِ فی سبیل اللہ سے لا جوڑا۔ پاکستان کے ایک معروف عالمِ دین، پیرِ کامل حضرت مولانا قاری نور محمد نقشبندی نور اللہ مرقدہ کو جب کسی ساتھی نے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ان کا ایک درس سنایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بے حد متاثر ہوئے، آپ کو دعائیں دیں اور فرمایا کہ اس جوان کے دل میں بہت سوز ہے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیگر داعیانہ صفت کے ساتھ ساتھ عبادات کے رسیہ، شب بیدار عابد تھے۔ رات کے آخری پہر میں سسکیاں لے کر اپنے رب کے آگے مناجات میں مشغول رہتے۔ پھر اخلاق ایسے کہ جو دیکھے وہ ان کا گرویدہ ہو جائے اور ہر کوئی یہ سمجھے کہ ان کا سب سے زیادہ قریبی تعلق مجھ ہی سے ہے۔ بھاگ بھاگ کر دوسروں کے کام اور ضروریات کو پورا کرنے والے، ساتھیوں کی خوشیوں پر بے حد خوش ہونے والے ایک شفیق بڑے بھائی کی طرح سب کے بڑے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ سن ۲۰۰۷ء میں تازہ تازہ وزیرستان کی طرف ہجرتیں شروع ہوئیں اور دیارِ ہجرت میں ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قریبی ساتھی مالدیپ کے ابو حمزہ نبیل رحمۃ اللہ علیہ کے گھر بچے کی ولادت ہوئی...جو کہ میرے اندازے کے مطابق پاکستانی مجموعوں کے ساتھیوں کی سرزمینِ ہجرت میں پیدا ہونے والی پہلی اولاد تھی...اس موقع پر اپنے مہاجر مالدیپی بھائی کی خوشی پر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوشی دیدنی تھی۔ آپ نے عقیقے کے موقع پر بھائیوں کو اکھٹا کیااور محبت و پیار اور خوشی کا ایساماحول بنایاکے نئے نئے گھروں سے نکلے مہاجر مجاہدین کے دل بے حد مسرور ہوئے۔ الغرض ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ صفاتِ حمیدہ اور عاداتِ کریمہ کے ایک حسین گلدستہ تھے جس کی مثال موجودہ زمانے میں کم ہی نظر آئی ہے۔

پھر ان صفات پر حاوی ہونے والی ان کی سب سے نرالی شان ان کی شجاعت اور دلیری، ان تھک محنت کی عادت، اور ہر وقت جہادی منصوبوں کو آگے بڑھانے کی تڑپ تھی۔ ان کے پاس فرصت اور فراغت بالکل نہیں تھی بلکہ انہیں اپنے رب کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کی تڑپ فارغ نہیں رہنے دیتی تھی۔ ارشد بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی تو ہر دم یہی کیفیت رہتی تھی کہ:

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے　　　　　نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

عملی اقدام اٹھانا اور خطرے میں کود پڑنا آپ کی نمایاں صفت تھی۔ آپ نے فوری طور پر جہادِ پاکستان میں تیزی لانے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں جو اہم اقدامات کیے وہ کچھ یوں تھے:

- شہید ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ خود پاکستان کے شہروں میں چلے گئے اور وحشی آرمی کے خلاف کارروائیوں کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔ آپ نے کامیابی کے ساتھ معصوم بچوں اور خواتین کی قاتل آرمی اور اس کی مکروہ انٹیلی جنس ایجنسی آئی ایس آئی کے خلاف، فدائی کارروائیاں کروائیں۔ آپ خود کارروائیوں کے لیے سامان پہنچانے اور آخری لمحہ تک قیادت کرنے کے عمل میں شریک رہے۔
- آپ نے وزیرستان میں موجود مجاہدین کی پاکستانی جہاد اور بالخصوص شہری جنگ کے حوالے سے تربیت کے بندوبست پر توجہ دی۔ اس سلسلے میں ہنگامی طور پر اپنے پرانے ساتھیوں کو شہری جنگ کی تربیت دینے کے لیے ایک بڑے دورہ کا انتظام کیا۔ خوش قسمتی سے انہیں جہادِ کشمیر میں طویل عرصے تک مجاہدین کے استاد رہنے والی شخصیت فیصل آباد کے شہید استاد محمد افضل (ذاکر) رحمۃ اللہ علیہ میسر آگئے جو کہ لال مسجد کے واقعہ کے بعد ظالم فوج سے جہاد کرنے کی نیت کرکے، شہید ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آملے تھے۔ آپ نے دورے کا آغاز کروایا۔ ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ خود بھی دورے میں شریک تھے اور دورے کے پر مشقت اعمال، ورزشیں، بھاگ دوڑ بڑی توجہ سے کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جہادِ پاکستان کو مضبوط کرنے، وحشی و ظالم آرمی کو سبق سکھانے اور وطنِ عزیز میں شریعت کا نفاذ کرنے کا جنون سوار تھا۔

شہادتِ ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ

دورۂ شہری جنگ کے دوران ہی ڈرون طیارے وانا کی فضاؤں میں شدت سے منڈلانے لگے۔ دورہ کچھ دن ملتوی کر دیا گیا اور جگہ بھی تبدیل کی گئی۔ ساتھیوں کا گمان یہی تھا کہ نئی جگہ کا علم دشمن کو نہیں ہو سکے گا۔ مگر پاکستانی فوج کے تربیت یافتہ جاسوسوں نے دوسری جگہ کی نشاندہی بھی کر دی۔ فضا میں ڈرون طیارے مستقل ہی گھومتے رہے۔ ساتھیوں کی بعض عسکری مشقیں باقی تھیں۔ دیگر بھائیوں کے مشورے اور حالات کی نزاکت دیکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی بنی کہ کل سے اس دورہ کو ملتوی کر دیا جائے۔ مگر اللہ نے اسلام کے اس شیر کے لیے کچھ اور ہی لکھا تھا۔ ان کی اس تمنا کے پورے ہونے کا وقت نزدیک آ چکا تھا جس کی خاطر وہ راتوں کو پہروں رو رو کر دعائیں مانگتے تھے اور جس موت کے منہ میں رضائے رب کی خاطر کودنے کے وہ شوقین تھے۔ اس سہانی شام کا وقت قریب آ لگا۔

ہجرت کے راہیوں کی نصرت کا یہ سفر خود
جس شام کے لیے ہی میں نے بھی طے کیا تھا
وہ شام آگئی تو... پھر انتظار کیسا؟
جنت ہے منتظر گر... اس سے فرار کیسا؟
پرواز کے لیے ہیں تیار بال و پر بھی
اللہ کے راستے میں حاضر ہے میرا سر بھی

۱۶ مارچ ۲۰۰۸ء کو جب آپ شہری جنگ کی تربیتی مشقوں میں مصروف تھے، امریکی ڈرون طیارے نے لیزر گائیڈڈ میزائیلوں سے ان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں آپ اپنے تیرہ مزید ساتھیوں کے ساتھ شہادت کے رتبے کو پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔

شہید ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کو کام کرنے کے لیے بہت محدود وقت ملا۔ آپ محض چند ماہ تک ہی مجاہدین کے امیر رہے۔ آپ کے کام کرنے میں پھرتی اور تیزی بہت زیادہ تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے منصوبوں کو شروع کر کے انہیں نتیجہ تک پہنچا ڈالتے تھے۔ جس کام کا ارادہ کر لیا تو اللہ پر توکل کر کے نکل پڑے۔ گویا ان کی لغت میں ڈرنا یا جھجکنا لکھا ہی نہ تھا۔ ساتھیوں سے محبت کرنا اور ہر ساتھی کا خیال رکھنا ان کی خصوصی صفت تھی۔ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنے اور اسی تقویٰ کی کیفیات کو ساتھیوں میں منتقل کرنا آپ کا خاصہ تھا۔ آپ نے پھرتی اور چستی سے جہادی اعمال کو سرانجام دیا اور پھر اسی

پھرتی کے ساتھ اپنے رب سے جاملے۔ خالقِ کائنات کی مشیت نے یہی چاہا کہ امت کے ہیرے کو جلد ہی وہ مقام دلا دے جس کو پانے کی دعائیں وہ راتوں کے آخری پہروں میں سسکیاں مانگ کے اپنے رب سے مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ جلد ہی شہید ہو کر اپنے رب سے جاملے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے آمین۔

'مردِ مسلمان'

شہید امیرِ جہاد ڈاکٹر ارشد وحید ایک مثالی مسلمان تھے۔ ایمانی وانسانی اعلیٰ صفات اور اجلے کردار کی اتنی حسین و اجلی شبیہ شاید اس زمانے میں نہ دیکھی گئی ہو۔ اس کتاب کو تحریر کرتے ہوئے اچانک اقبال کی کتاب 'ضرب کلیم' کی خوبصورت نظم 'مردِ مسلمان' پر نظر پڑ گئی جس میں غالباً اقبال نے قرونِ اولیٰ کے مسلمان کی تصویر کشی کی ہے۔ ایک ایک شعر کو پڑھتا گیا اور ایسا لگتا گیا کہ شاید یہ ارشد وحید بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہو رہا ہے یا جیسے اقبال پہلے ہی سے ان کو جانتے ہوں۔ اس موقع پر اس نظم کو سرزمینِ پاکستان کے قیمتی ہیرے شہید ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ جیسے 'مردِ مسلمان' کے تناظر میں اس کتاب میں تحریر کرنا مناسب محسوس ہوتا ہے۔ شاید قارئین کو ارشد بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صفات سمجھنے میں مزید آسانی ہو سکے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن　　گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت　　یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی　　ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن　　قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے　　دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ شبنم　　دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں، وہ طوفان
فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب و روز　　آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحمان

عَلمِ جہاد کو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سنبھالتے ہیں

اسلام کی روشن تاریخ قربانیوں اور شہادتوں سے بھری پڑی ہے۔ دین کے رستے میں ایک کٹتا تو دوسرا سرفروش آگے بڑھ کر اس پرچم کو گرنے سے بچالیتا۔ معرکہ مؤتہ میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کٹ کر گرے تو علمِ جہاد کو آگے بڑھ کر سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا۔ آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو کر گرے تو سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ آپ اپنے حصہ کا کام کر کے دینِ حق کی خاطر قربان ہوئے تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پرچمِ توحید کو سنبھالا۔ اس طرح کٹنے اور پھر اٹھنے، گرنے اور پھر سنبھلنے کی داستان چلتی رہی اور دینِ اسلام کی عظیم شمع ہم تک پہنچی۔

شہداء کو دفنانے اور زخمیوں کے علاج سے فارغ ہونے کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو مجموعہ کا باقاعدہ امیر مقرر کر دیا گیا۔ ڈرون حملہ میں شہید ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کا ایک بالکل نوعمر بھتیجا 'احلم'[1] بھی شہید ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قریبی عزیز نے اپنے دو قریبی رشتہ داروں کی شہادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور خوشی منائی اور تمام ساتھیوں کو جمع کر کے ان کو کھانا کھلایا۔ اسی دعوت کے موقع پر قائدِ جہاد شیخ مصطفی ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ (خراسان میں القاعدہ کے امیر) کا خط پڑھ کر سنایا گیا جس میں آپ نے اس حادثہ پر مجاہدین کو تسلی و حوصلے کے کلمات لکھے تھے اور شہداء پر تعزیت کی تھی۔ شیخ نے اپنے اسی خط میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو عارضی طور پر مجموعہ کا امیر مقرر کیا اور بعد میں مستقل کر دیا۔

شہادت اور صبر

اسی دعوت کے موقع پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مشہور درس دیا جو کہ بعد میں ''شہادت اور صبر'' کے عنوان سے نشر ہوا۔ امیر سمیت تیرہ ساتھیوں کی شہادت سے ساتھیوں کی غم سے بری حالت تھی۔ ہر آنکھ اشکبار تھی اور دل بے

[1] شہید ڈاکٹر ارشد وحید کا نوعمر بھتیجا 'احلم' شہادت کی تڑپ اور ایمانی صفات میں اس دور میں اللہ کی نشانی تھا۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے بتایا کہ ''احلم کی شہادت سے قبل وہاں وانا میں ایک اور ڈرون حملہ ہوا تھا، جو نیک محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ہونے والے ڈرون حملے کے بعد پہلا حملہ تھا۔ میں شہداء کو دیکھنے کے بعد واپس آیا تو اَحلم نے پوچھا کہ شہداء کی کیا کیفیت تھی، میں نے کہا کہ جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے اور بہت ہی زیادہ خوشبو آ رہی تھی۔ کہا دعا کرو کہ میرا جسم بھی میزائل سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ میں نے کہا یہ 'شہری جنگ' کی ٹریننگ کیوں کر رہے ہو؟ پہلے دشمن کو خوب نقصان دو پھر شہادت کی آرزو کرو! بولے ''بھائی جان، اللہ کے لیے کیا مشکل ہے؟ اللہ چاہے تو سیکنڈ کے دسویں حصے میں بھی امریکہ کو تباہ کر سکتا ہے، لیکن اللہ اگر میرے ذریعے پورے عالم کفر کو فتح کروا دے، میں ہی امریکہ پر فتح کا جھنڈا اگاڑ دوں، مگر اس کے بعد میری اپنی بخشش نہ ہو جائے تو مجھے اس فتح کا کیا فائدہ؟ اس لیے میں تو شہادت چاہتا ہوں اور ایسی شہادت کہ جسم بس بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ ایسا ہی ہوا، بمباری کے بعد سب شہداء کے جسم کا کوئی سالم عضو ملا، مگر احلم بالکل ہی ٹکڑے ٹکڑے ہوا تھا اور جسم کا کوئی ایک عضو بھی سالم نظر نہیں آیا۔ واقعی اللہ کے ساتھ سچا تھا تو اللہ نے بھی اسے سچا کر دکھایا''۔

قرار تھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے غزوہ احد کا تذکرہ شروع کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اُس وقت کی کیفیت اور غم کو بیان کیا۔ پھر ان آیات کا بیان کیا کہ جو خالقِ کائنات نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تسلی کے لیے نازل کی تھیں۔ اپنے اس درس میں مختلف انداز سے آپ بھائیوں کو تسلی دیتے رہے، ان کے حوصلے بڑھاتے رہے اور اللہ کے وعدوں پر یقین کو مضبوط کرتے رہے۔ آپ یوں گویا ہوئے:

"غم کس بات کا ہو؟ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے ہمارے دل دکھیں؟ اس بات کا کہ کفار نے ضرب لگا دی! تو ہمارے تو چودہ ساتھی شہید ہوئے ہیں ان کے تو ہر دوسرے روز اتنے بندے مارے جا رہے ہوتے ہیں۔ بیس ادھر عراق میں، دس افغانستان میں، پانچ پاکستان میں، یہ تو روز کی ضربیں ہیں جو ان کو پڑ رہی ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہمارا نقصان دیکھیں تو الحمد للہ اللہ کے فضل سے بہت تھوڑا ہے۔

ہم جب سب گھروں سے نکلتے ہیں تو ایک دعا ہے جو ہم صبح وشام کر رہے ہوتے ہیں۔ اللّٰھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک [1]۔ جب ہم میں سے کسی کو یہ مقام مل گیا تو یہ تو خوشی کا مقام ہے کہ اللہ نے اس کو چن لیا۔ ٹھیک ہے غم اس کا کہ ہم سے پہلے نکل گیا، غم جدائی کا لیکن خود اس کے لیے تو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے (ان شاء اللہ) اس کو ہم سے پہلے چن لیا۔ اللہ ان کی شہادتوں کو قبول کرے۔

غم اس بات کا ہو کہ وہ ہم سے آگے نکل گئے، ہاں یہ غم کی بات ہے، غم ضرور ہونا چاہیے اس پر، غم ہونا فطری چیز ہے۔ لیکن کیا اس کا تقاضا یہ نہیں بنتا کہ ہم اور قوت کے ساتھ، اور ہمت کے ساتھ، اور جرأت کے ساتھ، اسی راستے پر ڈٹیں کہ جس پر وہ ڈٹے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سے ملا دے"۔

آپ سورۃ آلِ عمران کی آیات کو پڑھتے جا رہے تھے اور ہمیں لگتا تھا کہ جیسے یہ آج ہی اور آج کے دن ہی کے لیے نازل ہوئی ہوں۔ آپ نے جنتوں میں شہداء کی خوشیوں اور نعمتوں میں ہونے کا تذکرہ کیا تو دل کو قرار آ گیا۔ آج بھی مجھے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی بھرائی ہوئی آواز میں حدیث کے ان الفاظ کی گونج سنائی دیتی ہے کہ إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا [2] یعنی کہ "اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاک ہی کو قبول فرماتے ہیں"۔ اُس دن، ہر دل میں ایک ہی غم مجھے محسوس ہوا کہ،

---

[1] اے اللہ! مجھے اپنے رستے میں شہادت عطا فرما۔

[2] صحيح مسلم

"میں کیوں شہید نہیں ہوا اور میرا بھائی کیوں شہید ہو گیا!"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شہداء کے فضائل، صبر کی اہمیت اور صبر کے انعامات بیان کرتے رہے، صبر کرنے کی اور ہر ایسے کام سے بچنے کی جو کہ صبر کے منافی ہو تلقین کرتے رہے یہاں تک کہ دلوں کو قرار حاصل ہوا، اور نئے جذبے، ہمت اور حوصلے سے اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کا عزم، دل میں لے کر ساتھی اٹھے۔

باب ششم: امارتِ مجموعہ کا زمانہ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۰۰۸ء میں ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد سے لے کر ۲۰۱۴ء میں جماعت القاعدہ برصغیر کی تاسیس تک مسلسل چھ سال سے زائد عرصے تک ایک منظم اور فعال جہادی مجموعہ کی قیادت کی۔ آپ نے مجموعہ کی ذمہ داری سنبھالنے کے ساتھ ہی نظم وضبط اور اتقان کے اصول کے تحت، کاموں کو مرتب کیا۔ آپ نے اپنے مجموعہ کو مختلف شعبہ جات میں تقسیم کیا اور ہر شعبے نے جہادی فنون اور علوم میں تحقیقی اور تعمیری کاموں میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ ان کی امارت کے اس عرصے میں وزیرستان وپاکستان کے اندر پیش آنے والے، جہادِ فی سبیل اللہ کے بیشتر اہم دعوتی اور عسکری کاموں میں آپ اور آپ کے ساتھی پیش پیش رہے۔

بہترین وباصلاحیت رفقاء کی معیت

یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا احسان تھا، کہ اس نے آپ کو جہادِ فی سبیل اللہ میں بہت قیمتی اور عبقری ساتھیوں سے نوازا۔ ان احباب نے نا صرف یہ کہ مکمل ہم آہنگی کے ساتھ، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کی روشنی میں اپنے اپنے شعبوں کے کاموں کو آگے بڑھایا بلکہ اپنے قیمتی اور مخلصانہ مشوروں سے مجموعہ کے عمومی نظام کے چلانے میں مدد بھی کی۔ امت کے یہ بیٹے، اپنی للّٰہیت وخوفِ خدا، بے لوثی، مخلصانہ مشوروں، انتھک محنت اور اعلیٰ صلاحیت میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ یہاں حصر کے لیے قطعاً نہیں، بلکہ صرف مثال کے طور پر، مجموعے کے مختلف شعبوں کے پانچ نابغۂ روزگار حضرات کے نام لکھتا ہوں:

- شرعی امور میں راہنمائی کے لیے متبحر عالمِ دین یادگارِ سلف حضرت مولانا سعید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ پہلے دن ہی سے آپ کے دستِ راست رہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ شرعی احکامات کی روشنی میں مجموعہ کے نظام کو تیار کرنے میں راہنمائی دی بلکہ ساتھ ساتھ ایسے علمائے کرام کی تیاری کے منصوبے پر بھی کام کیا کہ جو آگے چل کر مجاہدین کی راہنمائی کا کام کر سکیں۔

- بارود اور جہادی عسکری تربیت کے موضوع پر کراچی کے انجینئر محمد عادل (استاد سہیل)[1] رحمۃ اللہ علیہ جیسے ماہرِ فن اور محقق استاد کی موجودگی کی وجہ سے اس شعبے میں بھی آپ کے ساتھیوں نے نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔
- شعبہ طب اور شعبہِ تخطیط و تحلیل[2] کی جان، ڈاکٹر سربلند زبیر خان رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ایک طرف ماہر طبیب و جراح تھے تو دوسری طرف منصوبہ بندی اور عمرانی علوم کے ماہر تھے۔ آپ کی سرپرستی میں ان دونوں شعبوں نے دین کی سربلندی کے لیے بڑی خدمات سرانجام دیں۔
- اعلام یعنی میڈیا کے محاذ پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت کے لیے آپ کے رفیقِ خاص، انجینئر اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ جنہوں نے اپنی اخلاص وللٰہیت، فہم و دانشمندی، اعلامی صلاحیت اور توجہ کی وجہ سے اس شعبے کو معاصر زمانے میں دعوتِ جہاد کا اردو زبان میں سب سے بڑا اور قابلِ اعتماد 'آرگن' بناڈالا۔
- مجموعے کے انتظام و انصرام کے لیے اداریات (management) کی شاندار صلاحیتوں کے مالک، انتھک محنتوں کے عادی، جہادِ کشمیر کے غازی، خرم کیانی[3] (حاجی قاسم) رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت نے ان کے لیے وانا سے لے کر میران شاہ تک پھیلے ہوئے اپنے ساتھیوں اور مراکز کے نظام کو چلانے میں بہت مدد فراہم کی۔

---

[1] کراچی سے تعلق رکھنے والے استاد سہیل رحمۃ اللہ علیہ فاروق بھائی کی شوریٰ کے رکن اور شعبۂ بارود کے مؤسس و استاد تھے۔ انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کر کے اعلیٰ معاش کے مواقع کو ٹھکرا کر ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر لبیک کہہ کر وزیرستان کی طرف ہجرت کر گئے۔ عرب و عجم کے اکابر عسکری استادوں سے بارود کی تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں بارود کی تیاری اور مجاہدین کو موجودہ زمانے کے اس اہم ترین ہتھیار کی تربیت دلانے کے لیے ایک منظم ادارے کا قیام کیا۔ آپ نے اس فن میں تکنیکی بنیادوں پر کئی اصلاحات اور تحقیقات کیں۔ ہمہ وقت کسی تحقیقی منصوبے میں مشغول رہتے۔ افغانستان میں صلیبیوں پر حملوں میں شریک رہے۔ قرآن کریم سے عجیب گہرا تعلق رکھتے اور اپنے شاگردوں کی تربیت میں دینی و اخلاقی پہلو پر بہت توجہ دیتے۔ انتہائی فقیر منش، عابد و زاہد انسان تھے۔ حق گوئی ان کا شیوہ تھا اور جہاں خرابی کا گمان بھی گزرتا اصلاح کے لیے کمربستہ ہو جاتے۔ فتنوں اور غیبتوں سے دور رہتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو ان پر بے حد اعتماد تھا اور آپ نے اپنی ایک گفتگو میں استاد سہیل رحمۃ اللہ علیہ کو 'عبقری شخصیت' قرار دیا۔ آپریشن ضربِ عضب کے دوران القاعدہ برصغیر کے خطِ اول پر موجود ایک مرکز پر ہونے والے ڈرون حملے میں شہادت کے اعلی مقام کو پا گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے آمین۔

[2] Planning and Analysis

[3] راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے کماندان خرم کیانی جنہیں جہادِ افغانستان میں حاجی قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانا گیا، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شوریٰ کے رکن اور اہم ذمہ دار ساتھی تھے۔ جہادِ کشمیر میں آپ نے جرأت و شجاعت کے کیے معرکے سر کیے۔ سرینگر کے اندر گھس کر مشرک ہندو افواج پر حملوں کی منصوبہ بندی کی اور ایک طویل عرصے وادیِ کشمیر میں برسرِ پیکار رہے۔ لال مسجد کے سانحۂ عظیم کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ انگور اڈہ کی قرار

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی امارتِ مجموعہ کے زمانے میں کیے گئے اہم اور اسباق سے بھرپور کاموں اور کارناموں کا شمار ایک طویل اور مشکل کام ہے، جس کے لیے یہ محدود کتاب متحمل نہ ہو پائے گی۔ پھر مجھ سے زیادہ حسنِ اسلوبی سے یہ بیان شاید وہ بھائی کر پائیں گے کہ جنھوں نے اس زمانے میں براہ راست فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی میں ان کاموں کو سرانجام دیا۔ میں نے البتہ کچھ عملی فاصلے، لیکن قلبی قربت کے ساتھ، اُس زمانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے کاموں اور جہادِ فی سبیل اللہ میں ان کی شرکت کا جو مشاہدہ کیا، ان میں سے اہم ترین کو ضبطِ تحریر کرتا ہوں۔

امارتِ مجموعہ کے زمانے کے بعض اہم کام

اس عنوان کے ذیل میں میں نے محض وہ اہم کام جمع کیے ہیں کہ جن کا نفع و فائدہ کسی ایک مجموعہ یا جماعت تک محدود نہیں تھا بلکہ تمام مجاہدین کو بغیر کسی تفریق کے اس کا نفع پہنچتا تھا۔ یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سرگرمیاں، جہادِ فی سبیل اللہ کے ان اساسی مقاصد کی ادائیگی کے لیے تھیں کہ جن کا نفع عام ہوتا تھا۔

وانا میں دعوتی سرگرمیوں کا فروغ

مجموعہ کی قیادت سنبھالتے ہی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے وانا میں جہاد کی دعوت کو فروغ دینے اور مجاہدین کی اصلاح کے لیے کمر کس لی۔ وانا، جو کہ جنوبی وزیرستان کا صدر مقام ہے، موجودہ زمانے میں قبائل میں سب سے پہلے مجاہدین کا مرکز بنا۔ یہاں پر سب سے پہلے مہاجرین کے ٹھکانے بنے اور یہیں سے فوج کے آپریشنوں کی ابتداء بھی ہوئی۔

گاہ سے افغانستان کی ولایتِ پکتیکا میں ہونے والے صلیبیوں پر کئی حملوں کی قیادت کی۔ بعد ازاں صوبہ غزنی اور زابل کے عین وسط میں ۲۰۱۰ء سے مستقل جہادی تشکیلات کے ذمہ دار رہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعے کے انتظامی معاملات کو بخوبی سنبھالتے رہے۔ جماعت القاعدہ برصغیر کے قیام کے بعد افغانستان میں عسکری امور کے معاون تھے۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے حامل ایک عابد و زاہد مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ جہاد میں آپ پر بڑی آزمائشیں آئیں مگر آپ نے صبر و تحمل سے انہیں برداشت کیا۔ ۲۰۱۴ء میں آپریشن ضربِ عضب کے دوران آپ پر ڈرون حملہ ہوا جس میں شدید زخمی ہوئے۔ علاج کے باوجود جسمانی تکلیفات بڑھتی رہیں مگر پھر بھی کمال استقامت سے ڈٹے رہے اور اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی سرانجام دیتے رہے۔ سن ۲۰۱۷ء میں اللہ کا یہ شیر کماندان خطاب منصور رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ صوبہ زابل میں امریکی ڈرون حملے میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر گیا۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے۔

وزیر قبائل اور ازبکوں کی جنگ

مگر بدقسمتی سے ازبکستان سے آئے ہوئے بعض مجاہدین کی تنظیم 'حرکت اسلامی ازبکستان' کے جہالت اور غلو پر مبنی موقف، اور ان کے ہاتھوں بعض قبائلی مسلمانوں کے مظلومانہ قتل کی وجہ سے صورتِ حال بڑی پیچیدہ بن گئی تھی۔ مقامی قبائلی مذکورہ ازبکوں سے انتقامی کارروائی کے لیے پر تول رہے تھے جب کہ ازبک اپنی روش پر قائم رہتے ہوئے وانا کے احمد زئی [1] وزیر قبائل کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے تھے۔ ایسے میں دیگر مجاہدین جیسا کہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین اور تنظیم القاعدہ کے مجاہدین نے دونوں گروہوں میں صلح کروانے اور جنگ کو رکوانے کے لیے سر توڑ کوششیں کیں، مگر وہ ازبکوں کی جماعت کی سرزوری اور پاکستانی فوج کی سازشوں کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکیں۔ پاکستانی فوج نے اس وقت اپنی مکارانہ سیاست کا کھیل کھیلا اور وزیر قبائل کو ازبکوں سے جنگ کرنے کے لیے نہ صرف اکسایا بلکہ جنگ کی صورت میں اسلحہ، توپ خانہ کی بمباری اور فضائی طاقت کی مدد کی یقین دہانی بھی کرائی۔ نتیجہ میں جنگ ہوئی اور ازبکوں کو وانا چھوڑ کر شمال کی طرف نکلنا پڑا۔ فوج نے اس جنگ میں وزیر قبائل کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ پاکستانی فوج کے اس مکر اور گندی سیاست کی وجہ سے وزیر قبائل کے بعض مجاہدین میں فوج کے ساتھ قربت، تعاون اور فوجیوں کے بارے میں ان کے دلوں میں نرم گوشہ بننے کے اثرات نمایاں ہونا شروع ہوئے۔ یہ نادان یہ بھول رہے تھے کہ یہ وہی فوج ہے کہ جو کل تک ان کی عزت اور ناموس پر حملہ آور تھی اور جو یہود و نصاریٰ کے ایجنڈے کو قبائل میں نافذ کرنے آئی ہے۔

وزیرستانی مجاہدین کی قیادت سے مشورہ

اس موقع پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فریضہ کو بھانپا۔ آپ یہ جانتے تھے کہ کسی بھی جہادی تحریک کے لیے وہ معاشرہ سب سے اہم ہوتا ہے کہ جہاں پر اس کا مرکز ہوتا ہے۔ اس لیے اِس معاشرے میں دعوت کو پھیلانا بے حد ضروری ہے۔ چنانچہ آپ اپنے دونوں رفقاء، حضرت مولانا سعید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر سربلند خان زبیر رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر وانا کے مجاہدین کی قیادت سے ملے۔ انہیں فوج کی سازشوں اور آئی ایس آئی کے ہتھکنڈوں سے آگاہ کیا۔ انہیں یہ بتایا کہ یہ فوج کبھی بھی کسی کی مخلص نہیں رہی۔ یہ قوموں اور افراد کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہے اور پھر انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر نکل جاتی ہے۔ یہ وہی فوج ہے کہ جو بنگالی خواتین کی عصمت دری کرنے کے مقابلے کیا کرتی تھی۔ یہ

[1] جنوبی وزیرستان کی وزیر قوم 'احمد زئی وزیر' قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔

فوجی آپ کے ساتھیوں سے تعلقات بنائیں گے اور پھر ان کو اپنے خفیہ ہتھکنڈوں کے لیے استعمال کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین کی قیادت کو تاریخی اعتبار سے فوج کے مشرقی پاکستان اور بلوچستان میں کردار کو واضح کیا۔ ان کو بتایا کہ یہ فوج اسی وحشی فوج کا تسلسل ہے کہ جس نے ہزاروں بنگالی خواتین کی عصمت دری کی اور لاکھوں کو قتل کیا۔ ان کو یاد کروایا کہ یہ وہی فوج ہے کہ جس نے لال مسجد میں سینکڑوں ہزاروں طلبہ طالبات کو محض امر بالمعروف کے فریضہ پر عمل کرنے اور نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے جلا کر بھسم کر ڈالا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی واضح کیا کہ امریکہ کے ساتھ مل کر افغانستان پر حملہ کرنے اور اسلام کے خلاف ہر محاذ پر یہود و نصاریٰ کی اتحادی بننے کے وجہ سے اس فوج کا شمار کفار کے ذیلی ادارے میں ہوتا ہے اور اس سے تعلقات قائم کرنا اور دوستی و محبت کا رشتہ استوار کرنا، شرعاً بالکل مناسب نہیں ہے۔

اصلاح و دعوت کے لیے جامع منصوبہ

وانا کے مجاہدین کے اس وقت کے امیر ملّا نذیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اس گفتگو سے ماتھا ٹھنکا۔ ملّا صاحب نے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی تو اپنے کئی ساتھیوں کو فوج کے کیمپ میں آتا جاتا پایا۔ آپ بے حد پریشان ہوئے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ”اب ہم مشکل میں سے کیسے نکل سکتے ہیں؟“۔ آپس میں مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ:

- سب سے پہلے وزیری مجاہدین کی شوریٰ اور ذمہ دار مجاہدین کو شرعی دورہ کروایا جائے کہ جس میں ان کو فوج کی حقیقت، اس کا کفار کے ساتھ تعاون و اتحاد اور اس کی سازشوں اور مکر کو واضح کیا جائے۔ ساتھ ساتھ کفار کی ساتھی اس فوج سے تعلقات اور مراسم رکھنے کے شرعی مسئلہ کو بھی واضح کیا جائے۔
- وانا اور مضافاتی علاقوں کے علمائے کرام، جو کہ کسی معاشرے کی ذہن سازی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، کو اپنے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے ان کے ساتھ نشستیں کی جائیں اور اپنی دعوتی مہم میں انہیں بھی شریک کیا جائے۔

عملی طور پر اس کام کو کرنے کے لیے حضرت مولانا سعید اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے جو کہ ایک طرف عالمِ دین بھی تھے اور دوسری طرف پشتون ہونے کی وجہ سے ان کے لیے مقامی زبان میں دعوتی کام کرنے کے مواقع زیادہ تھے۔ دوسری طرف ڈاکٹر سربلند زبیر خان رحمۃ اللہ علیہ اپنے ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے بھی معاشرے میں ایسی شخصیت رکھتے تھے کہ ان

کی بات توجہ سے سنی جاتی تھی، لہٰذا وہ بھی اپنے دائرہِ اثر میں اس دعوت میں مشغول ہو گئے۔ پس مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس کام کے لیے ڈٹ گئے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس کام میں ان کی راہنمائی کرتے۔ مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے مجاہدین سے دروس کی نشستیں کیں اور انہیں فوجیوں سے تعلقات رکھنے کا مسئلہ سمجھایا۔ مجاہدین پر خاطر خواہ اثر ہوا اور بیشتر نے توبہ کی اور اپنی سابقہ غلطیوں کے کفارے کے طور پر فوج سے اس کی دین دشمنی کی وجہ سے، دشمنی میں سختی دکھانے کا عہد کیا۔ دوسری طرف آپ نے علمائے کرام کی مجلسیں منعقد کیں۔ وانا، اعظم ورسک اور انگور اڈہ کے مقامات پر علماء کو اکٹھا کر کے ان کو حالات کے خطرے سے آگاہ کیا۔ علماء کرام نے مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مکمل تعاون کرنے اور اس موضوع پر مشترکہ حکمتِ عملی بنا کر دعوتی مہم چلانے کا وعدہ کیا۔

دشمن کا بوکھلانا اور شدید ردعمل

دعوتی سرگرمیاں پورے زور و شور سے جاری تھیں اور اس سے پاکستانی مکار فوج کو اپنی بساط لپٹتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ لہٰذا انہوں نے اپنے امریکی اتحادیوں سے مل کر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اہم مراکز کو ڈرون طیاروں سے نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ سن ۲۰۰۸ء کے آواخر سے ۲۰۰۹ء کے وسط تک کی مدت میں سات آٹھ مقامات پر ڈرون حملے کیے گئے جس میں اس دعوتی مہم کے روحِ رواں حضرت مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی مزید کئی ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر بھی ڈرون حملہ ہوا مگر بتقدیرِ الٰہی وہ وہاں موجود نہ تھے جس کے سبب وہ الحمد للہ محفوظ رہے۔

دشمن کی طرف سے اتنے سخت اور مسلسل حملہ کا مقصد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر واضح تھا۔ بلکہ اس کے بعد تو ان کے دل میں دعوتی کام کی اہمیت مزید بڑھ گئی۔ آپ کو بھی کچھ عرصے کے لیے حالات کی خرابی کی وجہ سے وانا سے سکونت ترک کر کے محسود قبائل کی طرف جانا پڑا۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بہت مطمئن تھے کہ انہوں نے دشمن کے اس مقام پر چوٹ لگائی ہے کہ جس پر اس کا تلملانا، متوقع اور بجا ہے۔ اس دعوتی مہم کے نتیجے میں ناپاک آرمی کی سال ہا سال کی مکروہ اور نفاق پر مشتمل سرگرمیوں اور سازشوں کو بے نقاب کیا گیا اور یہ فوج کو کیسے قبول ہو سکتا تھا؟

پنجابی مجاہدین کے اخلاص پر یقین

ابتداءً، وزیرستان میں عموماً پنجاب سے تعلق رکھنے والے مجاہدین کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ چونکہ فوج میں اکثریت پنجاب سے تعلق رکھنے والوں کی ہے، اس لیے بعض سادہ لوح قبائلی حضرات، پنجابی مجاہدین کو بغیر کسی دلیل کے پاکستانی فوج کا ایجنٹ سمجھا کرتے تھے۔ ریاستی جبر، فوج کے متکبرانہ رویہ اور غیر منصفانہ پالیسیوں کی وجہ سے اہلِ پنجاب

کے بارے میں بعض اوقات متعصبانہ رویہ بھی نظر آتا تھا۔ لطیفہ یہ کہ، پشتو زبان نہ جاننے والے عموماً دیگر پاکستانیوں، ہندوستانیوں کو بھی 'پنجابی' ہی کا خطاب دیا جاتا تھا۔

ایسے میں جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے پورے اخلاص کے ساتھ پاکستانی فوج کی مکروہ سازشوں اور بدنما تاریخ کو واضح کرنا شروع کیا اور اس کے نتیجے میں ان پر وحشیانہ بمباریاں شروع ہوئیں تو قبائلی مسلمانوں کے دلوں میں نہ صرف یہ کہ پنجاب سے ہجرت کر کے آنے والے مجاہدین کی محبت جاگزیں ہوئی بلکہ وہ اپنے سابقہ رویہ پر شرمندہ ہوئے۔ کئی سرکردہ قبائلی راہنماؤں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس قربانی سے قبل ہم ان 'پنجابی' مجاہدین کو فوج ہی کا ایجنٹ سمجھتے تھے لیکن ان کی ان شہادتوں اور قربانیوں کے بعد ہماری آنکھیں کھل گئیں۔

فضائی دفاع کا نظام

پے درپے ڈرون حملوں نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو محض دفاع کے بجائے اقدام پر بھی سوچنے پر مجبور کیا۔ جہاں، ڈرون طیاروں کے مقابلہ کے لیے جدید ہتھیاروں کی تیاری کے کام کے لیے کچھ مجاہدین مصروف تھے، وہیں پر پرانے روایتی ہتھیاروں سے بھی اس کو نشانہ بنانے کا کام لیا جا سکتا تھا۔ گو کہ یہ کام اپنے اندر خطرات کو سموئے ہوئے تھا مگر پھر بھی جرأت وعزم ہو تو انجام سے کیا ڈرنا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے پیچھے ہٹنے کے نہیں بلکہ آگے بڑھنے کے عزم میں پختہ تھے۔ آپ کے قریبی مشیر اور بزرگ جناب ڈاکٹر سربلند زبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی دفاعی نظام بنانے کے بڑے داعی تھے۔ پھر اس منصوبے کی محرک ایک اور شخصیت بھی تھی جس کا تعارف کروانا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے۔

کینیا کے دو شیر؛ ازمرائے رحمۃ اللہ علیہ اور یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

اس زمانے میں وانا اور اس کے مضافات میں القاعدہ کی طرف سے کینیا سے تعلق رکھنے والے مجاہد شیخ اسامہ ازمرائے[1] رحمۃ اللہ علیہ عسکری ذمہ داری کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ آپ کا حقیقی نام 'فہد مسالم' تھا۔ آپ علاقے کے اکثر مجاہدین کے مشیر، ان کے رہبر اور دوست تھے۔ آپ کا آبائی تعلق کینیا سے تھے جب کہ آپ کے ننھیال کا تعلق یمن کے قبائل سے تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے اکثر کاموں میں معاون ورفیق شیخ یعقوب کینی رحمۃ اللہ علیہ ہوا کرتے تھے جن کا حقیقی نام 'احمد سالم سویدان' تھا۔ کینیا سے تعلق رکھنے والے یہ دونوں اسلام کے ہیرے اپنی اعلیٰ صفات کی وجہ سے

[1] ازمرائے پشتو زبان میں 'شیر' کو کہا جاتا ہے

قرونِ اولیٰ کی یادیں تازہ کرتے تھے۔ حبشی رنگ و صورت، گھنگریالے لمبے بال اور لحیم جسیم یہ دونوں ہستیاں مجاہدینِ وزیرستان کے دلوں کی دھڑکن تھیں۔ یہ دونوں ہستیاں جہاں اپنی سادگی، بے تکلفی اور زندہ دلی کی وجہ سے قبائلیوں کے محبوب تھے، وہیں اپنی شجاعت و دلیری میں بھی ضرب المثل تھے۔ شیخ ازمرائے رحمۃ اللہ علیہ جہاں اپنے کریمانہ اخلاق و تواضع میں قابلِ مثال تھے تو وہیں اپنے عسکری جنگی صلاحیتوں میں کہنہ مشق کماندان بھی تھے۔ کینیا اور یمن کے قبائل سے تعلق کی وجہ سے قبائلی مزاج آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ قبائلیوں کو کسی مہم کے لیے اکٹھا کرنا، کسی جنگ کے لیے تیار کرنا، ان کے جھگڑوں کو سلجھانا، ان کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہونا اور قبائل میں نئے نئے تعلقات قائم کرنا ان کی پہچان تھی۔

اسلام کے ان دو شیروں ہی نے سن ۱۹۹۸ء میں کینیا اور تنزانیہ کی امریکی ایمبیسیوں پر ہونے والی کار بم حملوں کی کارروائیوں میں مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ ان کارروائیوں میں عالمی فسادی امریکیوں اور ان کے آلہ کاروں سمیت دو سو سے زائد افراد ہلاک ہوئے تھے۔ آپ دونوں دوست امریکہ کی سب سے زیادہ مطلوب افراد کی فہرست میں شامل ہوتے تھے۔ مگر پھر بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہر وقت کسی نا کسی جہادی منصوبے کو آگے بڑھانے میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ ازمرائے رحمۃ اللہ علیہ کافی عرصے تک وانا اور اس کے مضافاتی علاقوں میں تنظیم القاعدہ کے عسکری مسئول رہے۔ جبکہ شیخ یعقوب کینی رحمۃ اللہ علیہ نے طویل زمانہ شمالی وزیرستان میں قائم تنظیم القاعدہ کی الیکٹرانکس کے شعبے کی ایک ورکشاپ میں گزارا۔ چنانچہ آپ ریموٹ کنٹرول ڈیوائسز اور دیگر برقی آلات افغانستان اور قبائل میں برسرِپیکار مجاہدین کی نصرت کے لیے تیار کرتے تھے۔ بعد ازاں جب لال مسجد کے واقعے کے بعد تنظیم القاعدہ کی طرف سے پاکستان میں عسکری عمل کو تیز کیا گیا تو شیخ ازمرائے رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستان میں عسکری کام کی ذمہ داری اور شیخ یعقوب کینی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا معاون بنایا گیا۔ ان دونوں حضرات نے بہت کامیابی کے ساتھ دین دشمن فوج و پولیس سے شہدائے لال مسجد کے خون کا بدلہ لیا۔

اپنے کئی اور منصوبوں کی طرح اسلام کے یہ دونوں شیر ڈرون طیاروں کے خلاف اینٹی ائر کرافٹ میزائل بنانے کی منصوبے پر بھی کام کر رہے تھے۔ اس حوالے سے انہوں نے کافی تجربے کیے اور منزل کی طرف کامیابی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ مگر خالقِ کائنات کو مجاہدین کی مزید آزمائش منظور تھی۔ پاکستانی فوج کا تیار کردہ ایک جاسوس ان کے پیچھے لگ چکا تھا جس نے ان کی نشاندہی امریکیوں کو کر دی۔ چنانچہ سن ۲۰۰۹ء کی پہلی صبح کو جس وقت امتِ مسلمہ کے یہ افریقی

ابطال میزائل کے چلنے کا تجربہ کر رہے تھے تو ڈرون طیاروں نے انہیں نشانہ بنایا اور آپ دونوں دوست، ایک مالدیپی مجاہد اور ایک کراچی کا مجاہد، کل چار مجاہدین اس حملے میں شہید ہو گئے۔ اللہ ان سب سے راضی ہو جائے آمین۔

کچھ تو کرنا چاہیے!

شیخ ازمرائے رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سوچ کو پروان چڑھایا کہ امریکی ڈرون تیاروں سے دفاع کے لیے کچھ تو کرنا چاہیے۔ یوں خالی ہاتھ بیٹھنے سے تو مایوسی پیدا ہو گی، چنانچہ اللہ پر توکل کر کے موجودہ وسائل و اسباب کو بروائے کار لاتے ہوئے کچھ کام کرنا چاہیے۔ خود فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی خواہش تھی کہ ڈرون سے دفاع کا کوئی منصوبہ بنانا چاہیے۔ چنانچہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ازمرائے رحمۃ اللہ علیہ نے مل کر یہ منصوبہ بنایا اور پھر دل و جان سے اس پر عمل کرنے کے لیے جت گئے۔

شیخ ازمرائے رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق شیخ یعقوب کینی رحمۃ اللہ علیہ نے امارتِ اسلامیہ کی پہلی حکومت کے زمانے میں افغانستان میں اینٹی ائر کرافٹ ہتھیاروں کو تفصیل سے سیکھا تھا اور ان میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ ٹیکنیکل معاونت اور مدد زیادہ انہیں سے حاصل کی گئی۔ روس زمانے کے پرانے ہتھیاروں، کہ جن میں سے اکثر ناکارہ اور زنگ آلودہ ہو چکے تھے کو قبائلیوں سے خریدنے اور ان کی تلاش کا کام شیخ امزائے رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالا، جب کہ ان ہتھیاروں کو کارآمد بنانا، ان کی صفائی کرنا، خراب پرزوں کی مرمت کرنا اور سب سے بڑھ کا ان کے استعمال کا طریقہ ساتھیوں کو سمجھانے کا کام شیخ یعقوب کینی رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالا۔ دوسری طرف ساتھیوں، گاڑیوں اور دیگر وسائل کی فراہمی کی ذمہ داری فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھال لی۔ بعد ازاں جرأت و عزم کی چٹان شہید کماندان الیاس کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شہید کماندان عبد الہادی فیصل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں نے بھی اس مبارک منصوبے میں اپنا حصہ ڈالا۔

چنانچہ ہیوی مشین گن 'شلکا' کی خریداری کی گئی۔ روسی ساختہ زمین سے فضا میں مارنے والی مشین گنوں میں یہ سب سے بڑا اور دور مار ہتھیار ہے۔ اس کی 23mm گولیاں جو کہ حقیقت میں چھوٹے گولے ہوتے ہیں ہوا میں جا کر پھٹتے ہیں اور اپنے اردگرد تخریب پھیلاتے ہیں۔ یہ گن فضا میں سات کلومیٹر دور اور ساڑھے چار کلومیٹر اوپر نشانہ بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس اسلحہ کی تلاش کے لیے دور دراز کے قبائلی اسلحہ تاجروں کی خدمات حاصل کی گئیں اور کافی دوڑ دھوپ کے بعد اور خطیر رقم کا مصرف کرنے کے بعد معقول تعداد میں شلکا گنوں کا بندوبست ہو گیا۔ شیخ یعقوب کینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے آہنی سٹینڈ بنوائے اور ان کو استعمال کے قابل بنایا۔

ساتھیوں کی تربیت کے بعد شلکا گنوں، اور دومیلا[1] کو 'مَز دا' ٹرکوں اور ڈاٹسن پک اَپس کے اوپر نصب کیا گیا۔ ساتھ ساتھ درمیانی فاصلے پر وار کرنے والی فضائی دفاع کی زیکویک (14.5mm) گنیں مختلف مقامات پر مقامی طالبان کے حوالے کر کے نصب کی گئیں۔ دفاعی نظام کی عسکری ذمہ داری، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ذمہ دار ساتھی عمار عبد الشہید بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی۔ آپ کا تعلق جنوبی پنجاب کے ضلع راجن پور سے تھا۔ جہادِ کشمیر میں عرصہ دراز تک شریک رہے۔ اپنے اخلاص، للّٰہیت، محبت اور کاموں میں لگن کے حوالے سے ممتاز تھے۔ آپ نے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا اور دیگر بہت سے ساتھیوں کو بھی اینٹی ایئر کرافٹ اسلحہ کے دورے کرائے۔ بعد ازاں آپ نے خائنِ دین وملت انٹیلی جنس ادارے، آئی ایس آئی کے لاہور میں قائم، صوبائی ہیڈ کوارٹر پر ہونے والے فدائی حملہ کی قیادت کی اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اللہ آپ سے راضی ہو اور جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے آمین۔

اے شیرو! انہیں گھیرو یہ بھاگنے نہ پائیں

طریقہ کار یہ تھا کہ جونہی ڈرون طیارہ فضا میں داخل ہوتا تھا تو شلکا کو چلانے کے ذمہ دار ساتھی اپنا ٹرک نکال کر کسی باغ میں کھڑا کرتے اور پھر ڈرون پر گولیاں برساتے دوسری طرف دومیلا و زیکویک پر متعین ساتھی اپنے اپنے اسلحہ سے ڈرون کو نشانہ بنانے کی کوشش کرتے۔ ساتھ ہی مقامی طالبان اپنی نصب کردہ زیکویک گنوں سے امریکی طیاروں کی طرف آگ اگلنا شروع کرتے۔ دشمن کے لیے یہ حملہ بالکل ایک نیا پہلو تھا۔ شروع کے کچھ دن تو ساتھیوں کو بھی اپنے نشانہ پکے کرنے میں وقت لگا۔ اس زمانے میں ڈرون کی عمومی پرواز فضا میں ۳ کلومیٹر کی اونچائی پر ہوتی تھی جبکہ جس وقت ڈرون نے حملہ کرنا ہو یا کسی ہدف کو مزید واضح دیکھنا ہو تو کافی نچلی پرواز پر بھی گھومتا تھا۔

ڈرون کی جیسے ہی آواز محسوس ہوتی تو وانا کی فضا میں شلکا مشین گن کی تڑاتڑ کی بھاری بھر کم آواز گونجنا شروع ہو جاتی۔ جدید ٹیکنالوجی سے لیس عالمی طاقت کے ساتھ پرانے زنگ آلودہ ہتھیاروں سے مقابلہ کرنے کا یہ منظر، بڑا ایمان افروز ہوتا۔ ایک طرف ڈرون طیارے گولیوں کی بوچھاڑ سے بچنے کی کوشش کرتے اور دوسری طرف مجاہدین کی تکبیرات کی گونج میں شلکا کے برسٹ[2] چل رہے ہوتے۔ قبائل کے بچے بوڑھے نوجوان کھیتوں میں اپنے بیلچے چھوڑ کر اور خواتین گھر

---

[1] 'دومیلا' کا فارسی زبان میں مطلب دو بیرل والی ہوتا ہے۔ یہ اصل میں 14.5mm کی زیکویک ہی ہوتی ہے مگر اس کی دو بیرلیں ہوتی ہیں جو اکٹھے فائر کرتی ہیں۔

[2] Bursts

کے صحنوں میں اپنے کاموں کو ترک کر کے اس ایمان افروز منظر کو دیکھنے میں مشغول ہوتیں۔ سب کے لبوں پر ایک ہی طرح کی دعائیں ہوتیں، "یا اللہ مجاہدین کی مدد فرما!"، "یا اللہ ان کافروں کے طیاروں کو تباہ فرما"، "یا اللہ مجاہدین کی حفاظت فرما!"۔

ویومئذ یفرح المؤمنون

اسی آنکھ مچولی میں کئی دن گزر گئے مگر شیرانِ خدا کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ پھر اچانک ایک سہ پہر کو ایمان و کفر کا یہ معرکہ جاری تھا کہ اچانک ڈرون طیارے کے جسم پر ایک شعلہ چمکا، ایک گولی اس کے جسم کو ٹکرائی جس سے اس میں آگ لگی اور وہ جھومتا لڑکھڑاتا افغانستان کے بارڈر کا رخ کرتے ہوئے انگور اڈہ کے پہاڑوں میں گر کر زمین بوس ہو گیا۔

اُس دن تو اہلِ ایمان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ لوگ سجدوں میں گر گئے اور سب مجاہدین اور عوام ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے رہے اور اللہ کا شکر ادا کرنے کی نصیحت کرتے رہے۔ شام کو بی بی سی نے بھی خبر لگا دی کہ آج ایک امریکی ڈرون طیارہ، 'فنی خرابی' کے باعث انگور اڈہ کے پہاڑوں میں گر کر تباہ ہو گیا۔

اس کامیابی کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں کئی ڈرون طیارے 'فنی خرابی' سے گر کے تباہ ہو گئے۔ مجاہدین کے حوصلے بلند اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی کیفیت بڑھتی ہی رہی۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کے اس جرأت مندانہ اقدام نے دیگر مجاہدین کو بھی متاثر کیا۔ اب وسائل کی فراہمی، گولیوں کی خریداری اور سواریوں کے ایندھن وغیرہ کے لیے دیگر جہادی مجموعات کی طرف سے بھی وسائل فراہم ہونے لگے۔ علاوہ ازیں دیگر مجاہدین نے بھی اپنی نمائندگی کے لیے ساتھی نوبت بنوبت دفاعی نظام کے لیے بھجوانا شروع کر دیے۔ مجاہدین کے اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرنے اور حوصلہ و ہمت کرنے کی برکت سے، پہلے پہلے تو ڈرون نے دن میں پرواز بالکل ہی بند کر دی۔ اب وہ صرف رات کے وقت چکر لگاتا کیونکہ رات میں مجاہدین کے پاس وار کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔ دوسری طرف محض رات میں چکر لگانے سے، دشمن کے لیے بھی ہدف کو حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ اس طرح ایک طویل عرصے کے لیے مجاہدین نے سکھ کا سانس لیا۔ کبھی کبھی دن میں بھی ڈرون چکر لگاتا مگر اتنی اونچائی پر ہوتا کہ جہاں سے اس کے لیے بھی کام کرنا ممکن نہ تھا۔

ناپاک آرمی کی ایک اور خیانت

جہاں آرمی نے امریکیوں کو دیگر سہولیات فراہم کر رکھیں تھیں وہیں پر قبائل کے اندر امریکیوں کے لیے جاسوس بھرتی کرنے کا نظام بھی پاکستان آرمی کے کیمپوں سے باقاعدہ چلتا تھا۔ وانا، میر انشاہ، میر علی، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان اور پشاور وغیرہ کی فوجی چھاونیوں میں باقاعدہ ایسے سیل قائم تھے کہ جہاں پر فوجی افسران گھیر گھار کر قبائلی نوجوانوں کو لاتے تھے اور پھر انہیں کوئی لالچ دلا کر یا کسی قسم کی بلیک میلنگ کے ذریعے انہیں اپنے لیے جاسوسی کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ مختلف قسم کی روزمرہ کی ضروریات کے لیے عوام کا کیمپوں میں آنا جانا لگا ہی رہتا تھا۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے حصول، امتحانات کے پرچے، بلوں کی ادائیگی، کاروبار کے پرمٹ، علاقائی فنڈوں کا حصول اور اس طرح کے دیگر کام فوجی چھاؤنیوں ہی سے چلائے جاتے تھے۔ ایسے مواقع پر آنے والے افراد کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے پھانس کر امریکیوں کے لیے جاسوس بننے پر تیار کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ راستوں سے گزرنے والے عوام کو بھی مختلف بہانوں سے گرفتار کر لینا اور اس کے بعد اس شرط پر رہا کرنا کہ "تم ہمارے لیے جاسوسی کرو گے!"، فوج کا وطیرہ رہا تھا۔ فوج کی ان خسیس حرکتوں کی وجہ سے ایسے افراد ان کو میسر آگئے تھے جو کہ اپنا دین وایمان بیچ کر کفر کے آلہ کار بننے پر تیار تھے۔ عموماً اس کام کے لیے نشے کی لت میں پڑے افراد اور اسی طرح کے دیگر فسق وفجور کا شکار افراد ہی انہیں میسر آتے تھے۔

دفاعی نظام کی گاڑیوں کو مرمت کے لیے بازار لے کر جانا ایک مجبوری تھی۔ اس مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بدبخت وخائن پاکستانی آرمی کے جاسوسوں نے 'انفراریڈ ڈیوائسز[1]' کے ذریعہ امریکیوں کو گاڑیوں کی نشاندہی کر دی۔ لہٰذا ایک ہی وقت میں دو مختلف مقامات پر کھڑی گاڑیوں کو ڈرون طیارے نے اچانک آکر نشانہ بنایا اور اس میں موجود اللہ کے شیر، طاغوتِ اکبر امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جانیں جانِ آفرین کے سپرد کر گئے۔ کچھ دن بعد اس جاسوسی کی وجہ سے تیسری گاڑی کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ یوں مجاہدین کا یہ نظام پے در پے حملوں کی وجہ سے بند کرنا پڑا۔ اس تجربہ سے مجاہدین کو بہت زیادہ فوائد حاصل ہوئے۔ جن میں سے کچھ کو اس طرح ضبطِ تحریر میں لایا جاسکتا ہے:

[1] Infrared Devices

- مجاہدین کا حوصلہ بلند ہوا، عزم بڑھا اور یہ یقین پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اگر عزم کریں تو ہر مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو سکتا ہے۔ یہ نظریہ ٹوٹا کہ ڈرون کو گرایا نہیں جا سکتا۔
- فضائی طاقت سے دفاع کا مجاہدین کا تجربہ بڑھا۔ بڑے اسلحہ کے کئی ماہرین ساتھی تیار ہوئے۔
- مقامی افراد کے دلوں میں مہاجرین مجاہدین کی محبت بڑھی۔ ساتھ ساتھ ان پر پاکستانی فوج کا گھناؤنا کردار بھی واضح ہوا۔
- جاسوسوں کی روک تھام کرنے کی طرف مجاہدین کی توجہ بڑھی۔
- مجاہدین کے مختلف مجموعات میں باہمی اشتراک کے ساتھ کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

سنتِ خنادق کا احیاء

ڈاکٹر سربلند زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سعید اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اصرار تھا کہ ڈرون طیاروں سے دفاع کے لیے فضائی بمباری سے دفاع کے روایتی طریقوں کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ جو اسباب اختیار کرنا ہماری استطاعت میں ہے، اس میں غفلت کرنا قطعاً مناسب نہیں ہو گا۔ اس سلسلے میں انہوں نے خندقوں کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی، جو کہ جہادِ روس کے دوران بھی مجاہدین کے لیے وحشی بمباری کے دوران پناہ لینے کا ذریعہ ہوتی تھیں۔ ساتھ میں سنتِ حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی نیت بھی خندقوں کی تعمیر کے جذبے میں موجود تھی۔ غزوہ خندق کے موقع پر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے حملے سے مدینہ کے دفاع کے لیے طویل خندق کھودی۔ چالیس دن تک خندق کی کھدائی کا کام چلتا رہا جس میں باری باری تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود حبیبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم شرکت فرماتے رہے۔

مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مشورے اور تحریض کے مطابق عملی نمونہ بننے کے لیے واناہی میں مجاہدین کے ایک مرکز میں تجربہ کیا گیا۔ یہ ایک چھوٹی سے خندق تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد وہ جگہ ڈاکٹر سربلند زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ بنی اور انہوں نے اس خندق کی توسیع کی۔ یہ خندق سازی کی ابتداء تھی، جس میں بعض منصوبے کامیاب نہ ہو سکے مگر مجاہدین کی ہمت و حوصلہ پست نہ ہوا۔ پھر اس میں آہستہ آہستہ جدت اور بہتری آتی گئی۔ بعد ازاں استاد سہیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ٹیکنیکل بنیادوں پر تحقیق کر کے ایسی خندق کا ڈیزائن اور نقشہ مرتب کیا جو کہ ڈرون طیارے کے حملوں سے دفاع کر سکے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پراجیکٹ پر خصوصی توجہ دی۔ آپ نے مضبوط جان اور قوی اعصاب کے ساتھیوں کو خندقوں کی تعمیر کی ذمہ داری پر مقرر کر دیا۔ بنوں کے درویش صفت شیر خدا، عبد الناصر قریشی[1] شہید رحمۃ اللہ علیہ اور دیر کے باہمت نوجوان عبد الاحد[2] شہید رحمۃ اللہ علیہ ان کی مثال ہیں۔ ساتھ میں مراکز میں موجود عمومی ساتھیوں کو بھی نوبت بنوبت خندقوں کی کھدائی کے عمل سے گزارنا شروع کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ساتھیوں کو نہ صرف یہ کہ ان خنادق کی موجودہ جنگ میں افادیت اور ضرورت پر قائل کرتے بلکہ اس کے سنتِ نبوی ﷺ ہونے کا بتلا کر ساتھیوں کے اندر، اس طویل اور پر مشقت کام کے لیے جذبہ پیدا کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ اِس طویل کام کے لیے وسائل اور بہترین خوراک کا بندوبست بھی کیے رکھتے تاکہ یہ مشقت ساتھیوں میں جسمانی کمزوری کا باعث نہ بن جائے۔

ابتداء میں معسکر اور انگور اڈہ پر موجود محاذِ جنگ کے مراکز میں اس کام کا تجربہ شروع ہوا جو کہ بہت کامیاب رہا۔ آہستہ آہستہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کو پھیلانا شروع کیا اور ٹیکنیکل بنیادوں پر اس کام کو استوار کیا۔ اخراجات کی پرواہ کیے بغیر بہترین وسائل مہیا کر کے ساتھیوں پر سے کام کے بوجھ کو بھی کم کیا اور خندقوں کی افادیت کو بھی بڑھا دیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ تھا کہ اگر کئی ماہ کی مشقت کے بعد خندق تیار ہو جائے اور اس کی وجہ سے ایک ساتھی کی بھی

---

[1] بنوں کا شیر دل مجاہد کماندان عبد الناصر قریشی مجاہدین میں درویش اور جانان کے ناموں سے مشہور ہوا۔ اپنی اعلیٰ ہمتی، سخت جانی اور شجاعت میں بے مثال تھا۔ صلیبیوں اور ان کے غلاموں پر قہرِ الٰہی بن کر ٹوٹتا اور کئی معرکوں کا غازی رہا۔ کفار کی تراشیدہ ڈیورنڈ لائن کے دونوں پار صلیبیوں اور ان کے اتحادیوں کے خلاف جنگوں میں شریک رہا۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں مگر اس کے پایۂ استقلال میں کمزوری نہ آئی۔ ایک ایسا شخص تھا جو مشکل وقت میں کام آتا اور گھبراہٹ کے لمحوں میں تسلی دیتا۔ جہادی منصوبے بنانے، ساتھیوں کو خوش رکھنے، جہادی سامان کو منظم اور محفوظ رکھنے میں دن کے لمحات گزارتا اور رات کے پہروں میں چپکے چپکے اپنے رب کے حضور سجدوں میں سسکیاں لیتا رہتا۔ خندقیں اور سرنگیں کھودنے میں کمال مہارت اور دلچسپی رکھتا اور اپنے اعلیٰ عزم اور مضبوط جسم کی بدولت چٹانوں کو بھی کدالوں سے تراش ڈالتا تھا۔ اللہ کا یہ شیر، محاذوں کی جان سن ۲۰۱۷ء میں افغانستان کے صوبے پکتیکا میں ہونے والے ایک امریکی ڈرون حملے میں اپنے رب سے جاملا۔ اللہ اس سے راضی ہو جائے۔

[2] دیر کا نوجوان عبد الاحد اپنے ماموں مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر انتہائی کم عمری میں جہاد میں شرکت کے لیے وزیرستان آ پہنچا۔ مضبوط جسم اور اعلیٰ ہمت اور انتہائی رازدار مجاہد تھا۔ ابتداءً خندقوں کی کھدائی کے منصوبوں میں اسی کی اعلیٰ ہمتی دوسروں کے لیے تحریض کا باعث بنی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر انتہائی اعتماد تھا اور اس کے حوالے انتہائی حساس معاملات اور اہم قائدینِ جہاد کی حفاظت کی ذمہ داری اس پر ڈالی جسے اس نے بخوبی پوری سنجیدگی و دیانت کے ساتھ ادا کیا۔ سن ۲۰۱۵ء میں قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں امریکیوں کے ایک خصوصی فضائی چھاپے میں امت کا یہ بیٹا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ اللہ اس سے راضی ہو جائے آمین۔

حفاظت کا بندوبست ہو جائے تو یہ ہماری لیے بڑی کامیابی ہو گی۔ آپ نے خندقوں کے نظام کو وانا سے نکال کر محسود قبائل اور پھر شمالی وزیرستان تک پھیلا دیا۔

دیگر مجاہدین کو بھی تحریض

فاروق بھائی کی ایک بنیادی صفت، دوسروں تک خیر پھیلانے کا جذبہ تھا۔ جب آپ نے دفاع کے اس طریقہ کو کارگر سمجھا تو دیگر مجاہدین کی توجہ بھی اس طرف دلانا شروع کی۔ شروع میں بعض نے حوصلہ شکنی بھی کی اور ایک لطیفہ کے طور پر اس بات کو مذاق میں اڑایا۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مثالوں سے واضح کر کے اور عملی خاکے دکھا کر جب مجاہدین کو بتایا تو سب کو ان کی بات تسلیم کرنی پڑی۔ پھر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ عملی طور پر ان کو تیار خندقوں کا معائنہ کرواتے تو دیکھنے والے دیکھ کر دنگ رہ جاتے اور حیرت سے اپنی انگلیاں منہ میں دبا لیتے اور ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ محض ہاتھوں کے ساتھ بغیر کسی مشینری کے اتنی بڑی اور مضبوط خندقیں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مہم کے انداز میں مجاہدین کو خندق بنانے کے لیے تحریض دلانا شروع کی۔ جہاں وہ عملی مشورے دیتے وہیں اس سبب کو اختیار کرنے میں غفلت کرنے پر اللہ تعالیٰ کی خفگی سے بھی ڈراتے۔ پھر اگر کوئی وسائل کی تنگی کا عذر بناتا تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنی طرف سے وسائل فراہم کر کے اس کام کے کرنے میں مدد کرتے۔

دیگر مجاہدین کی راہنمائی کے لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر استاد سہیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے خندقوں کی تعمیر کی راہنمائی کے لیے ایک تفصیلی کتابچہ مرتب کیا جس میں خندقوں کی تیاری کے وسائل سے لے کر، خندقوں کے مختلف ڈیزائن، کام کے دوران پیش آنے والی مشکلات کے حل اور کھدائی و تعمیرات کے عملی مشورے بھی درج کیے گئے۔ اس کتابچہ کے ساتھ تیاری کے عمل کی تصویریں بھی فراہم کی گئیں کہ ناواقف کے لیے سمجھنا مزید آسان ہو سکے۔ اس کتابچہ کو عرب دنیا کے دیگر محاذوں پر موجود مجاہدین کو بھی بھجوایا گیا تا کہ یہ ان کے لیے بھی فضائی حملوں سے حفاظت کا سبب بن سکے۔

اللہ تعالیٰ نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خندقوں کی افادیت اور اہمیت کو واضح کرنا شروع کر دیا۔ کئی بمباریوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے خندقوں ہی کو مجاہدین کی حفاظت کا سبب بنا دیا۔ اسی طرح خندقوں کے نظام کی بدولت مجاہدین کو مستقل ڈرون کے گھومنے کے باوجود ٹِک کر بیٹھنا نصیب ہوا اور ان کے لیے اطمینان کے ساتھ خندقوں میں اپنے تحقیقی کاموں اور اہم مشاورتی مجالس کرنے کے مواقع نصیب ہوئے۔

۲۰۱۴ء میں شمالی وزیرستان پر پاکستانی آرمی نے ظالمانہ و وحشیانہ آپریشن شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں مجاہدین نے گوریلا جنگ کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے علاقوں سے حکمتِ عملی کے طور پر پسپائی اختیار کی۔ مجاہدین کے علاقوں میں داخل ہونے کے بعد جب فوج نے ان میں سے بعض خندقوں کو دریافت کیا تو حیرت سے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مجاہدین اتنے منظم اور پیشہ ورانہ انداز میں اتنا بڑا کام کر سکتے ہیں۔ میڈیا پر بھی یہ عجیب و غریب خندقیں کافی عرصے تک دلچسپی کا باعث بنی رہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مؤمن کا ہاتھ　　غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز

قتال فی سبیل اللہ

جہادِ فی سبیل اللہ کا شرعی مفہوم فقہائے اسلام کے نزدیک بالاتفاق، ”اسلام کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنا یا جنگ میں معاونت کے کام کرنا“ ہے۔ دینِ اسلام کی چوٹی جہاد ہے اور جہادِ فی سبیل اللہ کا عظیم ترین مقام، ’قِتال‘ یعنی باقاعدہ جنگ کرنا ہے۔ جہادِ فی سبیل اللہ کے باقی جتنے بھی شعبے یا کام ہیں وہ دراصل اسی قِتال کو فائدہ پہنچانے اور مدد فراہم کرنے کا کام کرتے ہیں۔ یہ محاذِ جنگ ہی وہ مبارک مقام ہوتا ہے کہ جہاں پر ایک گھڑی کا قیام دنیا و مافیہا سے بہتر ہوتا ہے۔ جہاں پر تلواروں اور بمباریوں کے سایہ میں چند لمحات گزارنے پر ہی جنت کے وجوب کی ضمانت خالقِ کائنات جل جلالہ نے دی ہے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے شروع ہی سے خطے کے تمام جہادی میدانوں میں قتالِ فی سبیل اللہ کے اندر اپنے ساتھیوں کو آگے آگے رکھا۔ آپ خود بھی جنگ کے کاموں کی نگرانی کرتے، جنگوں کی منصوبہ بندی کرتے، عین محاذِ جنگ پر جا کر ساتھیوں کی کمان کرتے، ان کا حوصلہ بڑھاتے اور انہیں جنگ کے شرعی آداب و مسائل سکھاتے۔ قتالِ فی سبیل اللہ کے اندر کی گئی آپ کی کاوشوں کو ذیل کے تین عنوانات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

1. افغانستان کا محاذ

صلیبی صیہونی اتحاد نے امریکہ کی قیادت میں ۲۰۰۱ء میں افغانستان پر ظالمانہ و غاصبانہ چڑھائی کی۔ طالبان کی شرعی حکومت کو گرایا اور اپنی حمایت یافتہ، کٹھ پتلی حکومت کا افغانستان میں قیام کیا۔ واشنگٹن کے یہودی مفکرین کی راہنمائی میں ایک آئین اس حکومت کے لیے تشکیل دیا اور اپنی خدمت و حفاظت کی خاطر لٹیروں اور ظالموں کی ایک فوج بنا کر اسے ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا۔

علماء کرام نے نہ صرف یہ کہ غاصب امریکہ کے خلاف جہاد کرنے، بلکہ امریکہ کا ساتھ دینے والی اور اس کے ایجنڈوں کو افغانستان میں نافذ کرنے والی افغان حکومت اور فوج کے خلاف بھی جہاد کو فرضِ عین قرار دیا۔ طالبان نے اپنی صفوں کو منظم کیا اور اللہ وحدہ لاشریک لہ پر بھروسہ کرکے جرأت وعزم کی للکار کے ساتھ افغانستان میں باقاعدہ منظم گوریلا جہاد شروع کردیا۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے پوری امتِ مسلمہ سے اس جہاد میں دامے درمے سخنے شرکت کی صدا بھی لگائی۔ اس صدا پر لبیک کہتے ہوئے ایک بڑی تعداد میں دنیا کے کونوں کونوں سے آئے ہوئے اہلِ ایمان نے افغانستان میں اپنے لہو کی گرمی سے امارتِ اسلامیہ کے دوبارہ قیام کے راستے کو ہموار کیا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ذمہ داری سنبھالتے ساتھ ہی سب سے پہلے افغانستان کے بارڈر پر اپنے مراکز قائم کیے اور پھر وہاں سے بیٹھ کر داخلِ افغانستان کارروائیاں شروع کروائیں۔ پکتیکا کے ضلع برمل پر کارروائیاں کرنے کے لیے انگور اڈہ سے لے کر 'رَخَّہ' کے مقام تک مراکز قائم کرکے پکتیکا میں قائم امریکی اور افغان فوج کے مراکز پر کارروائیاں شروع کیں۔ یہ کارروائیاں عموماً مارٹر اور دوسرے راکٹ حملوں پر مشتمل ہوتیں، جب کہ بعد میں اس میں مائن کارروائیاں اور گھات لگا کر حملے کرنا بھی شامل ہوگئے۔ ان میں سے بہت سی کارروائیوں میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی شریک ہوتے اور ان کی قیادت کرتے۔

اسی طرح افغانستان کے اندر مختلف صوبوں کی طرف بھی آپ اپنے ساتھیوں کو روانہ کرتے رہے، جنھوں نے طالبان کے شانہ بشانہ اس جہاد میں غاصب صلیبیوں کے خلاف جنگ میں موثر کردار ادا کیا۔ اس عرصے میں افغانستان کے صوبے زابل، غزنی، پکتیکا، لوگر اور کنڑ کے محاذوں میں موسمِ گرما کی تشکیلات میں ساتھی باقاعدگی سے شرکت کرتے رہے۔

2. قبائل کا محاذ

برصغیر کی شمال مغربی سرحد پر پھیلی ہوئی قبائلی پٹی، فرنگی راج کے دوران ہمیشہ غاصب انگریزوں کے لیے خطرے کی علامت رہی۔ اسلام کے ہراول دستے، ان غیور قبائل نے کبھی انگریز کے آگے سرِ تسلیم خم نہیں کیا اور مستقل اپنے جہادی معرکوں سے فرنگیوں اور ان کے غلاموں کو لرزاتے رہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد فرنگی آرمی کا کردار "پاکستان آرمی" نے سنبھالا اور اُس وقت سے لے کر آج تک قبائل پر آگ وخون کی بارش برسانے کا کھیل جاری ہے۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ہی نفاذِ دین کے مطالبہ کی سزا میں میرانشاہ اور ملحقہ علاقوں پر پاکستانی فضائیہ نے وحشی بمباری کرکے

قبائلی مسلمانوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیے۔ ابتداء ہی سے فوج اور فضائیہ کے قبائل میں ظلم و ستم کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستانی فضائیہ کا سابقہ سربراہ ائیر مارشل ذوالفقار علی خان کہتا ہے:

"قیامِ پاکستان کے بعد پاک فضائیہ کے پاس فضائیہ کے کل چار سکواڈرن تھے۔ جن میں سے ایک شمالی وزیرستان کے صدر مقام میر انشاہ میں قائم تھا، جس کا مقصد قبائلی علاقوں میں کسی گڑبڑ ہونے کی صورت میں پولیٹیکل انتظامیہ کی مدد کرنا تھا"۔[1]

۲۰۰۱ء میں افغانستان پر وحشیانہ امریکی حملے کے بعد افغانستان سے مہاجرین کی قبائل میں آمد کا سلسلہ شروع ہوا، اور قبائلی مسلمانوں نے اپنی غیرتِ دینی اور اعلیٰ صفات کی بنا پر مہاجرین کو پناہ دینی شروع کی۔ اس کے ردِّ عمل کے طور پر پاکستانی فوج نے اپنے امریکی آقاؤں کے ایما پر قبائل میں ظلم و ستم کا نیا دور شروع کیا۔ ظالم فوج قبائل پر چڑھ دوڑی۔ بھاری توپ خانے، ٹینکوں، ہیلی کاپٹروں اور جیٹ طیاروں کی مدد سے قبائل کے در و دیوار کو ہلا مارا گیا۔ مسلمانانِ قبائل کی لاشوں کے انبار لگا دیے۔ گھر گھر تلاشی کے بہانے، پردہ دار و غیرتی قبائلی معاشرے کی ناموس کو پامال کیا۔ فوجیوں کے ظلم و تکبر کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سال ہا سال تک تقریباً روزانہ ہی کرفیو لگا کر فوج کا قافلہ، وزیرستان کی طرف آیا کرتا تھا۔ فوج کے قافلے کے سامنے حدِ نگاہ تک کوئی بھی ذی روح اگر نظر آجائے، تو بغیر کسی جنس یا عمر کے فرق کے اسے بھسم کر دیا جاتا تھا۔ کسی محلے کے قریب سے اگر کوئی مجاہد فوجی قافلے پر حملہ کرتا یا اس کے راستے میں بارودی سرنگ بچھاتا، تو اپنے انگریز آقاؤں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے یہ وحشی فوجی، پورے محلے کو اس کی سزا کے طور پر اپنے توپ خانے کی زَد میں لاتے اور عورتوں اور بچوں کی پرواہ کیے بغیر محلے کے گھروں پر کئی گھنٹے تک وحشیانہ بمباری کرتے۔ فوج کے یہ اعمال ایسے حقائق ہیں کہ جن کی تصدیق ہر وہ شخص کر سکتا ہے کہ جسے کبھی قبائل میں جانے کا اتفاق ہوا ہو۔

فوج کے ظلم و وحشت کے جواب میں بالآخر قبائلی نوجوانوں نے اسلحہ اٹھایا اور ظالموں سے مقابلے کی ٹھانی۔ فوجی قافلوں پر گھات لگا کر حملے کیے گئے، ان کے راستوں میں بارودی سرنگیں بچھائی گئیں، فوج کے کیمپوں پر ہلکے توپ خانے سے حملے کیے گئے، ان کی چوکیوں پر دھاوے بولے گئے اور ان کے اہم اہداف پر فدائی حملے کیے گئے۔ ان سب

[1] گئے دنوں کا سورج از جاوید چودھری

کارروائیوں میں مہاجرین نے اپنے انصار، قبائل کے مجاہدین کے شانہ بشانہ نہ صرف حصہ لیا بلکہ قبائلی مجاہدین کی تربیت میں بھی بڑا کردار ادا کیا۔ مجاہدین کے یہ حملے اتنے متواتر اور شدید ہوتے گئے کہ ان کی تاب نہ لاتے ہوئے فوج ہمیشہ پیچھے ہٹ کر مذاکرات کرنے پر مجبور ہوئی۔ جس کے نتیجے میں قبائل میں امن معاہدے ہوئے اور مجاہدین کو آزادانہ اپنے جہادی کاموں کے لیے فرصت مل جاتی۔ مگر فوج ہر کچھ عرصے بعد کوئی بہانہ تراش کر امن پامال کر ڈالتی اور پھر سے قبائل میں جنگ چھڑ جاتی۔

وانا کی عسکری ذمہ داری

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ وانا ہی کو مرکز بنا کر اپنی جہادی سرگرمیوں کا آغاز کیا تھا، اس لیے وانا اور اس کے ملحقہ علاقوں میں ہی ابتداءً، آپ نے قبائلی مجاہدین کے ساتھ مل کر ظالم فوج سے سرزمینِ قبائل کے دفاع کا کام شروع کیا۔ شیخ اسامہ ازمرائے کینی رحمۃ اللہ علیہ کی ۲۰۰۹ء میں شہادت کے بعد تنظیم القاعدہ کی طرف سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعے کے ایک عسکری ذمہ دار ساتھی کو وانا اور اس کے ملحقہ علاقوں کا عسکری ذمہ دار بنا دیا گیا۔ اس عرصے میں فوج پر کیے گئے کئی حملوں کی عملی منصوبہ بندی کرنے اور ان کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ شامل رہے۔ آپ بذاتِ خود کارروائیوں میں بھی شریک ہوتے اور اسلحہ وایمونیشن کی فراہمی سے مقامی مجاہدین کی مدد بھی کرتے۔ ۲۰۰۸ء میں، محسود و وزیر علاقوں کے سنگم پر قائم ایک فوجی پوسٹ پر حملے کرنے کے دوران آپ زخمی بھی ہوئے۔

محسود قبائل کے شانہ بشانہ

اسی طرح جب خطہ محسود پر ۲۰۰۹ء میں امریکی ایماء پر پاکستانی فوج نے چڑھائی شروع کی تو اس کی ابتداء سے ہی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے محسودی مجاہدین کے شانہ بشانہ اپنے ساتھیوں کو اس دفاعی جہاد میں شریک رکھا۔ کہسارِ محسود کے شمال، جنوب اور مشرق کے محاذوں پر آپ کے ساتھیوں نے اپنی استطاعت کے مطابق اپنے قبائلی بھائیوں کا مکمل ساتھ دیا۔ آپ کے کئی ساتھیوں نے اس محاذ پر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ خود بھی وقتاً فوقتاً محاذِ جنگ کے دورے کرتے اور کارروائیوں میں شرکت کر کے ساتھیوں کے حوصلے بڑھانے کا کام کرتے۔

دورہِ سوات

۲۰۰۹ء میں پاکستانی فوج نے وادیِ سوات اور مالاکنڈ ڈویژن پر اپنی تاریخ کا سب سے وحشی اور ظالمانہ آپریشن شروع کر دیا۔ اس موقع پر تنظیم القاعدہ کی قیادت کی طرف سے سوات کے مجاہدین کی نصرت و راہنمائی کے لیے تین ذمہ

داروں پر مشتمل ایک وفد سوات کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ تین ذمہ دار تنظیم کے پاکستان کے لیے عسکری مسئول شیخ فاتح الشہری رحمۃ اللہ علیہ، کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ اور استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے ساتھ تنظیم القاعدہ کے معسکرات کے چند استاد بھی بھیجے گئے۔

ان حضرات نے وزیرستان سے لے کر سوات تک کا طویل اور پر خطر سفر طے کیا۔ سفر کا ایک بڑا حصہ فلک بوس پہاڑوں پر پیدل چلنے پر مشتمل تھا۔ یہ حضرات عین جنگ کے دنوں میں سوات کے علاقے میں پہنچے۔ سوات کے مجاہدین کی قیادت سے ملاقاتیں کیں، ان کے ساتھ حسبِ استطاعت مدد و نصرت کی اور تنظیم کے عسکری استادوں کو سوات کے مجاہدین کی تربیت کے لیے وقف کیا۔

3. پاکستان کے شہروں کا محاذ

لال مسجد کے سانحے کے بعد جب مجاہدین نے فوج اور سیکوریٹی اداروں کے خلاف بھرپور دفاعی جنگ کا آغاز کیا تو اس جنگ کا ایک اہم ترین محاذ، شہروں کے اندر فوجی اہداف کو نشانہ بنانا تھا۔ شہروں کے اندر دشمن بالعموم غفلت میں ہوتا ہے اس لیے اسے وہاں ہدف بنانا آسان ہوتا ہے۔ دوسری طرف دشمن کی اعلیٰ قیادت اور بڑی تنصیبات کی موجودگی بھی بڑے شہروں میں ہی ہوتی ہے۔ ساتھ میں اگر اچھے اہداف کو چن کر شہروں کے اندر دشمنِ دین و وطن فوج پر کارروائیاں کی جائیں تو ان کارروائیوں کے ذریعے ملک بھر میں جہاد کی دعوت کو پھیلانے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ البتہ شہروں میں گنجان آباد علاقوں کی وجہ سے عوامی نقصانات سے بچنے کے لیے مجاہدین کو خصوصی احتیاط کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کی زیادہ تعداد چونکہ پاکستان کے بڑے شہروں سے تعلق رکھتی تھی، اس لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے شہروں میں عسکری کاموں کو منظم کرنا آسانی سے ممکن ہو پایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ سمجھدار ساتھیوں کو شہروں سے دشمن کے اہداف کی معلومات (ریکی) لانے کی ذمہ داری پر لگا دیا۔ معلومات کی رپورٹوں کو آپ خود دیکھتے، ان کے اندر کوئی سقم ہو تو اس رپورٹ کو ساتھیوں کو واپس بھیج کر درست کرواتے اور جب تک آپ کو اس کارروائی کے شرعاً جائز ہونے اور مصلحتاً مناسب ہونے پر اطمینان نہ ہو جاتا، اس وقت تک آپ اس کارروائی کی منظوری نہ دیتے۔ کارروائی کے ہر زاویہ پر غور کر کے ایسا منصوبہ تشکیل دیتے کہ جس میں عوام کے نقصان کا امکان ختم کیا جا سکے۔ اس وجہ سے کارروائیوں کے ایسے منصوبے آپ رحمۃ اللہ علیہ رد کر دیتے یا ان میں شرکت سے صاف انکار کر دیتے کہ جس میں

مسلمانوں کے نقصان ہونے کا غالب امکان ہوتا۔ پھر بڑی اور اہم کارروائیوں کی منظوری وہ خود نہ دیتے تھے بلکہ اس کے لیے تنظیم کے دو بڑے علماء قائدین شیخ عطیۃ اللہ لیبی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو یحییٰ لیبی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کرتے اور جب تک یہ شیخین اس کارروائی کے شرعاً درست اور مصلحتاً مفید ہونے کا فیصلہ نہ کر دیتے، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس کارروائی پر اقدام نہ اٹھاتے۔

دوسری طرف اِس محاذ پر دیگر مجاہدین کے ساتھ تعاون اور مدد کے دروازے بھی ہمیشہ کھلا رکھتے۔ پاکستان میں دفاعی جہاد میں مصروف قبائلی انصار اور مہاجرین مجاہدین کے ساتھ شہروں کے اندر کام کے سلسلے میں ساتھیوں کی تربیت، معلومات کے اکٹھا کرنے، رقم اور اسلحہ و بارود کی فراہمی، خفیہ ٹھکانوں کی تیاری سمیت عملی کارروائی کے اندر شرکت میں بھی تعاون کرتے۔

اس طرح سرزمینِ پاکستان میں دشمنِ دین وملت عناصر کے اوپر کیے جانے والے تقریباً اکثر بڑے حملوں میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا شرکت وتعاون شاملِ حال رہتا تھا۔ رسول سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کو فروغ دینے والی خبیث مملکتِ ڈنمارک کے اسلام آباد میں واقع سفارت خانے پر ہونے والا فدائی حملہ ہو، وحشی مجرم ادارے آئی ایس آئی کے لاہور کے ہیڈکوارٹر پر تاریخی حملہ ہو یا کراچی میں صلیبیوں کی حفاظت پر مامور نیوی کی مہران بیس پر حملہ ہو، خائنِ ملت جرنیلوں اور دیگر اعلیٰ افسران کی ٹارگٹ کلنگ ہو یا ظلم وستم کی علامت پولیس پر حملے ہوں، نیٹو افواج کی سپلائی لائن پر حملے ہوں یا دشمنِ دین قادیانی ٹولے کی فوج میں موجود قیادت پر حملہ ہو، الغرض ان تمام اہداف پر کی جانے والی کارروائیوں میں، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کارروائیوں میں بالعموم مجاہدینِ محسود، کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ اور استاد فیض محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تعاون واشتراک بھی شامل ہوتا۔

سرزمینِ بنگال میں تنظیم جہاد

سن ۲۰۰۹ء میں بنگلہ دیش کے کچھ ساتھی تنظیم القاعدہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے وزیرستان تشریف لائے۔ ان ساتھیوں کی ابتدائی تربیتوں سے فراغت کے بعد شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بنگلہ دیش میں دعوتی کام کو منظم کرنے اور عالمی تحریکِ جہاد کی دعوت کو مسلمانانِ بنگال میں فروغ دینے کی ذمہ داری بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو سونپ دی۔ چنانچہ بنگلہ دیش کے بھائی ایک الگ کتیبے کی شکل میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعے کا حصہ بن گئے۔

انہیں بھائیوں میں کماندان طارق خالد بنگالی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ آپ کا حقیقی نام سہیل تھا۔ آپ کی پیدائش جنوری ۱۹۷۵ء میں بنگلہ دیش کے ڈھاکہ ڈویژن کے ضلع فرید پور میں ہوئی۔ اپنی جوانی میں وہ مختلف مذہبی تنظیموں کے ساتھ منسلک رہے اور دعوتِ دین کا کام کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اعدادِ جہاد کی نیت سے ہی انہوں نے جسمانی تربیت پر بھی توجہ دی اور مارشل آرٹس سیکھی جس میں انہوں نے بلیک بیلٹ حاصل کی۔ انہوں نے بنگلہ دیش میں ہی ایک جہادی جماعت میں شمولیت اختیار کی لیکن اس میں فکری غلو دیکھ کر اس سے علیحدہ ہوگئے اور پھر ہجرت کا ارادہ کیا۔ نومبر ۲۰۰۷ء میں وہ وانا جنوبی وزیرستان پہنچے اور یہاں مقامی طالبان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ یہاں چند ماہ گزارنے کے بعد ۲۰۰۸ء میں دعوتِ جہاد کو منظم کرنے کے لئے واپس چلے گئے۔ پھر ۲۰۰۸ء میں ہی انہوں نے اپنے بیوی بچوں سمیت وزیرستان مستقل ہجرت کر لی۔ ۲۰۰۹ء میں انہوں نے القاعدہ میں شمولیت اختیار کی اور پھر شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عطیہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر بنگلہ دیش میں جہادی اور دعوتی کام کے لیے فاروق بھائی کے ساتھ منسلک ہوگئے

اسلام کے یہ عظیم سپوت ان گنت اعلیٰ صفات وخوبیوں کے مالک ایک عبقری انسان تھے۔ ایک طرف اپنی شجاعتِ ایمانی کے بل بوتے پر ہر کچھ عرصے بعد اپنے ساتھیوں کو لے کر افغانستان میں داخل ہوکر صلیبیوں پر حملہ آور ہوتے، دوسری طرف جب قبائل پر وحشی پاکستانی آرمی چڑھائی کرتی تو مسلمانوں کے دفاع کے ہراول دستوں میں نظر آتے۔ عسکری کاموں سے فارغ ہوتے تو میڈیا کے شعبے کو توجہ دے کر مسلمانانِ بنگال کو جہاد سے جڑنے اور بنگلہ دیش میں ملحدین کے صفایا کرنے کی دعوت دینے میں مصروف ہو جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت اور مساعیوں کی برکت سے کئی ساتھیوں نے سرزمینِ خراسان کی طرف ہجرت کی اور صلیبیوں کے ساتھ معرکوں میں دادِ شجاعت دے کر جامِ شہادت نوش فرمائی۔ طارق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھ بنگلہ دیش کے دیگر مجاہد بھائی اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار، تقویٰ وللّٰہیت اور جرأت وشجاعت کی وجہ سے قبائلی مجاہدین میں بھی ہر دلعزیز تھے اور مقامی مجاہدین سے بہت قربت ومحبت کا تعلق رکھتے تھے، جس کی وجہ سے قبائلی مجاہدین کے ساتھ اکثر افغانستان یا قبائل میں جہادی عسکری کارروائیوں میں بھی مشغول رہنے کا ان کو موقع مل جاتا تھا۔ جب 'ضربِ عضب' نامی پاکستانی امریکی مشترکہ آپریشن کے دوران ایک طرف امریکیوں نے پے در پے تنظیم القاعدہ کے محاذِ جنگ پر قائم مراکز کو ڈرون حملوں میں نشانہ بنانا شروع کر دیا اور دوسری طرف بعض مقامی قبائل کی طرف سے جنگ کے بارے میں منفی رویہ سامنے آنے لگے تو امیر المجاہدین مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

ساتھیوں کو سرزمینِ خراسان میں بکھیر کر طویل گوریلا جنگ کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے پر شجاعت کی علامت بنگلہ دیشی بھائیوں کو قائل کرنا ایک مشکل کام تھا۔ اطاعت تو انہوں نے کرنی ہی تھی مگر پھر بھی طارق خالد بنگالی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی اصرار کر کے آخر وقت تک پاکستانی وحشی فوج پر تابڑ توڑ حملے کرتے رہے اور محاذِ جنگ سے سب سے آخر میں پیچھے ہٹنے والے دستوں میں سے تھے۔ الغرض بنگلہ دیش میں جہادی دعوت اور عملی کام کو منظم کرنے کے لیے اللہ نے طارق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں اپنی خاص مدد نازل فرمائی۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے طارق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بنگلہ دیشی بھائیوں کو بہت توجہ دی۔ آپ اکثر ان کے مراکز میں تشریف لے جاتے اور ان کے ساتھ وقت گزارتے۔ کئی کئی دن بنگلہ دیشی بھائیوں کے ساتھ اکٹھے رہتے اور ان کی تربیت کا بہت خیال رکھتے۔ آپ نے ان بھائیوں کو جہادِ فی سبیل اللہ کے شرعی مسائل اور حکمتِ عملی سمجھانے کے لیے تفصیلی دورے بھی کروائے۔ انہیں میں سے ایک دورے کی بعض ویڈیوز ادارہ السحاب نے نشر بھی کیں کہ جن میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بہ تکلف انگریزی زبان کے الفاظ کثرت سے استعمال کرتے ہیں کیونکہ بہت سے بنگلہ دیشی بھائیوں کو اردو زبان سمجھنے میں مشکل پیش آتی تھی۔

گو کہ بنگلہ دیش کے قیام کے وقت سے ہی وہاں کی بھارت نواز اسٹیبلیشمنٹ غیور مسلمانوں کی سرزمینِ بنگال میں لادینیت کے فروغ کی سرپرستی کرتی آئی تھی۔ مگر دین دشمن، اور کفار کی دلدادہ حسینہ واجد کی حکومت آنے کے بعد لادینیت اور اسلام دشمنی کا ایک طوفان بنگلہ دیش میں برپا ہوا۔ جہاں ایک طرف علمائے کرام اور اہل دین کے گرد گھیرا تنگ کیا گیا تو دوسری طرف اظہارِ آزادئ رائے کے نام پر الحاد پھیلایا اور دینی شعائر کا ببانگِ دہل مذاق اڑایا جانے لگا۔ حکومتی آشیرباد نے ان بیہودہ سیکولر لابیوں کو اتنا بیباک کر ڈالا کہ ان میں سے بعض اپنے بلاگوں میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کی توہین کرنے سے بھی نہ جھجکے۔ سرزمینِ بنگال تو اسلام کے غیور شیروں کا مسکن رہی ہے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد ہو یا ۱۸۵۷ء کا جہادِ آزادی، دین و ناموس کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے میں مسلمانانِ بنگال خطۂ برصغیر میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ غازیانِ اسلام حاجی شریعت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور تیتو میر رحمۃ اللہ علیہ کی سرزمین میں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہو اور باحمیت مسلمان خاموش بیٹھے رہیں۔ چنانچہ مسلمانانِ بنگال نے اٹھ کر کئی گستاخوں کو چھری ٹوکوں سے کاٹ کر رکھ دیا اور الحاد کے سرپرستوں کو یہ واضح پیغام دیا کہ ''ہماری مائیں ہم پر روئیں اگر ہم اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کا انتقام نہ لے لیں''۔ الغرض جہاں بنگلہ دیش میں دین دشمن سیکولر ٹولوں نے اپنی

خسیس حرکات میں اضافہ شروع کیا وہیں پر مسلمانانِ بنگلہ دیش میں دین وناموس کی خاطر جہاد و قتال کی صدائیں بلند ہوئیں جن میں سب سے نمایاں کردار بنگلہ دیش کے 'انصار بنگلہ' نامی جہادی نیٹ ورک کا رہا۔ انصار بنگلہ کو منظم کرنے میں بھی مرکزی کردار کماندان طارق خالد بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی میں اپنے کاموں کو آگے بڑھا رہے تھے۔

بنگلہ دیش میں دعوتِ جہاد کے فروغ کی کوشش کے ساتھ ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پہلو کی طرف توجہ بھی ہوتی تھی کہ جہادی دعوت میں شروع ہی سے اہلِ سنت کے معتدل مزاج کی پیروی کی جائے اور افراط و تفریط سے اپنے ساتھیوں اور بالخصوص داعیوں کو بچائے رکھا جائے۔ اس حوالے سے آپ ساتھیوں کو تفصیلی نصیحتیں کرتے، علمائے جہاد کی کتابوں کا مطالعہ کرواتے اور غلو کے افکار سے بچانے کی کوشش کرتے۔ یہ آپ کی مساعیوں کا نتیجہ تھا کہ جب بنگلہ دیش میں خوارجینِ داعش نے ظہور کیا تو 'انصار بنگلہ' کے بھائیوں نے خوارج کی فکر سے برأت کا اظہار کرکے اہلِ سنت کے منہج اعتدال سے جڑے رہنے کا ثبوت دیا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ انصار بنگلہ کے بھائیوں کے نام پیغامات بھجواتے، ان کی راہنمائی فرماتے، دین دشمن ٹولوں کے خلاف جہاد کے لیے بنگلہ دیشی مسلمانوں کو تحریض دلاتے اور مجاہدین وغازیوں کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ اپنے اسی طرح کے ایک پیغام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملعون گستاخ 'رجب حیدر' کے قتل کے بعد مسلمانانِ بنگلہ دیش کے نام اپنے ایک پیغام میں بنگلہ دیشی حکومت کے دین دشمنی پر مبنی اقدامات کو گنواتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا:

"بات بڑھتے بڑھتے ایسی جگہ جا پہنچی جس کا تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے اور جس کا ذکر کرنے سے بھی زبان کانپتی ہے۔ محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کروڑوں نام لیواؤں کے اِس ملک میں ایک ملعون، بدبخت، بدطینت شخص اٹھا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شان میں، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں ایسی غلیظ اور فحش زبان استعمال کی جس کا تصور بھی بس سے باہر ہے۔ انٹرنیٹ پر بلاگ لکھنے والا یہ ملعون مصنف ہمارے دلوں کے قرار اور آنکھوں کی ٹھنڈک محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک پر کیچڑ اچھالتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استہزاء کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فحش تحریروں کا مرکزی کردار بنا کر پیش کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار پر تہمت باندھتا ہے، اپنے تمام تر حیوانی اور سفلی جذبات بے لگام چھوڑ کر اپنے حیاء اور غیرت سے عاری قلم کا رخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیتا ہے۔ پس اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اللہ کی رحمت ہو ان

نوجوانوں پر جنہوں نے اس ملعون کو موت کے گھاٹ اتار کر اہلِ ایمان کے سینے ٹھنڈے کیے۔ بنگلہ دیش میں بسنے والے میرے محبوب بھائیو! اللہ کی قسم یہ کوئی سیاسی جھگڑا نہیں، یہ کفر و اسلام کی جنگ ہے۔ ابھی ملعون 'احمد رجب حیدر' جیسے مزید بدبخت بھی زندہ گھوم رہے ہیں جن کے زبان و قلم نبی ﷺ اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف زہر اگلتے رہے ہیں۔ جانوروں سے بدتر اس مخلوق کو جینے کا کوئی حق نہیں۔ انہیں چن چن کر نشانہ بنایا جانا اور یوں ہی گلی کوچوں میں گھیر گھیر کر مار دیا جانا ایک شرعی فریضہ ہے"[1]

الغرض فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی اور کماندان طارق خالد رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں سے انصار بنگلہ کے نام سے ابتداء میں معروف ہونے والا مجاہدین کا گروہ ایک تن آور منظم تحریک کی شکل اختیار کر گیا۔ القاعدہ برصغیر کے قیام کے بعد امیر المجاہدین مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کماندان طارق خالد بنگالی کو بنگلہ دیش کے امور کا مسئول مقرر کیا اور سن ۲۰۱۵ء میں جماعت کی مرکزی شوریٰ کی رکنیت کے لیے بھی منتخب کیا۔ 'انصار بنگلہ' جماعت القاعدہ برصغیر کا ہراول دستہ قرار پایا اور جہادِ برصغیر بلکہ عالمی جہاد کے مختلف پہلوؤں، شعبوں اور محاذوں پر بنگلہ مجاہدین نے ناقابلِ فراموش قربانیاں رقم فرمائیں۔ عزم و ہمت کی مضبوط چٹان کماندان طارق بنگالی رحمۃ اللہ علیہ اکتوبر ۲۰۱۵ء میں بنگلہ دیش کے چار دیگر ہیرا صفات ساتھیوں سمیت قندھار کے ریگستان میں امریکیوں کے ایک چھاپے میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے اور ہمارے محبوب بنگالی بھائیوں کی قربانیوں کے صدقے سرزمینِ اسلام بنگلہ دیش کو اسلام کا مضبوط ترین قلعہ بنا ڈالے آمین۔

ادارہ "اعداد" و معمل ابو خباب شہید رحمۃ اللہ علیہ

جہادِ فی سبیل اللہ میں عسکری فنون کی تربیت ایک اہم شعبہ ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

[1] بنگلہ دیش کی عوام کے نام استاد احمد فاروق کے صوتی بیان میں سے اقتباس

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ [1] ”اور ان کے مقابلہ کے لیے تیاری کرو جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے بھی اور پلے ہوئے گھوڑوں سے بھی، جن کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن پر اور اپنے دشمن پر بھی ہیبت طاری کر سکو“۔

اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں علمائے کرام کے نزدیک جہادِ فی سبیل اللہ کی تیاری و تربیت حاصل کرنا اور اس کے فنون کے علم کو حاصل کرنا بھی شرعاً فرائض کے زمرے میں آتا ہے۔ دوسری طرف دنیاوی ترقی کے لحاظ سے ان فنون میں روز بروز ترقی اور نئی نئی تحقیقات سامنے آتی ہیں۔ ایسے میں مجاہدین کے لیے ان فنون میں راہنمائی دینے کے لیے مختلف دورات اور کتابچوں کی تیاری، مجاہدین کی قیادت کی ترجیحات میں سے ہوتا ہے۔

اسی مقصد کے لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سرپرستی ان کے ساتھیوں نے ادارہ ”اعداد“ قائم کیا اور اس کے تحت مجاہدین کے لیے عام تعلیمی نوٹس کی تیاری سمیت کئی فنی خدمات ادا کی گئیں۔ اس شعبے کے روحِ رواں استاد المجاہدین انجینیر سہیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ استاد سہیل رحمۃ اللہ علیہ کے وسیع تجربے، کثرتِ مطالعہ اور غیر معمولی ذہانت کا نچوڑ ہمیں ان کے کتابچوں میں نمایاں محسوس ہوتا ہے۔ اس شعبے کے تحت کیے جانے والے مختلف کاموں کا مختصر تعارف آئندہ نکات میں پیش کرتا ہوں:

- استاد سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے بارود بنانے کے فن کی تفصیلی تعلیم شیخ الجہاد، ابو خباب مصری شہید رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے شہید استاد فیض محمد رحمۃ اللہ علیہ (عمر اقدس) سے بارود کو مختلف شکلوں میں ڈھال کر استعمال کرنے کا علم سیکھا۔ بعد ازاں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں استاد سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے بارود کی ایک بڑی ورکشاپ کا قیام کیا۔ اس ورکشاپ کا نام ”معمل ابو خباب شہید رحمۃ اللہ علیہ“ رکھا گیا۔ اس ورکشاپ میں بیسیوں ٹن بارود کی تیاری کا کام کیا گیا، سینکڑوں مجاہدین کو بارود کے فن سے روشناس کرایا گیا، افغانستان اور پاکستان کے جہاد کے لیے بارود، فدائی جیکٹوں اور فدائی گاڑیوں کی تیاری کا کام کیا گیا، بارود کی تیاری کے نئے نئے آسان طریقوں پر تجارب کیے گئے اور مجاہدین کے لیے اس فن میں مہارت پیدا کرنے کے لیے اردو اور انگریزی زبان میں ”دورہِ متفجرات“ کے نام سے تفصیلی، آسان فہم اور مستند کتاب تحریر کی گئی۔ ساتھ ساتھ بارود کے دورے کے مناظر پر مشتمل اپنے فن

[1] سورة الانفال، آية: ٦٠

کی منفرد ویڈیوز بھی تیار کی گئیں کہ جنہیں دیکھ کر بارود کے فن سے واقف مجاہد کو عملی کام کرنے میں کافی سہولت ہو جاتی ہے۔

- جنگ کے طریقہ کار اور اس کے مفہوم اور اہم اصطلاحات کو سمجھنے کے لیے علومِ حرب کی منفرد کتاب "نصابِ حرب" تیار کی گئی۔ مفکرِ جہاد ڈاکٹر سربلند خان رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر مجاہدین میں جنگ کے تصورات کو واضح کرنے اور آئندہ کی جنگی قیادت کو تیار کرنے کے منصوبے کی ایک سیڑھی ہے۔
- "ڈرون حملوں کی روک تھام" کے موضوع پر شہید ڈاکٹر سربلند خان رحمۃ اللہ علیہ کے کتابچہ کو بھی نشر کیا گیا کہ جس میں ڈرون طیاروں کے کام کرنے کے طریقوں، ڈرون حملوں سے بچاؤ کی تدابیر اور اس باب میں مزید معلومات کو جمع کیا گیا ہے۔ قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے اس کتاب کو اتنا پسند فرمایا کہ اس کا عربی ترجمہ کروا کے عرب دنیا کے مختلف محاذوں پر موجود مجاہدین کو بھجوایا گیا۔
- ابتدائی جہادی تربیت، توپ خانہ، گوریلا جنگ، شہری جنگ اور دیگر عسکری فنون پر تفصیلی نوٹس تیار کیے گئے۔
- غیر پشتون مجاہدین کے لیے مقامی معاشرے کو سمجھنے اور مقامی زبان سے واقفیت کے لیے پشتو زبان کی تعلیم پر مشتمل کتاب "پشتو، پاکستانی مجاہدین کے لیے" کو مرتب کیا گیا۔

شعبہ تخطیط و تحلیل

"تخطیط" کہتے ہیں منصوبہ بندی کو اور "تحلیل" کہتے ہیں "تجزیہ analysis" کرنے کو۔ کسی بھی انقلابی تحریک کا، حالات، ماحول، اپنے وسائل، دشمن کی طاقت اور دیگر عوامل کا تجزیہ کر کے منصوبہ بندی کرنا، اس کا اہم ترین شعبہ ہوتا ہے۔ اس شعبہ کے روحِ رواں مفکرِ جہاد ڈاکٹر سربلند خان رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ تاریخِ عالم کے تفصیلی مطالعہ اور بالخصوص اہم جنگوں کے مطالعہ کے نچوڑ کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختلف معاصر موضوعات پر مقالے تحریر کرتے۔ ان مقالوں کا مقصد مجاہدین کی قیادت کے لیے بہترین منصوبہ بندی کرنے میں معاونت کرنا ہوتا تھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ساتھی، ڈاکٹر صاحب کے اس عمل میں ان کے ساتھ پہلے فکری مباحثہ کرتے، پھر ڈاکٹر صاحب اپنے تجزیہ کے نچوڑ کو ضبطِ تحریر کرتے، اس کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس تحریر پر نظرِ ثانی کرتے اور تعلیقات لکھتے اور پھر اس کو مرتب کر کے مجاہدین کی قیادت کے سامنے پیش کرتے۔

ان تحریرات میں سب سے پہلے حالات کا صحیح تجزیہ کیا جاتا۔ جس خطہ میں ہم جہاد کر رہے ہیں اس کی تاریخ پر بحث کی جاتی۔ ہمارے زمانے سے پہلے زمانوں کے مجاہدین کی تحریکات کی تاریخ کا نچوڑ رکھا جاتا۔ خطہ کے مزاج کو سمجھنے پر زور دیا جاتا۔ اپنے ان افکار و نظریات پر مضبوطی اختیار کرنے کا کہا جاتا کہ جو کہ ہماری تحریک کی بنیاد ہیں۔ ان مواقف اور کاموں سے بچنے کی نصیحت ہوتی کہ جو ہماری دعوت کے پھیلاؤ کے لیے نقصان دہ ہیں۔ ساتھ میں دشمن کی حیثیت، صلاحیت اور نظریات کا بھی تفصیلی تجزیہ ہوتا جس میں دشمن کی جنگی چالوں کو سمجھنے کے لیے بھی اشارے دیے گئے ہوتے۔ الغرض اس شعبے کی یہ دستاویزات مجاہدین کی قیادت کے لیے راہنما اصول کا کام کرتیں۔

اس شعبے کے ذیل میں ہونے والے تحقیقی کام کو عرب و عجم کی قیادت کے سامنے رکھا جاتا۔ خاص طور پر قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کو اس کی نقل بھیجی جاتی اور ان کے مفید تبصروں کو محفوظ کیا جاتا۔ اس سلسلے کی ملاقاتوں میں عموماً فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر سربلند زبیر خان رحمۃ اللہ علیہ شریک ہوتے۔ امیر المجاہدین شیخ مصطفیٰ ابو یزید مصری شہید، امیر بیت اللہ محسود شہید، امیر مولانا ولی الرحمن محسود شہید، امیر حکیم اللہ محسود شہید، امیر ملا نذیر وزیر شہید، امیر مولانا فضل اللہ شہید، ماسٹر اعظم طارق شہید، شیخ عطیۃ اللہ لیبی شہید، شیخ ابو یحییٰ لیبی شہید، امیر مولانا عاصم عمر شہید، استاد فیض محمد شہید، استاد اسلم شہید، قاری عمران شہید، حاجی ولی اللہ شہید، کماندان بدر منصور شہید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سمیت کئی قائدینِ جہاد سے آپ کے اس شعبے کی تحقیقات کی روشنی میں تفصیلی مباحث، مذاکرے ہوئے اور علمی مناقشے ہوئے، جن میں ڈاکٹر سربلند زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت استاد و مدرس کی ہوتی تھی۔

شعبہ مکاتبِ اطفال

ارضِ ہجرت وزیرستان میں مہاجرین کے کم سن بچوں کی تعلیم کے حوالے سے بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ایک شعبہ 'مکاتبِ اطفال' کے نام سے قائم کیا گیا۔ نظامِ تعلیم کے حوالے سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء کی نظر تھی کہ اسے اس انداز میں منظم کیا جائے کہ ایک طرف اس میں دینی و شرعی تعلیم ترجیح پر ہو اور دوسری طرف دنیوی فنون کی بھی رعایت ہو۔ پھر اسے اس طرح منظم کیا جائے کہ اس نظامِ تعلیم کا نتیجہ مغربی تہذیب اور اس کی بنیاد پر قائم ہونے والے جمہوری صنعتی معاشرے کے لیے کارکنان کی فراہمی نہ ہو، بلکہ اسلامی نظام کی کا قیام، پھر اس کی تنظیم و بقاء اور حقیقی مسلم معاشرے کی ضروریات کی فراہمی ہو۔ اس حوالے سے ان حضرات کے سامنے تعلیم کے تین مراحل تھے: اول ابتدائی (پرائمری) تعلیم، دوم ثانوی (سیکنڈری) تعلیم، سوم اعلیٰ تعلیم۔ ابتدائی تعلیم کے لیے انہوں نے شعبہ

مکاتبِ اطفال قائم کیا، ایک تو مہاجرین کی فوری ضرورت کم سن بچوں کی تعلیم تھی، دوسرا اسے بنیاد بنا کر آگے کے مراحل طے کیے جانے تھے۔ اس کام کے لیے رائج سرکاری و غیر سرکاری سبھی قسم کے نصابوں کا جائزہ لیا گیا، اور انہیں ترمیم واصلاح کے ساتھ مکاتبِ اطفال میں رائج کیا گیا۔ یوں اس شعبے کے تحت کتنے ہی مہاجرین کے بچوں کی ابتدائی تعلیم کا سالوں انتظام کیا گیا، یہاں تک کہ ضربِ عضب آپریشن کے سبب یہ سبھی بچے تعلیم سے محروم اور دربدر کر دیے گئے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں اس شعبے کا اکثر و بیشتر کام فاروق بھائی کے ایک رفیق مولانا ڈاکٹر عبید الرحمن مرابط حفظہ اللہ نے انجام دیا۔

شعبۂ طب

ڈاکٹر سربلند خان زبیر رحمۃ اللہ علیہ جب سے وزیرستان آئے تو مجاہدین اور اہلِ قبائل کے علاج و معالجہ میں مشغول رہے۔ ۲۰۰۹ء میں علاقہ محسود میں فوج کے آپریشن کے دوران محسود مجاہدین کی امداد اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی معاونت سے باقاعدہ ہسپتال قائم کیا گیا، جو فوج کے آپریشن کے دوران مستقل خدمات انجام دیتا رہا۔ پھر اس کے بعد شمالی وزیرستان میں باقاعدہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی معاونت سے شعبہ طب قائم کیا گیا۔ طبی تعلیم کے حامل کئی مجاہدین کو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کے لیے فارغ کیا، انھیں ڈاکٹر سربلند خان زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور اس شعبے کے لیے باقاعدہ بجٹ مقرر کیا۔ نیز محسود مجاہدین بھی اس معاملے میں مستقل ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعاون کرتے رہے۔ یوں ایک وقت میں کئی مقامات پر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی طبی امداد کے مراکز قائم کیے اور خود ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرکزی ہسپتال میں چند دیگر مجاہد ڈاکٹروں کے ساتھ جراحت کے بڑے آپریشنز انجام دیتے رہے۔ پھر اس شعبے کا دائرہ بڑھایا گیا اور عرب و عجم کے کئی طبی تعلیم یافتہ افراد کو شامل کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محنت سے کئی افراد مجاہدین کے علاج و معالجے کے لیے تیار ہوئے، ان افراد کو تعلیم بھی دی گئی اور عملی تجربہ بھی دیا گیا۔ اس سارے شعبے کے روحِ رواں تو ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود تھے، انھوں نے ہی اسے شروع کیا اور اپنی شہادت تک ہر قسم کے حالات میں قائم رکھا۔ البتہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ ان کی سرپرستی کی، بھرپور تعاون کیا، مالی و افرادی وسائل کی دستیابی کا انتظام اپنے ذمہ لیا، اور اس کام کو مجموعے کے اہم شعبہ کے طور پر منظم کرنے میں ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدد کی۔

مستودع یا مجاہدین کا گودام

"مستودع" بھی ایک عربی اصطلاح ہے جس کو اردو زبان میں "ذخیرہ گاہ یا گودام" کہا جا سکتا ہے۔ مجاہدین کے لیے روزمرہ ضروریات کی اشیاء کی فراہمی ایک اہم ضرورت ہوتی ہے۔ مقامی بازاروں سے خریداری کرنے سے ایک طرف تو معیاری اشیاء نہیں ملتیں اور دوسری طرف ان کی قیمتیں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اس کا حل ملک کی بڑی منڈیوں سے بڑی تعداد میں سامان کو خرید کر محفوظ کرنا ہوتا ہے اور پھر ضرورت کے لحاظ سے اس کو مجاہدین میں تقسیم کرنا ہوتا ہے۔ ایسے میں وسائل کے لحاظ سے کمزور مجاہدین کے لیے بڑی تعداد میں منڈیوں سے سامان خرید کر منگوانا ایک مشکل کام ہوتا ہے۔

جہادِ روس کے زمانے میں شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے "مکتبِ خدمات" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا جو انصار و مہاجر مجاہدین کی اس طرح کی بیشتر ضروریات کو پورا کرنے کا کام کرتا تھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے راستے پر چلتے ہوئے، میران شاہ میں ایک ایسے ہی 'مستودع' کا قیام کیا۔ آپ کے اس منصوبے کے روح رواں لاہور سے تعلق رکھنے والے اخلاص و محبت کے پیکر، شہید عمیر افضال حسین[1] رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مجاہدین کے استعمال کے لیے کپڑے، جوتے، گرم جیکٹیں، سفری بستر، تیار گوشت کے ڈبے، کھجوریں اور دیگر استعمال کی چیزوں کو تقسیم کیا جاتا تھا۔ بغیر کسی تفریق کے، تمام جہادی مجموعات کی ان کے حجم اور ضرورت کے لحاظ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ خود ترجیحی لسٹیں بناتے تھے، اور پھر ان میں یہ سامان ضرورت کے مواقع پر مفت تقسیم کیا جاتا تھا۔

---

[1] شہید عمیر افضال رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اپنے مجاہدین میں حسین بھائی کے نام سے اور برصغیر کے دوسرے حلقوں میں 'شیخ مصطفیٰ عبد الکریم' کے نام سے جانا جاتا تھا، لاہور کے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بہترین صلاحیت کے حامل ایک صالح مجاہد تھے۔ عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ علومِ شرعیہ کی محبت ان پر سوار رہتی جس کی پیاس بجھانے کے لیے علمائے جہاد کی راہنمائی اور صحبت میں مفید کتابوں کے مطالعہ اور علمی دروس کی سماعت کی بدولت پختہ و گہرا علمی شعور رکھتے تھے۔ مرکزی القاعدہ کے میڈیا کے ادارے السحاب کے بنیادی انتظامات کے سالہا سال تک منتظم رہے جس کی بدولت تنظیم کی مرکزی قیادت کے قریبی معتمدین میں سے تھے۔ سلفی پس منظر سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ علمائے احناف کا بہت احترام کرتے، ان کی کتب سے استفادہ بھی کرتے اور مسلکی تشدد و تعصب سے بہت دور تھے۔ فتنۂ داعش کے ظہور کے بعد سلفی حضرات پر داعش کی گمراہی اور اس کی صفتِ خارجیت کو واضح کرنے کے لیے آپ نے بہت مساعی کی۔ اعلیٰ کریمانہ اخلاق، سخاوت و شجاعت اور عبادات کے رسیہ تھے۔ امیر المجاہدین مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بے حد محبت، احترام اور اعتماد کا رشتہ رکھتے اور القاعدہ برصغیر کے خارجی ممالک میں روابط کی مسئولیت آپ کو دے رکھی تھی۔ القاعدہ برصغیر کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ سن ۲۰۱۸ء میں صحرائے ہلمند میں امریکیوں کے ایک چھاپے کے دوران بے جگری سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے، آمین۔

شعبہ دعوت وابلاغ

شعبہ دعوت واعلام چونکہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا سب سے نمایاں، اہم اور پر تاثیر پہلو ہے اس لیے اس کی تفصیلات الگ سے ایک باب میں بیان کی جائیں گی ان شاء اللہ۔

باب ہفتم: اتحاد بین المجاہدین میں کردار

مجاہدین کے اتحاد کے لیے کوششیں کرنا، دلوں میں قربتیں پیدا کرنا، باہمی تعاون کے منصوبے بنانا، اور اس سارے عمل کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کی نفی کرنا، یہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا انتہائی روشن باب ہے۔ میں نے جب بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جہادی زندگی میں دیکھا، ہمیشہ مجاہدین کے اتحاد کے لیے انہیں سرگردان پایا۔

طالبان کے راہنما اور معروف عالمِ دین استاد یاسر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

یہ غالباً ۲۰۰۸ء کی بات ہے کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو اور کزئی ایجنسی کی طرف جا کر معروف عالمِ ربانی، جرأت و عظمت کی چٹان، یادگارِ سلف حضرت علامہ استاد یاسر افغانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتوں اور استفادہ کا موقع ملا۔ یہ ملاقاتیں کئی نشستوں پر مشتمل رہیں۔ انہیں نشستوں میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے استاد یاسر سے وہ تاریخی انٹرویو بھی کیا جو کہ بعد میں مجلہ ''حطین'' میں تفصیل سے شائع ہوا۔

استاد محمد یاسر رحمۃ اللہ علیہ افغانستان کے معروف عالمِ دین، مفکر، داعی اور جہادی راہنما تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے افغانستان میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی جامعہ اسلامیہ سے تعلیم حاصل کی۔ آپ جہادِ روس کے غازی اور راہنما تھے اور روس کی شکست کے بعد بننے والی مجاہدین کی عارضی حکومت میں مختلف وزارتوں کے وزیر رہے۔ بعد میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کے مرکزی شعبۂ تعلیم و تربیت کی مسئولیت بھی آپ کے پاس رہی۔ طویل جہادی تجربے کے ساتھ ساتھ، آپ اپنی ولولہ انگیز تقریروں کے حوالے سے مجاہدین میں کافی محبوبیت رکھتے تھے۔ آپ نے انجام کی پرواہ کیے بغیر لال مسجد کے اندوہناک حادثے کے بعد دین دشمن پاکستانی آرمی کے خلاف جہاد کا فتوی دیا اور جہادِ پاکستان کے پرزور حامی بنے۔ خائنِ دین و ملت ادارے ''آئی ایس آئی'' نے اپنے امریکی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا اور وحشیانہ تشدد کر کے شہید کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور اہلِ پاکستان کو عالمِ اسلام کے اس عظیم مفکر کے قتل کے داغ کو دھونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

استاد یاسر رحمۃ اللہ علیہ نے، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنی نشستوں میں ایک نکتے پر بہت زور دیا۔ آپ کا کہنا تھا کہ:
''روس کے خلاف جہاد کے وقت مجاہدین کے مختلف گروہ تھے۔ یہ سب گروہ کافی مضبوط تھے اور ہر کسی نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق جہاد میں کردار ادا کیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتوحات کا زمانہ آیا۔ روس نے بھاگنے میں ہی

اپنی عافیت جانی اور روس کے چھوڑے ہوئے علاقوں پر مختلف مجاہدین کے دھڑوں نے قبضہ کر لیا۔ نتیجے میں مجاہدین کے مختلف دھڑوں میں جنگ و جدل شروع ہوا اور ایسا فساد مچا کہ جو جہاد اور دین کی بدنامی کا باعث بنا"۔ استاد یاسر رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ تھا کہ: "مجاہدین کو فتح کے زمانے سے قبل ہی آپس میں اتحاد و اتفاق کر کے ایک امیر کی قیادت تلے آجانا چاہیے۔ اگر ابتداء ہی سے مختلف جہادی گروہوں میں آپس میں محبت و قربت نہ ہو تو اختیار و قوت ملنے کے بعد، شیطان کو دوری پیدا کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جہادی مجموعات کو اپنی جہادی اٹھان کے وقت سے ہی باہم یک جان اور متحد ہو کر کام کرنا چاہیے تاکہ کل کو یہ دوری اور اختلافات کسی باہمی فتنے کا باعث بن کر ساری قربانیوں کو غارت نہ کر دیں"۔

اتحاد و اشتراک بین المجاہدین کی مہم

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں خیر کی نصیحت قبول کرنے کا بڑا جذبہ تھا۔ آپ کو جب یہ علم ہو جاتا کہ فلاں کام میں اللہ کی رضا شامل ہو گی تو فوراً اس کام کے لیے جت جاتے۔ استاد یاسر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات سے واپسی پر آپ نے دیگر جہادی مجموعات کے ساتھیوں سے ملاقاتیں کرنا شروع کیں۔ آپ ان کو قائل کرتے کہ ہمیں ایک دوسرے کے قریب ہونا چاہیے، عسکری دورات اور محاذوں کی تشکیلات میں قربت کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کی مشکلات کو باہم مل جل کر حل کرنا چاہیے۔ آپ استاد یاسر رحمۃ اللہ علیہ کا نکتہ بھی بیان کرتے اور مجاہدین کو اتحاد کی برکات بتلاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ مشہور مقولہ بھی بیان کرتے تھے کہ:

تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوا[1]　　"سمجھ بوجھ پیدا کرو اس سے قبل کہ تم قائد بن جاؤ"

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ ہمارے لیے لازمی ہے کہ ہم فتوحات کے زمانے سے قبل ہی ایک ہو جائیں۔ اس سلسلے میں وہ ہر اس امکان کی مکمل نفی کرتے کہ جس سے ان کے خود قیادت سنبھالنے کی رائے سامنے آئے۔ بلکہ وہ اس باب میں ان حضرات کو ہمیشہ اپنے اوپر فوقیت دیا کرتے تھے جنہیں جہاد میں شمولیت میں سبقت حاصل ہو۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مہم میں ان کے ساتھ عالمِ ربانی مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل رہتے۔ آپ مختلف مجموعات کے ذمہ داران سے ملتے۔ ان سے پوچھتے کہ آپ نے مجاہدین کی جماعت کا قیام کس شرعی اصول کے تحت کیا؟ عموماً ذمہ داران کا کہنا ہوتا تھا کہ چونکہ پہلے سے جہاد پر قائم کسی جماعت سے ہمارا رابطہ نہیں تھا، یا معروف جہادی جماعتیں

[1] صحیح البخاری

صحیح راہ پر جہاد کو نہیں لے جارہی تھیں، اس لیے ہم دوست یاروں نے اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر کے جہاد شروع کر دیا اور اس طرح ہمارے جہادی مجموعات بن گئے اور ایسا کرنے کا شریعتِ مطہرہ میں جواز موجود ہے۔ مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ آپ نے بالکل ٹھیک کیا!، مگر اب جب کہ ہمارا دیگر جہادی جماعتوں سے رابطہ بھی ہو گیا اور تعلق بھی بن گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم سے کافی پہلے سے بھی بہت سے جہادی مجموعات جہاد کر رہے تھے اور ان جہادی مجموعات کے نظریات اور طریقہ کار سے بھی ہم متفق ہیں تو کیوں اکھٹا نہ ہوا جائے؟ پھر وہ قرآن و حدیث سے وہ دلائل بیان کرتے جو کہ اتحاد و اتفاق کے لازمی ہونے او تفرقہ اور تنازعات کے مذموم ہونے کو بیان کرتے ہیں۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اتحاد بین المجاہدین کے اس جذبے کو مختلف ذمہ داران نے مختلف زاویوں سے جانچا۔ مثبت و منفی جذبات دیکھنے میں آئے۔ سب سے زیادہ مثبت جذبہ اور اتحادو اشتراک کی طرف عملی قدم اٹھانے میں آگے بڑھنے والے قائدِ جہاد، بطلِ اسلام کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ اور استاد المجاہدین، جرأت و عزم کے پیکر استاد عمر اقدس[1] رحمۃ اللہ علیہ (فیض محمد) کا سامنے آیا۔ اسی پروگرام کو آگے بڑھاتے ہوئے عسکری دورہ جات، پاکستان میں عسکری کام میں اشتراک، شرعی دورات اور افغانستان میں جنگوں کی تشکیلات پر اتفاق پایا گیا۔ اسی طرح وانا کے محاذ پر فضائی دفاع کے نظام اور بعد میں وانا میں پاکستانی فوج کے ساتھ دفاعی جنگوں کے اندر مشترکہ جنگی پلان کے اندر بھی دیگر مجموعات سے قربت اور اتحاد کی فضا بننا شروع ہوئی۔ یہ ۲۰۰۸ء کے اختتام سے لے کر ۲۰۰۹ء کے وسط تک کے زمانے کی بات ہے۔

پاکستانی مجموعات کیسے قائم ہوئے؟

افغانستان پر امریکی حملے اور طالبان کی اسلامی حکومت کے سقوط کے بعد پاکستانی مسلمانوں پر بڑا دینی فریضہ، افغانستان سے آئے ہوئے مہاجرین کی نصرت، ان کے لیے گھروں اور ٹھکانوں کا بندوبست کرنا اور دیگر سہولیات مہیا کرنا

---

[1] استاد فیض محمد (عمر اقدس) پاکستانی مجاہدین کو فنِ بارود سے روشناس کروانے میں بنیادی کردار رکھتے تھے۔ آپ نے بارود کو مختلف شکلوں میں ڈھال کر استعمال کرنے کے کئی نئے طریقے متعارف کروائے۔ آپ شہید امجد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ پاکستان اور افغانستان میں صلیبیوں اور ان کے غلاموں پر ہونے والے بیشتر فدائی حملوں کی تیاری یا تربیت کا سہرہ آپ کے سر باندھا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ اخلاق، خوبصورت مسکراہٹ اور خندہ پیشانی سے ملنے کے نبوی اخلاق کے حامل تھے۔ تنظیم القاعدہ کی پاکستان میں بیشتر عسکری کارروائیوں کے منصوبہ سازوں میں سے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انتہائی محبت و دوستی کا تعلق رکھتے تھے۔ ۲۰۱۰ء میں میرانشاہ میں پاکستانی فوج کے جاسوسی نیٹورک کی نشاندہی کے نتیجے میں ہونے والے امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوئے۔

عائد ہوا۔ یہ اہلِ پاکستان پر ایمانی فریضہ تھا کیونکہ سرورِ کائنات ﷺ نے واضح الفاظ میں مسلمان کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی پر ظلم نہیں کرتا، مشکل میں اپنے مسلمان بھائی کو تنہا نہیں چھوڑتا، اس کا ساتھ دیتا ہے، ظالموں سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی پریشانیوں اور مشکلات میں مدد کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[1]

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے (اس لیے) نہ تو خود اس پر ظلم وزیادتی کرے نہ دوسروں کا نشانۂ ظلم بننے کے لیے اس کو بے مدد چھوڑے (یعنی دوسروں کے ظلم سے بچانے کے لیے اس کی مدد کرے) اور جو کوئی اپنے ضرورت مند بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو کسی مسلمان کو کسی تکلیف اور مصیبت سے نجات دلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کسی مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ داری کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ داری کرے گا[2]۔

بغیر استثناء کے اس وقت کے پاکستان میں اہلِ خیر کے تمام طبقات اور مجاہدین نے مہاجرین اور بالخصوص عرب مہاجرین کی نصرت و مدد کے لیے اپنا سب کچھ وقف کر ڈالا۔ اس زمانے میں ایثار و قربانی کے ایسے محیر العقل واقعات سامنے آئے کہ جس نے نہ صرف یہ کہ انصارِ مدینہ رضی اللہ عنہم کی یادیں تازہ کر ڈالیں بلکہ پاکستان کے مسلمانوں کی دینی حمیت و غیرت کو بھی ثابت کیا۔

عرب مجاہدین کی نصرت و مدد کرنے کی تحریک نے جہاں دیگر دینی و روحانی فوائد دیے وہاں عرب مجاہدین سے یہ قریبی تعلق، پاکستانی مسلمانوں کو دوبارہ سے جہاد میں جوڑنے اور جہادی نظریات کو پختہ کرنے کا باعث بن گیا۔ عرب مجاہدین نے عالمی جہاد کا نظریہ، کفار کے حامی طواغیت سے بیزاری اور ان کے خلاف قتال کا نظریہ، جہادِ فی سبیل اللہ کے

---

[1] صحيح البخاری

[2] ترجمہ از کتاب 'معارف الحدیث'

لیے ہجرت وترکِ وطن کا نظریہ، انٹیلی جنس ایجنسیوں کی ماتحتی کے بغیر جہاد کا نظریہ وغیرہ وغیرہ پاکستانی مجاہدین کے اندر اتارا اور ساتھ میں عسکری و فنی تربیتوں کے مواقع بھی ان کے لیے بکثرت فراہم کیے۔ اس کے نتیجے میں پاکستانی مجاہدین کے ایسے مجموعات قائم ہوئے، جو کہ کسی نا کسی حیثیت میں القاعدہ کے مجاہدین کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ بعض باقاعدہ بیعتِ جہاد کرکے، بعض محض سمع وطاعت کا پیمان کرکے، بعض تعاون واشتراک کا عہد کرکے، الغرض خطہِ پاکستان وخراسان کی اکثر جماعاتِ جہادیہ کے ساتھ، کسی نا کسی نوعیت کا تنظیم القاعدہ کے اکابرین کا تعلق ضرور تھا۔

امیر المجاہدین شیخ مصطفی ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ کی اتحاد کے لیے کوششیں

تنظیم القاعدہ کے خراسان میں مسئول شیخ مصطفیٰ ابو یزید مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشفقانہ وبزرگانہ اور ایمانی بصیرت والی شخصیت کے باعث خطہ میں موجود تمام مجاہدین کے لیے رہبر و قائد کی حیثیت رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور محبت کا فروغ آپ کی بنیادی ترجیحات میں سے ہوتا تھا۔ قبائلی مجاہدین کے باہمی اتحاد اور ان کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کے لیے صبح وشام کوشاں رہتے۔ سال ۲۰۰۸ء میں جنوبی وشمالی وزیرستان کے تمام مجاہدین نے اپنے اختلافات کو ختم کرکے ایک ہونے کا عہد آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ہاتھ پر کیا اور اس طرح وزیرستانی مجاہدین کی 'شوریٰ اتحاد المجاہدین' کا قیام عمل میں آیا۔

شیخ مصطفی ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کا شمار القاعدہ کے بانیوں میں ہوتا تھا۔ مجاہدین میں آپ کو 'شیخ سعید المصری' اور 'حافظ سلطان' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ تنظیم القاعدہ کے مالیاتی نظام کو قائم کرنے میں بنیادی کردار انہیں کا تھا۔ وزیرستان جب دارالہجرت بن گیا تو یہاں پر انصار ومہاجرین دونوں میں قربت ومحبت بڑھانے، ایک دوسرے کا تعاون دلوانے اور دونوں ہی کی اصلاح وراہنمائی کا کام اللہ تعالیٰ نے آپ سے لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تین دہائیوں پر مشتمل طویل زمانہ جہادِ فی سبیل اللہ میں صبر واستقامت کے ساتھ گزارا۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ترین ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ جس نے ان کو دیکھا اور ان کے ساتھ وقت گزارا وہ گواہی دیتا تھا کہ تقویٰ، للٰہیت، ایمانی بصیرت، شجاعت، صبر، قناعت، اعلیٰ اخلاق اور دیگر صفات حسنہ کم ہی کسی شخصیت میں اتنی جمع دیکھی ہیں۔ علم وفہم اتنا کہ جہاد کی مصلحتوں اور ضروریات کو سمجھنے کے لیے کبارِ علمائے جہاد بھی آپ سے پوچھا کرتے تھے۔

پھر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کا تعلق تو بہت ہی مشفقانہ محبت والا تھا۔ بلکہ اگر کہا جائے کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو القاعدہ کے ساتھ جوڑنے، القاعدہ کی فکر ومنہج سمجھانے، جہادی فکر اور سوچ کو پختہ کرنے میں بنیادی کردار شیخ حافظ

سلطان رحمۃ اللہ علیہ کا ہی تھا تو غلط نہ ہو گا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ سے سال ہا سال تک بہت ہی قریبی تعلق رہا۔ کئی کئی دن شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں اکھٹے رہنے اور اکھٹے اسفار کرنے کا موقع ملا۔ شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک امیر اور قائد تھے وہیں پر وہ مربی اور مزکی بھی تھے۔ آپ کی محفل ہو، گفتگو ہو یا خاموشی ہو، طالبین کو تزکیۂ نفس کی سعادت وہاں جا کر حاصل ہوتی۔ نماز ہو یا تجوید کی تعلیم، تلاوت ہو یا ذکر پر مداومت، غیبت سے بچنا ہو یا کبر سے دور رہنا ہو، زہد و قناعت ہو یا شوقِ شہادت الغرض ان کی صحبت و تربیت میں جس نے وقت گزارا اس نے قرب الٰہی کے ان درجات کو پایا۔ بالفاظِ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ "وہ ایسے تھے کہ جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے"۔ اگر یہ کہا جائے کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں زہد و تقویٰ، عبادات پر مداومت، نظم و ضبط اور اعلیٰ اخلاق کو نکھارنے میں شیخ مصطفی ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا بہت اثر رہا تو یہ بیجا نہ ہو گا۔ شیخ مصطفیٰ (حافظ سلطان) رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی شخصیت تھے کہ جن کے ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ویسے ہی تھا کہ جیسے کہ ایک مرید کا اپنے پیر سے ہوتا ہے۔

قبائلی مجاہدین کے اتحاد کی کوششوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی شہروں سے آئے ہوئے مجاہدین کو باہم ایک کرنے کی کوششیں بھی شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی ترجیح میں تھیں۔ پھر آپ کے اس میں ہمنوا اور دست و بازو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ سے قربت و نزدیک تعلق کی وجہ سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیگر پاکستانی مجموعات سے قربت، ان کے مسائل و مشکلات کو جاننے اور ان کی طرف توجہ دینے کا موقع ملا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھے گئے اپنے مضمون میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"شیخ (مصطفی ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ) کی زندگی کے آخری دو تین سال اسی ایک نکاتی ایجنڈے کے گرد گھومے اور یہی آپ کی سعی کا بنیادی محور رہا کہ کسی طرح خراسان میں موجود تمام جہادی مجموعات میں وحدت پیدا کر دی جائے۔ آپ اس سوچ پر یکسو تھے کہ امارتِ اسلامیہ افغانستان ہی وہ پلیٹ فارم ہے جس کے تحت مجتمع ہونا شرعاً بھی مطلوب ہے اور عقلاً بھی لازم۔ لیکن عرب و عجم کی درجنوں قومیتوں اور بیسیوں ملکوں سے تعلق رکھنے والے مجاہدین کو ایک لڑی میں پرو کر، ایک منظم شکل دے کر، امارت کے جھنڈے تلے اکھٹا کرنا ایک اتنا کٹھن اور پہاڑوں جیسا بھاری کام تھا کہ جس کا عزم کرنا اور جس کے لیے عملاً سعی کرنا شیخ رحمۃ اللہ علیہ جیسے صابر و حلیم، مؤید من اللہ اور حکیم فرد ہی کے لیے ممکن تھا[1]"۔

[1] 'جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے' از استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی مجاہدین کے مابین اتحاد کی لگن اور فکر کا ایک لطیف اشارہ اس خواب میں بھی ملتا ہے کہ جو شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے خود دیکھا اور پھر فاروق بھائی سے بیان کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک دن شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا:

''[میں نے تمہیں خواب میں دیکھا کہ تم میرے پاس بیٹھے مجاہدین کے درمیان وحدت کی کمی پر غم کا اظہار کر رہے ہو اور بات کرتے کرتے زار و قطار رونے لگے ہو]۔ یہ کہہ کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ مسکرانے لگے اور دعا دی کہ اللہ تمہاری تڑپ سچی کر دیں اور اسے قبول کر لیں!''۔[1]

الغرض شیخ مصطفی ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ ہی نے سن ۲۰۰۹ء میں دس کے قریب پاکستانی مجموعات کے ذمہ داروں کو محسود کے علاقے مکین میں دو دفعہ جمع کروایا۔ دوسری مجلس میں تنظیم کے مرکزی قائدین اور کبار علماء شیخ عطیۃ اللہ لیبی اور شیخ ابو یحییٰ لیبی رحمہما اللہ بذاتِ خود شریک ہوئے۔ کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ، کماندان قاری عبید اللہ عمران رحمۃ اللہ علیہ، کماندان استاد فیض محمد رحمۃ اللہ علیہ اور استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ بخود جبکہ کماندان الیاس کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نمائندوں سمیت پاکستانی مجموعات کے بیشتر ذمہ داران حضرات نے ان مجالس میں شرکت کی۔ ان مجالس میں مجموعات کے آپس میں عسکری، سیاسی اور ابلاغی شعبوں میں اشتراک پر اتفاق کیا گیا اور ان مجالس کی برکت سے باہمی قربت وشناسائی کا موقع بھی ملا۔ اس کے بعد اسی طرح کی ایک مجلس کا انعقاد شمالی وزیرستان میں بھی کیا گیا۔

جہاں ان مجلسوں میں پاکستانی مجاہدین کی باہمی محبت کو بڑھانے اور ایک دوسرے کو دلی اعتبار سے قریب لا کر اتحاد کروانے کی کوشش کی جاتی وہیں ان مجلسوں میں مجاہدین کے درمیان فکری و نظریاتی وحدت پیدا کرنے کی بھی مساعی کی جاتی۔ یہ بات مشائخِ جہاد کے ذہن میں شروع ہی سے واضح تھی کہ تنظیم یا جماعت کسی فکر و منہج ہی سے وجود میں آتی ہے۔ چنانچہ مجاہدین کے افکار و نظریات میں وحدت لانے سے عملی وحدت کا راستہ بھی آسان ہوتا جائے گا۔ دوسری طرف ایک ایسی عملی وحدت جس میں فکری و نظریاتی انتشار و افتراق موجود رہے، آئندہ چل کر ایسے مسائل کو جنم دیتی ہے کہ جو شاید اتحاد سے پہلے کی صورتِ حال سے زیادہ گھمبیر ہوتے ہیں۔ ان اکابرین نے الجزائر کے جہاد کا عمیق مشاہدہ کیا تھا کہ جہاں پر فکری و نظریاتی یگانگی کے بغیر محض ایک سیاسی اتحاد کرنے کے نتیجے میں ایسے گھناؤنے جرائم مجاہدین سے

[1] ایضاً

منسوب افراد سے سرزد ہوئے کہ جس سے مخلص مجاہدین کے سر شرم سے جھک گئے۔ خود افغانستان میں روس جہاد سے فارغ ہونے کے بعد مجاہدین کے مختلف دھڑوں کے سیاسی اتحاد اور پھر فساد در فساد کی کہانی بھی کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔

الغرض اس مقصد کے لیے ان تمام مجالس میں شرکاء کو فکری و منہجی اعتبار سے ایک رخ پر لانے کی کوشش کی جاتی۔ ابتداء میں کسی متبحر عالمِ دین کا درس کروایا جاتا اور اس کے بعد مختلف نظریاتی موضوعات پر بحث و مباحثہ کروایا جاتا۔ پہلی مجلس میں موریطانیہ کے نابغہ روزگار عالمِ دین شیخ یونس موریطانی فک اللہ اسرہ اور بعد کی مجالس میں علمائے ربانی شیخ عطیۃ اللہ لیبی اور شیخ ابو یحییٰ لیبی رحمۃ اللہ علیہم نے شرکاء مجلس سے خطاب کیا۔ اس کے علاوہ عسکری حکمتِ عملی کے ماہر ڈاکٹر ابو خالد سربلند زبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی حکمتِ عملی سے متعلق امور پر ڈسکشن کرواتے رہے۔

اپنی ذات کی نفی، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب تواضع

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے جوش و خروش سے ان محافل میں شریک ہوتے۔ آپ اتحاد و اتفاق کے عمل کے لیے سب سے پہلے اور آگے بڑھ کر، تیار نظر آتے۔ جہاں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اتحاد کی پرزور حمایت کرتے وہیں اپنی شخصیت کو نمایاں ہونے سے بچانے کے لیے بھی اقدامات کرتے۔ اس کی عملی مثال اس وقت پیش آئی کہ جب دوسری محفل سے قبل انہوں نے عربی سے اردو ترجمانی کے فرائض انجام دینے سے انکار کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا تھا کہ ایک تو میں قطعاً نہیں چاہتا کہ میں مجلس میں نمایاں ہو کر بیٹھوں اور دوسرا یہ کہ ایک اور ساتھی مجھ سے اچھا ترجمانی کا کام کر سکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ میری طرف کیا اور اس طرح، شیخ مصطفیٰ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کا حکم میرے پاس اس مجلس میں بحیثیتِ ترجمان شامل ہونے کے لیے پہنچ گیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تواضع اور مجھ سے خوش گمانی کی وجہ سے میرا نام تو لے لیا مگر میرا تو سر چکرا گیا۔ میں اور اتنی اہم محفل کی ترجمانی کروں۔ میری حیثیت تو محض عربی زبان کے ابتدائی طالبِ علم کی تھی، اتنی اہم گفتگو کی ترجمانی تو میرے بس میں قطعاً نہیں تھی۔ میں سٹپٹا گیا اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ کر اس 'حرکت' پر پرزور احتجاج کیا۔ مگر وہ مسکراتے رہے اور شیخ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے امر کے احترام میں مجھے شامل ہونے پر اصرار کرتے رہے۔

چار و ناچار مجھے مجلس میں جانا پڑا۔ مجلس کے آغاز پر جب شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو حسبِ عادت[1] ترجمانی کا کہا تو وہاں پھر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف اشارہ کر کے شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ "حضرت! یہ بھائی میرے سے اچھی ترجمانی کر سکتے ہیں۔" الغرض میں نے ٹوٹی پھوٹی ترجمانی شروع کی جو کہ میری زندگی کا شاید سب سے پریشان کن عمل تھا۔ ایک طرف اہم شرعی امور کے مباحث، دوسری طرف سیاسی اور اسٹراٹیجک امور پر بحث و مباحثہ۔ عرب حضرات کی گفتگو کا اردو میں ترجمہ اور پھر پاکستانی ذمہ داران کی گفتگو کا عربی میں ترجمہ۔ میرے تو دانتوں میں بھی پسینہ آنے لگا۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اشاروں کنایوں سے اس دوران میری حوصلہ افزائی کرتے رہے اور جب میں کہیں غلطی کرنے لگتا تو کہنی مار کر یا آہستہ سے کان میں سرگوشی کر کے میری اصلاح کر دیتے۔ اس مجلس میں مفکرِ جہاد ڈاکٹر سربلند خان زبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ آپ کی گفتگو امورِ سیاست، تاریخ اور عمرانیات کے موضوع پر ایک جامع تقریر ہوتی تھی۔ اس تقریر میں سیاسیات اور عمرانیات کی گاڑھی اصطلاحات بھی شامل ہوتی تھیں۔ میرے لیے جب ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نکات کا ترجمہ مشکل ہوتا گیا تو میں نے کسی وقفے کے دوران فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے آگے ہاتھ جوڑے کہ براہ کرم مجھے اس پریشانی سے نکالیں اور خود ترجمہ کریں۔ مگر وہ اپنی بات پر مصر رہے اور کہتے رہے کہ "آپ کی بات کا مفہوم عرب مشائخ کو صحیح سمجھ میں آرہا ہے اس لیے آپ ہی ترجمہ کرتے رہیں، باقی چھوٹی موٹی غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں؟"۔

وقفے کے بعد دوبارہ مجلس شروع ہوئی تو شیخ عطیۃ اللہ لیبی رحمۃ اللہ علیہ نے قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کا ایک مضمون مجلس کے سامنے پیش کیا کہ جس میں پاکستانی مجاہدین کو مخاطب کر کے، جہادِ پاکستان کی حکمتِ عملی کے حوالے سے تفصیلی مشورے اور نصیحتیں کی گئی تھیں۔ شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مضمون ترجمہ کر کے سامعین کو سنانے کے لیے میرے حوالے کر دیا۔ میں نے جب مضمون پر نظر دوڑائی تو میرا تو دورانِ خون بہت ہی تیز ہو گیا۔ شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی ادبی و گاڑھی عربی پر مشتمل مضمون کو فی البدیہ ترجمہ کرنا میرے لیے بالکل ناممکن تھا۔ خیر، پہلے نکتے کا الٹا سیدھا ترجمہ ہی کر پایا تھا کہ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے میری مشکل کو بھانپ لیا۔ آپ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو حکماً کہا کہ اس مضمون کا ترجمہ آپ ہی کریں گے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے چار و ناچار ترجمہ

---

[1] میرا انہیں خیال کہ معاصر مجاہدین میں کسی کے اندر بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ بہتر انداز میں عربی سے اردو اور پھر اردو سے عربی ترجمانی کی صلاحیت ہو گی۔

بیان کرنا شروع کیا مگر ابھی دو چار نکات ہی پڑھے ہوں گے کہ شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی کہ ''شیخ! یہ ایک طویل مضمون ہے اور اہم دستاویز ہے، تو کیا ہی بہتر ہو کہ اس کو بعد میں ترجمہ کر کے چھاپ کر ذمہ دار ساتھیوں کو فرداً فرداً دے دیا جائے''۔ شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے کو معقول جان کر تسلیم کیا اور پھر ترجمانی کی ذمہ داری مجھے سونپ کر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ترجمانی سے دوبارہ الگ ہو گئے۔

بظاہر یہ ایک عام سا نظر آنے والا واقعہ ہے۔ مگر اس میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کے بڑے اہم پہلو پوشیدہ ہیں۔ آپ چاہتے تو مجلس میں اپنی ایک نمایاں حیثیت دکھاتے مگر یہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج نہیں تھا۔ اس طرح کی مباحثہ والی محفلوں میں چونکہ ترجمان کو سب سے زیادہ بولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ لامحالہ نمایاں ہوتا جاتا ہے، لہذا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے قصداً اس میں ترجمانی سے جان چھڑائی۔ ساتھ ساتھ میری حوصلہ افزائی اور مجھ میں اعتماد قائم کرنے کا رویہ بھی میرے لیے بڑا قیمتی تھا۔ میری بار بار ترجمہ میں غلطیاں کرنے پر سرگوشی کرتے ''مشکل نہیں ہے!، مفہوم واضح ہو رہا ہے''۔ یہ ایک قائد کی صفت ہوتی ہے کہ وہ ساتھیوں کی حوصلہ افزائی اور معمولی غلطیوں سے صرفِ نظر کرتا رہے۔ یہاں پھر یہ بات دہراتا چلوں کہ دلی قربت و محبت کے باوجود اُس زمانے میں میرے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بڑی وسیع مجموعاتی خلیج قائم تھی۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک مجموعے (گروپ) کے ذمہ دار کے ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعات کے اتحاد کی ضرورت پر گفتگو کی۔ وہ صاحب سمجھے کہ شاید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ، انہیں اپنے مجموعے کے اندر ضم ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ اس پر کافی بگڑ گئے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے کافی بدگمان ہو گئے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کا علم ہوا تو بہت پریشان ہو گئے۔ میں نے انہیں پریشانی میں روہانسا ہوتے ہوئے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر آپ نے جو خط ان صاحب کو اس کے بعد بھجوایا وہ ان کی عاجزی اور انکساری اور اپنی ذات کی نفی کا پرتو تھا۔ اس موقع پر فاروق بھائی کے اس خط کا اقتباس، اس مضمون میں شامل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے میں معافی کا طلبگار ہوں کہ میری اُس دن کی گفتگو سے آپ کو تکلیف پہنچی۔ واللہ! میرا مقصد ایسا ہرگز نہیں تھا۔ بہر حال آپ سے معافی کا خواستگار اور دعا کا طالب ہوں۔ دوسری بات بطورِ عذر پیش کرنا چاہوں گا۔ یقیناً میں نہ تو امراضِ قلبیہ سے کلیتاً پاک ہوں، نہ ہی اس کا دعویٰ کر سکتا ہوں۔ لیکن یہ بات بہر حال، تا حال میرے تصور و گمان سے بھی بعید ہے کہ آپ سے یا آپ کے ساتھیوں میں سے کسی سے اوپر خود کو گردانوں یا یہ چاہوں کہ میری ایسی کسی حیثیت

کو تسلیم کیا جائے۔ شاید مجھ سے الفاظ کے انتخاب میں کوئی غلطی ہوئی ہو، لیکن مقصدِ کلام بہر حال ہر گز یہ نہ تھا۔ یہ میرا حقیر سا عذر ہے اور دلوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے آخر میں دوبارہ، سہ بارہ معافی طلب کرتا ہوں۔ اللہ رب العزت سے آپ کی حفاظت اور اپنے خاتمہ بر ایمان کے لیے دعا گو ہوں۔"

اپنی ذات کو پیچھے رکھنا اور دوسروں کو آگے بڑھانا، یہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں بسی ہوئی بات تھی جس کی مثالیں ان کی زندگی میں سے مزید بھی ڈھونڈ کر شامل کی جا سکتی ہیں۔ مگر مضمون کی طوالت کے اندیشے سے اتحاد بین المجاہدین کے موضوع کو آگے بڑھاتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جہاں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف قیادت کے چناؤ اور سطحی شہرت و ناموری کے مواقع پر خود نمائی کے مواقع سے اپنے آپ کو بچاتے تھے تو دوسری طرف دعوتِ دین کے لیے آگے بڑھنے میں اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق کردار ادا کرنے میں کسی قسم کے تکلف سے کام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ اسے فریضۂ امر بالمعروف کا شعبہ سمجھتے اور اس میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے، لوگوں کی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے تھے۔

شیخ مصطفیٰ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اور خطہ محسود سے پسپائی

خطۂ محسود میں ہونے والی ان مجلسوں میں آئندہ کی مجلسوں کی منصوبہ بندی بھی کی گئی اور اشتراک کے کئی منصوبوں پر اتفاق بھی ہوا۔ مگر ان مجالس کے کچھ عرصے بعد، جون ۲۰۰۹ء میں پاکستانی فوج نے خطۂ محسود کا گھیراؤ کر لیا اور محسود قبائل پر دھاوا بول دیا۔ ابتداء میں چار ماہ تک خطۂ محسود کی زمینی ناکہ بندی اور اس پر فضائی بمباری پر اکتفاء کیا گیا۔ قومِ محسود کے بازاروں کو ٹنوں وزنی بم برسا کر ملیامیٹ کر دیا گیا۔ علاقہ کی شاید ہی کوئی بڑی مسجد یا مدرسہ ہو جو صلیبی غلام پاکستانی فضائیہ کی بمباری سے تباہ نہ ہوئی ہو۔ پھر بعد میں ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو 'راہِ نجات' کے نام سے زمینی آپریشن شروع کر دیا گیا۔ نتیجہ میں مجاہدین کو منتشر ہونا پڑا اور محاذوں پر موجود مخصوص ساتھیوں کے علاوہ، مجاہدین کا باقی تمام نظام شمالی وزیرستان کی طرف منتقل ہو گیا۔ پاکستان آرمی کا قبائل میں کیا گیا ہر آپریشن نہ صرف یہ کہ امریکی امداد سے چلایا جاتا تھا بلکہ ان آپریشنوں میں امریکی اور پاکستانی فوج، مشترکہ حکمتِ عملی کے طور پر شریک ہوتی تھیں۔ فوج کے زمینی حملوں اور جیٹ طیاروں کی شدید وحشی بمباریوں سے مجاہدین کو ان کے محفوظ ٹھکانوں سے نکلنے پر مجبور کیا جاتا اور اس موقع سے

فائدہ اٹھا کر اور پاکستانی فوج کے جاسوسوں کی مدد سے امریکی کفار، ڈرون طیاروں کے ذریعے مجاہدین کی قیادت کو نشانہ بناتے۔

محسود آپریشن کے کچھ عرصے بعد ہی شمالی وزیرستان میں ڈرون حملوں کی کثرت ہوگئی۔ ۲۱ مئی ۲۰۱۰ء کو شیخ الجہاد شیخ مصطفیٰ ابویزید رحمۃ اللہ علیہ اپنے خانوادے سمیت شمالی وزیرستان کے علاقے 'بویا' کے قریب ایک ڈرون حملے میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر گئے۔ آپ کے بعد عالمِ ربانی شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عَلَمِ جہاد سنبھالا اور ان کے بعد فقیہ الجہاد شیخ ابو یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے قیادت سنبھالی۔ مگر اس زمانے میں ڈرون حملے اتنی کثرت سے ہونے لگے کہ تنظیم القاعدہ کی عرب قیادت کو کھلی مجلسیں کرنے کے مواقع کم ہی میسر آئے۔ اس عرصے میں پے درپے کئی مسئولین ڈرون حملوں میں شہادت پاتے گئے۔ عرب قیادت کی شہادتوں کا تو ذکر ہو ہی گیا، البتہ پاکستانی ذمہ داروں میں جرأت و شجاعت کی چٹان جناب کمانڈر الیاس کشمیری رحمۃ اللہ علیہ[1]، کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ اور پھر ان کے بعد ان کے جانشین کماندان فرمان

---

[1] جرأت و شجاعت کی علامت کمانڈر الیاس کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق آزاد کشمیر کے علاقے میرپور سے تھا۔ جہادِ روس کے زمانے میں افغانستان کے محاذوں پر دادِ شجاعت دیتے رہے۔ اسی عرصے میں ان کی ایک آنکھ بھی اللہ کی راہ میں کام آگئی۔ ۹۰ء کی دہائی میں آپ کشمیر کے جہاد سے باقاعدہ منسلک ہوگئے اور جہادِ کشمیر کو منظم کرنے کے لیے وادئ کشمیر میں داخل ہوگئے۔ وہاں ایک کارروائی کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے ضلع پونچھ سے گرفتار ہوگئے اور دو سال تک ہندو افواج کی قید میں رہے۔ دو سال کے بعد اللہ نے ان کے لیے قید سے فرار کا موقع فراہم کیا اور وہ جیل توڑ کر دوبارہ مجاہدین سے آملے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جہادی سرگرمیوں کے لیے حرکت الجہاد الاسلامی ۳۱۳ بریگیڈ کے نام سے ایک تنظیم کا قیام کیا۔ آپ مجاہدین کے کہنہ مشق عسکری استاد بھی تھی اور عرب و عجم کے سینکڑوں مجاہدین کو آپ نے ہتھیاروں میں مہارت پیدا کرنے اور خصوصی کارروائیوں کے لیے تیار کرنے کے لیے تربیتیں کروائیں۔ ساتھ ساتھ عسکری منصوبہ بندی اور جہادی فہم میں بھی اللہ نے آپ کو عبقری ذہن دیا تھا۔ کشمیر میں ہندو مشرک افواج اور افغانستان میں صلیبی صیہونی افواج دونوں محاذوں پر آپ اور آپ کے ساتھیوں نے امتِ مسلمہ کے دفاع کے لیے قربانیوں کی لازوال داستانیں رقم فرمائیں۔ ۲۰۰۳ء میں امت کے مجرم پرویز مشرف کی حکومت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرلیا اور آئی ایس آئی کے خفیہ عقوبت خانوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل کر دیا۔ قید سے رہائی کے بعد آپ پھر سے جہادی اعمال کو منظم کرنے میں مصروف ہوگئے۔ لال مسجد کے حادثۂ عظیم کے بعد آپ وزیرستان ہجرت کر گئے۔ وزیرستان میں تنظیم القاعدہ کے ساتھ باقاعدہ شمولیت آپ نے اختیار کرلی اور شیخ الجہاد، شیخ مصطفیٰ ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے آپ نے محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر جہادِ فی سبیل اللہ اور خلافت کے قیام کے لیے بیعت کرلی۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مغربی ممالک اور ہندوستان میں بدبخت یہودیوں اور ان کے اتحادیوں، پیغمبران علیہم السلام کے گستاخوں، مسلمانوں پر قیدِ حیات تنگ کرنے والوں اور دیگر اکابر مجرموں کے اوپر حملے کرنے کی مہم سونپی۔ سن ۲۰۰۸ء میں آپ کے تعاون اور منصوبہ بندی سے امت کے شیروں کو بھارت کے دل ممبئی میں گھس کر شرک و کفر کے غرور کو خاک میں ملانے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ ۲۰۱۰ء میں بھارت کے جنوبی شہر 'پونا' میں یہودیوں کے کمیونیٹی سنٹر 'چاباد ہاؤس' کے قریب حملوں کی بھی آپ ہی نے منصوبہ بندی کی۔ ڈینمارک میں بدنامِ زمانہ گستاخ لکھاری کو قتل کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا رہے۔ عالمی کفر کے سرغنوں کی سرکوبی کی اِس مبارک مہم میں آپ نے جنوبی وزیرستان پر ۲۰۰۴ء میں ہونے

شینواری[1] رحمۃ اللہ علیہ کی شہادتیں بھی اسی زمانے میں ہوئیں۔ ان حالات میں عموماً خطوط ہی کے ذریعے یا انفرادی ملاقاتوں ہی کے توسط سے پاکستانی مجاہدین کے باہمی اشتراک کے منصوبوں پر مشورے ہوتے رہے، مگر عملی طور پر کوئی اہم پیش

والے ابتدائی ظالمانہ و وحشیانہ آپریشن میں پاکستانی فوج کے صلیب نواز کمانڈنگ آفیسر 'جنرل فیصل علوی' کو کامیابی سے واصلِ جہنم کروایا۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اوپر اعتماد کرتے ہوئے کفر کے سرغنہ 'بارک اوبامہ' کو ہدف بنانے کا ٹاسک بھی کماندان الیاس کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی کو سونپا۔ بھارت سے لے کر اسرائیل تک عالمِ کفر کو اس کے دل کے اندر گھس کر ضرب لگانا اور اس کی تدبیر میں لگے رہنا کمانڈر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طرۂ امتیاز تھا۔ دشمن نے آپ پر کئی بزدلانہ وار کیے مگر اللہ نے انہیں بچائے رکھا۔ تنظیم القاعدہ کے اہم امور کو سرانجام دیتے ہوئے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی کمانڈر صاحب سے کئی ملاقاتیں رہیں اور آپ نے کمانڈر صاحب سے بہت استفادہ کیا۔ مگر کمانڈر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری ایام میں یہ قربت بہت بڑھ گئی۔ وانا میں طویل نشستیں ان دونوں حضرات کی ہوتی رہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کا بہت موقع ملا۔ اس دوران کمانڈر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے کئی مفید تجارب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شریک کیے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی شخصیت، فہم و دانش سے بہت متاثر تھے اور اس بات پر فخر اور اللہ کا شکر ادا کرتے تھے کہ کمانڈر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری ایام میں اکٹھے وقت گزارنے کا اور کمانڈر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کا وافر موقع مل گیا۔ بالآخر ۳ جون ۲۰۱۱ء کو خسیس امریکیوں نے وانا جنوبی وزیرستان میں پاکستانی فوج کے تیار کردہ جاسوسوں کے تعاون سے کمانڈر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرکز کو نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں جرأت و عزیمت کے یہ پیکر اپنے آٹھ ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام نصیب فرمائے آمین۔

[1] کماندان فرمان شنواری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق خیبر ایجنسی کے صدر مقام لنڈی کوتل سے تھا۔ آپ انتہائی زیرک، معاملہ فہم، صلح جو اور صاحبِ اخلاق مجاہد کماندان تھے۔ جہادِ کشمیر کے معسکرات سے حربی تربیتیں حاصل کیں۔ خوش قسمتی سے آپ کا وطن پاک افغان بارڈر کے بالکل برابر میں تھا اور مشہور سرحدی قصبہ 'تورخم' آپ کے گھر سے چند منٹ کے فاصلے پر ہی تھا۔ چنانچہ عالمی مجرم امریکہ نے جب افغانستان پر وحشیانہ حملہ کیا تو بالکل ابتداء ہی سے آپ اور آپ کا خانوادہ جہادِ افغانستان کی نصرت میں شریک ہو گیا۔ 'لنڈی کوتل' نیٹو و امریکہ کی سپلائی لائن کا اہم ترین مقام تھا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قوم 'شینواری' کے بہت سے افراد اپنے ایمان کا سودا کر کے صیہونی صلیبیوں کو تیل اور دیگر ضروری مواد کی فراہمی کی سپلائی کی خدمت میں لگے ہوئے تھے کماندان فرمان رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی قوم کے افراد کو اس مکروہ عمل سے روکنے کے لیے بہت کوشش کی۔ بعد ازاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نیٹو سپلائی لائن پر کئی حملہ کروائے جن میں صلیبیوں کا بڑی تعداد میں اقتصادی نقصان ہوا۔ لال مسجد پر حملے کے بعد اپنے ایمانی فریضہ پر لبیک کہتے ہوئے دیگر باغیرت قبائلی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ آپ اور آپ کے خاندان نے پاکستانی فوج کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ کو انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے وطن کو چھوڑنا پڑا۔ ابتداءً خیبر ایجنسی کی دور افتادہ 'وادیِ تیرا' کی طرف ہجرت کی اور پھر بعد میں اپنے خاندان سمیت شمالی وزیرستان کے صدر مقام میر انشاہ میں منتقل ہو گئے۔ تنظیم القاعدہ کا قائم کردہ 'عبد اللہ عزام' بریگیڈ، جس کے مسئول کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ تھے، کے ایک اہم رکن آپ بھی تھے۔ بعد ازاں کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ پاکستان بھر اور بالخصوص قبائل میں امریکی مفاد کے لیے لڑنے والی پاکستانی افواج اور دیگر سیکیوریٹی اداروں پر ہونے والے کئی حملوں کی منصوبہ بندی میں آپ نے شرکت کی۔ قبائل کے در و دیوار پر آتش و آہن کی بارش برسانے والی وحشی پاکستانی فضائیہ کے اڈے 'کامرہ ائیربیس' پر ہونے والے تاریخی فدائی حملوں کی منصوبہ بندی میں بھی آپ شامل رہے۔ کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ کی ۲۰۱۲ء میں شہادت کے بعد آپ کو عبد اللہ عزام بریگیڈ کی مسئولیت سونپی گئی۔ آپ نے کمال جرأت اور دانشمندی سے جہادی کاموں کو منظم کیا۔ کئی عسکری منصوبے کامیابی سے انجام تک پہنچائے۔ تنظیم القاعدہ کی مرکزی قیادت کے ساتھ بھی مستقل رابطے میں رہتے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے۔ اتحاد بین المجاہدین کے لیے ہر وقت

رفت نہ ہو پائی۔ اس زمانے میں البتہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی سے باہمی اشتراک کے بعض منصوبوں کو آگے بڑھایا جس میں اہم ترین اشتراک، پاکستانی امریکی غلام فوج کے خلاف عسکری کام میں دیگر مجموعات کے ساتھ اشتراک و تعاون تھا۔

عالمِ ربانی بقیۃ السلف صاحب القلم والسیف حضرت مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کی آمد

سن ۲۰۱۱ء میں معروف عالمِ دین حضرت مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کر کے شمالی وزیرستان کے صدر مقام میران شاہ تشریف لے آئے۔ آپ کو میران شاہ منتقلی کی دعوت اور سفر کے انتظام و انصرام کی سعادت بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کو ملی۔

حضرت مولانا عاصم عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کی ایک نامی گرامی علمی شخصیت ہیں۔ آپ کی معرکۃ الآراء کتابیں ”تیسری جنگِ عظیم اور دجال“ اور ”امام مہدی کے دوست اور دشمن“ وغیرہ کی ہند و پاک کے دینی حلقے میں کافی پذیرائی ہو چکی تھی۔ ان کتابوں نے بڑی تعداد میں مسلمانوں کو قربِ قیامت کے فتنوں کی پہچان کروائی اور دجالی فتنوں سے بچاؤ اور مقابلے کی راہ دکھلائی۔ دوسری طرف حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ امارتِ اسلامیہ کے دور سے ہی مجاہدین کے درمیان ایک شعلہ بیان مقرر اور جرأت مند مہاجر مجاہد کی حیثیت سے جانی پہچانی شخصیت تھے۔ بعد ازاں سن ۲۰۱۳ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ جماعت القاعدہ برصغیر کے امیر مقرر ہوئے اور ۲۰۱۹ء میں اپنی شہادتِ باسعادت تک اس ذمہ داری کو باحسن ادا کرتے رہے۔ عالی قدر شہید امیرِ محترم مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ، امتِ مسلمہ کے ایک عظیم قائد، جری مجاہد، شب بیدار عابد، متبحر عالم اور دعوت و عزیمت کے امام تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت نگاری کرنا اور امتِ مسلمہ تک اُس کے اِس شہید قائد کی یادیں پہنچانا مجاہدین کی مسئولیت بنتی ہے۔ جس وقت اس کتاب کا ابتدائی مسودہ تیار ہوا اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ بقیدِ حیات تھے، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کا تفصیلی بیان، مصنف سے نہ ہو پایا۔ اب جب کہ وہ کفر و اسلام کے ایک عظیم معرکے

کوشاں رہتے اور اعلیٰ اخلاق اور انتہائی شفقت کے ساتھ دیگر مجاہدین کے ساتھ تعامل کرتے۔ جب آپ کو مجموعہ کی امارت سونپی گئی اور تنظیم القاعدہ کی قیادت سے بعض مشوروں میں براہ راست شریک ہونے کا موقع ملا تو آپ کی ذہانت، اخلاقِ کریمہ اور جذبۂ اطاعت نے تنظیم کے اکابرین کو بے حد متاثر کیا۔ اسی عرصے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ان کی اہم ملاقاتیں رہیں اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی اعلیٰ ظرفی اور پختہ سوچ سے بہت متاثر تھے۔ بالآخر ۲۰۱۳ء کی ابتداء میں امریکیوں نے آپ کے گھر پر بزدلانہ ڈرون حملہ کیا جس میں آپ اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نوازے آمین۔

میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکے ہیں اور ان کی سیرت کی مہکتی یادیں ہمارے دلوں میں باقی ہیں، تو دلی خواہش اور ارادہ ہے کہ تفصیل سے آپ کی سیرت، خصوصی صفات، آپ کا پیغام اور قربانیوں کی داستان مضمون کی صورت میں علیحدہ سے نشر کی جائے۔ اس کتاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر واجمالی تذکرہ اور کتاب کے موضوع سے متعلقہ معاملات ہی کا تذکرہ ہو پائے گا۔ مگر چونکہ شہید مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ، ہمارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری براہِ راست امیر تھے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی کی بیعت واطاعت میں ہوتے ہوئے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان خالقِ حقیقی کو پیش کی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ شخص ہیں کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سترہ سالہ دعوت وجہاد کے تمام ہمراہی رفقاء کو جن کے سپرد کیا... بالفاظِ دیگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب تھے... چنانچہ ضرورت یہ محسوس ہوتی ہے کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض دیگر اہم ترین رفقاء کے ساتھ ساتھ مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قدرے تفصیلی تذکرہ اس کتاب میں کر دیا جائے۔ امید ہے کہ یہ کتاب کی زینت اور نفع بڑھانے کا ہی باعث بنے گا ان شاء اللہ۔

مولانا کا بچپن[1]

حضرت مولانا عاصم عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقی نام 'ثنا ن الحق سنبھلی' تھا اور آپ کا تعلق ہندوستان کے صوبے اتر پردیش کے موجودہ ضلع 'سنبھل' سے تھا۔ سنبھل جو کہ اسلامی ہند کی تاریخی ریاست 'روہیل کھنڈ' کے شہر مرادآباد کا ایک اہم قصبہ رہا تھا، آج تک اپنے غیور وباحمیت اور اسلامی جذبات سے سرشار مسلمانوں کی سرزمین کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔ سن ۱۹۷۵ء میں آپ کی پیدائش سنبھل کے ترک نسل سے تعلق رکھنے والے ایسے خاندان میں ہوئی جو کئی صدیوں قبل سلطان معزالدین شہاب الدین محمد غوری رحمۃ اللہ علیہ کی سرزمینِ 'غور' سے ہجرت کر کے سنبھل میں آباد ہوا تھا۔ غیور اور دیندار گھرانے میں پرورش پانے کی وجہ سے جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ میں دینی معاملات میں پختگی کے آثار بچپن ہی سے

---

[1] یہاں سے مولانا کا تعارف اور ان کے حوالے سے دیے گئے بیشتر اقتباسات مولانا کے ایک تحریری انٹرویو سے لیے گئے ہیں جو ۲۰۱۵ میں لیا گیا تھا۔ اس انٹرویو کے لئے سوالات شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کئے اور آپ ہی کے شدید اور مسلسل اصرار پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات لکھنا شروع کئے جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت تک یہ سلسلہ مکمل نہیں ہو پایا۔ اس انٹرویو میں جہاں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذات اور ابتدائی احساسات کے حوالے سے بعض مفید باتیں بتائی ہیں وہیں ہند کے معاشرے، وہاں کے مسلمانوں کی حالتِ زار اور مسائل کے حل پر بھی تفصیل سے کلام فرمایا ہے۔ انہیں فوائد کی وجہ سے اس انٹرویو کے بعض تفصیلی اقتباسات بھی اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں۔ اللہ ہمیں اپنے شہید قائد کی سیرت کو بہترین طریقے سے امت کے سامنے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پیدا ہونے شروع ہوئے، وہیں اپنے تُرک اور افغان آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر چل کر ہند میں اسلام کے پرچم گاڑنا اور مسلمانانِ ہند کو ہندوؤں کی غلامی سے نکالنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کم سنی کے وقت سے ہی تمنا اور خواب تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ انہیں یاد ہے کہ جب وہ چھ سال کے تھے تو دہلی کے 'لال قلعے' کی سیر کو گئے۔ کہنے لگے کہ مسلمانوں کی شان و شوکت اور حکومتِ اسلامی کی یاد پر اس وقت بھی میں پریشان ہوتا تھا اور میرا دل دکھتا تھا کہ یہ مسلمانوں کی جگہوں پر کیوں ہندو پولیس والے کھڑے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ لال قلعہ کی دیواروں میں جہاں پر کبھی... انگریزوں کے چرانے سے پہلے... قیمتی پتھر اور جواہرات جڑے تھے ان کی خالی درزوں میں ہاتھ پھیر کر دکھ کا احساس ہونا، ابھی تک مجھے یاد ہے۔ لال قلعہ کے اندر ایک چھوٹی اور خوبصورت سی مسجد ہے جو کہ فنِ تعمیر کا شاہکار ہے۔ اس کے اندر جانے لگے تو حکومت کی طرف سے مقرر کردہ بندہ نے پیسے طلب کیے۔ ننھی سی عمر میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس سے لڑ پڑے اور کہا کہ "یہ مسجد ہماری ہے ہم پیسے نہیں دیں گے"۔ بچپن کی یادوں میں انہیں وہ وقت بھی یاد تھا کہ ۱۹۸۵ء میں جبکہ وہ فقط دس سال کے تھے بھارتی وزیر اعظم 'راجیو گاندھی' نے بابری مسجد کا تالہ کھولنے کی اجازت دے کر اس کے مندر بنوانے کی راہ ہموار کی۔ چنانچہ مسلمانوں نے ملک گیر احتجاج کا اعلان کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے گھر میں اپنی والدہ سے فرمایا کہ "میں بھی جامع مسجد میں نماز پڑھنے جاؤں گا اور ہندوؤں سے لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں گا"۔ چنانچہ ہندوؤں کی غلامی سے مسلمانوں کو نکالنے اور مسلمانوں کو ان کی عظمتِ رفتہ دوبارہ دلوانے کی تڑپ بچپن ہی سے ان کے سینے میں موجزن تھی۔ ابنِ قاسم، غوری، غزنوی اور اورنگزیب و ٹیپو رحمہم اللہ کی داستانیں آپ میں جہادی ولولوں کو پیدا کرتیں اور بچپن ہی سے مسلمانوں کو عروج دلانے کے لیے مچلتے رہتے۔

علمی سفر

ابھی میٹرک ہی میں تھے تو کتاب اللہ کی محبت دل میں ایسی جاگزیں ہوئی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حفظِ قرآن کی ٹھان لی۔ گھر والوں کے شدید اصرار پر ساتھ ساتھ پرائیوٹ طور پر عصری تعلیم کو بھی جاری رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ انٹر میں انگریزی کافی توجہ سے پڑھی کیونکہ یہ جذبہ تھا کہ دین کی دعوت کے لیے انگریزی زبان سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

حفظِ قرآن کی سعادت پانے کے بعد سنبھل ہی کے ایک مقامی مدرسے میں درسِ نظامی کی پہلے سال کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں دوسرے سال سے لے کر درسِ نظامی کے اختتام تک عالمِ اسلام کی عظیم درسگاہ 'دارالعلوم دیوبند' سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے زمانے میں تمام تر توجہ اپنے اسباق پر رہتی تھی اور کافی محنت اور دلجمعی کے ساتھ وہ اپنے علمی

سفر کو طے کرتے رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے کبار علمائے کرام سے آپ نے استفادہ کیا اور اپنے اساتذہ سے بہت محبت و احترام کا تعلق رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل علمائے کرام سے شرفِ تلمذ حاصل فرمایا:

حضرت مولانا حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شیخ الادب مولانا اعجاز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے، مولانا مزمل صاحب آسامی، مولانا شاہد صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بلال صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا جمشید صاحب، مولانا شمیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نسیم صاحب بارہ بنکی، مولانا سلمان صاحب، مولانا خورشید صاحب، مفتی راشد صاحب اعظمی، مولانا شوکت صاحب بستوی، مفتی مجیب الرحمٰن صاحب، مفتی امین صاحب پالن پوری، مولانا شبیر صاحب، مولانا عبد الرحیم صاحب بستوی، مولانا عبد الخالق صاحب سنبھلی، قاری عثمان صاحب، مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب، مولانا ارشد مدنی صاحب، مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی، مفتی سعید صاحب پالن پوری، شیخ نعمت اللہ صاحب اعظمی، شیخ عبد الحق صاحب اعظمی اور شیخ نصیر خان صاحب وغیرہ۔ ان علمائے کرام میں سے جو بقیدِ حیات ہیں اللہ ان کی ہر قسم کے شر سے حفاظت فرمائے اور جو دارِ فانی کی طرف کوچ کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے استادوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا:

”ایک شاگرد اپنے اساتذہ سے کیا بات کر سکتا ہے، اور اساتذہ بھی ہمارے ایسے جنھوں نے اپنے بچوں کی طرح ہماری تربیت کی، انتہائی محنت و محبت کے ساتھ ہمیں پڑھایا۔ استاد کو تو ہم وہ سبق ہی سنا سکتے ہیں جو انہوں نے ہمیں پڑھایا ہے۔ کافیہ اور شرح جامی کی دقیق و پیچیدہ عبارتوں کو حل کرنے میں محنت، شرح تہذیب، سلم اور میبذی میں سر توڑ محنت کے ذریعے ہمارے اساتذہ نے ہمیں یہی سکھایا کہ مسلمان کی زندگی جہد مسلسل، انتھک محنت، جان توڑ کوشش اور مقصد کی راہ میں حائل چٹانوں کو عزمِ ایمانی سے ہٹانے کا نام ہے۔ عربی ادب میں استادوں نے یہی سکھایا کہ شجاعت، سخاوت، جنگوں کی گھن گرج، تیر و تلوار ہی جواں مردوں کے زیور ہیں۔ فقہ کے اندر دقیق مسائل اور صورتِ مسئلہ کو اس طرح کھول کر بیان کر دینا ان اساتذہ کا خاص فن ہے، چنانچہ باطل قوتیں جتنا بھی حق کے ساتھ باطل کو گڈ مڈ کرنا چاہیں، حق کو مشتبہ کرنا چاہیں، لیکن یہ اس کو اس طرح الگ الگ کر دیتے ہیں جیسے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی۔ چنانچہ فقہ میں جو کچھ پڑھا اسکا خلاصہ یہی ہے کہ اسلام غلامی، مغلوبیت اور دبنے کو بالکل قبول نہیں کرتا، اسکی طبیعت سربلندی، حاکمیت اور بالادستی ہے۔ اسکے بغیر اسکا چہرہ نکھر کر سامنے نہیں آسکتا۔ نیز سارا کا سارا فقہ ایک بنیاد پر کھڑا ہے وہ ہے دار کی بحث۔ جس جگہ ہم رہ رہے ہیں وہ دارالحرب ہے یا دارالاسلام، باقی احکامات کا دارومدار اسی پر ہے۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد و

قتال سے بھری پڑی ہیں، جبکہ اللہ کی کتاب کا مدعا و مقصود ہی توحید ہے، یعنی صرف اور صرف ایک اللہ کو اس قابل مانا جائے جو خالق بھی ہے اور قانون ساز بھی، لہ الخلق والامر، صفت خلق بھی صرف انہی کی اور صفت امر یعنی قانون سازی بھی صرف انہی کی۔ اس میں انکا کوئی شریک نہیں۔ یہ سب اسباق انہی اساتذہ سے پڑھے۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انکو اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔ (ہمارے اساتذہ) آیات و احادیث کو انکے اسی مصداق پر بیان کرتے جس پر اللہ نے اپنے حبیب ﷺ پر نازل فرمایا، وہ بھی ہندوستان جیسے ملک میں جہاں خوف کی ایک خاص نوعیت ہے جو دنیا میں کہیں بھی نہیں پائی جاتی، یہ ان اساتذہ کا کمال ہے۔ اسی طرح انگریزوں کے خلاف اسلاف کی قربانیاں، باطل کے سامنے ڈٹ جانے کے واقعات کو فخر سے بیان کرنا، خصوصاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات، سوچ اور آپ کا نظریہ اُن (اساتذہ) کی سوچوں پر غالب ہے"۔

اسباق کی کثرت پھر اسباق کی دہرائی اور پھر دیگر مطالعے کی کثرت کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس زمانے میں اکثر اوقات چوبیس گھنٹوں میں دو تین گھنٹے ہی استراحت کا موقع ملتا جس کا ان کی صحت پر اثر بھی پڑا۔ رسمی کتابوں کے علاوہ دیگر کتب اور فنون کا مطالعہ کرنا اور تحقیقی مزاج بھی اسی وقت سے آپ کے ساتھ رہا۔

مسلمانانِ ہند کے مسائل اور ان کے حل؟

اسی دوران مسلمانانِ ہند کی موجودہ حالتِ زار کا غم اور اس کے اسباب کو جاننے کی مولانا کو جستجو رہی۔ مسلمانوں کو پستی سے نکالنے کے جتنے منصوبے یا پروگرام اس زمانے میں دیگر جماعتوں یا اشخاص کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں، ان کا آپ نے قریب رہ کر عمیق مطالعہ کیا اور پھر دارالعلوم دیوبند کی تعلیم کے ابتدائی زمانے میں ہی اس نتیجے پر پہنچتے گئے کہ مسلمانوں کو غلامی سے نکالنے کا راستہ **دعوت، جہاد کی تیاری** اور پھر **جہاد فی سبیل اللہ** ہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تعلیم کے زمانے کے افکار و خیالات اور ہند کے مسلمانوں کی صورتِ حال اور اپنے اس زمانے کے تجزیوں کو کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"اب یہی سوال ذہن میں گردش کرتا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو عزت دوبارہ کس طرح مل سکتی ہے۔ اسلام یہاں کس طرح غالب آسکتا ہے؟ اسکے لیے جو نعرے لگائے جارہے تھے ان سب نعروں کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ کوئی کہتا کہ مسلمان تعلیم میں پیچھے ہیں، اس لیے پسماندہ ہیں۔ کوئی کہتا کہ مسلمانوں کو کاروبار پر توجہ دینی چاہیے تاکہ ملک میں

انکی معاشی حالت اچھی ہو اور انکو عزت ملے، کوئی کہتا کہ ہمیں سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے تا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان امیدوار پارلیمنٹ میں پہنچیں اور مسلمانوں کی آواز سنی جاسکے؟

سو ان تمام دعوؤں میں غور کیا اور ہر ہر دعوے کا الگ الگ مطالعہ کیا۔ سو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان سب کا حاصل صرف اتنا ہے کہ مسلمان انفرادی زندگی میں، اپنی دنیا کو کس طرح خوبصورت بنالے۔ جبکہ جو سوالات کا آتش فشاں میری نیندیں خراب کرتا تھا وہ یہ تھا کہ ہندوستان میں اسلام کیسے غالب آسکتا ہے؟ وہی ماضی جب دہلی کا لال قلعہ آزاد ہوا کرتا تھا؟ اسلیے یہ مذکورہ دلیلیں میری تشنگی بجھانے سے قاصر تھیں۔ لیکن پھر بھی انکو باطل ثابت کرنے کے لیے ان کا مطالعہ اور پھر تجزیہ ضروری تھا۔ چنانچہ ایک ایک موضوع کو لے کر اس پر مطالعہ شروع کیا۔ سب سے پہلے سیاست کو لیا۔ کیونکہ اول تو یہ بچپن سے ہی ہمارے ہاں چوکوں اور بیٹھکوں کا موضوع رہی، دوسرا یہ کہ اخبار کا تفصیلی مطالعہ اس وقت سے شروع کیا جب ابھی اردو، ہندی پڑھنی ہی شروع کی تھی۔ غالباً اسکول میں دوسری تیسری کلاس میں ہوں گا۔ اسلیے سیاست کیا ہوتی ہے اور کیسے ہوتی ہے، پڑھ کر بھی سمجھی، دیکھ کر بھی اور سن کر بھی سمجھی۔ یہاں تک کہ الیکشن میں پولنگ اسٹیشنوں کی اندر کی حالت کو بھی اندر رہ کر دیکھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہوری سیاست کٹھ پتلیوں کا ایک تماشا ہے جن کو پیچھے بیٹھا مداری اپنی مرضی سے اپنے بنائے منصوبے کے مطابق حرکت دیتا رہتا ہے۔ اسی تماشے کا نام جمہوریت ہے۔ ابھی ذہن اتنا پختہ نہیں تھا کہ ان مداریوں کو سمجھ سکتا کہ یہ مداری کون ہیں، ملکی سطح کے یا عالمی سطح کے، بہر حال اتنی بات سمجھ میں آچکی تھی کہ سیاست میں شامل ہو کر ہندوستان کے مسلمان زیادہ سے زیادہ اپنے گلی محلوں کی نالیاں، گٹر اور سڑکیں مرمت کرواسکتے ہیں، پرانے بوسیدہ بجلی کے کھمبوں کی جگہ نئے کھمبے لگوا سکتے ہیں، لیکن مسلمانوں کی اجتماعی حالت یا اسلام کا غلبہ!... یہ تو خود ہندوستانی ریاست نے بھی کبھی نہیں کہا کہ ہندوستان کا مسلمان جمہوریت میں شامل ہو کر ہندوستان میں غالب ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ راستہ ایسا سراب تھا جسکے پیچھے بھاگنے والا پیاسا تو مر جاتا ہے لیکن اسکو پانی نہیں ملتا۔

اسکے بعد دوسرا بڑا دعویٰ تعلیم کا تھا۔ جو ظاہراً بہت پر کشش اور زیادہ مضبوط تھا۔ اگرچہ اسکول و کالج کی زندگی دیکھ لینے اور اس نظام کو اندر سے جھانک لینے کے بعد میرے لیے اس میں بھی کوئی کشش نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی اس دعوے کا مطالعہ ضروری تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے ہندوستان میں سب سے بڑے اور اعلیٰ امتحانات کا جائزہ لینا شروع کیا جو وہاں

IAS (انڈین ایڈمنسٹریٹیو سروسز [1]) کے ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ ابھی میرے حفظ کا دور تھا۔ اور عمر تقریبا ۱۵ سال ہو گی۔ وہاں ایک میگزین نکلتا جو ان امتحانات کے امیدواروں کے لیے ہوتا، 'کمپیٹیشن سکسیس [2]' کے نام سے۔ میں اس کو باقاعدہ پڑھتا، جو باتیں سمجھ میں نہ آتیں اپنے بھائی سے پوچھ لیا کرتا، جو خود ان امتحانات کی تیاری کر رہے ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ ہندوستانی مسلمان ماہرینِ تعلیم کی ان رپورٹوں اور مقالات کا مطالعہ کیا جو انہوں نے مختلف اوقات میں اس حوالے سے تحریر کی تھیں۔ ان میں بعض وہ بھی تھے جو مسلمانوں کی تعلیم کے حوالے سے بہت کوشاں اور سرگرداں تھے۔ لیکن آخر میں سب ایک ہی نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہندوستان کا مسلمان تعلیم میں پیچھے نہیں بلکہ اس کو ریاستی طاقت کے ذریعہ پیچھے رکھا جاتا ہے۔ خاص کر اعلیٰ امتحانات میں انکے لیے بس ایک مخصوص کوٹہ ہے جو وہاں کی انٹیلی جینس ایجنسیوں نے مختص کیا ہوا ہے۔ اب مسلمان لڑکے جتنی بھی محنت کرلیں اسی کوٹے کے اندر اندر انکو بھرتی کیا جائے گا۔ یاد رہے یہ حال تو ان امتحانات کا ہے جس کے بارے میں ہندوستان میں یہ مشہور ہے کہ یہ ہند کے سب سے شفاف، غیر جانبدار اور سفارش ورشوت سے پاک امتحانات ہیں۔ یہاں تک کہ اس میں وزیرِاعظم کی سفارش بھی نہیں چلتی۔ جب اعلیٰ امتحانات کا یہ حال ہے تو باقی کا اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ تعلیم میں پیچھے رکھنے کے اور کتنے گر ریاستی اداروں کو آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ریاستی اداروں کو اور بہت سے حربے آتے ہیں جو تعلیم میں پیچھے رکھنے کے لیے کیے گئے ہیں۔

اگر ہم اس دعوے کو تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیں کہ تعلیم میں اگر کسی طرح ہم آگے آجائیں تو مسلمانوں کی حالت سنور سکتی ہے۔ سوال پھر بھی یہی باقی رہتا ہے کہ کیا اچھی نوکریاں، اچھی گاڑی مل جانے سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی بہتر ہوسکتی ہے؟ وہ بحیثیتِ مسلمان ہندوؤں جیسی عزت، برابری اور اپنا حق جتا سکتے ہیں؟ وہ اپنے قرآن کے مطابق دیوانی وفوجداری کے مقدمات حل کرا سکتے ہیں؟ اپنی تجارت شریعت کے مطابق کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اس حقیقت کو ہندوستان کا ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ ہندوستان میں ایک ادنیٰ ہندو کی بھی کیا اہمیت ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مسلمان افسر کی کیا اوقات ہے؟ اس کا عملی تجربہ روزمرہ کی زندگی میں ہوتا رہتا ہے۔ جہاں قوت اور تمام پالیسی آپ کے دشمن کے ہاتھوں میں ہو تو آپ اعلیٰ تعلیم لے کر بھی اسلام کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ ایٹمی سائنسداں بن کر بھی آپ اپنی قوم کے لیے اپنے دین کے کیا کام آسکتے ہیں؟ سوائے اسکے کہ آپ کی ذاتی زندگی بہتر ہو جائے، اور دنیا کو دکھانے کے لیے کہ جی بھارت تو

---

[1] Indian Administrative Service

[2] Competition Success

سیکولر ریاست ہے، دیکھئے یہاں مسلمان بھی صدر بن سکتا ہے، اور بس! یہ مظفر نگر کے فسادات، گجرات میں مسلمانوں کو زندہ جلا دیا جانا، اردو رسم الخط کو ختم کرنا، مدارس پر مسلسل خوف کے سائے... عدالتوں میں اللہ کے قانون کے بجائے ہندوؤں کا قانون... اس سب کا کیا ہو گا؟

آخری دعویٰ معاشی حالت کا تھا۔ لیکن اسکا بودہ پن تو مسلمانوں کا بچہ بھی سمجھ سکتا تھا کہ کس طرح مسلمانوں کے صنعتی شہر لمحوں میں راکھ کا ڈھیر بنا دیے جاتے اور ارب پتی مسلمان صبح سو کر اٹھتا تو بھکاری بنا ہوتا۔ سن ۴۷ء سے اب تک کی تاریخ اس پر دلیل ہے جس پر کہنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ اگر کہیں مسلمانوں کی اکثریت ہے یا تجارت مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے تو اسکو ریاست کے ذریعہ فساد کروا کر تباہ کروا دیا جاتا ہے۔ میرٹھ میں کھیل کی مصنوعات مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی وہاں ایسے فساد کروائے گئے کہ مسلمان کے خون کی ارزانی پر آسمان رو پڑا... کانپور میں ٹیسکٹائل اور چمڑے کا کاروبار مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا وہاں فساد کر کے سب کچھ لوٹ لیا گیا، مراد آباد میں مسلمان بہت اچھی حالت میں تھے ۸۰ء میں عید کے دن عید گاہ میں عید پڑھتے مسلمانوں پر سیدھی گولی چلا دی گئی عید کے دن سیکولر ریاست کی جانب سے یہ مسلمانوں کے لیے قیمتی تحفہ تھا۔ یہی کہانی گجرات، بہار و آسام میں بھی دہرائی گئی۔

فسادات کے علاوہ اور بھی طریقے ہیں جو مسلمانوں کے کاروبار کو تباہ کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہی حال مسلمان کسانوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ انگریزوں کے نکل جانے کے بعد مسلمانوں سے زمینیں چھین کر ہندوؤں میں تقسیم کی گئیں۔ پھر جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں پہلے نہریں موجود تھیں، ان نہروں ہی کو بند کر دیا گیا۔ جبکہ ہندوؤں کے بنجر اور ریتیلے علاقوں میں بھی نہری نظام جاری کیا گیا ہے۔ اب تو مسلمانوں کی زمینوں پر قبضہ کرنے کا نیا انداز اختیار کیا گیا ہے کہ پورے کے پورے علاقوں پر حملہ کر کے ان کو گھروں اور زمینوں ہی سے بے دخل کر دیا جائے۔ جیسا کہ مظفر نگر میں کیا گیا۔

یہاں بھی یہ واضح رہے کہ یہ اچانک یا بغیر سوچے سمجھے نہیں کیا گیا بلکہ اس میں ریاستی اداروں کی منصوبہ بندی شامل ہے۔ یوپی کے یہ وہ علاقے ہیں جہاں کے مسلمانوں میں دین سے محبت پائی جاتی ہے۔ ہر جگہ حافظ، قاری اور علماء موجود ہیں۔ مسلمانوں کو آہستہ آہستہ ہندوؤں میں ضم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ انکی ثقافت کو ہندو تہذیب میں رنگنے کے لیے حکومتی سطح پر کام کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو ان کی تاریخ سے کاٹنے کے لیے اسکولوں سے اردو کو ختم کر دیا گیا جسکے نتیجے میں نئی نسل اردو رسم الخط تک سے محروم ہوتی جارہی ہے۔

دورانِ حفظ یہ کیفیات تھیں، کہ حفظ کے بعد بابری مسجد کی شہادت کا واقعہ ہو گیا۔ یہ ایسا دہلا دینے والا سانحہ تھا جس نے ہر اس مسلمان کو جسکے دل میں ذرہ برابر غیرتِ ایمانی تھی گھروں سے نکلنے اور مسجد کی حرمت پر جان قربان کر دینے پر مجبور کر دیا"۔

جہاد ہی حل ہے!

چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ تعلیم کی ابتداء ہی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ جہادِ فی سبیل اللہ میں شرکت کے عملی منصوبہ بنانے لگے۔ ابتداء میں تو طلبہ کے ساتھ مل کر چھری چاقو اور گھروں میں موجود پستول اور رائفلوں کے ساتھ ہندوؤں سے لڑنے کی منصوبہ بندی کرتے تھے۔ مگر بعد میں وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ جہاد فی سبیل اللہ کو عملی شکل میں انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ پر توکل کے بعد ایک جامع عملی منصوبہ بھی بنانا پڑے گا۔ پھر اسی کام کی خاطر سنتِ انبیاء علیہم السلام یعنی ہجرت اور تفصیلی جہادی و عسکری تربیت حاصل کرنا پڑے گی۔ کسی بھی ملک میں جہادی اعمال کے لیے مناسب ہوتا ہے کہ کسی ایسی سرزمین میں ٹھکانہ بنایا جائے جہاں مجاہدین کو تربیت و منصوبہ بندی وغیرہ کے لیے پرامن جگہ مل سکے۔ چنانچہ یہ ۱۹۹۳ء کی بات ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت کے لیے افغانستان جانے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے سفر کی تیاری کر لی اور سرینگر جانے والی گاڑی کی ٹکٹ بھی حاصل کر لی۔ آپ کا یہ سفر براستہ کشمیر طے ہونا تھا۔ مگر عین وقتِ روانگی ان کے رہبر نے بتایا کہ کشمیر کے فلک بوس پہاڑوں کو برف نے ڈھانپ لیا ہے اور اس سال یہ سفر نہیں کیا جا سکتا! نتیجتاً آپ دوبارہ سے دارالعلوم دیوبند کی اپنی تعلیم میں مصروف ہو گئے اور ساتھ ساتھ افغانستان پہنچنے کے لیے دیگر راہیں بھی تلاش کرتے رہے۔ دارالعلوم کی تعلیم کے دوران ہی ۱۹۹۵ء میں ایک پاکستانی مجاہد نے ہند کے اندر جا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عسکری تربیت اور ہتھیاروں کا استعمال سکھایا۔ اس تربیت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن اس طرف مزید پختہ ہو گیا کہ مسلمانانِ ہند کو غلامی سے نجات دلانے کا بنیادی راستہ، جہادِ فی سبیل اللہ ہے۔ ساتھ میں یہ بھی سمجھ آ گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کوئی ایک دو سال کا عمل نہیں، اس کے لیے پوری زندگی غیر مشروط طور پر اللہ تعالیٰ کو بیچ دینی پڑے گی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا سب کچھ جہادِ فی سبیل اللہ کے لیے وقف کر کے، خلافت کے احیاء تک یا پھر اپنے خون کے آخری قطرے تک جہادِ فی سبیل اللہ سے جڑے رہنے کی نیت اور ارادہ کر کے نکل کھڑے ہوئے۔ اپنی ہجرت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اب سوال آپ نے یہ کیا کہ جہاد و ہجرت ہی کو کیوں منتخب کیا؟ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم کے دوران اس عالمی کفریہ نظام کو سمجھنے میں آسانی فرمائی۔ اس کی پیچیدگیاں، اس کی ملمع سازیاں، اس کے فریب اللہ نے سب کھول دیے۔ چنانچہ پیچ در پیچ نظام کے بخیے کسی بھی ایک میدان کو منتخب کر کے ادھیڑے نہیں جاسکتے تھے۔ قتال ہی وہ راستہ تھا جو اس پر پیچ اور پیچیدہ تانوں بانوں کو اڑا کر رکھ سکتا تھا جو عالمی کفریہ مفکرین اور جادوگروں نے بُنے تھے۔ اللہ کے حکم وقاتلوهم حتىٰ لا تكون فتنة کا جو حکم ہے وہ اسکا مقصد خود ہی سمجھا رہا ہے کہ فتنے کا غلبہ ہی تمام فتنوں کی اصل جڑ ہے۔ مسلم مفکرین جو قتال کے علاوہ کسی اور طریقے سے مسلمانوں کا غلبہ تلاش کر رہے ہیں ان کی کوشش بلاشبہ اخلاص پر مبنی ہو گی لیکن راستہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے کفر کا غلبہ توڑنے کا حکم فرمایا ہے، اسکے بعد ويكون الدين كله لله، دین و نظام سارا کا سارا اسکے بعد اللہ کا ہو گا"۔

ہجرت کی راہوں پر

سن ۱۹۹۸ء میں آپ نے مجاہد فخر الاسلام آسامی[1] شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اپنا سفر ہجرت کیا۔ بذریعہ بنگال سرزمینِ پاکستان تک پہنچے اور کشمیر میں مصروفِ جہاد تنظیم 'حرکت المجاہدین' کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ پاکستان پہنچنے کے بعد مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ نے 'حرکت المجاہدین' کے معسکرات میں تفصیل سے عسکری تربیتیں حاصل کیں۔ 'تاسیسیہ' یعنی ابتدائی تربیت کے بعد آپ نے سپیشل کمانڈو تربیت... جو کہ 'الحدید' کے عنوان سے جانی جاتی تھی... کو حاصل کیا۔ اس کے بعد شہری جنگ کی تربیت حاصل کی اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر فنونِ حرب کو بھی سیکھا۔ تربیت سے فارغ ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عملی قتال کے لیے وادیٔ کشمیر کے اندر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مگر آپ کے ذمہ داروں نے آپ کی عسکری و تربیتی صلاحیتیں دیکھتے ہوئے آپ کو معسکر ہی میں بحیثیت استاد مقرر کر لیا۔ چنانچہ آپ ایک عرصے تک مجاہدین کو عسکری تربیتیں کرواتے رہے۔

---

[1] ہند کی سرزمین آسام سے تعلق رکھنے والے غازی فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا شمار عصرِ حاضر میں ہندوستان میں جہاد کی دعوت پھیلانے والے بنیادی ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ ہند، کشمیر اور افغانستان کے محاذ پر امتِ مسلمہ کے دشمنوں سے برسرِپیکار رہے۔ سن ۲۰۰۱ء میں افغانستان پر امریکی حملے کے موقع پر شمالی افغانستان میں سرزمینِ فرغانہ (ازبکستان) سے تعلق رکھنے والے افغانستان میں مہاجرین کے مسئول شہید بطلِ اسلام ملا جمعہ نمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جامِ شہادت نوش فرمایا۔

داعی الی اللہ

شہید مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک شعلہ بیان مقرر اور داعی دین بھی تھے۔ جس زمانے میں آپ جہادِ کشمیر سے منسلک تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستان بھر میں جہاد کی دعوت کو پھیلانے کا موقع ملا۔ شہداء کے تعزیتی جلسے ہوں یا دیگر جہادی کانفرنسیں، آپ کی ولولہ انگیز تقریریں جہاد اور شہادت سے محبت اور امتِ مسلمہ کے عروج کے لیے کچھ کرنے کی دعوت لیے ہوتی تھیں۔ شعبۂ دعوت میں آپ کی مصروفیت نے آپ کی صلاحیتوں میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا۔ داعیانہ سوچ آپ کی فکر پر غالب آئی، داعی جیسی تڑپ اور لگن آپ کی تقریر و تحریر میں جھلکنے لگی اور اپنی جان کو دعوت کے لیے گھلانے جیسی نبوی صفت آپ میں جھلکنے لگی۔ کس خطے میں کون سا طریقۂ دعوت میسر ہو گا اور کس قوم کو کیسے مخاطب کرنا چاہیے، کس جگہ کس موضوع پر زور دینا ہے اور کس جگہ کس موضوع کو نظر انداز کرنا ہے، اس طرح کے دعوتی امور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ خصوصی ملکہ عطا کر رکھا تھا۔ فقہ دعوت میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی پختگی کی ایک جھلک ان کے 'دعوتِ خلافت اور منہجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم' کے عنوان سے لکھے گئے اپنی نوع کے منفرد کتابچے پر نظر ڈالنے سے بھی ملتی ہے۔ ساتھ ساتھ اس کتابچے میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا سیرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت انبیائے کرام علیہم السلام کے گہرے مطالعے اور ان پاکیزہ سیرتوں میں غور و فکر اور اسوہ ڈھونڈنے کی تڑپ بھی جھلکتی ہے۔ ایک دفعہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے اس قسم کا استفسار کیا کہ یہ کیا وجہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود تو کافی بعد میں تنظیم القاعدہ میں شامل ہوئے ہیں مگر تنظیم القاعدہ کی جہادی فکر، طریقہ کار اور حکمتِ عملی کو سمجھنے اور اس کو اختیار کرنے میں لگتا ہے کہ وہ پہلے سے اس سفر میں شریک رہے ہیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کچھ یوں گویا ہوئے کہ "مولانا ایک داعی ہیں اور ان کے دل میں دعوت کی تڑپ ہے۔ پس جس کے بھی دل میں دعوتِ دین کی تڑپ ہو گی وہ مجبور ہو گا کہ نبوی سیرت علی صاحبہا الف الف صلاۃ و سلام سے اخذ کردہ منہج پر چلے کہ جس کو تنظیم القاعدہ کی قیادت نے بھی اختیار کیا ہے"۔ اسی طرح ایک دفعہ میں نے خود مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ "حضرت! آپ تو جہادی داعی تھے اور جہاد کی فرضیت کی پکار لے کر اٹھے تھے، تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ آپ نے یکایک 'دجالیات اور قربِ قیامت کے حالات' جیسے خالص علمی موضوع کو اختیار کیا اور اس موضوع پر تالیف کا کام شروع کر دیا؟"۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کی بات فرمائی کہ "یہ کتابیں میں نے جہادِ فی سبیل اللہ ہی کی دعوت کے لیے لکھی ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ دجال اور اس کے عالمی نظام سے جہاد کرنے کا جذبہ لے کر ہی قاری ان کتابوں کو ختم کر کے اٹھتا ہے۔ مگر میں نے جب اِس زمانے کے نوجوانوں کی نفسیات پر غور کیا تو مجھے سمجھ آیا کہ آج کل

کے نوجوانوں کا یہ مزاج ہے کہ وہ تحقیقی انداز اور انکشافات پر مبنی کتابوں کو شوق سے پڑھتے ہیں، اس کے برعکس خالص شرعی موضوعات پر لکھی گئی کتابوں کو ہاتھ بھی کم ہی لگاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے فتنۂ دجال، برمودا تکون، دجالی اڑن تشتریاں اور اس طرح دیگر موضوعات کو عنوان بنایا اور ان کی ذیل میں مسلم نوجوان کو اس پر عائد ہونے والا فریضہ سمجھانے کی کوشش کی"۔ الغرض اس بات میں بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی تڑپ اور بیدار مغزی نمایاں ہوتی ہے۔

پاکستان بھر میں گھوم گھوم کر جہادِ کشمیر کی دعوت پھیلانے اور مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کی محبت بٹھانے کا تجربہ خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے محسوس ہوا، اس کا تذکرہ اپنی ایک تحریر میں وہ کچھ ایسے کرتے ہیں:

"جہادِ کشمیر کے حوالے سے پاکستان میں قیام کے دوران دعوتِ جہاد میں جو تجربات پاکستانی مسلمانوں کے ساتھ ہوئے وہ میرے جیسے بندے کے لیے بہت ہی خوشگوار اور بالکل حیران کن تھے۔ کیونکہ ہندوستان میں ہندوؤں کا غلبہ بری طرح ہندوستان کے مسلمانوں کی معاشرت پر اثر انداز ہوا ہے۔ پھر ریاست نے مسلمانوں پر خوف کا ایک ایسا ماحول بنایا ہے کہ مسلمان سوچ نہیں سکتا کہ اس دور میں جہاد کی صدائیں گلی کوچوں میں بھی لگائی جاسکتی ہیں۔ نیز دعوتی میدانوں میں رہتے ہوئے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی کہ یہ بکھری اور منتشر امت کس طرح ایک امت بن سکتی ہے۔ اس کے اندر وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو اس راستے کے لیے ضروری ہوا کرتی ہیں۔ پاکستانی مسلمانوں کی دین سے محبت اور جہاد پر فدا ہو جانے کا جذبہ عجیب ہے۔ پاکستانی مسلمانوں کی دین سے محبت اور جہاد میں اپنی جان ومال حتیٰ کہ اپنی اولاد کو خود جہاد پر بھیجنا یہ ہمارے لیے بس ایسی باتیں تھیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کی یادیں تازہ کرتی تھیں"۔

طالبان کے شانہ بشانہ

جس زمانے میں امیرِ محترم مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ جہادِ کشمیر سے منسلک تھے اسی زمانے میں خطۂ افغانستان پر شریعتِ مطہرہ کی بہاریں جلوہ افروز تھیں۔ فخر امت امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں طالبان نے ۹۰ فیصد افغانستان پر قرآنی نظام کو نافذ کیے رکھا تھا۔ دوسری طرف دنیا بھر سے ایمان و جہاد کی پیاس بجھانے کے لیے ہزاروں فرزندانِ توحید، شمع پر جمع شدہ پروانوں کی طرح افغانستان میں آئے ہوئے تھے۔ تیسری طرف 'شمالی اتحاد' نامی کفار کے آلہ کار ٹولے سے دوبدو معرکے بھی جہادی جذبوں کو مہمیز دینے کے لیے کافی تھے۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اس دوران کئی دفعہ افغانستان تشریف لے گئے اور طالبان کے شانہ بشانہ مختلف محاذوں پر شریک رہے۔ افغانستان میں آپ کے قیام نے آپ کے شعور و وجدان اور پھر آپ کی سوچ و فکر میں کافی پختگی پیدا کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"افغانستان میں رہ کر جو سب سے اہم چیز حاصل ہوئی وہ یقین تھا، اللہ کے دین کی سربلندی کا یقین، جہاد کی ترقی اور امت مسلمہ کے ایک امت بن جانے کا یقین۔ عالمی کفریہ نظام کے ٹوٹ پھوٹ اور انہدام کا یقین اور جہاد کے راستے ان قوتوں کی ذلت کا یقین۔ یہ وہی یقین تھا جس کو دو صدیوں کی محنت کے ذریعہ عالمی کفریہ مفکرین نے مسلمانوں کے دلوں سے نکال پھینکا تھا، حتیٰ کہ علماء و داعیانِ دین کو بھی اس یقین سے محروم کر دیا گیا تھا، جسکے نتیجے میں امتِ مسلمہ کا سنجیدہ طبقہ زوال کو ہی اپنا مقدر سمجھ بیٹھا تھا... ظلم سہنے کا صبر، اور کفر کی غلامی کو عذر سمجھ کر قبول کیے بیٹھا تھا۔ لیکن افغانستان کے کہساروں میں خونِ شہداء نے یہاں موجود نوجوانوں کو جس یقین سے مالا مال کیا اسکی ایک جھلک ۱۱ ستمبر کی تاریخ ساز کارروائیوں کی شکل میں دنیا نے دیکھی، کہ صرف خنجر ہاتھوں میں لیے امت کے چند بیٹوں نے کس طرح امریکہ کا غرور خاک میں ملا دیا تھا۔

افغانستان جا کر احساسات کو نئی جہتوں نئے جہانوں اور نئے میدانوں سے واقفیت ہوئی۔ خصوصاً عرب ساتھیوں کے ساتھ محاذ پر گذرے ایام۔ افغانستان ایک تربیت گاہ تھی دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے، جہاد کی عملی تربیت، افکار و نظریات کو یقین سے آراستہ کرنے کا میدان...بقولِ شاعر اس بار مضرابِ عجم نے دینِ حجاز کا ساز چھیڑا تھا۔ اور مشرق کے افق سے ایک نیا سورج طلوع ہونے والا تھا... امارتِ اسلامیہ کے افغانستان میں ایک ایسی نسل تربیت پا رہی تھی، جسکی ایمانی حرارت سے عالمی کفریہ بت کی ملمع سازیاں پگھلنے والی تھیں... انکے جوشِ ایمانی کے سامنے عالمی سود خوروں کی کھینچی قومیتوں کی لکیریں مٹنے والی تھیں... ان کہساروں میں ایک ایسی جماعت تیار ہو رہی تھی جس کا امت پر مر مٹنے کا جذبہ، مختلف قومیتوں میں تقسیم محمد ﷺ کی امت کو ایک امت بنانے کی تڑپ کسی بھی سمجھ دار کو یہ سمجھانے کے لیے کافی تھی کہ یہ دیوانے اس بار اپنی جہادی تحریک کو کسی ایک ملک یا اس کے زندانوں میں دبنے نہیں دیں گے بلکہ چیچنیا تا فلپائن اور مراکش تا انڈونیشیا اس جہاد کو بھی دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دینگے۔ افغانستان میں سعودی عرب، یمن، عراق، شام، فلسطین، مصر و الجزائر، لیبیا، تیونس، افریقہ و یورپ، پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان، برما، ملیشیا و انڈونیشیا، فلپائن اور دنیا بھر سے آئے نوجوان موجود تھے"۔

جہادِ کشمیر؛ آئی ایس آئی کی خیانتیں اور کشمیری جہادی تنظیموں کی بیچارگی

مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ پوری دلجمعی کے ساتھ دعوتِ جہاد اور عسکری تربیتوں کے عمل میں مصروف تھے کہ معرکۂ حق و باطل ایک نئے موڑ پر پہنچ گیا۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ۱۹ مسلمان شہبازوں نے طیاروں کو یرغمال بنا کر کفر و فساد کے مرکز

و منبع امریکہ کے دل میں جا کر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے عالمِ کفر کے غرور کو خاک میں ملا ڈالا۔ اِس دن کو مجاہدین کی طرف سے 'یوم التفریق' کا نام دیا گیا۔ یعنی فرق کرنے والا دن۔ اس دن ایمان و کفر کی صفوں میں فرق واضح ہو گیا۔ اسی طرح یہ کھرے اور کھوٹے، سچے اور جھوٹے، بہادر اور بزدل، باغیرت اور بے غیرت، الغرض اخلاق و ایمان اور انسانی احساسات کی بیشتر صفات اور ان کے متضادات کے درمیان میں فرق کا دن تھا۔

۱۱ ستمبر کے بعد ایک طرف امریکہ و یورپ نے افغانستان پر وحشیانہ حملہ کیا تو دوسری طرف پاکستان کے صدر پرویز مشرف اور اس کی فوج نے اپنی، زمینی، فضائی اور استخباراتی مدد سے صلیبیوں صیہونیوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ تیسری طرف انسدادِ دہشتگردی کے نام پر اسلام کے خلاف چلنے والی مہم کے پاکستانی محاذ پر پرویز اور اس کی ننگِ وطن و ایمان فوج نے جہادِ کشمیر کے ساتھ خیانت کے ایک نئے باب کا آغاز کیا۔ عین جنگ کے بیچ میں کشمیری مجاہدین کی سپلائی لائن کاٹ دی گئی۔ تربیتی مراکز یا بند کر دیے گئے یا ان کو غیر موئثر بنا دیا گیا اور اسی طرح ملک بھر میں جہادِ کشمیر کی دعوت اور بھرتی کا دروازہ بھی بند کیا جانے لگا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق کشمیر میں جہاد کرنے والے بہت سے مجاہدین پر یہ تو پہلے دن ہی سے واضح تھا کہ پاکستانی فوج نہ اسلام سے مخلص ہے اور نہ ہی جہادِ کشمیر سے۔ کشمیر میں اس کے اپنے مفاد ہیں اور جس دن یہ مفاد ختم ہوں یا اس سے کوئی بڑا مفاد سامنے ہو تو وہ جہادِ کشمیر سے کسی قسم کی خیانت سے نہیں چونکیں گے۔ مگر جہادِ کشمیر کی جماعتوں کی قیادت پر اعتماد ضرور موجود تھا۔ ایک تو ان کے بارے میں یہ خوش فہمی تھی کہ یہ جہادِ کشمیر کے بارے میں اپنے فیصلوں میں آزاد ہیں اور دوسرا یہ کہ یہ جماعتیں اپنے تئیں بھی کشمیر میں جہاد کے لیے اقدامات اٹھا سکتی ہیں۔ پھر جہادی جماعتوں کی قیادت بھی اپنے کارکنوں کے سامنے ایسا ماحول بنایا کرتی تھی کہ جس سے ان کی پاکستانی فوج اور آئی ایس آئی سے نفرت اور ان کے ماتحتی میں نہ ہونے کا تاثر جاتا تھا۔ مثلاً فوجیوں کو برا بھلا کہنا، یا کبھی کسی فوجی سے درشت رویہ کا اظہار کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اس حوالے سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشاہدے کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"جہادِ کشمیر میں جتنا عرصہ شمولیت رہی اس میں یہ بات واضح رہے، کہ الحمد للہ کبھی یہ خوش فہمی نہیں رہی کہ پاکستانی ایجنسیاں جہاد کی ہمدرد ہیں یا مسلمانانِ کشمیر کی ہمدرد ہیں کہ ان کے ذریعہ کشمیر آزاد ہو جائے گا۔ ایسا ہرگز نہیں تھا، اور صرف میں ہی نہیں بلکہ الحمد للہ اس جہاد میں شامل ایک بڑی تعداد ایسا ہی نظریہ رکھتی تھی کہ ایجنسیاں اپنی پالیسی رکھتی ہیں لیکن ہمیں اس وقت کو غنیمت جانتے ہوئے اس جہاد کو مضبوط کرنا ہے تاکہ کل اگر یہ ایجنسیاں دھوکہ کریں تو ہم اس

جہاد کو جاری رکھنے کی حالت میں ہوں۔ پاکستانی جہادی تنظیموں کی قیادت اپنے کارکنوں کو یہی باور کراتی رہی، بلکہ انکے سامنے ایجنسی کی برائیاں اور انکی غداریاں بیان کی جاتی تھیں۔ چنانچہ ایجنسی کے بارے میں مجاہدین میں ہمیشہ معاندانہ سوچ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے ہمارے مراکز میں اگر کوئی ایجنسی والا آتا تو ہم لوگ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے تھے"۔

مگر ۱۱ ستمبر کے بعد جو حالات بنے اور پاکستانی فوج نے کشمیری جہادی تنظیموں کے ساتھ جیسا رویہ رکھا اس نے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ سمیت ان جہادی تنظیموں کے بیشتر مجاہدین پر یہ واضح کر دیا کہ کشمیری جہادی تنظیمیں پاکستانی فوج اور آئی ایس آئی کی مکمل ماتحتی اور اسی کے تیار کردہ ایجنڈے کے مطابق سرگرمیاں کرتی ہیں۔ نہ وہ پالیسی بنانے میں آزاد ہیں اور نہ ہی کوئی ٹھوس عملی قدم اٹھانے میں۔ فقہائے کرام کے درمیان اس مسئلے کے جواز میں تو اختلاف رہا ہے کہ کسی طاغوتی ادارے یا فرد سے کسی کافر حملہ آور طاغوت کے خلاف جہاد میں مدد لی جائے۔ مگر اس باب میں تمام فقہائے اسلام متفق ہیں کہ کسی طاغوتی ادارے کی ماتحتی میں اور اس کے ایجنڈے اور مقاصد کو پورا کرتے ہوئے کسی دوسرے کافر طاغوت کے خلاف جنگ کرنا جائز نہیں ہے۔

جہادِ کشمیر کے ساتھ پاکستانی فوج اور اس کی ایجنسیوں کے تعاون اور مدد کی حقیقت کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں واضح کیا:

"جہاں تک پاکستانی ایجنسیوں کا تعلق ہے کہ وہ اسلام یا جہاد سے محبت کرتی ہیں تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی نریندر مودی یا اوباما کو اسلام کی تعریف کرتا دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں۔ کیونکہ پاکستانی ایجنسی ہو یا بھارتی، وہ ایک عالمی نظامِ حکومت کا جزو ہیں۔ یعنی یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو آپ یہ حقیقت تسلیم کر رہے ہیں کہ دنیا کو ایک عالمی گاؤں بنا دیا گیا ہے، دوسری جانب آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان جیسی ریاست کی خارجہ پالیسی **اور وہ بھی جو دین سے نسبت رکھتی ہو** یہ انہوں نے خود بنائی ہے، بہت عجیب بات ہے۔ ایسی بات وہی بندہ کر سکتا ہے جو اس عالمی نظام کو سمجھتا نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہندوؤں کا بابری مسجد کو شہید کرنا کیا صرف چند فرقہ پرست تنظیموں کا کام تھا؟ نہیں بلکہ بھارتی ریاست اس میں مکمل شریک ہے! جب بھارتی ریاست اس میں شریک ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ریاست نے عالمی سطح پر عالمی طاقتوں میں سے کسی کو بھی اعتماد میں نہیں لیا تھا؟

یہاں بھی جب آپ جہاد کو ریاست کی خارجہ پالیسی کا حصہ بنا رہے ہیں تو ایسا ہرگز نہیں ہے کہ یہ فوج کی صرف اپنی پالیسی ہے بلکہ غلاموں کا آقا امریکہ اس میں برابر کا شریک ہے۔ اس لیے جہادِ کشمیر، ایجنسی کے لیے ایک الگ حیثیت رکھتا ہے۔ وہاں یہ سوال ہی نہیں کہ یہ مخلص ہیں یا نہیں، وہ اپنی خارجہ پالیسی کی پابند ہیں۔ جو کہ امریکی رضا کے بغیر نہیں بنتی۔ ہندوستان کے خلاف جہاد میں پاکستانی ایجنسیوں کے ساتھ تعامل میں یہ تجربہ ہوا کہ وہ مجاہدین کو اپنا محتاج بنائے رکھنا چاہتی ہیں۔ تاکہ وہ جب چاہیں ان کو کنٹرول کر سکیں۔ اس جہاد کو وہ اپنے پیروں پر نہیں کھڑے ہونے دینا چاہتیں۔ تاکہ یہ جہاد انکے ہاتھ میں رہے اور وہ جب چاہیں اچھی قیمت پر اس کو عالمی منڈی میں بیچ کر اچھے دام بنا سکیں"۔

چنانچہ یہ واضح ہو جانے کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ کسی ایسے عمل میں شریک ہوں کہ جس میں خائنِ دین وملت ادارے آئی ایس آئی کی سرپرستی وبالادستی کو تسلیم کیا جائے سو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھیوں سے تفصیلی مشورے اور بحث ومباحثہ کے بعد آئی ایس آئی کی سرپرستی میں چلنے والی کشمیری جہادی تنظیموں سے مکمل علیحدگی اختیار کرلی۔ یہ ۲۰۰۲ء کے زمانے کی بات ہے۔ اسی زمانے میں ظلم ووحشت کی پہچان آئی ایس آئی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار بھی کیا۔ مگر نصرتِ خداوندی ان کی ہمرکاب رہی اور کچھ عرصے بعد آئی ایس آئی کے ٹارچر سیلوں سے رہائی آپ کے نصیب میں آئی۔

سرحد کے محاذوں پر

مولانا نے فریضۂ وقت کو سمجھا اور لبیک کہتے ہوئے جہادِ افغانستان کی نصرت کے لیے کمر کس لی۔ ایک طرف تو آپ تصنیف وتالیف میں مصروف ہو گئے اور اپنے قلم کے ذریعے سے جہادِ افغانستان کی نصرت اور عالمی کفری نظام کو گرانے کی دعوت دینا شروع کی تو دوسری طرف پاکستان کے قبائل میں موجود عرب مجاہدین کے ساتھ شامل ہو کر عملی جہاد میں شریک ہو گئے۔ باجوڑ ایجنسی میں موجود عرب مجاہدین کے ایک راہنما شیخ ابو سلیمان الجزائیری[1] رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ

[1] الجزائیر سے تعلق رکھنے والے شیخ ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ عرب مجاہدین کے ایک منجھے ہوئے عسکری استاد اور قائد تھے۔ باجوڑ ایجنسی میں جہاد کو منظم کرنے میں آپ کا بھی بڑا کردار رہا۔ ساتھ ساتھ صوبہ سرحد کے طول وعرض میں رہنے والے عرب گھرانوں، یتیموں وبیواؤں کی سرپرستی اور دیکھ بال کے کاموں کو بھی سرانجام دیتے رہے۔ افغانستان کے مشرقی صوبوں کے طالبان مجاہدین کو مائن اور بارود کا علم سکھانے اور اس کی مشقیں کروانے میں بنیادی کردار آپ رحمۃ اللہ علیہ کا

شامل ہوگئے اور باجوڑ منتقل ہوگئے۔ باجوڑ میں قیام کے دوران مختلف جہادی اعمال میں شریک رہے۔ اسی قیام کے زمانے میں باجوڑی قوم کے مجاہدین سے آپ کا بہت قریبی اور محبت کا تعلق رہا جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہادت تک یاد کرتے اور نبھانے کی حتی الامکان کوشش کرتے رہے۔

سن ۲۰۰۸ء میں شیخ ابو سلیمان الجزائری رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستانی فوج کے تعاون سے کیے گئے امریکی حملے میں شہادت کے بعد حالات کچھ ایسے بنے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ پاکستان کے بندوبستی علاقوں کی طرف منتقل ہونا پڑا۔ آپ شہروں میں رہ کر دعوتِ جہاد اور دیگر جہادی خدمات میں مصروف ہوگئے۔ اسی زمانے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتابوں 'تیسری جنگِ عظیم اور دجال'، 'برمودا تکون اور دجال' اور 'امام مہدی کے دوست اور دشمن' کو تحریر کیا۔

ہجرتِ وزیرستان

غالباً ۲۰۰۸ء میں آپ کا رابطہ عظیم مجاہدِ اسلام، پاکستانی فوج کے سابق میجر، عادل عبد القدوس[1] رحمۃ اللہ علیہ سے قائم ہوا۔ میجر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں کورٹ مارشل کے تحت اپنی چھ سالہ قید گزار رہے تھے۔ میجر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۰۹ء میں قید سے رہائی پا کر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے وزیرستان ہجرت کر گئے۔ میجر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

رہا۔ مئی ۲۰۰۸ء میں باجوڑ ایجنسی کے علاقے 'ڈمہ ڈولہ' میں آپ پاکستانی فوج کی مدد سے کیے گئے امریکیوں کے ایک ڈرون حملے میں شہید ہوگئے۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے آمین۔

[1] پاکستانی فوج کے سابق میجر عادل عبد القدوس مجاہدین میں 'عمران بھائی' کے نام سے جانے جاتے تھے۔ آپ پاکستانی فوج کے ان افسران میں سے تھے جنھوں نے ایمانی غیرت و حمیت کی بنا پر عرب مجاہدین کی مدد و نصرت کی۔ امریکہ کے غرور کو الٰہی نصرت کے بل بوتے پر خاک میں ملانے والے بطلِ اسلام خالد شیخ محمد حفظہ اللہ (اللہ انہیں کفار کی قید سے رہائی عطا فرمائے، آمین) کے قریبی انصاروں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ۲۰۰۳ء میں جب راولپنڈی میں میجر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے خالد شیخ محمد حفظہ اللہ گرفتار ہوئے تو اس کے بعد میجر صاحب اور ان کے کئی دیگر رفقاء افسرانِ فوج کا کورٹ مارشل ہوا۔ ۲۰۰۹ء میں چھ سال کی قید و بند کی صعوبتیں گزار کر رہا ہوئے تو رہائی کے ساتھ ہی وزیرستان ہجرت کر کے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی جہادی صف میں شامل ہوگئے۔ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ لٹا ڈالا۔ پاکستانی فوج میں موجود دینی و ملی حمیت سے سرشار افراد کی تلاش اور ان کو مجاہدین کے ساتھ جوڑنے کی سعی میں لگے رہتے۔ آپ للّٰہیت، تقویٰ، اعلیٰ اخلاق کے پیکر، فنا فی الدین تھے۔ ۲۰۱۴ء میں 'ضرب عضب' نامی پاکستانی امریکی مشترکہ آپریشن کے شروع ہونے کے بعد آپ اپنے برادرِ نسبتی مسیحائے مجاہدین ڈاکٹر ابو خالد سربلند زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پاک افغان بارڈر سے ملحقہ افغانستانی علاقے 'پسہ میلہ' میں منتقل ہوئے۔ وہاں بزدل و خسیس امریکیوں نے آپ کے گھر پر اندھیری رات میں دھاوا بولا۔ جس کے نتیجے میں آپ، ڈاکٹر سربلند زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر صاحب کے نوعمر دو بیٹے شہادت کے اعلی مقام پر سرفراز ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے، آمین۔

ہی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کا رابطہ کروایا۔ اس طرح دونوں اکابرین کا آپس میں رابطہ قائم ہوا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا ان سے غائبانہ تعارف تو تھا ہی مگر براہِ راست تعلق میجر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کاوش سے بنا۔ خط و کتابت کے تبادلے کے دوران فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مجاہدین کی راہنمائی، دیگر جہادی امور میں شمولیت اور پاکستانی شہروں میں آپ کی سیکوریٹی کی مخدوش صورتِ حال کی وجہ سے وزیرستان کی طرف ہجرت کرنے کی دعوت دی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعوت پر لبیک کہا اور ۲۰۱۱ء میں وزیرستان کی طرف ہجرت کر گئے۔

مجاہدین کی اصلاح کے لیے کمربستہ

حضرت مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ نے میران شاہ آتے ساتھ ہی مجاہدین کے درمیان ایک مصلح کا کردار اپنایا۔ آپ نے نہ صرف مجاہدین کے باہمی اختلافات کو حل کرنے کی کوششیں کیں بلکہ ساتھ ساتھ ان کی دینی و شرعی تربیت کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ ایک طرف جہاں مجاہدین کے ذمہ داران شرعی مسائل میں راہنمائی لینے کے لیے آپ سے رجوع کرنے لگے، وہیں عام ساتھی بھی اپنے ذاتی شرعی مسائل اور الجھنوں کو حل کروانے کے لیے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ کرنے لگے۔ ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستانی مجاہدین کے ذمہ داران کو جمع کر کے باہمی مشورے اور باہمی تعاون و اشتراک کو آگے بڑھانے کے لیے مسلسل مجلسوں کا انعقاد شروع کر دیا۔ ان مجالس میں جہاں مختلف شرعی موضوعات پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ راہنمائی دیتے، وہیں پر مشترکہ کاموں کے منصوبے بھی بنتے۔ عموماً مجاہدین کو آپ کی مخلصانہ آراء پر اعتماد ہوتا اور وہ اپنے اہم فیصلوں سے قبل حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ لازمی کرتے۔ الغرض وزیرستان میں عمومی فضا ایسی بن گئی کہ تقریباً تمام مجاہدین کے اندر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک غیر متنازعہ، سب کے محبوب و مرجع، عالمِ دین کی حیثیت اختیار کر گئی۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کی قربت

مجاہدین کے دیگر مسئولین کی طرح فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت کا تعلق رکھتے اور شرعی مسائل میں ان سے مشورہ اور راہنمائی حاصل کرتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی اور علمی صلاحیتوں اور خوبیوں کی بنا پر انہیں اپنے ہمراہ ابلاغی

کاموں اور مشوروں میں بھی شریک کر لیا۔ علاوہ ازیں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اہم مشوروں اور مجموعہ کی شوریٰ کے اجلاس میں بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ شرکت کیا کرتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ عموماً ساتھیوں کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف شرعی معاملات میں رجوع کرنے کی نصیحت بھی کیا کرتے۔ اسی زمانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھے بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی تعارف کروایا اور مجھے بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرنے کی اور راہنمائی لینے کی نصیحت کی۔ ۲۰۱۱ء کی عید الفطر تھی جب میری حضرت مولانا سے پہلی باقاعدہ ملاقات ہوئی۔ عید الفطر کے موقع پر میر انشاہ میں گلپہ خیل مسجد کے سامنے موجود فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان خانہ میں گیا تو وہاں دیکھا کہ پندرہ بیس مجاہدین باہم جمع ہیں اور عید کی خوشیاں منا رہے ہیں۔ محفل میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر میں ایک اور شخصیت بھی دیکھی کہ جن کا احترام اور اکرام پوری محفل میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ خصوصی کرتے رہے، جس سے مجھے اتنا شعور تو ہو گیا کہ یہ شخصیت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بہت قابلِ عزت اور احترام ہیں۔ محفل کے اختتام پر جب کھانے کی دعوت شروع ہوئی تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے مجھے ان شخصیت کا تعارف کروایا کہ یہ مولانا عاصم عمر صاحب ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی آمد اور ہجرت کی خبر سن کر بے حد خوشی ہوئی۔ اس دن مجاہدین نے عید کی خوشیوں میں ترانے اور نظمیں بھی پڑھیں۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور قصیدہ بردہ شریف مولای صل وسلم دائما علی حبیبک خیر الخلق کلھم اپنی خوبصورت آواز میں پڑھا، پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غالباً اقبال کا کوئی کلام یا شاید ذکی کیفی مرحوم کی شاعری 'زمانہ منقلب ہے انقلاب آیا ہی کرتے ہیں' ترنم کے ساتھ سنائی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور تنظیم القاعدہ کی قیادت

حضرت مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ عرصہ دراز سے عرب مجاہدین کے ساتھ مختلف خدمات کی صورت میں منسلک رہ چکے تھے۔ پاکستان کے شہروں میں اپنے قیام کے آخری زمانے میں وہاں پر موجود فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی ساتھیوں کے ساتھ بھی آپ کا تعلق بن چکا تھا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ تنظیم القاعدہ کے پاکستان میں دعوتی مسئول ہی کی دعوت پر وزیرستان تشریف لائے تھے۔ آپ کی وزیرستان آمد کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے تنظیم القاعدہ کی عرب قیادت کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور نادر صفات کا تعارف کروایا، اور انہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی داعیانہ، عالمانہ، مصلحانہ اور خدا ترس شخصیت کی پہچان کروائی۔ دوسری طرف وزیرستان میں موجود پاکستانی مہاجرین کا مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد اور محبت و عقیدت کا تعلق ہونے کی خبریں بھی بعض دیگر ذرائع سے تنظیم کی قیادت تک پہنچیں۔ تنظیم القاعدہ کی قیادت شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ایمن

الظواہری حفظہ اللہ اور ان کے نائبین وغیرہ کی عرصہ دراز سے یہ تمنا تھی کہ برصغیر میں مجاہدین کی صحیح نظریہ پر قائم ایک مضبوط جماعت قائم کی جائے جو کہ خطۂ برصغیر میں شرعی اصولوں کا اتباع کرتے ہوئے جہاد کو قائم کرے، مسلمانانِ برصغیر کے سامنے صالح قیادت کو پیش کرے اور امام مہدی علیہ رضوان کے لشکروں کی اس خطۂ ارضی میں بنیاد ثابت ہو۔ ان کا یہ خواب تھا کہ جس کے لیے کبھی وہ قبائل کے مجاہدین کے درمیان اتحاد و اتفاق اور اصلاح کی کوشش کرتے اور کبھی پاکستان کے شہروں اور بند و بستی علاقوں کے مجاہدین کو اکھٹا کر کے یک جان و یک رخ کرنے کی کوشش کرتے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی صفاتِ حمیدہ سننے کے بعد تنظیم کی قیادت کو امید پیدا ہوئی کہ شاید مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر مجاہدین کو جمع کرنا، ان کی اصلاح کرنا اور پھر یکسو ہو کر عالمی کفری نظام کے مدِّ مقابل کھڑا کرنا ممکن ہو پائے گا۔

ارضِ کنانہ کا ہیرا؛ شیخ ابو دجانہ پاشا رحمۃ اللہ علیہ

تنظیم کی اعلیٰ قیادت نے سن ۲۰۱۲ء کے آخر میں مصری عالمِ دین شیخ ابو دجانہ پاشا رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستانی مجاہدین کے معاملات کی مسئولیت سونپ دی۔ ان کے ذمہ یہ کام بھی لگایا گیا کہ پاکستانی مجاہدین کے درمیان اتحاد و اتفاق کی عملی شکل پیدا کرنے اور فکر و عمل میں ہر قسم کی کجی و کمی کو دور کر کے اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ اخلاقِ کریمہ کے پیکر شیخ ابو دجانہ پاشا رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر عرب مجاہدین میں ہوتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مصر میں جہاد کی علمبردار تحریک 'جماعت الجہاد' کے فعال کارکن رہے تھے۔ بعد ازاں جہادِ روس کے آخری دور میں افغانستان کی طرف ہجرت کر گئے اور مجاہدین کے عسکری استاد بنے۔ روس کی شکست کے بعد مجاہدین نے جب تاجکستان کی دین دشمن حکومت کے خلاف جہاد شروع کیا تو اس کے ہراول دستوں میں شامل رہے۔ افغانستان میں طالبان کے دور میں عالمی کفر کے حمایت یافتہ شمالی اتحاد کے خلاف جنگوں کے زمانے میں بھی طالبان کے شانہ بشانہ شرکت کی۔ اسی زمانے میں ایک گولا آ لگنے سے ان کی ایک ٹانگ کٹ گئی مگر پھر بھی ان کے پایۂ استقامت میں لغزش نہ آئی اور وہ اسی دلجمعی کے ساتھ اپنے جہادی فرائض کو انجام دیتے رہے۔ اسی زمانے میں آپ کی شادی قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی ایک دخترِ نیک اختر سے ہوئی۔ سن ۲۰۰۱ء میں جب عالمی دہشتگرد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا اور فخر امت امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین کو پسپا ہو کر طویل گوریلا جنگ لڑنے کی تیاری کا حکم دیا تو دیگر مجاہدین کی طرح آپ کو بھی افغانستان سے باہر نکلنا پڑا۔ آپ ایران کی طرف نکل گئے۔ ایران نے اپنی تاریخی خیانت کے تسلسل کے طور پر جب عرب مجاہدین کے گرد گھیرا تنگ کیا اور سینکڑوں کی تعداد میں ان کو گرفتار کر لیا تو شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسیروں میں شامل تھے۔ تقریباً ایک دہائی تک ایرانی حکومت کی قید میں

رہنے کے بعد سن ۲۰۱۱ء میں انہیں اس وقت رہائی نصیب ہوئی جب پشاور کے ایرانی کونسل خانے کے سربراہ کو القاعدہ کے مجاہدین نے اغواء کر کے فدیہ میں ایران میں قید اپنے سینکڑوں ساتھیوں اور ان کے اہلِ خانہ کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ قید کے زمانے میں شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی کرم رہا کہ آپ نے وہاں موجودہ علمائے کرام سے باقاعدہ سبقاً سبقاً علومِ شرعیہ کا حصول کیا۔ آپ کے علمی مقام اور تبحر کے معروف عالمِ دین قائدِ جہاد شیخ ابو یحییٰ لیبی رحمۃ اللہ علیہ بھی قائل تھے اور شرعی آراء اور فتاوی کے اجراء سے قبل مشورے کے لیے شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی رجوع کرتے تھے۔
ایرانی حکومت سے رہائی پانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ وزیرستان تشریف لے آئے۔ خراسان میں موجود القاعدہ کے مسئول شیخ ابو یحییٰ لیبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تنظیم کی شوریٰ میں شامل کیا۔ بعد ازاں آپ تنظیم القاعدہ کی مرکزی قیادت کی کونسل (لجنۃ بخاری) کے رکن اور پاکستان سے متعلقہ امور کے مسئول رہے۔ ۲۰۱۴ء میں 'ضربِ عضب' نامی پاکستانی امریکی مشترکہ وحشیانہ آپریشن کے دوران امریکی ڈرون طیاروں کی بمباری میں آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اللہ ارضِ کنانہ (مصر) کے اس ہیرے سے راضی ہو جائے آمین۔

شیخ ابو دجانہ پاشا رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی ذمہ داری کو سنبھالا تو پاکستانی مجاہدین کے ذمہ داروں سے ملاقاتیں شروع کیں۔ تاجکستان کے جہاد اور طالبان دور کے معسکرات میں شرکت کی وجہ سے ان کا بعض پاکستانی مجاہدین سے قریبی تعلق رہ چکا تھا۔ انہی مجاہدین میں ملتان کے رہنے والے جبلِ استقامت کماندان قاری عمران عبید اللہ شہید[1] رحمۃ اللہ علیہ اور کراچی کے استاد محمد حنیف ضرار[2] شہید رحمۃ اللہ علیہ خصوصی طور پر قابلِ ذکر تھے اور اب دونوں حضرات کا شمار پاکستانی مجموعات کے

---

[1] قاری عمران صاحب جن کا حقیقی نام مولانا عبید اللہ تھا، ضلع ملتان سے تعلق رکھنے والے ایک عالمِ دین تھے۔ ملتان کے مشہور مدرسے جامعہ خیر المدارس سے آپ کی فراغت تھی۔ جہادِ روس کے آخری زمانے میں تربیت حاصل کی۔ روس کی شکست کے بعد تاجکستان میں جہاد کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر جہادِ کشمیر میں اہم ذمہ داریوں پر رہے۔ طالبان کے سقوط کے بعد عرب مہاجرین کی نصرت کرنے کے لیے مشغول ہوئے۔ اسی دوران آئی ایس آئی کے غنڈوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ قید میں آپ پر بے تحاشہ تشدد ہوا مگر آپ نے اسلام کی عظمت پر آنچ نہیں آنے دی۔ قید سے رہائی کے بعد جہادِ پاکستان کو منظم کرنے کے لیے ساتھیوں کو جمع کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں مجاہدین کو شہری جنگ کی تربیتیں کروائیں۔ آپ نے افغانستان میں صلیبیوں کے خلاف بھی کئی کارروائیوں کی قیادت کی۔ جماعت القاعدہ برصغیر کے بننے کے بعد اس کے شعبۂ افغانستان کے مسئول اور شوریٰ کے رکن بنے، آپریشن ضربِ عضب کے دوران مجاہدین کی عسکری قیادت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی دلیری و شجاعت اور انتظامی صلاحیتوں میں منفرد تھے۔ بالآخر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت سے چند دن قبل جنوری ۲۰۱۵ء میں امریکی ڈرون حملے میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔

[2] مجاہدین کے کہنہ مشق استاد اور شفیق قائد، استاد محمد حنیف جو کہ 'بھائی ضرار' کے نام سے مشہور تھے، القاعدہ برصغیر کی مرکزی شوریٰ کے رکن اور ایک مرکزی عسکری مسئول تھے۔ کراچی کے رہائشی ضرار بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائے جوانی سے ہی اپنے آپ کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہادِ فی سبیل اللہ میں وقف

کر دیا تھا۔ پاکستانی جہادی تنظیموں کے معسکرات میں تربیتوں کے حصول کے بعد آپ کو طالبان کی اسلامی حکومت کے ابتدائی زمانے میں شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے معسکرات میں تفصیلی تربیتیں حاصل کرنے کا موقع ملا۔ عرب مجاہدین کے مشہور استاد شیخ ابو عطاء تیونسی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے عسکری فنون کے خصوصی دورات کیے۔ اسی دوران عرب مجاہدین کے دیگر بڑے استادوں جہادی قائد شیخ ابو الفرج لیبی فک اللہ اسرہ اور شیخ ابو دجانہ مصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ ان دورات سے جہاں وہ فنون حرب کے ماہر استاد بن گئے، وہیں پر عالمی جہاد کی فکر بھی آپ میں راسخ ہو گئی۔ طالبان کی اسلامی حکومت کے زمانے میں شمالی اتحاد کے ساتھ شمالی افغانستان کے کئی محاذوں کے خطِ اول پر دادِ شجاعت دیتے رہے۔ دوسری طرف جہادِ کشمیر کے مجاہدین کو تربیت دینے کے لیے آزاد کشمیر میں قائم معسکرات میں بھی طویل عرصے تک سینکڑوں مجاہدین کو جنگی فنون سکھاتے رہے۔ آپ اپنی دلیری اور ایمانی غیرت میں شروع ہی سے ممتاز تھے۔ موت سے ڈرنا اور بزدلی آپ کی گویا لغت ہی میں نہ تھی۔ جہادِ فی سبیل اللہ میں شرکت کے ساتھ ساتھ اصلاح و تزکیہ اور راہنمائی کے لیے اکابر علماء سے رجوع کرتے تھے۔ حضرتِ اقدس مفتی رشید احمد نور اللہ مرقدہ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ حضرتِ والا نور اللہ مرقدہ آپ سے بڑی محبت اور شفقت کا رویہ فرماتے تھے۔ افغانستان پر امریکی حملے تک آپ اسلام کے دفاع کے لیے کمربستہ، کابل کے نواح میں موجود رہے۔ امریکی حملے کے وقت آپ اپنے عرب استادوں اور بالخصوص عزم و ہمت کے پیکر شیخ ابو الفرج لیبی فک اللہ اسرہ کے حکم پر کراچی تشریف لے گئے اور پاکستان میں امریکیوں اور ان کے سرکردہ غلاموں کے خلاف جہاد کرنے پر مامور ہوئے۔ آپ نے اپنے رفیق اور قائد 'بھائی عمران' (حاجی ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ مل کر شہر کراچی میں امریکیوں اور ان کے فرنٹ لائن اتحادیوں پر حملوں کی منصوبہ بندی کی اور 'حرکت المجاہدین العالمی' کے نام سے ایک جہادی گروپ کی تشکیل کی۔ اس طرح آپ کا شمار جہادِ پاکستان کے بانی رہبران میں ہوتا ہے۔ کراچی ہی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء نے امریکی قونصلیٹ پر جون ۲۰۰۲ء میں حملہ کیا۔ اس کے بعد خائنِ دین و ملت، غلام امریکہ پرویز مشرف کے اوپر حملے کی منصوبہ بندی کے دوران آپ گرفتار ہو گئے۔ آپ پر دہشت گردی کی خصوصی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ آپ نے کمرۂ عدالت میں ببانگ دہل امریکیوں کے خلاف جہاد کرنے پر فخر کرنے کا اظہار کیا اور للکار کر کہا کہ ہم نے جو بھی کیا وہ قرآن و سنت کی پیروی میں کیا۔ چنانچہ آپ کو سزائے موت سنائی گئی جس کے سننے پر کمرہ عدالت آپ کی صدائے تکبیر سے گونج اٹھا اور شہادت کے شوق میں آپ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ تقریباً ایک دہائی صوبہ سندھ کی جیلوں میں گزارنے کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ نے قید سے خلاصی عطا فرمائی۔ رہائی کے بعد کراچی میں آپ نے اپنے ساتھیوں کو منظم کیا۔ دعوتی دورے کیے اور پھر جلد ہی اپنے ساتھیوں سمیت وزیرستان کی طرف ہجرت کر گئے۔ حاجی ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں وزیرستان میں ایک جہادی مجموعے کو تشکیل دیا اور دوبارہ سے مجاہدین کی تربیتیں کروانے کے عمل میں مشغول ہو گئے۔ اسی دوران کراچی میں جہاد کی دعوت کو بڑے پیمانے پر پھیلاتے رہے اور سینکڑوں افراد کو وزیرستان بلا کر ان کی عسکری و فکری تربیتیں کرواتے رہے۔ القاعدہ برصغیر کے قیام کے وقت آپ اس کی مرکزی شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے اور پھر پاکستان میں عسکری کام کے نائب مسئول رہے۔ ساتھ ساتھ امیر محترم مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی معاون بھی رہے۔ آپ نے شہر کراچی میں دشمنانِ دین، امریکی غلام عسکری اداروں اور مسلمانوں کے جان و مال کے دشمن فسادی ٹولے ایم کیو ایم کے غنڈوں کے خلاف کئی کامیاب حملے کروائے۔ افغانستان میں ایک چھاپے میں صلیبیوں کے ساتھ مقابلے میں آپ کا جواں سالہ فرزندِ رشید 'سیف اللہ ضرار' بھی شہید ہوا۔ جنوب غربی افغانستان میں آپ کے اوپر بھی صلیبیوں نے چھاپہ مارا اور رات کے اندھیرے میں اچانک ان کے گھر کو گھیر کر انہیں تسلیم ہونے کا کہا۔ آپ نے امریکیوں کو للکارا اور نعرہ تکبیر بلند کر کے کلمہ طیبہ کو اونچی آواز میں پڑھتے ہوئے صلیبیوں پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے گرنیڈوں کے ذریعے سے امریکیوں پر حملہ کیا اور جوابی فائرنگ کے نتیجے میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس طرح تقریباً تین دہائیوں پر مشتمل آزمائشوں سے بھری جہاد و قتال کی زندگی میں استقامت سے ڈٹے رہنے کے بعد آپ اپنے رب سے جا ملے۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے، آمین۔

مسئولین میں ہوتا تھا۔ چنانچہ سابقہ شناخت کی وجہ سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستانی مجاہدین سے بہت جلد ہی قربت و محبت اور اعتماد کا تعلق بن گیا۔ پھر خود شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ اخلاق کے ایسے معیار پر فائز تھے کہ ان کی مجلس میں بیٹھنے والا ان کی محبت کا اسیر ہو کر رہ جاتا تھا۔ 'بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت' کے نبوی اخلاق کا خاص مشاہدہ ہم نے شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں کیا۔ اپنی جہادی زندگی میں سبقت، علمِ شرعی و عسکری میں تبحر اور مسئولیت پر فائز ہونے کے باوجود تواضع وکسرِ نفسی اتنی کہ اسلاف کی یاد آجاتی تھی۔ الغرض جلد ہی شیخ ابو دجانہ پاشا رحمۃ اللہ علیہ پاکستانی مجموعات کے مسئولین کے ایسے محبوب قائد بن چکے تھے کہ ان کے اوامر کو بجالانے کو ہر کوئی اپنے لیے سعادت سمجھتا تھا۔

امارتِ جماعت

پاکستانی مجموعات کے مسئولین سے ملاقاتوں سے بھی شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کی مزید صفات و خوبیوں کا ادراک ہوا۔ چنانچہ آپ دونوں حضرات کی آپس میں ملاقات کی ترتیب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بنوائی۔ اس ملاقات سے ایک تو ایک دوسرے کا تفصیلی تعارف ہو پایا اور دوسرا آپس میں اعتماد و تعلق میں اضافہ ہوا۔ پھر اس کے بعد شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کئی مجلسیں اور ملاقاتیں ہوئیں جن میں بعض کئی کئی دن و رات پر مشتمل ہوتی تھیں۔ ان ملاقاتوں میں علمی و فقہی موضوعات، فکری و منہجی مباحث، سیاسی و علاقائی معلومات سمیت دلچسپی کے تمام امور پر تفصیلی گفت و شنید ہوتی رہی۔ انہی مجالس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی اطاعت میں شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے حسبِ استطاعت جہاد کرنے کی بیعت بھی کی۔

جیسا کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ تنظیم کے اکابرین کی یہ خواہش تھی کہ ان کے ساتھ بیعت میں موجود خطۂ برصغیر کے مجاہدین کو ایک جماعت کی شکل میں ڈھال کر منظم، متحد اور پابندِ شریعت بنا کر عالمی جہاد کا ایک حصہ بنایا جائے۔ شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں سے تمام ذمہ داران اس عمل کے لیے دل و جان سے تیار اور ہر قربانی کے لیے آمادہ نظر آئے۔ اس جماعت کی قیادت کے لیے سب کی نظریں مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔ خود شیخ ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب مسئولین سے فرداً فرداً مشورہ بھی کیا۔ خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی رائے مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی کو امارتِ جماعت کی سپردگی کی تھی۔ پھر ان مشوروں کی روداد کو قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ تک بھجوایا گیا۔ چنانچہ ان مشوروں کی روشنی میں شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے ۲۰۱۴ء کی ابتداء میں جماعت القاعدہ برصغیر کی تاسیس فرمائی اور مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا۔

امیر مقرر ہونے کے بعد سے ۲۲ ستمبر ۲۰۱۹ء میں اپنی شہادت تک کا تقریباً چھ سالہ زمانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صبر واستقامت، جرأت وحوصلہ اور ایمان ویقین سے معمور رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بلغت القلوب الحناجر[1] جیسے ماحول میں جماعت القاعدہ برصغیر کو سنبھالے رکھا۔ اس کو منظم رکھا، شرعِ مبین اور فہمِ سلیم کے مطابق اس کے رخ اور سمت کو درست رکھا۔ حالات، مشکلات اور آزمائشیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھیوں پر آئیں معاصر جہاد میں شاید ہی کسی گروہ پر ایسی تکالیف آئی ہوں گی۔ مگر امت کا یہ قائد اپنے لشکر کو ہر آندھی اور طوفان میں آگے ہی بڑھاتا رہا، ان کا حوصلہ بڑھاتا رہا، ان کے دلوں کو گرماتا رہا، ان کے ایمان کی آبیاری کرتا رہا، پھسلنے اور ڈگمگانے سے بچاتا رہا اور دنیاوی لذتوں اور طاغوتی پیشکشوں کے آگے جھکنے سے بچاتا رہا۔ بالآخر مراد آباد ہند سے نکلا امت کا یہ فرزندِ ارجمند ملکوں ملکوں قریے قریے دین کی شمع جلاتا، ایمان کی لو بڑھاتا، قال اللہ و قال الرسول کے نعرے لگاتا، امتِ مسلمہ کی عظمت کے ترانے پڑھتا، جہاد و دعوت الی اللہ کی قیادت کرتے ہوئے، سرزمینِ خراسان میں وحشی امریکیوں کے ساتھ دوبدو مقابلہ کرتے ہوئے اپنے دو عدد ننھے لڑکوں اور سات مزید ساتھیوں سمیت دارِ فانی کی طرف کوچ کر گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائے اور جنت الفردوس کا سردار بنائے، آمین۔

شہید امیر محترم رحمۃ اللہ علیہ کی امارت کے زمانے کی تفصیلی روداد ہماری اس کتاب کے اساسی موضوع 'سیرتِ استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ' سے خارج محسوس ہوتی ہے۔ البتہ شہید مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کا ہلکا سا تذکرہ کرنا اس لیے لازمی لگتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فاروق بھائی کا 'انتخاب' تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنا قائد بنایا اور ہمارے سامنے بھی قائد کے طور پر پیش کیا۔ چنانچہ ایسے قائد کی چند صفات کا مختصراً تذکرہ کرنا کتاب کے موضوع سے خارج نہیں ہو گا۔

بعض منفرد صفات

آفاقی سوچ

مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ و سوچ عالمی و آفاقی تھی۔ خطہ اور وطن کی حدود میں محدود ہو کر سوچنے کے وہ مخالف تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اور محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ و فکر کے انداز میں بڑی مماثلت تھی۔ بلکہ شاید

[1] کلیجے منہ کو آنا

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ فکر ہی تھی جس کی وجہ سے وہ تنظیم القاعدہ سے جڑے۔ عالمی حالات کے تجزیہ، حل اور طریقہ کار کے حوالے سے ان میں اور القاعدہ کی دیگر قیادت میں عجیب یکسانیت پائی جاتی تھی۔

موجودہ کفری عالمی نظام کے عمیق مطالعہ اور فتنۂ دجال کے خدوخال پہچاننے کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر یہ واضح تھا کہ ہمارا دشمن پورے عالم میں ایک ہے اور وہی ہر خطے میں امتِ مسلمہ پر مسلط کردہ تباہی کا ذمہ دار ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھتے تھے کہ یہود، ان کا پشتی بان امریکہ اور اقوامِ متحدہ کی شکل میں اِن کا قائم کردہ نظام ہی سے ہمارا حقیقی جھگڑا ہے اور مختلف مسلم خطوں میں جاری جنگوں کو جس وقت تک ہم عالمی جہاد کے تناظر میں نہیں سمجھیں اور برتیں گے، ہم ٹھوس نتائج نہیں پاسکیں گے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ ہم عالمی کفری نظام کے خلاف جہاد، کامیابی سے اس وقت تک آگے نہیں بڑھاسکتے جب تک عالمی مجاہدین کا آپس میں اتحاد و قربت اتنی نہ بڑھ چکی ہو کہ یمن میں موجود عرب مجاہد یمن میں بیٹھ کر برصغیر کے جہاد کی نصرت کرے اور اسی طرح برصغیر کا مجاہد سوریا کے جہاد کے دشمنوں کے مفادات کو برصغیر میں ضرب لگائے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی پختہ فکر تھی کہ عالم بھر میں جاری جہادی تحریکوں کو یکسو و یک رخ ہو کر اور ایک قیادت کی ماتحتی میں کام کرنے سے یہود اور ان کے ہاتھوں کھینچے ہوئے دنیا کے نقشے، صفحۂ ہستی سے مٹنا شروع ہوں گے، یہودیوں کے مسلمانوں کی تفریق کے منصوبے ناکام ہوں گے اور ایک نئی اسلامی دنیا وجود میں آئے گی جو یہود کی بنائی ہوئی سرحدوں کو مٹا کر الولاء والبراء[1] کی سرحدوں کا قیام کرے گی۔ یہ بعینہ وہی نعرہ تھا جو نوے کی دہائی سے قائدینِ جہاد شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ لگا رہے تھے۔ امریکہ اور اسرائیل کی قیادت میں قائم عالمی صیہونی صلیبی اتحاد کے ساتھ پورے عالم میں جنگ کا نعرہ۔ صلیبی و صیہونی پوری امت کے دشمن ہیں، ان کے کفر و فساد پر پوری امت متفق ہے، ان کے خلاف جہاد کی فرضیت پر سب کا اتفاق ہے، ان کے مفاد پوری دنیا میں بکھرے ہوئے ہیں، چنانچہ پوری امت کو جمع ہو کر عالمی کفری اتحاد سے معرکہ آراء ہونا چاہیے، یہ القاعدہ کی حکمتِ عملی کا مرکزی نکتہ تھا اور ہے۔ مولانا محترم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پورے شعور و ادراک کے ساتھ اس حکمتِ عملی کو اختیار کیا، اس کے داعی بنے، اس نتیجے کی طرف اپنی کتابوں میں اشارے کیے اور اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے تنظیم القاعدہ میں شمولیت اختیار کی۔

---

[1] یعنی کسی شخص، قوم یا وطن وغیرہ سے اللہ کی خاطر تعلق اور اللہ کی خاطر تفریق

یہ اسی عالمی و آفاقی سوچ کا خاصہ تھا کہ وہ مجاہدین کو عام غیر مسلموں، گمراہ فرقوں اور علاقائی ذیلی اہداف سے ہٹا کر سانپ کے سر امریکہ ویہود اور ان کے مقامی آلہ کاروں کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے۔ اسی حوالے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک نصیحت میں فرمایا:

”اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عالمی جہادی قافلے کو صحیح منہج پر باقی رکھا جائے، جس کا پہلا ہدف نظامِ کفر اور اس کی محافظ قوتیں ہیں۔ اگرچہ عالمی کفریہ قوتیں اس وقت یہ سازش کر چکی ہیں کہ عالمی جہاد کا رخ نظامِ کفر اور اسکی محافظ قوتوں سے ہٹا کر دیگر اہداف کی طرف موڑ دیا جائے۔ تاکہ عالمی یہودی قوتیں اور انکی محافظ فوجیں اپنے اپنے ملکوں میں مزے سے رہیں اور مجاہدین چھوٹے چھوٹے اہداف پر اپنی توانائیاں لگاتے رہیں، یہاں تک کہ نظام دوبارہ مضبوط ہو جائے۔ لہٰذا ہر مجاہد کو قرآن کے اس اصول فقاتلوا أئِمة الکفر [1] کو سامنے رکھنا چاہیے جس کو شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمۃ اللہ علیہ نے سانپ کے سر سے تعبیر کیا تھا۔ عالمی نظام کو چلانے والی قوتیں اور ہر ملک میں اس کی محافظ قوتیں مجاہدین کا ہدف ہونی چاہئیں۔ تب جا کر یہ جہاد کامیابی سے اپنا سفر جاری رکھ سکتا ہے۔ اب کفر کے بس کی بات نہیں کہ اس جہاد کو روک سکے، اس لیے وہ کوشش کر رہا ہے کہ مجاہدین کے جہاد کے رخ کو نظام سے ہٹا کر کہیں اور موڑ دے“۔

تعلق باللہ

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اعمالِ خیر پر مداومت بہت عجیب تھی۔ آپ راتوں کے عابد اور دن کے زاہد تھے۔ شاید ہی کسی کو نالہِ نیم شب کا اس قدر حریص و پابند دیکھا ہو گا کہ جتنا مولانا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بعض اوقات مجلس اور گفتگو آدھی رات تک چلتی رہتی اور فجر سے ایک آدھ گھنٹے قبل ہی سونے کا وقفہ کیا جاتا۔ لیکن اکثر ایسا ہی ہوتا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں میں بے ساختہ سسکیوں کی آواز سے آنکھ کھل جاتی تو پتا چلتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو رب العالمین کی بارگاہ میں مناجات میں مصروف ہیں۔ فجر کا وقت داخل ہونے کے بعد خود ہی اذان دیتے اور پھر دھیمے انداز میں تلاوت شروع کر دیتے اور آہستہ آہستہ ہمیں بھی نیند سے بیداری کے لیے بڑی شفقت سے ہلانا شروع کرتے۔ یہ ان کا مستقل معمول ہوتا اور سردی ہو یا گرمی، امن ہو یا جنگ، ان کے معمول میں فرق نہیں آتا تھا۔ مولانا حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ خوش الحان قاری بھی تھے اور آپ کی تلاوت میں ایک خاص سوز بھی تھا۔ پھر اپنے ساتھیوں کی بھی روحانی ترقی اور تعلق باللہ کی آپ کو بہت فکر ہوتی اور اپنے

[1] ترجمہ: پس لڑو کفر کے سرداروں سے۔ سورہ التوبہ، آیۃ: ۱۲

عملی نمونے کے ساتھ ساتھ دیگر وسائل سے بھی اپنے ساتھیوں کی تربیت کی کوشش کرتے۔ اپنے مجاہد بھائیوں کو ایک دفعہ ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:

" اوامر کی پابندی نواہی سے اجتناب کے ساتھ ساتھ نوافل کی کثرت، خصوصاً تہجد... سبحان اللہ تہجد اس امت کے لیے اللہ کا بہت بڑا تحفہ ہے، اس میں غمزدوں کے غم کی دوا، جلے کٹے اور کڑھتے دلوں کی جلا، تھکے ماندوں اور مایوس لوگوں کے لیے امیدوں، امنگوں اور ولولوں کا ایک نیا جہاں... پھر جہاد کی راتیں... سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کتنے پیار سے فرمارہا ہے تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم[1]... كانوا قليلا من الليل ما يهجعون وبالأسحار هم يستغفرون[2]... پھر اسکے ساتھ چاشت بھی ہو تو بہت خوش نصیب ہیں (جن کو یہ نصیب ہو جائیں)... طلوعِ آفتاب و غروب سے پہلے اللہ کا ذکر، تسبیحات... تلاوتِ قرآن... لیکن ان کو یاد رکھنا ان پر مداومت یہ مسئلہ ہے۔ اس کے لیے ان علماء کے مواعظ سنے جائیں جو روحانی تربیتوں سے متعلق ہیں... ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے... اور اپنے ماحول کو عبادت و اذکار سے منور کیا جائے تو انشاء اللہ روحانی تربیت و ترقی میں مدد ملے گی"۔

اسلامی تہذیب واخلاق کا احیاء

مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے پرجوش داعی اور عملی مربی تھے کہ مجاہدین کو چاہیے کہ جہاں جائیں وہاں پر اسلامی تہذیب کا احیاء کریں، سنتوں کی ترویج کریں اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بنیں۔ جہاں وہ دیگر سنتوں و اخلاقِ حسنہ کی پابندی کی نصیحت کرتے، وہاں وہ سخاوت اور مہمان نوازی پر بہت زور دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر نصیحت فرماتے تھے کہ ان مسلمانوں میں کوئی اچھائی نہیں ہوتی کہ جن میں سخاوت اور مہمان نوازی نہ ہوتی ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسلاف کی مہمان نوازی و سخاوت کے محیر العقول واقعات سناتے اور ساتھیوں کو آج کے مغربی تہذیب سے متاثرہ معاشرے کی خود غرضانہ صفات سے بچنے کی نصیحت کرتے۔ پھر اصل نصیحت تو آپ کا اپنا عمل ہوتا تھا۔ مہمان کی جوتیاں سیدھی کرنا، ان کے ہاتھ دھلوانا اور پھر ان کے آگے بوٹیاں توڑ توڑ کر رکھنا اور کھانے پر اصرار کرنا یہ مولانا کی خاص صفت تھی۔ ہم جب کہتے کہ "امیر صاحب! بس اتنا بھی نہ کریں، ہمیں شرمندہ تو نہ کریں!" تو فرماتے "ہم نے تو اپنے استادوں سے ایسا ہی سیکھا ہے۔ دارالعلوم میں جب

---

[1] ترجمہ: جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے، (اس حال میں کہ وہ) پکارتے ہیں اپنے رب کو۔ سورة الم سجدة، آية: ١٦

[2] ترجمہ: وہ رات کو تھوڑے سوتا تھے، اور صبح کے وقتوں میں استغفار کرتے تھے۔ سورة الذاريات، آية: ١٧، ١٨

ہم اپنے استادوں کے گھر جاتے تو ہمارے استاد اپنے شاگردوں کی جوتیاں سیدھا کیا کرتے تھے"۔ پھر اسلاف کی شان پر چلتے ہوئے خود بہت ہی روکھا سوکھا کھاتے اور کم سے کم پر قناعت کرتے۔ جو کچھ اچھا اپنے پاس ہوتا وہ دوسروں کے لیے لے آتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خوراک و پوشاک اتنی سادہ اور بعض اوقات پوشاک اتنی بوسیدہ ہوتی کہ ہم ساتھیوں کو شرم آتی۔ سال ہا سال سے استعمال شدہ عمامہ یا ٹوپی یا کپڑے جن کا گھس گھس کر بعض جگہوں سے رنگ بدل گیا ہوتا مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم کے نقشِ قدم پر چلنے کا شائق، دوسروں کو اعلیٰ اور نفیس ترین چیزیں عطا کرتا مگر خود ایسی فقیری سے رہتا کہ بعض اوقات ہمیں غم و پریشانی ہوتی مگر اس کا کوئی حل ہمارے پاس نہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ راقم نے کہہ بھی ڈالا کہ "امیر صاحب! آپ تو سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے بعد والوں کو بہت مشکل میں چھوڑ کر چلے جائیں گے"[1]۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ کسی بھی انقلاب کی داعی تحریک کے کارکنوں کے دل سے دنیا کی محبت نکالنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ جس کا دل دنیاوی لذتوں کی آس میں ہی جیتا ہے وہ قربانی کے وقت پر اپنی جان بچانے ہی کا سوچتا ہے۔ اس لیے حبِ دنیا کم کرنے کے موئثر طریقوں میں سے ایک طریقہ سخاوت کو بڑھانا، خود روکھا سوکھا کھانا، سادہ پہننا اور دوسروں کو اچھا کھلانا اور اچھا پہنانا بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح پابندئ وقت، عہد و پیمان اور نشست و خواب میں سنتوں کے اتباع اور مکروہات سے اجتناب کی آپ ہمیشہ نصیحت کرتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس کے بغیر برکت نہیں ملتی اور برکت کے بغیر کچھ بھی نہیں ملتا۔

ایمانی فراست

مولانا کی ایک منفرد صفت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فراستِ موٴمنانہ تھی۔ شاید آپ کی للٰہیت، علمیت اور پھر ملکوں ملکوں دین کی خاطر پھرنے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ صلاحیت بخشی تھی کہ آپ کسی علاقہ، شخصیت یا حالات کے بارے میں ایسی رائے دیتے جو کہ بظاہر کسی کی عقل میں نہ آتی۔ مگر زمانہ گزرنے کے بعد اور بعض اوقات کئی سالوں کے بعد ہمیں سمجھ میں آتا کہ مولانا کی یہ بات کتنی درست تھی۔ ان کی اس خاص صفت کے بارے میں بعض دفعہ یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید نفسیات یا تاریخ و جغرافیہ کے علم کی بدولت ان کا تجزیہ اتنا درست ہے مگر بعد میں اندازہ ہوا کہ یہ محض ان کی ایمانی

---

[1] مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ وقت ہوتے ہوئے سادگی و فقر کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا کہ جس پر چلنا بعد والوں کے لیے بہت مشکل ہے اسی طرح آپ کی عادات و طریقے بھی بعد والوں کے لیے اپنانا مشکل ہو جائیں گے۔

بصیرت ہے جو ان کو نشاندہی کر دیتی ہے۔ کتنی دفعہ ایسا ہوا کہ کسی کے ذمہ ہم نے کوئی کام لگایا ہوتا، مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ محض سرسری دیکھ کر کہہ دیتے کہ یہ صاحب یہ کام نہیں کرسکتے۔ ہم اپنی جہالت کی وجہ سے دلیل پوچھ لیتے۔ دلیل تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کچھ بیان نہیں کر پاتے، مگر کہتے کہ میری رائے یہ ہے، باقی اگر آپ چاہیں تو تجربہ کرلیں۔ بعد میں سال ہا سال کے تجارب کے بعد ہمیں یہ احساس ہوتا کہ امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کتنی درست تھی۔ اسی طرح کسی خطے، شہر یا قبیلے کے بارے میں ان کا تجزیہ ایسا درست ثابت ہوتا کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ فلاں علاقہ عسکریت کے لیے مناسب ہے اور فلاں دعوت کے لیے، اس قبیلے میں ٹھکانے بنانے چاہییں اور یہ قبیلہ مستقبل میں فتنوں کی آماجگاہ بن جائے گا، محض چند ملاقاتوں یا کسی علاقے سے گزرنے ہی سے اس کی بہت سی صفات اللہ تعالیٰ آپ پر آشکار کر دیتا تھا۔ امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر غور کروں تو اس حدیثِ پاک کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ

اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله[1]   مؤمن کی فراست سے چوکنے رہو، بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔

ہم سب اہلِ سنت، ایک ہیں

مولانا رحمۃ اللہ علیہ جس وقت وزیرستان تشریف لائے، اسی زمانے میں خفیہ ایجنسیوں کی کارستانیوں اور بعض جاہل یا شریر افراد کی طرف سے مسلکی اختلافات کو ہوا دی جارہی تھی۔ اہلِ سنت میں تفریق در تفریق کے درپے بعض حضرات اپنے مخالف مسلک کو بدعتی یا اہلِ سنت سے خارج قرار دے کر اس کے ساتھ مل کر عبادات ادا کرنے اور دیگر معاشرتی تعلقات رکھنے کے عدم جواز کے فتاوٰی نشر کرتے تھے۔ حنفی سلفی مسئلہ ہو یا حیاتی مماتی، مناظرانہ طبیعت رکھنے والے افراد میدانِ جہاد میں بھی مناظرانہ ماحول قائم کرنا چاہتے تھے۔ امتِ مسلمہ کے درد میں ڈوبے ہوئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس فتنے کے سامنے سینہ سپر ہوگئے اور ببانگِ دہل یہ اعلان کرتے کہ ان مسائل کو یہاں میدانِ جہاد میں چھیڑنے والا اور بحث و مباحثہ کی فضا بنانے والا نہ صرف مقاصدِ جہاد سے ناآشنا ہے بلکہ خواستہ یا ناخواستہ دشمنانِ دین کے ایجنڈے پر چل رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علمائے امت میں فقہی اختلاف قرونِ اولیٰ سے چلے آئے ہیں مگر ہمارے اکابرین نے کبھی بھی انہیں امتِ مسلمہ میں افتراق کا باعث نہیں بننے دیا۔ اہلِ سنت ہمیشہ ایک رہے ہیں، ہمارے ائمہ و اکابرین دوسرے مسالک کے ائمہ اور علماء کی آراء کا احترام کرتے تھے، ان کے ساتھ عبادات و معاشرت میں شریک رہتے تھے

[1] جامع الترمذی

اور ایک جھنڈے تلے جمع ہو کر کفار سے نبرد آزما ہوتے تھے۔ جس کے برعکس دین دشمن عناصر ہمیشہ سے ہی اس بات کے متلاشی رہے ہیں کہ کہیں بھی ان اختلافات کو بھڑکانے کا موقع ملے تو اسے ضائع نہ ہونے دیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ہمیں یہ واقعہ سنایا کہ پنجاب کے ایک معروف بزرگ عالمِ دین نے لال مسجد کے حادثے کے بعد اپنی حیات کے آخری دور میں بعض فروعی اختلافی مسائل پر مناظروں کی سرپرستی یہ کہہ کر ترک کر دی کہ مناظروں سے حاصل کچھ نہیں ہو پاتا اور امتِ مسلمہ میں اختلاف اور عداوت ہی بڑھتی ہے، جبکہ دین کے دفاع میں کرنے کے لیے دوسرے کام زیادہ اہم ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ مذکورہ عالمِ دین کے پاس مکر و غدر کی علامت آئی ایس آئی کا بریگیڈیئر ان کا ہم مسلک بن کر آیا اور اس نے آکر آپ کو سمجھانا چاہا کہ ہمارے اکابرین کے مسلک کے دفاع کے لیے یہ مناظرے بہت ضروری ہیں اور اگر آپ یہ مناظرے نہیں کروائیں گے تو پھر تو ہمارے مخالفین ہماری شکست کا اعلان کریں گے، اور اس طرح کے مزید دلائل دیے۔ مگر وہ محترم بزرگ یہ طے کر چکے تھے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی کفر و الحاد کی سرکوبی میں بسر کریں گے، چنانچہ انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر آئی ایس آئی کے بریگیڈیئر نے پینترا بدلہ اور دھمکی کے انداز میں کہا کہ اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ کے مدرسے کے جتنے طلبہ وزیرستان کی طرف گئے ہیں، ان کے سلسلے میں ہمیں آپ کے مدرسے کی تفصیلی تفتیش و تحقیق کرنی پڑے گی!۔

الغرض مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ مجاہدین کو سمجھاتے کہ خدارا! امتِ مسلمہ کے دفاع کے لیے اکھٹے ہو جاؤ اور اس ایک مقصد کے لیے اپنے اختلافات کو بھلا کر ایک ہو جاؤ۔ آپ مثال دیتے کہ نیٹو کے پچاس سے زیادہ ممالک اختلافِ ادیان و مذاہب کے باوجود اسلام کی سرکوبی کے لیے ایک ہو کر افغانستان آئے ہیں اور کتنے شرم کی بات ہے کہ ہم ایک رب، ایک، کلمہ، ایک قرآن، ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک کعبہ کے ماننے والے کیوں اسلام کے دفاع میں ایک نہیں ہوتے ہیں؟

مولانا رحمۃ اللہ علیہ حنفی المذہب تھے اور مسلکاً اور مزاجاً اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ کے طریقہ پر قائم تھے، مگر اس کے ساتھ ساتھ دیگر مسالک کے علماء کا بھی احترام کرتے تھے اور ضرورت پڑنے پر ان کی تحاریر سے بھی استفادہ کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مراکز میں 'سربلند سربلند دیوبند دیوبند' کے نعرے پر یہ کہہ کر پابندی لگوائی کہ میں نہیں چاہتا کہ مجاہدین کی جماعت پر کسی ایک مسلک کی چھاپ لگے اور دیگر مسالک والوں کو ناگوار گزرے بلکہ کہتے کہ ہم پوری امت کے ہیں اور اگر کوئی بریلوی بھی اگر اپنے محبوب آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے دفاع کے لیے ہمارے ساتھ آنا چاہے تو ہم اسے گلے سے لگائیں گے۔ اسی طرح کتنی ہی دفعہ ایسا ہوا کہ کسی متعدل مزاج اور دیگر مسالک کی رعایت کرنے والے سلفی بھائی کو

آپ نے نماز کے لیے آگے کر دیا اور اس کی اقتداء میں خود بھی نماز پڑھی اور دوسروں کو بھی پڑھوائی۔ اسی طرح جب کوئی سلفی بھائی ان سے کوئی فقہی مسئلہ پوچھتا تو وہ اسے ان کے علماء ہی کی رائے بیان کرتے۔ اسی طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی سلفی بھائی کو اپنا مسلک بدلنے اور علمائے دیوبند کے مسلک کو اختیار کرنے کی دعوت نہ دی، اس کے باوجود کہ وہ خود علمائے دیوبند کے مسلک ہی کو اقرب الی الحق سمجھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ ہم نے اپنے اکابرین ہی سے سیکھا ہے کہ ہم اپنے مسلک کو حق سمجھتے ہیں مگر اس میں کسی غلطی کے احتمال کو رد نہیں کرتے، جبکہ دوسرے کے مذہب کو غلط سمجھتے ہیں مگر اس میں صحیح ہونے کے احتمال کو رد نہیں کرتے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم کسی دوسرے مسلک کے اکابرین کی توہین کرتے ہیں اور دوسرے کے مسلک کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہ دو کام نہ ہوں تو پھر نہ کہیں جھگڑا ہو گا اور نہ آپس میں بغض پیدا ہو گا اور سب مجاہدین محبت و مودت سے اعدائے دین کے ساتھ مقابلے میں مصروف رہیں گے۔

علمی تواضع

سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور خاص صفت ان کا علمی تواضع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دین میں سے وافر حصہ دے رکھا تھا مگر کسی رائے تک پہنچنے سے قبل دیگر علماء اور بعض اوقات بعض طلبہ سے بھی مشورہ کرتے۔ میں نے انہیں بعض ایسے ساتھیوں... جو کہ بظاہر علمی مقام میں ان سے کم ہوتے تھے بلکہ بعض تو بالکل ہی علم دین کے مبتدی ہوتے تھے... سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری تحریر میں اگر کوئی بات نامناسب لگے تو اسے حذف کر دینا! اسی طرح بعض اوقات اپنے چھوٹے ساتھیوں سے کسی آیت یا حدیث کے بارے میں پوچھتے کہ آپ نے اس کی تفسیر کے بارے میں کچھ سنا ہے یا پڑھا ہے تو مجھے ضرور بتایئے گا! اسی تواضع کے باب میں سب سے اہم صفت 'رجوع' کی ہوتی ہے۔ یعنی اگر اپنی کسی رائے کے بارے میں بعد میں علم ہو کہ وہ مناسب نہ تھی تو اس سے رجوع کر لیا جائے اور حق بات کے کہنے میں اپنی کمزوری کے اظہار کے خوف سے نہ شرمایا جائے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سات سالہ رفاقت میں سب سے زیادہ جس دن میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر ہوا اور ان کی محبت اور عظمت کے احساس سے میری آنکھیں نم ہو گئیں، وہ دن تھا جب مجھ پر ان کی یہ 'رجوع' والی صفت اور عظیم تواضع ظاہر ہوئی۔

واقعہ اس طرح ہوا کہ ۲۰۱۲ء کی بات ہے لاہور میں شر وفساد کی جڑ خفیہ ایجنسیوں نے ایک مجاہد کے گھر پر چھاپہ مارا۔ چھاپہ میں بعض مجاہدین نے مقابلہ کیا اور بہادری کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ خفیہ ایجنسی کے بدبختوں نے اس کے

بعد مجاہدین کے اہلِ خانہ کی بے حرمتی کی اور انتہائی بے دردی سے گھسیٹتے ہوئے اپنی گاڑیوں میں ڈال کر اغوا کر کے لے گئے۔ اس واقعے کی اطلاع جب وزیرستان میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ تک ایک بھائی نے پہنچائی تو آپ غم و غصہ میں بپھر گئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے سینے میں ایک حساس اور جذبات سے بھرا ہوا دل رکھتے تھے۔ اپنی مسلمان بہنوں کی بے حرمتی پر بپھرنا اور پریشان ہونا فطری بات اور ایمانی غیرت کا تقاضہ تھا۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے شمالی وزیرستان میں موجود اکثر پاکستانی مجاہدین کے نمائندوں کو بلا بھیجا اور خصوصی مجلس کا انعقاد کیا۔ اس مجلس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مجاہدین کو فوری ردِ عمل دکھانے اور خسیس دشمن کو ایسی ضرب لگانے... کہ جس سے وہ آئندہ مستورات پر ہاتھ اٹھانے سے باز آجائے... کے لیے ابھارا۔ اخلاق سے عاری خفیہ اداروں کی اس حرکت پر سب کی آنکھیں نم تھیں اور اکثر افراد نے یہ رائے دی کہ ہمیں بھی لاہور ہی میں فوج کے کسی بڑے آفیسر کے گھر پر حملہ کرنا چاہیے اور اس کو اس کے گھر ہی میں ہلاک کر کے حکومت کو یہ پیغام دینا چاہیے کہ ہم اپنی بہنوں کی عزت کا دفاع اور انتقام لینا جانتے ہیں۔ اس پر ایک بھائی نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ "کسی فوجی افسر کے گھر پر حملہ کرنے سے تو اس بات کا بھی امکان ہو سکتا ہے کہ اس کے اہلِ خانہ بھی اس حملے میں مارے جائیں!"۔ مگر اُس وقت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سمیت اکثر حاضرین نے جذبات کی شدت میں اُس بھائی کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ "اگر مارے جائیں تو بھی اچھا ہے، وہ ظلم و وحشت کم ہے جو انہوں نے مجاہدین کے گھر والوں کے ساتھ کی ہے"۔

اس مجلس کے کچھ دنوں بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمارے غریب خانے پر پرسانِ احوال کے لیے تشریف لائے۔ جب رات کھانے کے بعد واپس جانے لگے تو راقم نے علیحدگی میں جا کر کہا کہ "مولانا! اُس دن مجلس میں آپ نے جو بات فرمائی تھی اس کا تو غلط تاثر مجاہدین میں پھیل سکتا ہے۔ اگر اس طرح ہم جذبات میں آکر دشمن کے گھروں کو نشانہ بنائیں گے تو ایک تو قصد اور ارادہ کر کے عورتوں بچوں کا قتل ہماری شریعتِ مطہرہ میں جائز نہیں ہے اور دوسرا اس طرح کے انتقامی عمل کی اگر روایت چل پڑے تو آئندہ فساد کا ایک بڑا دروازہ کھل جائے گا جس کو بند کرنا کسی کے بس کی بات نہ ہوگی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت تھی کہ سر جھکائے پوری توجہ سے میری گفتگو سنتے رہے۔ میری گفتگو کے اختتام پر یوں گویا ہوئے "اللہ معاف فرمائے، مجھ سے غلطی ہوگئی۔ بس میں جلد ہی اس کے تدارک کی کوشش کرتا ہوں"۔ چنانچہ اگلے ہی دن انہوں نے پاکستانی مجموعات کے مسئولین کو ہنگامی مجلس کا پیغام دلوا بھیجا۔ سب کو دوبارہ جمع فرمایا اور تمہیدی گفتگو کے بعد اس مفہوم کی گفتگو فرمائی کہ:

”ایک بھائی نے توجہ دلائی ہے کہ ہماری اُس دن کی محفل میں جو بات ہوئی، وہ مناسب نہیں تھی۔ ہم نے جذبات میں بعض باتیں غلط کر دیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ جس جگہ پر عورتوں بچوں کے مارے جانے کا امکان ہو تو وہاں پر کارروائی سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے برعکس وحشی ظالموں سے براہِ راست انتقام لینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ ظلم و وحشت کی علامت آئی ایس آئی کے کسی مرکز پر فدائی حملہ کیا جائے اور اس کے ساتھ یہ پیغام نشر کیا جائے کہ یہ ہم نے اپنی اُن بہنوں کے انتقام کے لیے کیا ہے جن کو آئی ایس آئی اور دیگر خفیہ اداروں کے سیلوں میں تعذیب و تذلیل کا سامنا ہے۔ البتہ اس مقصد کے لیے دشمن کی عورتوں بچوں کو قطعاً نشانہ نہ بنایا جائے“۔

سب شرکاء نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس نصیحت کو تہِ دل سے قبول کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس تواضع اور مجھ جیسے جاہل کی نصیحت پر اپنے مؤقف کو بدلنے کی اس صفت پر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و محبت میرے دل میں پہلے سے بہت بڑھ گئی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا خوب فرمایا ہے کہ:

وما تواضع أحد لله إلا رفعه الله[1]　　　اور نہیں کوئی اللہ کے لیے جھکے گا مگر اللہ اسے اونچا کر دے گا۔

تصنیف و تالیف

مولانا عاصم عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنیادی طور پر ایک داعیِ دین تھے۔ ایک طرف آپ نے اپنے خطبوں، تقریروں، بیانوں اور علمی دورات کے ذریعے دین و جہاد کی دعوت کا کام کیا اور دوسری طرف تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ نے کتابیں، رسالے اور مضامین لکھ کر دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا۔ مولانا کے سارے دعوتی کام کا ذکر کرنا تو شاید ممکن نہ ہو پائے مگر صرف ان کی بعض اہم کتابوں کا نام یہاں درج کر کے کتاب کے اساسی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں:

1. تیسری جنگِ عظیم اور دجال
2. برمودا تکون اور دجال
3. امام مہدی کے دوست اور دشمن
4. ادیان کی جنگ: دین اسلام یا دینِ جمہوریت؟

[1] صحیح مسلم

5. دعوتِ خلافت اور منہجِ رسول ﷺ
6. مغربی تہذیب تباہی کے دہانے پر۔ سورۃ العصر کی روشنی میں
7. دارالحرب اور دارالاسلام اور معاصر ممالک۔ غیر نشر شدہ
8. موالات' کے موضوع پر ایک کتاب۔ غیر نشر شدہ
9. قتال اور منہجِ رسول ﷺ۔ غیر نشر شدہ

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد

استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کو عرصے دراز سے کسی ایسی شخصیت کی تلاش تھی کہ جن کی ذات پر مجاہدین کا اتفاق ہو جائے اور جو شریعت کی تابعداری میں اس لشکرِ مجاہدین کو جمع کر کے چلا سکے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آپ کو وہ گوہرِ نایاب مل گیا کہ جس کی تلاش میں آپ ایک زمانے سے سرگردان تھے۔ آپ نے پھر دیر نہ کی بلکہ آگے بڑھ کر حضرت مولانا عاصم عمر کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کر کے اپنے آپ کو مکمل ان کے سپرد کر دیا۔ آپ نے اپنے تمام ساتھیوں، اسباب، اسلحہ و دیگر وسائلِ جہاد کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر ڈالا اور پھر اپنے امیر کی مثالی اطاعت میں دوسروں کے لیے بھی نمونہ بنے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا اُس وقت کا اطمینان اور خوشی قابلِ دید تھی۔ آپ کی کیفیت ایسی تھی کہ جیسے کوئی شخص اپنے اوپر عائد ایک بڑے فریضہ کو ادا کر کے اطمینان کا سانس لے۔ یقیناً اس اتحاد کے لیے تڑپ، خواہش اور عملی کاوش میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کا بھی کردار نہ تھا۔ اسی لیے آپ کی خوشی، حوصلہ اور قربانی کا جذبہ بھی سب سے زیادہ تھا۔ اسی زمانے میں میں نے ان سے کہا کہ فلاں صاحب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے انتخاب پر مطمئن نہیں نظر آتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر تلملائے اور کچھ اس طرح گویا ہوئے کہ: "غلط کہتے ہیں، مولانا جیسا کوئی اور ہو تو بات کریں نا! مولانا جیسی عبادات اور نمازیں، آپ جیسا تقویٰ، ان جیسا علم، ان جیسی قربانی کسی اور شخصیت میں ایسی صفات ایک جگہ ملتیں تو پھر کچھ اور فیصلہ کیا جاتا نا! مجھے تو مولانا جیسا کوئی نہیں نظر آتا"۔ پھر ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بھائی کو سمجھاتے ہوئے کمال تواضع سے اس مفہوم کی بات کی کہ "مجھ میں اللہ تعالیٰ نے ساتھیوں کو جمع کرنے کی صلاحیت رکھی تھی تو یہ کام اللہ کے فضل سے مجھ سے ہو گیا، اب ان ساتھیوں کو شعلۂ جوالہ بنا کر لشکرِ کفار سے بھڑوانے کی صلاحیت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھیوں کو مولانا کے حوالے کر دیا ہے"۔

جماعت القاعدہ برصغیر میں ذمہ داریاں

"القاعدہ برصغیر" کے قیام کے بعد آپ نے اپنے تمام ساتھی اور وسائل امیرِ جماعت کے حوالے کر دیے اور ان کی مکمل سمع واطاعت کا عملی ثبوت دیا۔ جماعت کے قیام کے بعد آپ جماعت کے نائب امیر، مسئولِ مالیات اور شعبہ دعوت وابلاغ کے مسئول بنائے گئے۔ آپ نے پہلے سے زیادہ تندہی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالا اور اپنی عمومی حفاظتی احتیاط کو نظر انداز کر کے جماعت کی مضبوطی اور شعبہ جات کے قیام کے لیے مگن ہو گئے۔ نئی جماعت کا قیام اور اس کے ساتھ ہی شمالی وزیرستان کے آپریشن شروع ہونے کے مشکل حالات میں تمام ساتھیوں کے لیے وسائل زندگی کی فراہمی اور ان کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کا کٹھن کام آپ کے ذمہ تھا۔ مالیات ایک ایسا شعبہ ہے کہ جس کے ذمہ داران سے عموماً ساتھیوں کو شکایات ہو ہی جاتی ہیں۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تمام معاملات و شکایات خندہ پیشانی سے سنتے اور ان کو ہر ممکن طریقے سے حل کرتے۔ اس زمانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی عملی مصروفیات اور بھاگ دوڑ کافی زیادہ ہو گئیں۔ مسلسل حرکت میں رہنے کی وجہ سے آپ پر تھکاوٹ کے اثرات تو نمایاں ہوتے مگر آپ کا اطمینان اور خوشی اس پر غالب ہوتی۔ آپ مطمئن تھے کہ میں نے اپنے حصے کا کام کر ڈالا ہے اور ایسے لگتا تھا کہ آپ دنیا سے اپنے معاملات کو سمیٹ کر بس عقبیٰ کے گھر کی طرف روانگی میں لگے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو اور جنت الفردوس میں ان کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔

باب ہشتم: بعض خاص رفقاء

کسی اہم شخصیت کو جانچنے کے لیے اس کے قریبی رفقاء سے تعارف حاصل کرنا لازمی امر ہے۔ ویسے بھی کہتے ہیں کہ آدمی اپنے رفقاء و دوستوں سے پہچانا جاتا ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے سینکڑوں ایسے رفقاء گزرے ہیں کہ جن میں سے ہر ایک اپنے کردار و عمل میں روشن ستارا تھا۔ البتہ ان میں سے بعض احباب ایسے ہیں کہ جن کی رفاقت کا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اعلائے کلمۃ اللہ کے سفر، آپ کی شخصیت اور فیصلوں پر براہ راست اثر پڑا۔ میں نے اس باب کے لیے شیخ انجینئر احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سعید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر سربلند زبیر خاں رحمۃ اللہ علیہ اور انجینئر اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب کیا ہے۔ میرے نزدیک ان عظیم ہستیوں کی رفاقت نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی و جہادی زندگی کے کئی مراحل اور فیصلوں پر اثر ڈالا۔ ان نفوسِ قدسیہ کی روشن سیرت کو بیان کرنے کے لیے اوراق کے کئی دفاتر بھی کم پڑ جائیں گے، چنانچہ اس کتاب میں فقط ان کا تعارف اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی رفاقت کی سرگزشت بیان کی جاسکتی ہے۔ اس تعارفی عمل سے گزرنے والے پر یہ واضح ہو گا کہ جس شخص کے سب سے قریبی لوگ یہ حضرات رہے ہوں، تو وہ خود کیسا ہو گا۔

شاعرِ جہاد، داعیِ بے مثل، شہید انجینئر احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ

شاعرِ جہاد، مبلغِ دین، خطیبِ قادر البیان، صاحبِ حکمت و فراست، اعلیٰ اخلاق و کردار کے پیکر شہید انجینئر احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق وادئ کشمیر سے تھا۔ آپ کو مجاہدین میں 'شیخ صادق' یا 'حاجی عبد المنان' کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ جبکہ آپ کی مربیانہ اور مشفقانہ شخصیت کی وجہ سے اکثر ساتھی انہیں فقط 'شیخ' کہہ کر ہی یاد کیا کرتے تھے۔ آپ کے خاندان نے تقسیمِ ہند کے زمانے میں ہجرت کر کے آزاد کشمیر کے شہر میرپور میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے والد صاحب نے آزادئ کشمیر کے جہادِ ۱۹۴۸ء میں بنفسِ نفیس شرکت کی اور اس جنگ میں شجاعت کے جوہر دکھلائے۔

گھریلو دینی ماحول کی برکت سے عمومی دینداری، بچپن سے ہی شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ میں تھی۔ ابھی الیکٹریکل انجینئرنگ کے آخری سال میں تھے کہ اپنے آپ کو علمِ دین کے لیے وقف کرنے کا فیصلہ کیا۔ عربی زبان اور شرعی علوم کی ابتدائی تعلیم حاصل کی ہی تھی کہ جہادِ فی سبیل اللہ کی دعوت ملی اور افغانستان کا رخ کیا۔ افغانستان میں عسکری تربیت حاصل کی اور روس کی حامی کمیونسٹ افواج کے خلاف جہاد میں شرکت کی۔

طالبِ علمی کے زمانے میں آپ نے طلبہ میں دینی شعور کی بیداری اور منکرات کے ازالے کے لیے اسلامی جمعیت طلبہ میں شمولیت اختیار کی۔ آپ جمعیت کے حلقۂ کشمیر کے ناظم اور بعض ایام میں قائم مقام مرکزی ناظمِ اعلیٰ بھی رہے۔ جمعیت طلبہ کے زمانے میں جہاں دیگر صفات میں آپ ممتاز ہوئے، وہیں آپ میں داعیانہ تڑپ، خطابت اور منتظمانہ صفات میں کمال پیدا ہو گیا۔ اسی زمانے میں انہیں جمہوری سیاست اور اس کے اثرات کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ مغرب سے برآمد شدہ جمہوریت کی خرابی ان پر اسی وقت واضح ہو گئی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ واضح شرعی احکامات یا محرمات کو سیاسی ضرورت کے تحت نظر انداز کیا جانا جمہوری سیاست میں مجبوری بتائی جاتی ہے۔ ظاہر ہے اس کی وجہ عوام الناس کی ہمدردی یا دوسرے لفظوں میں ووٹ کے حصول کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ طالبِ علمی کے زمانے ہی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ تبدیلی کا راستہ دعوت اور جہادِ فی سبیل اللہ کو ہی سمجھتے تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے آپ کو دینی خدمات کے لیے وقف کر دیا۔ جہادِ فی سبیل اللہ کی تڑپ میں آپ کشمیری مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گئے۔ آپ مجاہدین کے استاد اور مربی بن گئے۔ آپ سال ہا سال تک کشمیری جہادی معسکرات میں دروسِ قرآن، حفظ و تجوید اور اخلاقیات و شرعی مسائل کی تربیت پر مامور رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ دین کی دعوت کے لیے دروسِ قرآن کے کئی حلقہ جات بھی چلاتے رہے۔

مگر حق کے متلاشی احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ پر جلد ہی واضح ہو گیا کہ کشمیری جہادی تنظیمیں اپنی پالیسی بنانے میں طاغوتی ایجنسی آئی ایس آئی اور پاکستانی فوج کی تابع فرمان ہیں۔ اسی کی وجہ سے جہادِ کشمیر کا ہدف و مقصد بھی محض ہندوؤں سے لڑائی تو رہ جاتا ہے مگر اسلامی نظام کے نفاذ کا نظریہ وہاں نہیں پایا جاتا۔ ظاہر سی بات ہے وہ فوج جو کہ پاکستان میں اسلامی نظام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے کیسے یہ برداشت کر سکتی ہے کہ اس کی زیرِ سرپرستی چلنے والی تحریکیں نظامِ اسلامی کے نفاذ کو اپنا اساسی ہدف بنائیں۔ چنانچہ آپ افغانستان میں موجود عالمی جہاد کے داعی مجاہدین سے جڑنے کی کوشش میں پڑ گئے۔

اسی زمانے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حجِ بیت اللہ کے فریضے کو سرانجام دینے کی توفیق بخشی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حج کے دوران انہوں نے کعبۃ اللہ کے پردوں سے لٹک کر اور آہ و زاری کر کے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ اس وقت روئے زمین پر جو اہلِ حق ہوں ان کے ساتھ مجھے ملا دے۔ حج سے واپسی کے کچھ عرصے بعد جب ان کا تعلق شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں سے بنا تو وہ اس کو کعبہ کے سائے میں کی گئی اپنی دعاؤں کی تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

مہاجرین کی نصرت

گیارہ ستمبر کے بعد جب عرب مجاہدین کی ایک بڑی تعداد امریکی بمباری کا شکار ہو کر لٹی پٹی حالت میں پاکستان کی طرف آئی، تو احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ان چند حضرات میں سے ایک تھے کہ جنہوں نے بڑے پیمانے پر ان مہاجرین کی نصرت فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی سے لے کر پشاور تک اپنے دوست احباب کے حلقے کو استعمال کرتے ہوئے عرب خاندانوں کے لیے گھروں کا بندوبست کیا۔ یہ آپ ہی کی دعوت اور سوزِ دل کا اثر تھا کہ پاکستانی آرمی کے بعض صاحبِ ایمان اور دینی غیرت سے سرشار افسران نے اُس زمانے میں عرب مہاجرین کو نہ صرف یہ کہ اپنے گھروں میں جگہ دی بلکہ ان کے لیے نقل و حمل کی سہولیات بھی فراہم کیں۔ بعد میں ان تمام فوجی افسران کا کورٹ مارشل ہوا اور لمبے عرصے تک قید و بند کی صعوبتیں انہیں برداشت کرنی پڑیں۔ انہی فوجی افسران میں سے ایک میجر عادل عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے کہ جنہوں نے اپنی چھ سال کی قید سے رہائی کے فوراً بعد وزیرستان ہجرت کی اور بعد میں اپنے برادرِ نسبتی ڈاکٹر ابو خالد سربلند زبیر خان رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ امریکیوں کے ساتھ مقابلے میں شہید ہوئے۔ یہ میجر عادل عبد القدوس ہی تھے کہ جن کے گھر سے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ساتھی اور گیارہ ستمبر کے حملوں کے مرکزی منتظم بطلِ اسلام خالد شیخ محمد (اللہ انہیں کفار کی جیل سے رہائی دلائے) گرفتار ہوئے تھے۔ انہی گرفتاریوں کے تسلسل میں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی ایف بی آئی اور آئی ایس آئی کے مشترکہ چھاپے میں سن ۲۰۰۳ء میں گرفتار ہوئے۔ آپ کی گرفتاری پر ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے ہوئے اور ہر فورم پر ان کی غیر قانونی گمشدگی کی مذمت کی گئی۔ دوسری طرف تفتیش کے دوران ان کا عربوں سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہو پایا۔ آپ پر بے پناہ تشدد ڈھایا گیا مگر آپ نے کوئی ایسا راز نہیں کھولا کہ جس سے کسی بھی ساتھی کو نقصان پہنچے۔ لہٰذا آپ کو ایک سال کے اندر اندر رہا کر دیا گیا۔

دعوت الی اللہ

گرفتاری نے آپ کے پایۂ استقامت میں کوئی لرزش پیدا نہیں کی۔ آپ اسی توجہ سے دوبارہ مجاہدین کی نصرت میں مصروف ہو گئے، ساتھ ساتھ دعوتِ دین اور دعوتِ جہاد کے لیے کوششیں بھی تیز کر دیں۔ آپ نے ملک کے مختلف مقامات پر مساجد میں فہمِ قرآنِ کریم، سیرت کی روشنی میں اسباق سیکھنے اور جدید فتنوں سے حفاظت کے موضوعات پر دروس کا سلسلہ شروع کیا۔ انہی دروس کے ذریعے ہمارا بھی شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف ہوا اور وہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی جہادِ فی سبیل اللہ میں شرکت کا باعث بھی بنا۔ اس کا تفصیلی تذکرہ اس کتاب کے 'باب چہارم' میں گزر چکا ہے۔

بے مثال شاعر

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے ایک حساس دل دیا تھا۔ ایسا دل کہ جس میں ایک طرف عقائدِ اسلام اور ایمانیات کی محبت سموئی ہوئی تھی اور دوسری طرف امتِ مسلمہ کے درد میں بھی ڈوبا رہتا تھا۔ آپ نے اپنے دل کی تڑپ کو الفاظ میں ڈھالا تو اشعار بن کر ان کی زبان سے نکلے۔ ایسے اشعار کہ جن کی نظیر اس سے قبل کم از کم اردو زبان میں نہیں ملتی۔ عقائدِ اسلام کی محبت دل میں بٹھانا، غیروں کی تہذیب سے نفرت پیدا کرنا، امتِ مسلمہ کے غم کو اپنا غم سمجھنا، مجاہدین کی نصرت کے جذبات پیدا کرنا، معاشرے میں نیکیوں کو فروغ دینا، وغیرہ وغیرہ ان کی شاعری کے بنیادی نکات ہوتے تھے۔ آپ کا ادبی ذوق و تخیل بھی اتنا گہرا ہوتا تھا کہ جب شعر میں کسی قرآنی آیت یا تاریخی واقعہ کو 'تلمیح' میں بیان کرتے، تو سامع ایمانی جذبات کے ساتھ ساتھ ان کے تخیل کی گہرائی اور ذوق کی عمدگی کے احساس میں جھوم سا جاتا۔ آپ کی شاعری کے دو مجموعے 'تمہارا مجھ سے وعدہ تھا' اور 'محبت فیصلہ کن ہے' چھپے ہیں اور دیندار اہلِ ذوق میں بہت مقبول ہوئے ہیں۔

ہجرت و شہادت

آپ ۲۰۰۶ء میں وزیرستان منتقل ہوگئے۔ وہاں کی روداد بھی پچھلے ابواب میں گزر چکی ہے۔ بعد میں ۲۰۱۰ء میں خیبر ایجنسی کے دور افتادہ پہاڑی علاقے "وادیِ تیرہ" میں منتقل ہوگئے۔ یہاں پر آپ نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین کو تربیت کروانے کے لیے تربیتی مرکز کھولا جس میں سینکڑوں افغان مجاہدین کی دینی، اخلاقی اور عسکری تربیت کا بندوبست ہوتا۔ اس معسکر میں آپ خود بھی اخلاقی اور عسکری موضوعات پر دروس دیتے تھے۔ بالآخر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ کی ایک شام، جب کہ آپ اپنے گھر میں افطاری کی تیاری کر رہے تھے، پاکستانی فضائیہ کے جیٹ طیاروں نے آپ کے گھر کو نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں آپ اپنی صابرہ و زاہدہ اور وفا شعار اہلیہ محترمہ کے ہمراہ شہید ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہوجائے اور جنت الفردوس کو آپ کا ٹھکانہ بنائے، آمین۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ و مربی

فاروق بھائی کو اپنے شیخ و استاد و مربی، شہید انجینئر احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت و عقیدت تھی۔ میں نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جتنا عقیدت اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھے ہوئے دیکھا ہے، اتنی عقیدت کا اظہار کسی اور کے لیے

کرتے نہیں دیکھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ ان کا تذکرہ احترام و عقیدت کے جذبات کے ساتھ کیا۔ آپ برملا اس کا اعتراف کرتے کہ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ میرے محسن اور مربی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ، تادمِ شہادت شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اپنے بزرگ، محسن استاد کی حیثیت سے کرتے تھے، حالانکہ بعض موضوعات پر ان دونوں اکابرین میں رائے کا شدید اختلاف بھی گزرا مگر میں نے کبھی بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے زبان سے ایک کلمہ بھی شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منفی جذبات کا نہیں سنا۔ یہاں تک کہ جب شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہوئی تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر رقت سی طاری ہو گئی اور آپ نے ان کی شہادت پر انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے تفصیلی بیان بھی نشر کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری وصیت میں بھی اپنی محبوب ہستیوں میں شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ”میرے استاد و مربی شیخ احسن عزیز“ لکھ کر کیا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و عادات میں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت و صحبت کا اثر بہت نظر آتا تھا۔ شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر سدا بہار مسکراہٹ، شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مسکراہٹ کا پرتو لگتی تھی۔ آپ کی چال ڈھال، گفتگو، تحریر، الغرض بیشتر صفاتِ عالیہ میں شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت و صحبت کا اثر جھلکتا تھا۔ شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو میں عالمانہ وقار بھی ہوتا تھا اور داعیانہ محبت بھی۔ ان کے اخلاق اور زبان کی مٹھاس ایسی ہوتی تھی کہ وہ قرآنِ کریم کی کوئی آیت پڑھتے یا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناتے تو، سننے والے کو خواہ سمجھ نہ بھی آئے لیکن وہ یہ یقین رکھتا تھا کہ جو شیخ نے کہا ہے وہ صحیح ہی کہا ہو گا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اور ساتھیوں سے محبت اتنی اعلیٰ ہوتی کہ ان کو ایک نظر دیکھنے سے ان کی محبت دل میں جاگزین ہوتی اور تھکاوٹیں اور پریشانیاں دور ہو جاتیں۔ ایک دفعہ ایک ساتھی کراچی سے وزیرستان تک کا تھکا دینے والا سفر کر کے پہنچا تو پہنچتے ساتھ ہی اس کی اتفاقاً دو تین منٹ کے لیے شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے بعد اس نے کہا کہ ”ان کو دیکھ کر ہی میری ساری سفر کی تھکاوٹیں اتر گئیں“۔ اسی طرح ایک ساتھی کئی ماہ بعد اپنے گھر گیا۔ بتاتا ہے کہ گھر جا کر بھی شیخ کی محبت مجھے تڑپاتی رہی اور شیخ سے دوبارہ ملنے کے لیے بیتاب رہا۔ یہاں تک کہ شیخ کی یاد نے اتنا تنگ کیا کہ جتنے دن گھر رہنے کی اجازت تھی اس سے پہلے ہی لوٹ آیا۔ ایک ساتھی نے مجھے کہا کہ ”یہ شخص ایسا ہے کہ جسے دیکھ کر ہی اللہ یاد آجاتا ہے“۔ اسی طرح ایک محترم بھائی نے بتایا کہ میں نے سال ہا سال تک شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں ایسا وقت گزارا کہ سفر و حضر میں ان کا ساتھ ہوتا مگر میں نے کبھی انہیں کسی مسلمان کی غیبت کرتے ہوئے نہیں سنا۔ الغرض شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی شخصیت تھیں کہ جن کے اخلاق و صفاتِ

حمیدہ دیکھ کر ان کی مجلس میں بیٹھنے والا خود بخود ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ مجاہدین کی اصلاح کے لیے ان کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ اگر کسی ساتھی کو غلطی کرتا دیکھتے تو زبان سے کہنے کے بجائے نظریں جھکا لیتے اور خاموش ہو جاتے۔ آپ کے چہرے کی ناگواریت سے علم ہو جاتا کہ کسی نے کوئی غلط حرکت کر دی ہے، چنانچہ آپ کے محبین ساتھی فوراً اپنی اصلاح کر لیتے۔ شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ چونکہ بنیادی طور پر ایک مربی تھے اور مجاہدین کی اخلاقی و مزاجی تربیت کرنا ان کا خصوصی امتیاز تھا اس لیے ان کی جتنی بھی صفات آئندہ سطور میں بیان کی جائیں گی وہ ان کی تربیت کرنے کے انداز اور تربیت کے مختلف زاویوں کو واضح کریں گی۔

علمائے کرام کی کتابوں سے جوڑنا

شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ اس امر کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ سکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو برصغیر کے اکابر علمائے کرام کے سلسلے سے بھی جوڑا جائے۔ اس لیے آپ ساتھیوں کو اکابر علمائے کرام کی کتابوں کے مطالعہ اور اپنے مزاج کو ان کے مطابق ڈھالنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور راہنمائی ہی سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں اور بالخصوص آپ کے معارف و حِکَم پر مشتمل مواعظ کا مطالعہ شروع کیا۔ ان مواعظ کے تفصیلی مطالعہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج اور افکار پر بڑے مثبت اثر ڈالے اور علم و عرفان کے خزانے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کھولے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکیم الاسلام قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے "خطبات" اور مفکرِ اسلام مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ پر بھی توجہ دلائی۔ مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی "تاریخ دعوت و عزیمت" تو آپ کے نصاب کا حصہ تھا۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کی عظیم تحریکِ مجاہدین اور اس کے سالار حضرت امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے عشق کی حد تک محبت کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی راہنمائی پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرتِ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور پھر ساتھیوں کو سیرتِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور تحریکِ مجاہدین کا کردار سمجھانے کے لیے تفصیلی دورہ مرتب کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مجاہدین کے مراکز میں جا کر حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کی تاریخ پر مفصل دورہ کروایا کرتے تھے۔ ان دورات نے جہاں مجاہدین کو اپنے قائد اور امام سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ سے واقف کیا، وہاں انہیں علمائے برصغیر کی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے دی گئی قربانیوں سے بھی آگاہ کیا۔

مغربی تعلیم کے گھمنڈ میں مبتلا افراد اکثر علمائے کرام کا تمسخر اڑانے اور بے جا نکتہ چینی کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ اس مرض کا بہت حکمت سے علاج کرتے۔ مراکز میں ایسا ماحول قائم کرتے کہ کسی کے اندر علماء پر نقد میں بے باکی نہ پیدا ہو۔ اگر کہیں کوئی نکتہ چیں ساتھی کسی عالمِ دین کی کتاب میں سے ڈھونڈ کر کوئی ایسی بات بطورِ اعتراض آپ کے سامنے رکھتا جو کہ اس کے تئیں مناسب نہ ہوتی تو آپ کو یہ عمل ناگوار گزرتا۔ جواباً محض اتنا ہی کہتے کہ ''مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی ہے'' اور یہ کہہ کر ساتھی کے علماء کی کتب میں قابلِ اعتراض باتیں تلاش کرنے کے جذبے کی حوصلہ شکنی کرتے۔

آپ علماء پر جری ہونے کی حوصلہ شکنی فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ انگریز نے جب برصغیر پر قبضہ کیا تو اس نے یہاں کے سب سے معزز و شریف طبقہ اور دین کے حقیقی مدافعین یعنی علمائے کرام پر جہاں توپ و تفنگ اور قید خانوں کے ذریعے عرصہ حیات تنگ کیا، وہیں پر اپنی پالیسیوں اور تعلیمی نصابوں کے ذریعے ایسی ثقافت کو پروان چڑھایا گیا کہ جس میں علمائے دین کا تمسخر اڑانا، ان کے لطیفے بنانا، ان کی کتابوں کی تضحیک کرنا اور انہیں معاشرے کا بیکار و ناکارہ ترین فرد ثابت کرنا ایک فیشن بنا دیا گیا۔ جس کے برعکس آپ سمجھتے تھے کہ معاشرے کی اسلامی معیارات پر اٹھان، نیکیوں کے فروغ اور بدی کو مٹانے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کی باگ ڈور علمائے کرام کے ہاتھ میں ہو اور علمائے کرام ہی معاشرے کے عملی رہبر اور مقتدیٰ بن جائیں۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ علمائے کرام سے بیزاری کے مزاج کو تبدیل کرنے اور جدید تعلیم یافتہ مجاہدین کے دلوں میں علمائے کرام کی محبت اور وقار بڑھانے کے لیے اپنے مخصوص مشفقانہ و مربیانہ انداز کے ساتھ متوجہ رہتے تھے۔

صرف علمائے کرام ہی نہیں دیگر دینی جماعتوں، اور ان کی قیادتوں کے لطیفے بنانے اور بے جا نقد کرنے کو بھی پسند نہ فرماتے اور بعض مجاہدین کے اس زعم کو توڑنے کی کوشش کرتے کہ گویا امت میں حق سارا انہیں کے پاس ہے اور باقی جو بھی ہے وہ باطل ہے۔ چنانچہ تبلیغی جماعت کی بہت تعریف فرماتے، ان کی خوبیوں کو اجاگر کرتے اور مجاہدین کو ان کی خوبیوں اور اچھائیوں کو اپنانے کی نصیحت فرماتے۔

مغرب کی مرعوبیت کا علاج

جناب شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ احساس تھا کہ ہمارا معاشرہ، مغربی طاقتوں کی کئی صدیوں سے عملاً اور ذہناً غلامی کا شکار رہا ہے۔ غلاموں کے جب ذہن بھی اپنے آقا کے غلام بن جاتے ہیں تو پھر وہ اپنے افکار سمیت اپنے لباس تراش اور بول

چال تک میں اپنے آقا کی نقل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خواہش تھی کہ ہجرت و جہاد کے معاشرے میں ایک ایسی نسل تیار کی جائے کہ جو مغربی افکار و نظریات کی اتنی مخالف ہو کہ وہ بغیر ضرورتِ شدیدہ کے انگریزی زبان کے الفاظ بھی نہ بولے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس مہم میں نہ صرف ان کے ساتھ شریک تھے بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانے والے تھے۔ دوسری طرف شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے بھی داعی تھے کہ انگریزی کلمات کو ترک کر کے ہمیں عربی کلمات کو رواج دینا چاہیے۔ آپ کے نزدیک انگریز سے مرعوبیت کا علاج عربی زبان سے محبت اور اس کو رواج دے کر کیا جاسکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ چونکہ عربی زبان ہی قرآنِ کریم اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور اسی میں ہمارے دینِ اسلام کے تفصیلی علوم جمع ہیں اس لیے ایک اسلامی معاشرے میں عربی زبان اور اس کی اصطلاحات کو فروغ دینا چاہیے۔ لہذا شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ دونوں مجاہدین کی روزمرہ اصطلاحات میں عربی زبان کو قصداً داخل کرنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح وہ حضرات کہ جنہوں نے کشمیری جہادی تنظیموں سے تربیت حاصل کی ہوتی تھی، ان کی زبانوں پر بھی انگریزی اصطلاحات چڑھی ہوتی تھیں۔ شاید اس کا بڑا سبب جہادِ کشمیر کے تربیتی مراحل میں پاکستانی فوجیوں سے حاصل کردہ تربیتیں ہوتی تھیں۔ الغرض شیخ احسن انگریزی اصطلاحات کو سختی سے ترک کرتے اور ان کی جگہ عربی اور اردو کی اصطلاحات کو رواج ڈالتے۔ 'وائرلیس'، 'ریکی'، 'ٹریننگ'، 'مارچ'، 'گروپ'، 'لانچنگ'، 'کلاس' سمیت کئی انگریزی اصطلاحات کے عربی مترادف جیسا کہ 'مخابرہ'، 'ترصد'، 'تدریب'، 'مسیرہ'، 'کتیبہ'، 'داخل کی تشکیل' اور 'دورہ' وغیرہ کو استعمال کیا جاتا۔

شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ ہی کی توجہ سے بہت سے پاکستانی بھائیوں نے ایسے روزمرہ کی زندگی سے متعلق انگریزی کلمات کو ترک کر کے ان کے مترادف عربی کلمات کو بولنا شروع کیا جو کہ ہمارے معاشرے میں عام ہو چکے ہیں۔ مثال کے طور پر رات کو استعمال کرنے والی بتی کو ہمارے ہاں بالعموم "ٹارچ" کہا جاتا ہے جو کہ انگریزی زبان کا لفظ ہے، شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ساتھیوں کو ترغیب دیتے تھے کہ آپ اس کے بجائے لفظ "کشاف" استعمال کریں جو کہ عربی کا لفظ ہے۔ اسی طرح اگر کسی ساتھی کی مرعوبیت کی وجہ سے بار بار انگریزی کلمات کے استعمال کا پتہ چلتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی گفتگو کے دوران ہی اس کے انگریزی کلمات کے اردو مترادفات محبت اور مسکرا کر بیان کرتے جس سے وہ آئندہ کے لیے محتاط ہو جاتا۔ الغرض کفار سے مرعوبیت کے علاج پر شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی توجہ تھی۔

لیکن اس نظریہ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ مطلق انگریزی زبان کے مخالف تھے۔ ایسا قطعاً نہیں تھا، وہ تو فقط انگریزوں سے مرعوبیت کے علاج کے لیے ایسا کرتے تھے۔ "انگریزی" تو ایک زبان ہے اور اسے ضرورت کے وقت استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ دعوتِ دین کے لیے تو اسے استعمال کرنا بعض اوقات لازمی ہو جاتا ہے۔ اسی لیے انہوں نے جب شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتِ جہاد پر کتاب "دفاع عن أراضي المسلمين" کا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے اردو زبان میں ترجمہ کروایا تو ساتھ میں اِس کتاب کا انگریزی زبان میں بھی ترجمہ کرنے کا کہا۔ مگر ساتھیوں کو یہ ہدایت بھی دی کہ کتاب پر ایسی تحریر نہ لکھی جائے کہ "انگریزی سمجھنے والوں کے لیے"، بلکہ اس کی جگہ ایسا لکھا جائے کہ "عربی اور اردو زبان سے ناواقف حضرات کے لیے"۔ آپ کہتے تھے کہ انگریزی زبان سے واقفیت کوئی شرف نہیں ہے، اس کے برعکس عربی اور اردو زبان سے ناواقفیت ایک محرومی ضرور ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے تعلیمی پس منظر کی وجہ سے خود انگریزی زبان پر بھی اچھی گرفت رکھتے تھے۔

اسی طرح شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارے معاشروں میں بعض افراد کو ان کے پیسوں یا فن کی وجہ سے عزت و شرف دیا جاتا ہے جبکہ ہمارے دین میں اصل شرف و عزت تقویٰ اور علمِ دین کی وجہ سے دیا جا سکتا ہے۔ اس لیے وہ ساتھیوں کو منع کرتے تھے کہ وہ کسی ساتھی کو اس کے پیشے کی وجہ سے خاص مقام دیں۔ اس لیے وہ تربیت کے ابتدائی زمانے میں اعلیٰ دنیاوی تعلیم یافتہ ساتھیوں کو اپنی تعلیمی قابلیت دوسروں سے چھپانے کا کہا کرتے تھے۔ ساتھی جب کسی نئے آنے والے یا تربیت کے مراحل سے گزرنے والے طبیب ساتھی کو "ڈاکٹر صاحب" کہہ کر مخاطب کرتے تو شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ اسے ٹوکتے اور کہتے کہ "انہیں ان کے نام سے پکارو، ہمارے ہاں عزت کے معیار وہ نہیں ہیں جو کہ مغربی دنیا میں ہیں"۔ ایسا کرنے سے پکارنے والے اور جس کو پکارا جا رہا ہو دونوں کی اصلاح ہو جاتی تھی۔ اسی طرح اگر کسی ساتھی میں ایسے مرض کی جھلک نظر آ جائے کہ وہ اپنی کسی صلاحیت و قابلیت کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسرے ساتھیوں سے زیادہ اہم گردانتا ہو، تو ایسے مرض کے علاج پر وہ فوراً متوجہ ہوتے، ایسے فرد کو باقی بھائیوں کی خدمت میں لگاتے اور اگر پھر بھی اصلاح نہ ہو تو ایسے شخص کو اپنی صف سے دور فرما دیتے۔ اس سب کے ساتھ ساتھ اپنی تربیتی مراحل سے فراغت کے بعد صالحیت، صلاحیت، عمر اور دنیاوی مراتب کے حساب سے ہر شخص کو آپ اس کا مقام اور اہمیت بھی دیا کرتے تھے۔

دراصل شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ ایک مربی تھے اور آپ کا جہاں کام ساتھیوں کو ان کے مراتب کے حساب سے جہادی خدمات میں لگانا ہوتا تھا تو وہیں پر آپ ان کو نظم وضبط والی زندگی کا عادی بنانے اور روحانی تربیت کرکے دلوں سے حبِ جاہ اور کبر کے امراض کو دھونے کی بھی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ پھر وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ جہادی اعمال کی ادائیگی میں کسی ساتھی کے نفس پر کم سے کم اور بظاہر حقیر سا لگنے والا عمل بھی بوجھ نہ بنے۔ یہ وہی طریقہ تھا کہ جس کے مطابق مجددِ جہاد شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ... جو کہ روس دور کے مجاہدین کے استاد اور مربی تھے... مجاہدین کی تربیت کیا کرتے تھے۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ معسکر میں تربیت کے لیے آئے ہوئے ساتھیوں سے اس طرح مخاطب ہوا کرتے تھے:

"اے بھائیو! اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو یا جہاد کو جاری رکھنا چاہتے ہو یا یہ چاہتے ہو کہ اللہ تمہیں اس راستے پر ثابت قدمی دے، تو جہادی تربیتی مراکز میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارا کرو۔ کیونکہ یہاں تمہارا مزاج، تمہارے جذبات اور عادات ایک سپاہی بننے کے قابل ہوں گے۔ تم ہمارے پاس اپنے گھر سے ایک افسر بن کر آتے ہو۔ تم وہاں پر آرڈر چلاتے تھے اور تمہاری بات مانی جاتی تھی۔ "میں کھانا چاہتا ہوں" اور ہر چیز تمہاری لیے حاضر ہوتی۔ تم جب چاہتے سوتے اور جب چاہتے اٹھتے تھے۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایک سپاہی کے مقام پر لے آئیں... کسی جرم کی سزا کے بغیر ہی... ہم تمہارے کندھے پر لگے ہوئے ستارے اور تمہارے بازوؤں پر بندھے فیتے اتاریں گے اور تمہیں ایک سپاہی کے مقام پر لے آئیں گے تاکہ تم ایک اجتماعی زندگی میں جی سکو اور ایک جہادی تنظیم میں سپاہیانہ زندگی گزار سکو۔ جو تربیت نہیں حاصل کرتا وہ جہاد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس طرح اس کا سپاہیانہ مزاج نہیں بن پاتا اور یوں وہ نظم وضبط اور سمع واطاعت نہیں سیکھ پاتا ہے"[1]۔

سنتوں کے اتباع اور منکرات کی روک تھام

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں سنتوں کے اتباع اور آدابِ معاشرت کے شرعی آداب کا بہت زور ہوتا۔ آپ لباس، پاکیزگی اور صفائی، سلیقہ مندی، مہمان نوازی، بڑوں کے ادب اور چھوٹوں پر شفقت، مسنون دعاؤں کے اہتمام اور اس طرح کے دیگر آداب کی بڑی تلقین کرتے۔ اس کے برعکس تمام مکروہات اور منکرات سے بچنے کا بڑا اہتمام کرتے۔ شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پانے والے ہر ساتھی کی زبان سے دعائیں سننے کو ملتی تھیں۔ ایک ساتھی دوسرے کو "اکرمک

[1] التربية الجهاديه للشيخ عبدالله عزام شهيد رحمه الله

اللہ" کہتا تو دوسرا "بارک اللہ فیک" کہہ کر جواب دیتا، الغرض بیت الخلاء میں داخلے اور خروج کی دعاؤں سے لے کر چھینک کے جواب کی دعاؤں تک کا ایسا التزام ہوتا کہ حیرت ہوتی۔ سنت کے اتباع کا اتنا شوق ہوتا کہ اگر کبھی مسواک پاس نہ ہوتی تو خود ہی اٹھ کر کسی درخت کی شاخ کاٹ کر اس سے مسواک کا کام لیتے مگر مسواک کے بغیر وضو کرنے سے حتی الامکان بچتے۔ سنت کے ایسے شیدائی کہ کبھی کسی سے کوئی چیز لینی یا دینی ہوتی تو ہمیشہ دائیں ہاتھ سے لین دین کرتے اور اگر کوئی بھائی اس میں غلطی کر دیتا تو اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیتے اور مسکرا کر 'بالیمین[1]' کہہ کر بھائی کی اصلاح کر دیتے۔

دوسری طرف ایسی برائیاں کہ جنہیں معاشرے میں برا نہیں سمجھا جاتا ان پر ایسی روک تھام ہوتی کہ برسوں سے لگی عادتیں بھی چند ہفتوں میں سدھر جاتیں۔ ریڈیو پر خبروں کے دوران جو موسیقی چلتی ہے اس کو بند کرنے کا اتنا اہتمام ہوتا کہ ساتھی موسیقی چلنے کے موقع سے کچھ دیر پہلے ہی سے بٹن پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتا تاکہ موسیقی کی آواز آنے سے پہلے ہی بٹن کو دبا دے۔ بعد میں تو آپ نے ریڈیو کی خبروں میں موسیقی اور عورت کی آواز کی قباحت کی وجہ سے ریڈیو پر خبریں سننے پر مکمل پابندی تک عائد کر دی۔ البتہ چونکہ حالات سے واقفیت کے لیے خبروں کو جاننے کی ضرورت بھی ہوتی تھی اور ریڈیو اس کا واحد ذریعہ ہوتا تھا، لہٰذا ایک ایسے ساتھی کہ جس کی صالحیت اور صلاحیت پر اعتماد ہوتا، اسے یہ ذمہ داری دی جاتی کہ وہ سب ساتھیوں سے علیحدہ ہو کر خبریں سنے گا اور اہم خبروں کو اپنے پاس ڈائری میں نوٹ کرے گا اور بعد میں ساتھیوں کو خود سنائے گا۔

آپ کی محافل اور صحبت میں قرآن، حدیث، اذکار اور تلاوت کی ایسی پابندی ہوتی تھی کہ ان معمولات اور جہادی مشاغل کے بعد لایعنی گفتگو، لغو و فحش گوئی اور گالم گلوچ کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ زیادہ مذاق اور ساتھیوں کے برے نام اور بے مقصد لطیفہ گوئی کی برسوں کی لگی عادتیں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آکر درست ہو جاتی تھیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کی عادات کے بیان میں یہ بات آچکی ہے کہ تقریباً یہ سب عادات فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی گھریلو تربیت کی وجہ سے آپ کے اپنے اخلاق کا حصہ بھی تھیں مگر شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و رفاقت نے ان کو مزید نکھار دیا۔

سنتوں کے اتباع ہی میں صفائی اور طہارت کی بہت تلقین کرتے۔ نفاست اور سلیقے کو بھی نبوی اخلاق ہی بتلاتے تھے۔ سن ۲۰۰۸ء میں انگور اڈہ کے محاذ پر قائم ایک مرکز میں مجاہدین کو آدابِ معاشرت کی تربیت دینے کے سلسلے میں

[1] دائیں ہاتھ سے

تشریف لائے۔ پہلے ہی دن انتہائی شفقت سے فرمانے لگے کہ ہمارے دینی علوم کا پہلا باب 'طہارت' کا ہی ہوتا ہے تو چلو طہارت وصفائی سے ہی آغاز کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے کمر کسی اور ساتھیوں کو ساتھ ملا کر بیت الخلاء، لوٹوں اور باورچی خانہ کی صفائی کا کام شروع کیا، بیت الخلاء اور وضو کے لوٹوں پر الگ الگ نشان لگوائے، پورے مرکز کو صفائی، ترتیب اور سلیقے سے درست کیا اور اس کے بعد باقاعدہ درس کا آغاز کیا۔

ہجرت ضروری ہے

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تھی کہ ایک اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے ہجرت ضروری ہے۔ آپ سمجھتے تھے کہ معاشرے کے صالح اور باصلاحیت افراد کو چن چن کر کسی دارالہجرت میں جمع کرنا چاہیے جو ہجرت کی زندگی میں دنیاوی جھنجھٹ سے آزاد ہو کر اپنی تمام صلاحیتیں جہادِ فی سبیل اللہ میں وقف کریں۔ وہ سمجھتے تھے کہ جز وقتی جہاد کے لیے آنے والے افراد جہاد کی برکات و ثمرات تو ضرور سمیٹتے ہیں مگر وہ بحیثیتِ مجموعی جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کے عمل میں کوئی بڑا کردار ادا نہیں کر پاتے۔ ان کے سامنے عرب مجاہدین کی مثال تھی کہ جنہوں نے روس کے زمانے اور اس کے بعد میں افغانستان کی طرف مکمل اپنے گھرانوں کے ساتھ ہجرت کی۔ شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ ان ہجرتوں کی برکت سے ان عرب مجاہدین نے جہاد اور اس کے دیگر شعبہ جات میں دین کی خدمت کے وہ کام کیے کہ جو باقی نہیں کر پائے۔ اسی طرح مہاجر مجاہدین کو ہجرت کی مشکل زندگی میں گھر کا ماحول فراہم کرنے کے لیے ان کی شادیاں کروانے اور ایک نئی نسل جو دین و جہاد کے ماحول میں پروان چڑھے، اس کو تیار کرنے کی کوشش کا پاکستانی مجاہدین میں باقاعدہ آغاز شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی نے فرمایا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صفات کے تذکرہ میں بھی یہ بات ذکر ہو گی کہ ایک ایسی نسل کی تیاری ان کے نظر میں تھی جو کہ غلبۂ اسلام کے عظیم مقصد کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر کے، مہاجر ہو جائیں اور پھر ان مہاجرین کی قربانیوں، ہمہ وقت خدمات اور جہادی علوم وفنون میں مہارت کے صلے میں جہادِ فی سبیل اللہ ترقی کرے۔

ہجرت کا ایمان و جہاد سے ازلی رشتہ ہے جو کہ قرآنِ کریم میں بار بار واضح ہوتا ہے۔ الذین آمنوا اور والذین جاھدوا کی صفات والے افراد کے ساتھ والذین ھاجروا کی صفت بھی اکثر جگہوں پر چسپاں ہوتی ہے۔ پھر حدیثِ پاک میں بھی تو ہجرت کو فتحِ مکہ کے بعد سے جہاد ہی کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لاَ هِجْرَةَ بَعْدَ الفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا [1]	”فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے سوائے جہاد اور اس کی نیت کے، اور جب تمہیں (جہاد کے لیے) پکارا جائے تو نکل پڑو“۔

الغرض، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا ہجرت کرنے اور کروانے کی تحریک میں میرے نزدیک بنیادی کردار، شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ و تحریض کا تھا۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ایسا نہیں تھا کہ تمام ساتھیوں اور اہلِ وطن کو ہجرت کرکے قبائل میں جمع کرنا ان حضرات کا نظریہ تھا۔ ایسا بالکل نہیں تھا۔ مگر کچھ ایسے مخصوص افراد جو تحریکِ جہاد کو اٹھانے میں بنیادی کردار ادا کرسکیں، انہیں جمع کرنا مقصود تھا۔ وگرنہ کتنے ہی ساتھی ایسے تھے جو کہ ہجرت کے لیے تڑپتے تھے مگر مجاہدین کے امراء ان کو ان کے علاقوں میں ہی دعوت و جہاد کے عمل میں مصروف رہنے کا کہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہجرت کی نیت سے نکل آنے والے بعض افراد کو بھی جہاد کی نصرت ہی کے لیے واپس اپنے علاقوں اور معاشروں میں بھجوادیا جاتا تھا۔

مقدار نہیں، معیار

شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج تھا کہ وہ ہر کام کو بہترین انداز میں کرنے کے عادی تھے۔ جس کام کو شروع کرتے تو اسے اُس وقت تک مکمل قرار نہ دیتے، جب تک اس کی باریک باریک خامیوں کو بھی دور نہ کردیتے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا کرتے تھے کہ:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ [2]	”اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص، کوئی کام کرے تو اسے اتقان (درستی و پختگی) کے ساتھ کرے“۔

پس یہ مزاج آپ کی فطرت کا حصہ بن گیا تھا اور یہی مزاج آپ کے تمام دعوتی کاموں اور ابلاغی کاموں کا نمایاں پہلو رہا ہے۔ تحریرات یا ویڈیوز کو مرتب کرتے ہوئے پروف کی غلطیوں کی تصحیح کرنی ہو یا ادبیت کی غلطیوں کی اصلاح کرنی ہو شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں باریک بینی سے، ہر نشر ہونے والی چیز کی بار بار نظر ثانی کی جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسی جلد بازی کے قائل نہ تھے کہ جس کی وجہ سے غیر معیاری اور اغلاط سے بھرا ہوا مواد نشر ہوجائے۔ آپ کے اسی طرز تربیت

---

[1] صحیح البخاری

[2] المعجم الاوسط للطبرانی

کا اثر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی خاطر خواہ پڑا اور یہی صفت آپ کے زیرِ نگرانی نشر ہونے والی تمام دعوتی و ابلاغی نشریات کی نمایاں خوبی بھی رہی۔ خود فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کی پختگی اور نوک پلک کی درستگی اور ادبیت کے ذوق کے پروان چڑھنے میں شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر واضح نظر آتا ہے۔

رازداری و احتیاط

جہادِ فی سبیل اللہ کو سنتوں کے اتباع میں اور سیرتِ طیبہ کو اسوہ بنا کر چلانا، شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کی خاصیت اور آپ کی تڑپ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

اسْتَعِينُوا عَلَى إِنْجَاحِ الْحَوَائِجِ بِالْكِتْمَانِ[1]　　"اپنے کاموں کو کامیاب بنانے کے لیے رازداری سے مدد لیا کرو۔"

یہ فرمان آپ نے پلو سے باندھا ہوا تھا۔ قرآنِ کریم میں اور سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جابجا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رازداری کی تربیت دینا، دشمن کے دھوکہ دینے کے خطرے سے ہر وقت ہوشیار رہنے اور دشمن سے غافل نہ رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ان اسباق کو پوری جہادی زندگی میں جاری کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔

شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ جہادِ فی سبیل اللہ میں رازداری کی اہمیت کو بتاتے ہوئے فرماتے تھے کہ رازدار لوگ ہی جہاد میں کوئی بڑا کام کر پاتے ہیں اور جس میں رازداری کی صفت نہ ہو وہ بعض اوقات اپنا اور دوسرے دونوں کا نقصان کرتا ہے۔ آپ محض ساتھیوں کو خوش کرنے کے لیے جہادی رازوں کو بتانے کے مخالف تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیثِ پاک کا کثرت سے بیان فرماتے کہ:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ[2]　　"آدمی کے اچھے مسلمان ہونے کی علامت بے مقصد عمل کو ترک کر دینا ہے"۔

[1] المعجم الصغیر للطبرانی

[2] سنن ابنِ ماجه

اس حدیث کی روشنی میں جہاں آپ فضول باتیں اور بے کار کی گپ شپ کی ممانعت کرتے وہیں ساتھیوں کو اپنی ذاتی معلومات بغیر ضرورت کے ایک دوسرے کو بتانے سے بھی شدت سے منع کرتے۔ اسی طرح بے کار میں محض تفریحِ طبع کے لیے بازاروں کے چکر لگانے اور ایک مرکز سے دوسرے مرکز میں گھومنے پھرنے اور ہلاگلا کرکے دشمن کو اپنی طرف متوجہ کرنے سے سختی سے منع کرتے۔ آپ جہاد کے ہر معاملہ میں سنجیدگی کے قائل تھے۔ اپنے ساتھیوں کی حفاظت کو بے حد ترجیح دیتے تھے اور اس سلسلے میں ایک لمحے کی سستی کو بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس صفت نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی بہت اثر ڈالا۔ آپ اپنی رازداری کی صفت میں مشہور بھی تھے اور شاید اسی صفت کی بنا پر جہادِ فی سبیل اللہ کے بعض بڑے اور حساس ترین کاموں کی خدمت بھی اللہ تعالیٰ نے آپ سے لی۔ ساتھ ساتھ انتہائی کٹھن حالات اور دشمن کے کڑے پہروں کے باوجود نصرتِ خداوندی کے بعد احتیاط و رازداری کی صفت سے فائدہ اٹھانے کی بدولت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اپنے دعوتی اور ابلاغی کاموں کو منظم طریقے سے سرانجام دینا ممکن ہو پایا۔

شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ سے جہاد سیکھو!

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا ایک بہت اہم اثر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ ہوا کہ ان کے دل میں شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کی محبت گھر کر گئی۔ شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے محب تھے۔ ان کو زمانے کا امام سمجھتے تھے اور شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین و شاگرد اور محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ سے عجیب دیوانگی والی محبت رکھتے تھے۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ معاصر جہادِ فی سبیل اللہ کے فہم و ادراک کے لیے شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کو پڑھنا ضروری ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کو مجاہدین کا قائد اور مربی سمجھتے تھے۔

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کی صحبت میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو پڑھنا شروع کیا۔ یہ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے کہ جن کے کہنے پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب الدفاع عن أراضی المسلمین من أھم فروض الأعیان کا ترجمہ، "ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین" کے نام سے کیا۔ میرا نہیں خیال کہ اس کتاب کے چھپنے کے بعد شاید ہی کوئی اردو زبان سمجھنے والا شخص جہاد سے جڑا ہو اور اس کو جہاد سے جوڑنے میں بنیادی کردار اِس کتاب نے نہ ادا کیا ہو۔ اور غزوہِ ہند و خراسان کی بنیاد رکھنے میں اس بابرکت کتاب کی اہمیت کا کون انکار کر سکتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے والا شخص اگر جہاد میں نہ بھی نکل سکے، (کیونکہ جہاد میں نکلنا تو اللہ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہے یہ دیتا ہے) مگر جہاد و مجاہدین سے محبت کرنے والا ضرور بن جاتا ہے۔ شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کا خوبصورت

اور مدلل اندازِ بیان ہو، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا عربی اور اردو زبان پر گرفت والا قلم اور سوزِ دل ہو اور شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور ادبی ذوق، بس اس سب نے مل کر اس کتاب کو جامع اور بابرکت بنا دیا۔ ہمیں یقین ہے کہ جب تک اردو زبان بولنے والے موجود ہیں یہ کتاب ان کے لیے تحریض علی الجہاد کا کام کرتی رہے گی۔ اور اس کا صدقہ جاریہ ان ہستیوں کے نامہ اعمال میں شامل ہوتا رہے گا ان شاء اللہ۔ واللہ یضٰعف لمن یشاء۔

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کافی دوڑ دھوپ کے بعد شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات و تقریرات کا انسائیکلوپیڈیا "الذخائر العظام" ملک بھر کے مختلف کتب خانوں سے حاصل کیا۔ چار ضخیم جلدوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل مجموعہ ۹۰ء کی دہائی میں چھپا تھا اور اب ایک عرصے سے ناپید تھا۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اس موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) کے مطالعہ اور اس میں سے حکمت و دانائی کے موتی تلاش کرنے کی طرف مبذول کروائی۔

پھر احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کی توجہ سے شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی شہداء کے تذکروں پر مشتمل دلچسپ کتاب عشاق الحور کا ترجمہ "جنہیں جنتوں کی تلاش تھی" کے عنوان سے کیا گیا۔ شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمے کی نوک پلک سنوارنے کے ساتھ ساتھ اس میں اپنے ادبی ذوق کی مٹھاس بھی ڈالی۔

الغرض شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور نصیحت سے ہی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے معاصر جہاد کے امام شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کو توجہ سے پڑھا، ان کی فکر کو سمجھا اور پھر اپنی زندگی اس فکر کو پھیلانے کے لیے وقف کر دی۔

اختلاف، مگر صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے اخلاق

شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ انتہائی نرم مزاج، محبت بکھیرنے والی شخصیت تھے۔ شاعر بھی تھے جو کہ نازک احساسات کا مالک ہوتا ہے۔ اس نازک و حساس دل میں اگر کسی کی بے توجہی یا بے التفاتی یا کسی اجتہادی غلطی کی وجہ سے بال آجائے تو پھر اس کا نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے تو شاعر اکثر اپنی اسی حساسیت کی وجہ سے فیصلے، دل کے میلان پر ہی کیا کرتے ہیں۔ لال مسجد کے واقعے کے بعد پاکستان کے اندر جنرل پرویز اور اس کی فوج کے خلاف عمومی جنگ چھیڑنے کے مسئلے پر شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دیگر مجاہدین کے ساتھ اختلاف ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور دیگر فریقین کی رائے ہم پہلے اس کتاب کے 'باب پنجم' میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ ایک حکمتِ عملی کا اختلاف تھا جس میں اکثر باتوں پر اتفاق کے باوجود بعض جزویات پر متفق نہ ہوا جا سکا۔ اسی عرصے میں ایک مشکل یہ بھی بنی کہ عرب مجاہدین کے ایک ذمہ دار سے بعض انتظامی مسائل پر شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضگی بن گئی اور شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ عرب امراء سے ناراض ہو کر الگ ہو گئے۔ مگر

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے شریعت کے اصولوں سے چمٹنے والے مزاج نے ان کو اپنی محبوب ترین ہستی سے اختلاف پر مجبور کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اصولوں کے پکے تھے اور جہادِ فی سبیل اللہ کا ایک ایک اصول انہوں نے پورا سمجھ کر اختیار کیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ امیر کو حق ہے کہ شریعت کی روشنی میں ہمارے مزاج وعادات کے خلاف فیصلہ کرے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "کبھی ہم اپنے لیے کسی کام میں مصلحت سمجھتے ہیں مگر امیر کسی اور کام کو ہمارے لیے مصلحت والا اور مناسب سمجھتا ہے، ایسے میں ہمیں شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ویسے ہی کرنا چاہیے کہ جیسے امیر کہتا ہو"۔ چونکہ جہاد میں شمولیت کے وقت سے ہی وہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی تنظیم القاعدہ کے ساتھ منسلک ہو چکے تھے، پس اسی نکتہ کی وجہ سے انہوں نے اپنے مرشد و محبوب کو چھوڑا اور اس فیصلہ پر عمل کیا کہ جس کو ماننا وہ اپنے لیے شرعاً لازمی سمجھتے تھے۔

اس اختلاف اور علیحدگی کے باوجود آخر تک فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت، احترام بلکہ عقیدت رکھتے تھے۔ ان کا ذکر انتہائی ادب سے اپنے شیخ مربی اور استاد کے طور پر کرتے تھے۔ میں نے کبھی بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کوئی ہلکی سی منفی بات بھی نہ سنی بلکہ ایک دفعہ ایک ساتھی نے ناواقفیت کی وجہ سے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منفی بات کہہ ڈالی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو پتا چلا تو سخت ناگوار گزرا اور کہا کہ "ان صاحب کو اگر شیخ کے اخلاق کا علم ہوتا تو کبھی بھی ایسی بات ان کے بارے میں نہ کرتے"۔

اللہ ان دونوں عظیم ہستیوں سے راضی ہو جائے۔ ان کے درجات بڑھائے اور لغزشیں معاف فرمائے۔ جنت کی محفلوں میں، محبت اور نعمتوں کے ساتھ دوبارہ جوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں جنت کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ[1]　"ان کے سینوں میں جو کچھ رنجش ہوگی، اسے ہم نکال پھینکیں گے، وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے اونچی نشستوں پر بیٹھے ہوں گے۔"

جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت، مومنین کے وہاں پہنچ کر، دلوں کا ایک دوسرے کے بارے میں صاف ہو جانا ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ بھی پتا چلا کہ بہت سے جنتی ایسے ہوں گے کہ جن کے دل دنیا میں آپس میں ناراض تھے لیکن جنت میں جا کر وہ پھر آپس میں ایک دوسرے کے دوست و حبیب بن جائیں گے۔ اللہ ربِ کریم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

[1] سورة الحجر، آية: ٤٧

کے ان پیروکاروں کا حشر، روزِ قیامت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے ساتھ فرمائے، آمین۔

یہاں پر مناسب محسوس ہوتا ہے کہ شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اُس بیان میں سے کچھ اقتباس پیش کیے جائیں کہ جو آپ نے شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے موقع پر ادارہ السحاب سے نشر فرمایا۔ اس اقتباس سے جہاں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گہرے تعلق وعقیدت کا علم ہوتا ہے تو وہیں شیخ احسن رحمۃ اللہ علیہ کی نادر ایمانی واخلاقی صفات کا بھی علم ہوتا ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا:

"میرے محترم بھائیو! مجھے یہ شرف حاصل رہا کہ میں میدانِ دعوت وجہاد میں کئی سال تک آپ کی شاگردی میں رہا اور آپ کی صحبت سے مستفید ہوا۔ اگرچہ میں آپ کا ایک نالائق شاگرد ہی تھا مگر آپ کے ساتھ گزرا ہر لمحہ میرے اور میرے جیسے دیگر ان گنت مجاہد بھائیوں کے لیے ایمان میں اضافے، علم وعمل میں بہتری، سوچ میں وسعت و نکھار اور صلاحیتوں میں ترقی کا ذریعہ بنا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے سب سے پہلے مجھے دعوتِ جہاد کے میدان میں اتارا، قلم پکڑنا سکھایا، مفید کتب کے تراجم اور اہم موضوعات پر تحریریں لکھنے کا حوصلہ دیا اور میری غلطیوں کی شفقت سے اصلاح کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حکم پہ میں نے شیخ حمود بن عقلاء شعیبی رحمۃ اللہ علیہ [1] کے دو اہم فتاویٰ کا ترجمہ کیا جن میں گیارہ ستمبر کی کارروائیوں کا شرعی جواز اور جزیرۂ عرب سے مشرکین کو نکال باہر کرنے کا شرعی حکم بیان کیا گیا تھا۔ پھر آپ ہی کے کہنے پر اللہ کی توفیق سے شہیدِ ملت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کے منتخب بیانات کے تراجم پر مشتمل دو کتابیں بھی تیار کیں کہ جن کی نوک پلک سنوارنے، اس میں روانی اور ادبی چاشنی پیدا کرنے کا کام آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ہاتھوں انجام پایا۔ پھر آپ ہی کی ہدایت پہ اللہ کی توفیق سے شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'مسلم سرزمینوں کا دفاع...

---

[1] شیخ حمود بن عقلاء الشعیبی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار سعودیہ عرب کے کبار علماء میں ہوتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گیارہ ستمبر کے حملوں کے شرعاً جائز ہونے کا فتویٰ دیا۔ آپ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے پرزور مؤیدین میں سے تھے۔ اپنی کبر سنی اور ضعفِ بدنی کی وجہ سے خود افغانستان تو حاضر نہ ہو سکے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کو واجب سمجھتے تھے اور سعودیہ عرب سے بذریعہ ٹیلیفون امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیعت ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حق بات کے اظہار میں کسی خطرے کو خاطر میں نہ لاتے اور اس صفت میں بھی عصرِ حاضر میں اسلاف کی یادگار تھے۔ آپ کی 'کفار سے مدد لینے' کے موضوع پر لکھی گئی کتاب 'القول المختار فی حکم الاستعانة بالکفار' کا مقدمہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے سعودی کبار علماء کو لکھے گئے اپنے تاریخی خط میں... جس میں امریکی افواج کو مدد کے بہانے جزیرۂ عرب میں لا بسانے کے خلاف استدلال کیا گیا تھا اور امریکیوں کو عرب سے نکال باہر کرنے کا تقاضا کیا گیا تھا... شیخ حمود بن عقلاء الشعیبی کے فتاویٰ سے استدلال کیا۔ ۲۰۰۱ء کے اواخر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے، آمین۔

ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین' کا ترجمہ کیا جس کا مختصر، جامع اور پر اثر مقدمہ آپ نے لکھا۔ پھر آپ ہی نے اردو زبان میں جہادی دعوت عام کرنے کے لیے میڈیا کا ہتھیار استعمال کرنے کی بنا ڈالی اور علماء سے فتاویٰ لینے کے بعد اس مبارک عمل کا آغاز کیا اور ہم بھی قدم باقدم آپ کی راہنمائی میں مقامِ دعوت کی نزاکت اور دعوت دینے کا سلیقہ سیکھتے رہے۔ آپ کو ناصرف آپ کے تعلیمی پس منظر کے سبب تکنیکی امور میں مہارت حاصل تھی بلکہ آپ دعوت کی تڑپ، میدانِ دعوت کا طویل عملی تجربہ، انسانی نفسیات کا فہم، اردو ادب سے گہری دلچسپی اور عربی زبان سے شغف بھی رکھتے تھے اور یہ سب اوصاف آپ کو ایک بے مثل داعی بناتے تھے۔ یقیناً اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ برصغیر میں جو جہادی بیداری آج تیزی سے پھیل رہی ہے اس میں آپ کی خاموش، سنجیدہ، انتھک اور مسلسل دعوتی جدوجہد کا ایک بہت بڑا کردار ہے۔ جہاد کی محبت شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رگوں میں دوڑتی تھی۔ مجھے اور میرے جیسے کتنے ہی بھائیوں کو جہاد کی فرضیت کا سبق سب سے پہلے آپ ہی نے یاد دلایا، امت کے دکھ درد ہمارے سینوں میں منتقل کیے، مہاجرین اور انصار کی بستی میں جا بسنے کی تڑپ دی، شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی عالمی جہادی دعوت کا فہم دیا، علماء سے محبت کرنا اور ان کے قدموں میں بیٹھنا سکھایا، اہلِ ایمان کے لیے کندھے جھکانے کی تعلیم دی، کفر سے نفرت کرنا سکھلایا، مغربی تہذیب کے مفاسد کھول کھول کر بیان کیے، یہاں تک کہ یہ دعوت ہمارے دلوں میں گھر کر گئی اور گھروں میں بیٹھنا اور معمول کی زندگی جاری رکھنا دشوار ہو گیا۔ اور سچ کہوں تو سب سے پہلے جس چیز نے مجھے جہاد کی طرف راغب کیا وہ شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر موجود وہ نور اور چہرے پر موجود تفکر کے وہ گہرے تاثرات تھے جن کا تذکرہ ہم سلف کی کتب ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ میں نے زندگی بھر کم ہی لوگوں میں قرآن سے تعلق، سنت کی محبت، علماء کا احترام، اہلِ دین کے لیے شفقت، بلند اخلاق، حساس دل، حیاء و پاکیزگی، سخاوت و فیاضی، زبان کی حفاظت، داعیانہ تڑپ، مجاہدانہ زہد، ذہانت و عبقریت، اور ایسی ہی ان گنت عمدہ صفات یکجا پائی ہیں جیسے کہ میں نے یہ صفات احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ میں مجتمع دیکھیں أحسبه کذٰلک واللہ حسیبه۔ اللہ ان سے راضی ہو اور ان کے درجات بلند فرمائے۔[1]

[1] شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے موقع پر استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے ادارہ السحاب سے نشر شدہ بیان میں سے اقتباس

نمونہ اسلاف، زاہد و درویش صفت عالم ربانی حضرت مولانا سعید اللہ خان شہید رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ اسلامیہ اسلام آباد کے تعلیمی ایام میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی دوستی اللہ کے عظیم ولی، نمونہ اسلاف، عالم ربانی، مجاہد فی سبیل اللہ اور صلیبی جنگوں میں یہودیوں کی محافظ پاکستانی فوج کی جاسوسی کے نتیجے میں ہونے والے امریکی ڈرون حملہ میں شہادت پانے والے ضلع دِیر کے حضرت مولانا سعید اللہ ابن مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگئی۔

دو بڑے محاذوں کے غازی

مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ ضلع دِیر کے ایک غیور و دیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ ضلع دِیر بالا کے معروف عالم دین اور مجاہد شخصیت تھے۔ جہادِ روس کے ابتدائی زمانے ہی سے مجاہدین کی پشت بانی اور نصرت کرتے آئے تھے اور بنفسِ نفیس افغانستان میں روس کے خلاف محاذوں پر قیادت کرتے رہے تھے۔ پاکستان افغانستان کے سرحدی علاقے کے رہائشی ہونے کی وجہ سے آپ کے گھر میں اُس وقت سے مجاہدین کی آمد و رفت تھی جب مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ بہت چھوٹے تھے۔ مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے درسِ نظامی کی ابتدائی کتب دِیر ہی کے مختلف مدارس میں پڑھیں, جبکہ درسِ نظامی کے آخر میں دورہ حدیث مردان سے کیا۔ نوجوانی کی دہلیز میں قدم رکھا ہی تھا کہ افغانستان جاکر روس اور روس کے حامی ملحد کمیونسٹوں کے خلاف جہاد میں شرکت کی۔ افغانستان کی فتح کے بعد غازی بن کر لوٹے مگر محبتِ جہاد کی تپش بڑھ چکی تھی۔ لہذا اب کی بار، اپنے کشمیری بھائیوں کی مدد و نصرت کے لیے کشمیر چلے گئے۔

غازیِ کشمیر

روس جہاد کے اختتام پر جہاں مجاہدین کو فتح و کامیابی ملی، وہیں پاکستان، امریکہ اور دیگر ممالک کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی سازشوں کا شکار ہو کر مجاہدین باہم دست و گریبان ہوگئے۔ اس صورتِ حال سے مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ حزین و پُر ملال تھے۔ مگر آپ تو غلبۂ دین کی تڑپ سے سرشار تھے اور مایوس بیٹھنا تو ایک مسلم کی صفت نہیں۔ لہذا آپ کشمیر چلے گئے اور تین سال تک وہاں جہاد میں مصروف رہے۔ وادیٔ کشمیر میں ہندو مشرک افواج سے عملی قتال میں شرکت نے جہاں ان کے اندر جرأت و بہادری اور عسکری صفات کو بھر دیا، وہیں ان کی سوچ میں گہرائی و پختگی اور امتِ مسلمہ کے مسائل کو حل کرنے کی تڑپ کو بڑھا دیا۔ مگر جہادِ کشمیر میں شمولیت سے آپ کو اندازہ ہوا کہ کشمیر میں جہاد کرنے والی جماعتیں، مکار و خائن ادارے "آئی ایس آئی" کی آہنی گرفت میں جکڑی ہوئی ہیں۔ خفیہ ایجنسی سے آزاد رہ کر جہادی منصوبہ بندی

کرنا تو دور کی بات ہے یہ جہادی تنظیمیں تو پاکستانی آرمی کی راہنمائی، اجازت اور تعاون کے بغیر وادئ کشمیر میں داخل بھی نہیں ہو سکتیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جہادِ روس کے وقت سے ہی آئی ایس آئی کا مفاد پرستانہ مجرمانہ کردار واضح تھا۔ لہٰذا امت کے مجرم ٹولے آئی ایس آئی کی ہدایات کے مطابق جہاد کرنا ان کو قبول نہ تھا۔

اس موقع پر بھی آپ نے مایوس ہو کر بیٹھنا پسند نہیں کیا بلکہ حالات کے درست تجزیہ اور تبدیلی کی دیگر راہوں کی تلاش میں اپنے مطالعے کو وسعت دینا شروع کی۔ مختلف موضوعات پر کتابوں کو کھنگالنا شروع کیا۔ آپ کو حق کی تلاش تھی۔ روس کے خلاف جہادِ افغانستان کے حق ہونے پر وہ متیقن تھے مگر بعد میں مجاہدین کی خانہ جنگی سے آزردہ تھے۔ اسی طرح جہادِ کشمیر کی عظمت اور اس کی محبت ان کے دل میں بھری تھی، مگر منبع غدر و خیانت آئی ایس آئی کی زیرِ سرپرستی کسی تحریک میں شامل ہونا بھی انہیں قبول نہیں تھا۔ پس انہوں نے کتابوں کو چھاننا شروع کیا کہ شاید اس طرح کوئی عمل کی راہ سمجھ میں آئے۔ ان کی اس تڑپ کو دیکھ کر ان کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی نے مشورہ دیا کہ اگر اسی طرح کتابیں ہی پڑھنی ہیں تو باقاعدہ کسی جامعہ میں داخلہ لو اور اپنی پسند کے موضوعات میں اختصاص پیدا کر لو۔ چنانچہ آپ نے تعلیمی سفر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ درسِ نظامی سے تو آپ فراغت حاصل کر ہی چکے تھے۔ اب مزید تعلیم حاصل کرنے کا مقصد کسی دنیاوی فائدہ کا حصول نہیں بلکہ غلبۂ دین کی کوشش اور جہادِ فی سبیل اللہ کے لیے بہترین طریقہ کی تحقیق کرنا تھا۔ آپ کی خواہش ایسے ادارے میں تعلیم کی تھی کہ جہاں علومِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ، دنیا کے مختلف نظام ہائے زندگی و حکمرانی کا بھی تفصیلی مطالعہ کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے اسلام آباد کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ اللہ کی مشیت دیکھیے کہ جامعہ اسلامیہ میں اسی زمانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی داخلہ لیتے ہیں۔ مولانا سعید اللہ کچھ اسباق میں فاروق بھائی کے ہم سبق بن جاتے ہیں۔ آپ دونوں کی تعلیم اور جامعہ میں داخلے کا مقصد ایک ہونے کی وجہ سے بہت جلد ہی ذہنی قربت و محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر یہ دوستی و محبت، فریضۂ اقامتِ دین کے میدان میں ان دونوں حضرات کو ایک دوسرے کا ساتھی بھی بنا دیتی ہے۔

علمِ دین سے محبت

مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ علمِ دین سے محبت و شغف میں نمونۂ اسلاف تھے۔ علمی مشاغل میں اتنے مستغرق تھے کہ نہ گھر کی فکر اور نہ ہی دھڑ کی۔ اس کے ساتھ ساتھ تواضع سادگی اتنی کہ پہلی ملاقات میں فقیر ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ گفتگو شروع کرتے تو لگتا کہ اک بحرِ بے کراں ہے جو امڈتا چلا آرہا ہے۔ ان کے اساتذہ تک ان کو استاد کہتے تھے۔ مولانا

عربی بلاغت کے اور فقہ کے بڑے عالم تھے۔ ساتھ ساتھ بین الاقوامی قانون اور قانونِ شریعت کے تقابل کے بھی بڑے ماہر تھے۔ علومِ شریعت میں پختگی کے بعد بین الاقوامی قانون اور انگریزی قانون کے وسیع مطالعہ نے جہاں ان پر انسانی ذہن کے اختراع کردہ قوانین کے بودے پن اور ناقص ہونے کو واضح کیا، وہیں ان پر شریعتِ ربانی کے تادمِ قیامت انسانیت کی فلاح وکامرانی کے نظام ہونے کے نظریہ کو بھی مزید پختہ کر دیا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی محبت و دوستی کو اور آپس کے تعلق کو وہی جان سکتا ہے کہ جس نے ان کو جامعہ کے ایام میں دیکھا ہو۔ مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میں علمِ دین کی مزید محبت ڈالتے، فقہاء کرام اور محدثینِ عظام کے محیر العقول تقویٰ، حافظے اور ذہانت کے واقعات سنا کر علمِ دین میں دلچسپی پیدا کرتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میں مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ، علمِ دین کی محبت ڈالتے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں عمل کی محبت اور انقلاب اور امر بالمعروف اور نہی عنی المنکر کی محبت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ڈالتے۔

مولانا علمِ دین کے دیوانے تھے۔ کتاب پڑھنا، اس میں عمل کی باتیں تلاش کرنا، کتاب کے موضوعات پر مذاکرہ کرنا اور اگر وہ کتاب نافع ہو تو اپنے دیگر دوستوں کو بھی اس کے مطالعے کے لیے متوجہ کرنا آپ کا خصوصی مشغلہ تھا۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ "میرے استاد کہتے تھے کہ اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو روزانہ پانچ سو صفحات کا مطالعہ کیا کرو!"۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے متحیر ہو کر پوچھا "کیا آپ روزانہ اتنا مطالعہ کر پاتے ہیں؟" جواب دیا "الحمدللہ کرلیتا ہوں اور اتنا مطالعہ کیے بغیر مجھے نیند بھی نہیں آتی۔ شاید قارئین کو یہ بات مبالغہ محسوس ہو مگر جس کی زندگی اور وقت میں اللہ تعالیٰ برکت ڈال دے تو اس کے لیے اتنا مطالعہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔

مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمِ دین سے یہ محبت صرف ان کی ذات تک محدود نہ رہتی، بلکہ علمِ دین کی محبت کا ایسا نشہ ان پر سوار تھا کہ وہ یہ محبت، ہر جاننے والے ساتھی میں منتقل کرتے رہتے تھے۔ مجھے آج تک ان کا وہ انداز نہیں بھولتا کہ جب وہ جوش میں آکر یہ بیان کرتے کہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے 'مبسوط' کنویں میں بیٹھ کر لکھوائی تھی۔ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کو حاکمِ وقت نے گرفتار کر کے اندھے کنویں میں بند کر رکھا تھا۔ آپ کنویں کے اندر سے بیٹھے بیٹھے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مجموعہ کتب کی شرح فرماتے اور آپ کے شاگرد کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر یہ تیس جلدوں پر مشتمل عظیم شرح لکھتے جاتے۔ ہزاروں علمی و فقہی مسائل پر مشتمل یہ شرح لکھواتے وقت امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مطالعہ کے لیے کوئی کتاب بھی نہ ہوتی تھی۔ یہ بات بیان کرتے ہوئے جذبات میں مولانا سعید

اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں چمکنا شروع ہو جاتیں اور اس طرح ہمارے دلوں میں جہاں علمائے کرام کے احترام اور حکمرانوں کے مظالم کے آگے ان کے دلیرانہ موقف کی عظمت بڑھاتے، وہیں اسلاف کے علمِ دین کے شوق، ان کے علم کی پختگی اور وسعت کا اشارہ کر کے علمِ دین کا شوق و محبت بڑھاتے۔

پچھلے ابواب میں گزر چکا ہے کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے دعوتی دروس کو زیادہ توجہ دینا شروع کی تو مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کچھ پریشان ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دعوتِ دین کے شوق میں علمِ دین کی طرف ان کی توجہ کم ہو جائے۔

ان کا یہی خصوصی شفقت کا معاملہ میرے ساتھ بھی تھا۔ میرے جامعہ میں داخلہ لینے کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے، جامعہ کے دروس میں دلچسپی لینے، کتابوں کے مطالعہ پر توجہ دینے اور بیکار مجلسوں اور سیاسی گپ بازی میں وقت ضائع کرنے سے بچنے کی نصیحتیں شروع کر دیں۔ جامعہ کی راہداریوں میں گزرتے ہوئے اگر ان کا مجھ سے سامنا ہو جاتا تو وہیں کھڑے کھڑے مجھ سے اسباق کی تفصیل اور میرے مطالعہ کی صورتِ حال کا پوچھنا شروع کرتے اور میری عدم توجہی پر محبت سے تنبیہ کرتے۔ نرم انداز سے ڈانٹ بھی پلا دیتے اور میرے اسباق کے قضا ہونے یا علم میں گہرائی کے نہ ہونے پر اتنے غمگین ہو جاتے کہ مجھے بھی تعجب ہوتا۔ اسی زمانے کا ایک لطیفہ یاد آتا ہے کہ جامعہ میں نئے آنے والے طلبہ کے اعزاز میں استقبالی جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کے منتظمین نے دورانِ جلسہ اظہارِ خیال کے لیے اچانک میرا نام لے لیا اور مجھے جلسہ میں 'جامعہ اسلامیہ کے نظامِ تعلیم' کے بارے میں فی البدیہ تقریر کرنا پڑ گئی۔ میں نے چار و ناچار کچھ جذباتی رنگ کی تقریر کر ڈالی جسے جامعہ کے سطحی مزاج کے عمومی طلبہ نے کافی پسند کیا اور میری کافی پذیرائی ہوئی۔ جلسہ گاہ سے جیسے ہی باہر نکلا تو خارجی دروازے پر مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ وہ مجھے ایک کونے میں لے گئے اور مجھے کافی ڈانٹ پلائی کہ تمہاری تقریر میں سطحیت کیوں تھی؟ یہ تمہارے مطالعہ کے کم ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس کا مطلب ہے کہ تم تعلیم کو توجہ کم دیتے ہو۔ پھر مجھے بڑی نرمی اور محبت سے تعلیم پر توجہ دینے اور علمِ دین کے حصول میں شوق پیدا کرنے کی نصیحت کرتے رہے۔ اللہ ان سے راضی ہو اور جنت الفردوس میں ان کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔

یہ جہاد کی فضائیں تجھے یاد کر رہی ہیں!

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت اب آہستہ آہستہ عقیدت میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی۔ تواضع اور زہد میں ڈوبے ہوئے مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو اقامتِ دین میں اپنا امام کہتے تھے۔ میں بعض اوقات ان کی جوڑی کو دیکھتا تھا تو مجھے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آپس میں محبت اور تعلق کے

واقعات یاد آتے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت آگے تھا، لیکن دعوت و جہاد کے لیے آپ نے بیعت، حضرتِ سید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کی۔ الغرض مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں قرآنِ کریم اور اس کے علوم کی محبت کو مہمیز دیا جبکہ مولانا کے دل میں جہاد اور امر بالمعروف کی محبت اور امت کے درد کو بڑھانے کا کام، اللہ تعالیٰ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا اور بالآخر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اعلائے کلمۃ اللہ کے فریضے کو انجام دینے کے لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا مرشد بنالیا۔

اسی زمانے کا ایک اور لطیفہ بھی یاد آتا ہے۔ ہمارے کچھ دوستوں کو اللہ نے توفیق دی کہ جہادِ فی سبیل اللہ کی دعوت کو جامعہ میں پھیلائیں۔ اس پر جامعہ ہی میں ایک گروہ اٹھ کھڑا ہوا کہ جس نے نہ صرف مجاہدین کی مخالفت شروع کی بلکہ مجاہدین کے اوپر ایسے نظریات، عقائد و افکار کے بہتان لگانا شروع کیے جو ان میں نہیں تھے۔ اس وقت مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ میں بین الاقوامی قانون میں تخصص کر رہے تھے، اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت چونکہ جامعہ کے ایک بزرگ اور معتبر عالم دین کی شخصیت بن چکی تھی، اس لیے مجاہدین کے مخالفین مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور مجاہدین کے بارے میں منفی اطلاعات مولانا رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچائیں اور یہ بھی بتایا کہ ان مجاہدین کے نظریات اہلِ سنت کے عقائد سے مختلف خوارج کے نظریات ہیں۔ اس پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر واقعی ان مجاہدین کی آراء اس طرح ہیں تو آپ ان سے کہیں کہ میرے ساتھ نشست کریں، میں ان کے تمام اشکالات دور کر دوں گا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھنے کی ہمت ہم میں سے کس کی تھی، البتہ میں نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ آپ کے قریبی دوست مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین کی مخالفت میں یہ کیسی بات کر دی؟ اس کے کچھ ہی دنوں بعد تقریباً ڈیڑھ برس کے لیے راقم پسِ دیوارِ زنداں ہو گیا۔ ربّ کائنات کا مجھ پر خصوصی کرم ہوا اور اسی وحدہ لاشریک ذات نے درندہ صفت ایجنسی آئی ایس آئی کے خفیہ سیلوں سے مجھے نجات دلائی۔ سفر سے واپسی پر جو سب سے بڑی خوشخبری مجھے ملی وہ یہ تھی کہ مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ عالمی جہاد کے مکمل حامی بن گئے ہیں، بلکہ اس راہ میں اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کا ارادہ لے کر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے جہادی کاروان میں شامل ہو چکے ہیں۔ دراصل حامی تو وہ پہلے بھی تھے بلکہ حق کی راہوں کی تلاش میں ان کی نظریں مجاہدین ہی کی طرف اٹھتی تھیں، مگر مخالفین نے انہیں یہ باور کروایا کہ جامعہ سے نکل کر جہاد کی صفوں میں جانے والے یہ نوجوان تکفیری نظریات اور فسادی افکار رکھتے ہیں، چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ پریشان ہوئے تھے اور اس لیے انہوں نے ہمیں اپنے ساتھ بیٹھنے کا کہا تھا۔ پس جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو

وضاحت پیش کی اور آپ کو اطمینان ہوا اور علم ہوا کہ مجاہدین کے افکار و نظریات اہلِ سنت والجماعت کے اکابرین ہی کے عقائد سے ماخوذ ہیں تو وہ دل و جان کے ساتھ اس راہ میں شریک ہو گئے۔

مثالی مدرسے کے قیام کا منصوبہ

جامعہ سے تخصص کرنے کے بعد مولانا سعید اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں منصوبہ تھا کہ وہ ایک ایسے مدرسے کا قیام کریں کہ جہاں روایتی مدارسِ عربیہ کے نصاب کے ساتھ ساتھ طلبہ کو ایسے مضامین بھی پڑھائے جائیں کہ جس سے ان پر جدید مغربی نظام کی حقیقت بھی واضح ہو جائے اور ان میں اس سے مقابلے کی تڑپ پیدا ہو جائے۔ ساتھ ساتھ نظامِ کفر کو الٹ کر اسلام کے نفاذ کا طریقہ کار بھی سمجھ میں آجائے۔ اس پر مزید اس مدرسے میں فارغ التحصیل طلبہ کے لیے دورِ جدید کے فتنوں اور چالوں کے سمجھنے کے لیے دورات کا بندوبست بھی کیا جائے۔ پس آپ نے جامعہ سے فراغت کے بعد بڑی تنگ دستی کے حالات میں مدرسہ کے منصوبے کے لیے صلاح مشورہ شروع کیا۔ بالآخر 'مَری' کے مضافات میں انہوں نے ایک مدرسہ قائم کیا اور تدریسی نظام شروع کیا۔ البتہ چونکہ جہادِ فی سبیل اللہ کے فرضِ عین ہونے کا انہیں یقین تھا اور اس کے لیے ہر وقت تیار بھی تھے، لہذا جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا ہجرت کا ارادہ ہوا اور انہیں بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوتِ ہجرت دی تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پیچھے رہنا پسند نہیں فرمایا اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر اسلام کے دفاع کے لیے کوشش کرنے کی غرض سے ہجرت کر گئے اور پھر وزیرستان کی سرزمین سے اپنے علم کا نور بکھیرنے لگے۔

وزیرستان میں دعوتی کام

اس کتاب کے باب ششم میں تفصیل سے مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے وانا اور اس کے مضافات میں دعوتی کام کا تذکرہ آچکا ہے۔ آپ نے اپنی ملاقاتوں سے وزیرستان کے مجاہدین، علماء سمیت قومی مشران تک میں ایمانی جذبات کو بھڑکانے اور دشمن کی چالوں سے باخبر رکھنے کا کام کیا۔ آپ کی دعوتی سرگرمیوں کے خاطر خواہ اثرات سامنے آنے لگے۔ لیکن یہود و نصاریٰ کی غلام فوج کب یہ برداشت کر سکتی تھی کہ قبائلِ سرحد میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین دوبارہ دعوت و اصلاح اور جہاد کی ایک نئی تحریک کھڑی کریں۔

شہادت

بالآخر زمینی خدمات و خیانت، صلیبیوں کے دیسی غلاموں نے اور فضا سے میزائل چلانے کا کام ولایتی کفار نے خود سر انجام دیا اور ستمبر ۲۰۰۸ء میں وانا جنوبی وزیرستان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امریکی ڈرون طیارے نے میزائل سے نشانہ بنایا۔ جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی الیاس عثمان سمیت چار ساتھی شہید ہو گئے جبکہ مولانا خود شدید زخمی ہو گئے۔

آپ شدید زخمی تھے اور نیم بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ پورا جسم، سر سے لے کر پاؤں تک زخموں سے بھرا پڑا تھا، اور حرکت کرنے کی ان میں کوئی سکت بھی نہ تھی۔ اسی مرحلے میں جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے اپنے محبوب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سامنے پایا۔ فوراً آپ نے ان ساتھیوں کی حالت دریافت کی کہ جو کہ بمباری کے وقت مرکز میں آپ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بتایا کہ وہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ اس پر مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری، آپ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور حسرت سے آپ نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا[1]　　"بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول فرماتا ہے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس امر پر حسرت اور پریشانی تھی کہ کیوں دیگر بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں قبول فرمالیا اور مجھے شہادت سے محروم رکھا۔ آپ کی صحت بگڑنا شروع ہوئی تو آپ کو پشاور منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ سفر خطرات سے خالی نہ تھا کیونکہ قدم قدم پر پولیس کی اور فوج کی چوکیاں تھیں جن سے اس موقع پر بھی کسی رحم کی قطعاً امید نہ تھی۔ اللہ جزائے خیر دے وزیرستان کے غیور و بہادر انصاروں کو، کہ انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو پشاور تک پہنچایا۔ خائنِ دین و ملت فوج کے خوف و پریشر کی وجہ سے آپ کے علاج کرنے کے لیے ڈاکٹروں کو راضی کرنا بھی ایک مسئلہ تھا۔ جب تک آپریشن کا بندوبست ہوا اس وقت تک انہیں زخمی ہوئے ایک ہفتہ سے زائد عرصہ بیت چکا تھا۔ بارودی مواد کا زہر جسم میں پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ بالآخر امتِ مسلمہ کا یہ عظیم سپوت پشاور میں اپنے رب سے ملاقات کے سفر کو روانہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس روحِ سعید سے راضی ہو اور انہیں جنتوں میں وہ کچھ دے جو کہ اس نے اپنے اولیاء کے لیے رکھا ہے، آمین۔

[1] صحیح مسلم

پہلے شریعت کا حکم پوچھو پھر کام کرو

مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو دنیا کے ہر معاملہ کو دینی بنیاد پر پرکھنا ہوتا تھا۔ وہ ہر محفل میں ایک بات کی دعوت دیتے تھے کہ جو بھی کرنا ہو پہلے یہ دیکھو کہ دین میں اس حوالے سے کیا راہنمائی ہے۔ اور پھر جہاد میں آنے کے بعد تو وہ اسی لیے وقف ہوگئے کہ مجاہدین میں یہ تڑپ ڈال دیں کہ وہ جو بھی کام کریں، پہلے یہ دیکھیں کہ کیا ایسا کرنا شریعت میں جائز بھی ہے یا نہیں؟ یہاں تک وہ کام کہ جو معمولی سمجھے جاتے ہیں ان پر بھی توجہ دیتے اور اصلاح کرتے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی جہاد کے نام پر پیسے اکھٹے کرے اور اس میں سے کچھ خرچ کر دے یا کوئی چیز جہاد ہی کے لیے خریدے، مگر اپنی مرضی سے خرید لے تو مولانا کو اگر علم ہو تو اس سے کہیں گے کہ آپ نے ان پیسوں کے استعمال سے پہلے علماء سے شرعی مسئلہ پوچھا تھا کہ یہ پیسے استعمال کرنا میرے لیے جائز ہیں یا نہیں۔ اسی طرح زکوۃ کے پیسوں کو جہاد میں استعمال کرنے کے شرعی طریقے کی وضاحت کرتے اور مجاہدین کو یہ ہدایت کرتے کہ اس مسئلہ میں "ملکیت" کی نزاکت کا خیال رکھا جائے۔ اس طرح ہر مسئلہ میں وہ مجاہدین کی توجہ شریعت کی اہمیت کی طرف لگاتے۔ حرام بلکہ مشتبہ مال کے استعمال سے ڈراتے اور ہر حال میں اللہ کے خوف اختیار کرنے کی نصیحت کرتے۔

ہم ایک کیوں نہیں ہوتے

مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن کو بھی اسی بحث میں الجھا دیا کہ اپنے ہر عمل کا جائزہ لو اور دیکھو کہ کیا اللہ کی رضا اس میں ہے کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں۔ بس اس کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سوال اپنے اوپر سوار کر لیا کہ جب ہمارا دشمن ایک، اور جب ہمارا دین ایک تو کیوں نہ میدانِ جہاد میں برسرِ پیکار مجاہدین ایک ہو جائیں اور الگ الگ گروپوں اور مجموعات میں کام کرنے کے بجائے ایک جماعت میں شامل ہو جائیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ جو کام اللہ کو مطلوب ہے اور اس کی بار بار تاکید قرآن وحدیث میں آئی ہے تو اس کام کو کرنا بھی لازم ہے اور اس میں جھجکنا نہیں چاہیے۔ اور جس کام کا اللہ حکم دے اس میں خیر و بھلائی کا ہونا لازمی ہے۔ خواہ ظاہر میں اس میں کوئی نقصان ہوتا نظر ہی کیوں نہ آئے۔ مولانا جہادی گروپوں کے ذمہ داروں کے پاس جاتے، ان سے کہتے کہ آپ نے الگ مجموعہ کیوں بنایا۔ وہ کوئی وجہ بیان کرتے تو وہ کہتے کہ کیا آپ نے گروپ بنانے سے پہلے شرعی مسئلہ پوچھا تھا کہ خود اپنی جماعت یا گروپ بنانا کیسا ہے؟ اور آپ کو بیت المال اکھٹا کرنا اور پھر اس کو خود ہی سے خرچ کرنے کا جواز کہاں سے ملا؟ اور پھر آپ، اللہ کی ان آیات کا کیا جواب دیں گے جو کہ اختلاف اور افتراق کی مذمت میں اور اتحاد و اجتماع کے واجب

ہونے کو بیان کرتی ہیں۔ الغرض یہ مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے کہ جن کی تحریک پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی زندگی کا شعار اتحادِ مجاہدین بنالیا۔ اور بالآخر اس کا نتیجہ "القاعدہ برصغیر" کے نام سے آیا۔ اللہ اس جماعت کو حق پر قائم رکھے اور اس کی مدد فرمائے اور اسے برصغیر میں امام مہدی علیہ الرضوان کے لشکر کی بنیاد بنائے۔ شاید یہ بات بہت کم ساتھیوں کے علم میں ہو کہ اس جماعت کی تاسیسی نظریات میں ایک اہم کردار عالمِ حق مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جو کہ اس جماعت کی عملی تاسیس سے تقریباً ۶ سال قبل ہی شہادت پاگئے تھے۔ اس طرح ان کے اخلاص و تڑپ کی وجہ سے ان کا لگایا ہوا بیج کئی سال بعد جاکر تن آور درخت بنا۔ اللہ تعالیٰ اس سارے عمل کا اجر مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے صدقہ جاریہ بنادے، آمین۔

عرب علماء سے ملاقاتیں

مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے وزیرستان منتقل ہونے کے بعد تنظیم القاعدہ کے عرب علماء کے ساتھ تفصیلی نشستیں کیں۔ ان نشستوں میں انہوں نے تفصیل سے عقائد سے لے کر روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل تک میں ان کی آراء کا جائزہ لیا۔ آپ کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ تنظیم القاعدہ کے عرب علماء بالخصوص شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ کو جہاں اللہ تعالیٰ نے علم و تفقہ میں نادر بنایا ہے، وہیں ان کے اندر شرعی مسائل میں اہلِ سنت والجماعت کے منہجِ اعتدال سے تمسک بھی بہت گہرا ہے۔ انہیں یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ تنظیم القاعدہ کے یہ علماء، دینی مسائل میں بے باک نہیں ہیں، کسی مسئلہ پر اپنی رائے دیتے ہوئے جلد بازی نہیں کرتے اور علومِ شرعیہ کے بحرِ وسیع ہونے کے باوجود تواضع اور انکساری ان کے ہر رویہ سے ٹپکتی ہے۔ مکمل قلبی اطمینان ہی کے بعد آپ نے باقاعدہ تنظیم القاعدہ میں شمولیت کا ارادہ کیا۔

دوسری طرف شیخ عطیہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی مولانا کے علم اور تواضع سے بڑے متاثر ہوئے۔ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ایک بیان میں پاکستانی نوجوانوں اور بالخصوص علماء کو مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اسوہ پر عمل کی دعوت دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے شیخ سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت قریب سے جاننے کا موقع ملا۔ اگرچہ ان کے ساتھ میری رفاقت بہت طویل نہ تھی، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال کر ہمیں باہم قریب کر دیا تھا، اس لیے یہ مختصر سی رفاقت بھی بہت طویل رفاقتوں سے بہتر رہی۔ میں نے اس عرصے میں ان کو ایک مثالی عالم، اپنے علم پر عامل، علومِ شرعیہ کا مثالی

طالبِ علم، اللہ کے راستے کا مہاجر اور اپنی جان و مال کھپانے والا مجاہد پایا۔ میں نے ان میں رب ذوالجلال کے دین کی نصرت کرنے کی حرص دیکھی، اسلام کے لیے ایک دیوانی تڑپ اور دین کے لیے حمیت کا جذبہ دیکھا۔ میں نے ان میں سچائی اور دیانت کی روشنی دیکھی۔ انہیں امت کے غم میں غمگین اور امت کی سربلندی کے لیے بے قرار پایا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شیخ سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی طلبائے علم کے لیے ایک لائق تقلید نمونہ ہے۔

اسلامی معاشرے کا قیام

مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ تھی کہ جدید مغربی نظام نے اپنے غالب آنے کے بعد شہروں کو آباد کیا اور خاندانی نظام کو توڑ کر رکھ دیا۔ دنیاوی ترقی کی حرص میں مسابقت والے ماحول میں خاندان اور رشتے ناتوں کا خیال رکھنے والے لوگ کم ہوتے جا رہے ہیں۔ عموماً افراد اب اپنی ذات اور گھر تک ہی محدود ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنے خاندان سے اور قبیلے سے کٹنے کی وجہ سے انسان اپنے معاشرے سے بھی کٹ جاتا ہے اور معاشرے میں کوئی مثبت تبدیلی پیدا کرنے کی صلاحیت بھی اس میں کم ہو جاتی ہے۔ جب کہ اس کے برعکس اسلام میں قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھنے کی بہت اہمیت ہے۔ رشتہ داری کی بنیاد پر صلح رحمی کرنا، ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھنا اور مشکل وقت میں کام آنے کے شرعی اصول سے اسلامی معاشرہ نہ صرف یہ کہ مضبوط ہوتا ہے بلکہ اس میں نیکیاں بھی پھیلتی ہیں۔ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا حکم دیا گیا۔

مولانا اپنے اس نظریہ کی تبلیغ کرتے ہوئے جاہلی قبائلی عصبیت پر بھی تنقید کرتے اور اس کی خرابیوں سے بھی خبردار کرتے، مگر ساتھ میں یہ بھی بتاتے کہ جاہلانہ خاندانی عصبیت کی ضد میں ہم مغرب کی تقلید میں پورا خاندانی نظام ہی خراب نہ کر بیٹھیں۔ لہذا وہ مجاہدین کو نصیحت کرتے کہ اپنے خاندانوں سے جڑو، ان کے ساتھ رابطے میں رہو، اپنے زندگی کے فیصلے ان سے مشورہ کر کے کرو، ان میں سے بڑوں کا اکرام و عزت کرو اور چھوٹوں سے شفقت کرو، اس طرح ایک صالح اسلامی معاشرے کی طرف بڑھنے میں ہمیں آسانی ہو گی۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ والا کردار

غزوۂ احزاب میں جب پورے عرب کے قبائل مدینہ منورہ علی صاحبہا الف صلاۃ وسلام پر چڑھ دوڑے تو صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ فارِس میں ہم دشمنوں کے حملے سے

بچنے کے لیے اپنے علاقوں کے ارد گرد خندق کھودتے تھے، پس کیوں نہ مدینہ کو اس حملے سے بچانے کے لیے ہم بھی خندق کھودیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مل کر خندق کھودی اور اس طرح مدینہ طیبہ کا دفاع کیا گیا۔

بالکل اسی طرح جب وانا پر ڈرون حملوں کی کثرت ہو گئی اور ڈرون سے دفاع کے لیے کوئی دوسرا سبب بھی نظر نہیں آرہا تھا تو مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جہادِ روس کے دوران ہم نے دیکھا کہ افغانی مجاہدین، روسی بمباری سے بچنے کے لیے اپنے مراکز میں بڑی بڑی خندقیں بناتے تھے۔ یہ خندق نہ صرف دشمن کی بمباری سے حفاظت کا سبب بنتی ہیں بلکہ موسمِ سرما میں شدید سردی سے بچاؤ کا کام بھی کرتی ہیں۔ ابتداءً جب ساتھیوں نے اس طویل اور تھکا دینے والے منصوبے پر خاطر خواہ توجہ نہ دی تو مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود انگور اڈہ کے مرکز میں تشریف لے گئے اور کدال اور بیلچہ اٹھا کر خندق کی کھدائی کا کام شروع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آگے بڑھنے سے مزید بھائیوں کو بھی حوصلہ ہوا اور آہستہ آہستہ یہ کام بڑھتا گیا اور پھیلتا گیا اور اس سے جہاد میں بڑے فوائد حاصل ہوئے، جن کا تذکرہ پچھلے ابواب میں گزر چکا ہے۔

مفکرِ جہاد، مسیح المجاہدین ڈاکٹر ابو خالد محمد سربلند زبیر خان شہید رحمۃ اللہ علیہ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ عالمی تحریکِ جہاد سے جڑے تو ان کے دستِ راست و مشیرِ خاص، پنجاب کے مایہ ناز سرجن، تاریخ کے متخصص استاد، عمرانیات و بشریات کے ماہر، مفکرِ جہاد ڈاکٹر ابو خالد سربلند زبیر خان رحمۃ اللہ علیہ بن گئے۔

ڈاکٹر سربلند خان رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق سرزمینِ پنجاب کے ضلع جہلم سے تھا۔ آپ کا خاندان جہلم کا دیندار اور دعوتِ دین کے حوالے سے معروف خاندان تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جہلم ہی کے سکولوں سے حاصل کی۔ آپ نے میٹرک کے بعد میڈیکل کے مضامین کو چنا اور اس طرح آپ کا پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد میں داخلہ ہوا۔ ایم بی بی ایس کی تعلیم سے فراغت کے بعد جراحت (سرجری) میں تخصص (سپیشلائزیشن) کے پہلے امتحان کو پاس کیا اور پاکستان کے کئی ہسپتالوں میں بحیثیتِ سرجن خدمات سرانجام دیں۔

جہادِ روس میں شرکت

اپنے کالج کے ابتدائی زمانے میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ جہاد میں شرکت کے لیے افغانستان چلے گئے۔ ملحد روسی افواج اور ان کی حامی کمیونسٹ افواج سے جہاد میں مشغول ہوئے۔ آپ نے اپنی ابتدائی عسکری تربیت مکمل کی۔ بعد میں بھاری اسلحہ اور توپ خانوں کی تربیت حاصل کی اور مارٹر توپ چلانے میں کافی مہارت حاصل کی۔ اسی زمانے میں فضا میں جہازوں پر وار کرنے والے روسی ساختہ ہتھیاروں پر بھی آپ نے دسترس حاصل کی اور محاذِ جنگ میں انہیں استعمال بھی کیا۔ آپ وہاں پر ایک عرصے تک خندقوں اور مورچوں میں رہے اور سخت جانی مشکلات سے بھرپور محاذ کی زندگی گزاری۔

روس کے خلاف جہاد کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے افغانی معاشرے، اس کے رسم و رواج اور عادات کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ آپ افغانی مسلمانوں کی اعلیٰ صفات، شجاعت، مہمان نوازی، سادگی اور دینی غیرت سے بہت متاثر ہوئے اور اس مشاہدے نے آپ کے آئندہ افکار کے پنپنے میں بڑا کردار ادا کیا۔

میڈیکل کالج کی سیاسی زندگی

ڈاکٹر ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ جب میڈیکل کالج میں پہنچے تو یہ وہ وقت تھا جب تعلیمی اداروں میں اسلام پسند اور سیکولر طلبہ تنظیموں کے درمیان شدید تنازعہ قائم تھا۔ دونوں گروہ ایک دوسرے کے خلاف مورچہ بند رہ کر تعلیمی اداروں پر قبضہ کی جنگ کرتے تھے۔ طلبہ، کالج میں اسلحہ سجائے جاتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ خونی جھڑپیں ہونا معمول کی بات تھی۔ ڈاکٹر ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ اس سارے جھگڑے میں اسلام پسند گروہ کے نہ صرف ساتھ ہوتے بلکہ ان کے ہراول دستے میں شامل ہوتے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ کالج کے زمانے کے اس تجربہ نے ان میں سیاسی شعور کو بہت پختہ کیا، ساتھ ساتھ دشمن سے جنگ کرنے کے طریقے، جنگی چالوں کے علم اور انسانوں کی نفسیات سمجھنے کا شوق ان میں ڈال دیا۔

مجاہدین کی مسیحائی

ڈاکٹر صاحب نے طب کے میدان میں امارت اسلامیہ کے دور، ایامِ سقوطِ امارت اور پھر جہادِ قبائلِ خراسان میں عظیم خدمات سرانجام دیں۔ وہ بلا تفریق سب مجاہدین، بلکہ خطے میں موجود تمام مسلمانوں کے طبیب تھے۔ شدید بمباری ہو یا گرمیوں کی تپتی دھوپ، دن ہو یا آدھی رات، امن کے حالات ہوں یا ڈرون میزائلوں کی بمباریاں، پاکستانی فوج کی

وحشی آرٹیلری کی آبادیوں پر بمباری ہو یا ظالمانہ کرفیو، ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت مستعد اور ہر دم مجاہدین کی نصرت کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان کے گھر کے دروازے ہر وقت سب مریضوں کے لیے کھلے رہتے تھے۔ کئی کئی گھنٹوں پر مشتمل آپریشن، آنتوں، ہڈیوں اور جسم میں گہرے زخموں کے آپریشن بھرپور اعتماد سے کرتے تھے۔ اور اس سب کے باوجود ان کی شخصیت اس آیت کا عنوان ہوتی:

لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا[1]　　"ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ"۔

بمباریوں اور ڈرون حملوں کے باوجود جہاں بھی ڈاکٹر صاحب کو معائنہ یا آپریشن کے لیے بلایا جاتا وہ پہنچ جاتے۔ درجن درجن ڈرون سر پر پھر رہے ہوتے، مگر وہ اطمینان سے آپریشن میں مصروف ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفاء و برکت رکھی تھی۔ خطرناک زخموں سے متاثر مجاہدین، آنتیں کٹی ہوئی اور جسم کا کوئی گوشہ چھرّوں سے خالی نہیں، مگر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ علاج رہ کر اللہ کی مدد سے جلد شفاء پا جاتے۔ یہاں تک کہ قبائل کے بڑے سرکاری ہسپتالوں کے ڈاکٹر بھی جب کسی مریض کے علاج سے مایوس ہو جاتے تو اسے کہتے کہ دور "لواڑا" کے پہاڑوں میں ایک پنجابی ڈاکٹر کا گھر ہے وہاں چلے جاؤ، ان شاء اللہ شفا مل جائے گی۔ ایسا بھی ہوا کہ سرکاری ہسپتالوں میں کسی زخمی کا ہاتھ یا ٹانگ کاٹنے کا فیصلہ ہوا لیکن جب وہ زخمی ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علاج کے لیے آیا تو عضو کے کاٹے بغیر ہی شفایاب ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہسپتال کبھی غاروں میں اور کبھی خندقوں میں ہوتا تھا۔ لکڑی کے عام تختوں سے آپریشن ٹیبل بنائی جاتی اور ڈاکٹر کے بیٹھنے کے لیے تو کبھی کبھار پانی بھرنے والے کنستر (can) اور روشنی کے لیے چھوٹی چھوٹی بتیاں۔ لیکن پھر بھی عمومی طبی سہولیات اور جدید مشینری کے میسر نہ ہونے کے باوجود، اللہ نے ان کے مبارک ہاتھوں میں ایسے ایسے خطرناک زخمیوں کے لیے شفاء رکھ دی تھی کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ طب کے نئے نئے اصول مقرر کرتے اور مشکل حالات میں کم وسائل اور کم وقت میں بڑے بڑے کام کرنے کے اصول بناتے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ سب کچھ محض اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے اور دنیا قربان کرنے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ امت کے اس عظیم خادم اور دین کی حفاظت کرنے والے اس قائدِ جہاد پر رحم فرمائے اور جنت کے سرداروں میں آپ کا شمار فرمائے، آمین۔

---

[1] سورة الإنسان، آية: ۹

جامعۂ طب و جراحت

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاصیت یہ تھی کہ وہ ہر وقت ساتھیوں کو کچھ نہ کچھ سکھانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میں یہ تڑپ بہت تھی کہ ان کے پاس جو بھی علم یا ہنر ہے وہ دیگر ساتھیوں تک ضرور منتقل ہو جائے۔ یہی معاملہ ان کے جراحت و طب کے فن کا بھی تھا۔ آپ نے کئی ڈاکٹروں کو مشکل حالات اور کم وسائل میں جراحت کا فن سکھایا۔ پہلے پہل تو ڈاکٹر حضرات کا یہ گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ پہاڑوں اور غاروں میں کس طرح اتنے بڑے بڑے آپریشن کیے جاسکتے ہیں، مگر جب وہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کام کرنا شروع کرتے تو انہیں بھی ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریقۂ جراحت پر اعتماد ہو جاتا۔ اسی طرح بعض ایسے حضرات کو بھی آپ نے کام سکھایا کہ جو پہلے محض ایک ٹیکنیشن کی حیثیت سے دیہاتوں میں علاج معالجہ کرتے تھے۔ مگر آپ کی خصوصی توجہ سے وہ بھی اس قابل ہو گئے کہ چھوٹے موٹے آپریشن خود کر سکیں۔

مطالعۂ تاریخ

لیکن ڈاکٹر ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ طب تو میرا پیشہ ہے اور جراحت میرا ہنر ہے جس کو میں دین کے لیے استعمال کرتا ہوں، مگر میرا اصل شوق اور ذوق، مطالعۂ تاریخ میں ہے۔ بچپن ہی سے آپ کو مفید کتابوں کے مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ کے ساتھ ساتھ تاریخ اور علمِ انسانیت کے موضوع پر انہوں نے کتابوں کے مکتبے کھنگال مارے۔

وہ تاریخ کے ایک بڑے عالم تھے۔ تاریخ ان کے بچپن کا شوق تھا جسے وہ جہاد کو سمجھنے اور جہادی طریقہ کار کی وضاحت کے لیے ایک آلہ سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کی امہات کتب کے علاوہ سینکڑوں کتب کا نچوڑ اپنے ذہن میں جمع کیے ہوئے تھے۔ آپریشن اور علاج کے دوران بھی وہ اپنے معاونین اور مریضوں کو تاریخ کے اسباق اور باریک نکتے سمجھاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپریشن کے بعد بحالی کے وقت تک ان کا مریض بھی علمِ تاریخ کی کتنی ہی منزلیں طے کر چکا ہوتا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے محض طالبِ علم ہی نہ تھے بلکہ جو پڑھتے، اس سے نتیجے اور فوائد بھی اخذ کرتے۔ ان کا مطالعہ کا شوق محض وقت گزاری کا ایک مشغلہ نہیں تھا۔ مطالعہ کے دوران، اہم نکات کو نہ صرف یاد رکھتے بلکہ اپنے مطالعہ کا نچوڑ، اخذ کردہ اہم نکات اور صاحبِ کتاب پر اگر کوئی نقد ہو تو بڑے مرتب انداز میں اپنے قریبی ساتھیوں سے بھی بیان

کرتے۔ پھر تین دہائیوں پر مشتمل ان کے تاریخ کے مطالعہ نے ان کو ایک مفکر بنا دیا تھا۔ آپ مجاہدین کے لیے مختلف مواقف اور مسائل میں فکری راہنمائی بھی دیتے اور فکری تربیت بھی کرتے۔

تاریخ کے مطالعہ کے دوران انہوں نے مختلف قوموں کی تاریخ کا بھی عمیق مطالعہ کیا۔ اس لیے وہ قوموں کی تاریخ کا بھرپور تجزیہ کر کے مجاہدین کے لیے کسی علاقے میں کام کرنے کے مواقع اور متوقع مشکلات سے آگاہ کرتے اور مشکلات کو حل کرنے کے مشورے بھی دیتے۔ اس لحاظ سے آپ اقوام کی نفسیات کو سمجھنے کے بھی بڑے ماہر تھے۔

قیادت کے لیے علمِ تاریخ سے استفادہ ضروری ہے

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ جہاد کو منظم کرنے کے لیے اور اس کے ذریعے کفری نظام کو ہٹا کر ربانی نظام کے قیام کے لیے، مجاہدین کو عمومی طور پر، اور ان کی قیادت کو بالخصوص، تاریخ کا وسیع مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ تاریخ نہ صرف ان کے ذہن کو کشادہ کرتی ہے بلکہ انہیں مختلف جنگی علوم، اپنے دشمن اور اس کی چالوں کو سمجھنے، جہاد کے علاقے میں موجود اقوام کے مزاج و عادات کو سمجھنے، جنگی چالوں کو سمجھنے، جنگ کے مختلف مراحل اور ان میں کام کرنے کے اصول سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ اس طرح کے کتنے ہی عسکری علوم ہوتے ہیں کہ جنہیں اخذ کرنا تاریخ کے بالاستیعاب مطالعہ کے بغیر مشکل ہوتا ہے۔ تاریخ سے قبل وہ سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے اور اس میں سے بیش بہا حکمتیں ڈھونڈ کر مجاہدین کی راہنمائی کے لیے پیش کرتے۔ سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت اور ان کی جنگوں کے تفصیلی مطالعہ کی نصیحت کرتے اور اسی طرح تسلسل کے ساتھ اسلام کی کفر کے ساتھ آج کے زمانے تک جتنی بھی جنگیں ہوئیں ان کے مطالعہ کی باری آتی۔ ساتھ ساتھ کفار کی باہم آپس کی بڑی جنگوں اور ان کی جنگی چالوں کو سمجھنے کے لیے یورپ کی جنگوں کی تفصیلات سے بھی حکمت و دانش کی باتیں اخذ کرتے۔ آپ مجاہدین اور ان کی قیادت کو تاریخ کے مطالعہ کے لیے راہنمائی بھی دیتے اور ان میں مختلف کتابوں کے مطالعہ کا شوق بھی ڈالتے۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس عالمی تحریکِ جہاد کے داعی بھی تھے اور مورخ بھی۔ ساتھ ساتھ وہ ایک شفیق و حاذق طبیب و جراح بھی تھے۔ کامیاب جراح پہلے مرض کی تشخیص کرتا ہے، پھر اس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے اور ہر قسم کے جراثیم کے خاتمے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی بڑے مرض کی اصلاح کے لیے سب سے اہم معاون چیز مریض کے مرض کی تاریخ (history) ہوتی ہے۔ پس یہی مزاج ان کے ساتھ امتِ مسلمہ کے مصائب و مشکلات کے علاج اور اصلاح کے تجزیہ میں بھی غالب رہا۔

قائد، دوست اور ترجمان

ڈاکٹر ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ اپنے امیر، دوست، اور محبوب رفیقِ سفر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں امتِ مسلمہ کے مسائل کے معالجے کے لیے مشغول ہو گئے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میں اور ڈاکٹر صاحب میں ان تمام حوالوں سے عجیب ہم آہنگی ہوتی تھی۔ میرے نزدیک ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فکری موضوعات کو جس نے سب سے زیادہ تفصیل سے سمجھا اور پھر اسے آگے بڑھانے کا کام کیا، وہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی شخصیت تھی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مختلف مشوروں میں ڈاکٹر صاحب کے افکار کے ترجمان ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی راہنمائی سے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے فکری موضوعات کو دیگر مجاہدین میں پھیلانے کا موقع ملا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ علمی و شرعی انداز میں ان مباحث کو بیان کرنا ہوتا تھا، جبکہ ڈاکٹر صاحب کا انداز تاریخ سے حاصل شدہ اسباق کی روشنی میں اپنا مقصد بیان کرنے کا ہوتا تھا۔ شرعی مسائل میں ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ واضح طور پر یہ کہتے کہ میں چونکہ عالم نہیں ہوں، اس لیے یہ مسئلہ علماء ہی سے پوچھا جائے اور خود بھی اپنی کوئی رائے قائم کرنے سے قبل علماء سے رجوع ضرور کرتے تھے۔ الغرض ڈاکٹر سربلند خان رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو علومِ شرعیہ کے طالبِ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عمرانیات اور تاریخ کا بھی ماہر بنا دیا۔ اس صفت نے جہاں ان پر تدبر و حکمت کے خزانے کھولے، وہاں ان کی تحریر و تقریر کو مدلل، دلچسپ اور فوائد سے بھرپور بنا دیا اور حالات کے تجزیہ کی صلاحیت میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا۔

دلچسپی کے اہم فکری و تاریخی موضوعات

چونکہ ڈاکٹر صاحب جہادی فکر کے ایک بڑے مفکر و مبلغ تھے، اس لیے اس فکر کو سمجھنے کے لیے تاریخ کی جن کتابوں، ابواب و موضوعات، اور جن شخصیات اور تاریخی واقعات کا تفصیلی مطالعہ کرنے کا ڈاکٹر صاحب مشورہ دیتے، ان کو بھی یہاں پر درج کرنا مفید ہو گا۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخاطب بالعموم خطہ برصغیر یا افغانستان ہی کے مجاہدین ہوتے تھے، اس لیے ذیل کے نکات بھی انہی خِطوں کے حوالے سے ہیں۔

مقدمہ ابنِ خلدون

سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا کی تاریخ کو سمجھنے کے لیے اور مختلف قوموں کی عادات اور جنگوں کے مزاج کو سمجھنے کے لیے وہ امامِ تاریخ علامہ ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر تھے۔ انکے افکار پر ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کی بڑی چھاپ تھی۔ بالخصوص مقدمہ ابن خلدون کے مطالعہ کی تو وہ ہر ایسے فرد کو پڑھنے کی نصیحت کرتے تھے جو کہ انقلاب کا

داعی ہو۔ البتہ ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ کے جن نظریات پر علمائے کرام نے تحفظ کا اظہار کیا ہے، ان میں ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ علمائے امت ہی کی تقلید کرتے تھے۔

تاریخ دعوت وعزیمت

ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے نظریات پر جس کتاب نے سب سے بڑا اثر ڈالا اور جس کے مطالعہ کی وہ بے حد تلقین کرتے تھے، وہ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" ہے۔ وہ اسے ایک انقلابی کتاب کہتے تھے جس کے پڑھنے سے امت کی تاریخ سمجھ میں آتی ہے۔ امت کے مسائل اور جہاد کا طریقہ کار سمجھ میں آتا ہے۔ جہاد کی راہ میں آنے والی مشکلات اور ان کا حل سمجھ میں آتا ہے۔ علماء و صلحائے امت کی قدر آتی ہے اور مجاہد اپنے معاشرے، اپنی تاریخ اور اپنے اکابرین سے جڑتا ہے۔ وہ اس مفروضے سے نکلتا ہے کہ یہ جہاد اسی نے شروع کیا ہے اور یہ قربانیاں پہلی بار اس نے یا اس کی جماعت نے ہی دی ہیں۔ بلکہ اسے پتہ چلتا ہے کہ اس دین کے لیے قربان ہونے، اپنی زندگیاں اقامتِ دین کے لیے وقف کرنے اور مشکلات اور طوفانوں میں، اپنی عزیمت وہمت سے مسلمانوں کے لیے بند باندھنے کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے کہ جتنا ہمارا دین پرانا ہے۔

دعوت وعزیمت کی تاریخ میں وہ تین ہستیوں سے بڑے متاثر تھے۔ بلکہ انہیں امام کہتے تھے، ان کے عاشق تھے اور سب مجاہدین کو ان اکابرین کی تاریخ پڑھنے، سمجھنے اور اس میں سے عمل کی راہیں ڈھونڈنے کی نصیحت کرتے۔ امت کی یہ ہستیاں ایک طرف اصلاحِ معاشرہ وتزکیۂ نفوس، دوسری طرف دعوتِ دین اور تیسری طرف جہاد وسیاست، ان تینوں محاذوں پر امت کی راہنما تھیں۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ ان ہستیوں کو سمجھے بغیر اور ان کے افکار کو دل میں اتارے بغیر ہماری تحریکیں کھوکھلی رہیں گی اور ہم اپنے بڑوں سے دور رہیں گے۔ یہ اکابرین حضرت امام مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ جب ہمیں برصغیر کی تاریخ سمجھاتے تو ایک ترتیب سے سلسلۂ دعوت وجہاد کی کڑیوں کو ملاتے ملاتے موجودہ زمانے تک پہنچاتے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاحِ معاشرہ اور مروجہ اصلاحی طریقوں میں بگاڑ کی اصلاح، بادشاہِ وقت کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی تاریخ اور نظامِ حکومت میں فساد کی اصلاح اور ان مقاصد کے لیے ان کے بیش بہا خطوط، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث کے علوم کی ترویج، مسلمانوں کے اجتماعی مسائل میں ان کی دلچسپی اور مسلمانانِ ہند کو داخلی وخارجی مشکلات سے بچاؤ کی تدابیر، حضرت سید احمد شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح، دعوت،

ہجرت، جہاد اور خلافت کی تحریک اور اس میں سے اسباق، اور پھر حضرتِ سید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اور تحریک کے دیگر مراحل اور بالآخر ۱۸۵۷ء کا جہادِ آزادی اور پھر دارالعلوم دیوبند کا قیام اور پھر تحریکِ ریشمی رومال اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کی قربانیاں، یہ سارے مراحل تفصیل کے ساتھ بیان کرتے۔

مطالعہ پاکستان کی تنگ نظری

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ ہم پاکستانیوں کو مطالعہ پاکستان کے مضمون نے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ پاکستان کے قیام کے بعد ساٹھ کی دہائی میں باقاعدہ 'مطالعہ پاکستان' کے نام سے تاریخ مرتب کی گئی اور یہ کام کراچی یونیورسٹی کے پروفیسروں نے کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ہماری نسل جس نے تاریخ محض مطالعہ پاکستان کی کتابوں ہی سے سیکھی ہوتی ہے، وہ فقط مسلم لیگ کی تاریخ اور کانگریس، مسلم لیگ کے تنازعے سے ہی پوری طرح واقف ہوتی ہے اور آزادیٔ ہند کی جدوجہد بس اسی کو سمجھتی ہے۔ باقی ہندوستان میں اکابرینِ امت نے دین کی ترویج، دعوت وعزیمت اور اسلام کی بقاء کے لیے جو کچھ کیا اس کا محض اجمالی سا تعارف ہوتا ہے کہ جس سے نہ ہی ان اکابرین کے نظریات سمجھ میں آتے ہیں اور نہ ہی ان کا کردار۔ مثال کے طور پر میٹرک پاس ایک لڑکے سے اگر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف پوچھا جائے تو شاید ہی کوئی ایسا ملے جو امت کے ان اماموں کی تاریخ و نظریات سے کچھ واقف ہو۔ اس کے برعکس نہرو اور محمد علی جناح کے چودہ نکات سے لے کر "کرپس" اور "سائمن" مشن اور برطانیہ میں ہونے والی گول میز کانفرنس کی تاریخ سب کو ازبر ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ یہ مطالعہ پاکستان تیار کرنے والوں کا بڑا ظلم ہے کہ انہوں نے پاکستان کے بچوں کو ان کے حقیقی اکابرین سے متعارف ہی نہیں ہونے دیا، اپنی تاریخ سے جڑنے نہیں دیا اور آزادیٔ ہند کی اصل جدوجہد اور اس کے قائدین سے روشناس نہیں ہونے دیا۔

اپنے اکابرین کو پہچانو!

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے داعی تھے کہ ہمارے ہر مجاہد پر لازم ہے کہ ان تمام تحریکوں کی تاریخ سے مکمل واقف ہو اور اپنی نسبت اِنہی اکابرین کے ساتھ کرے اور انہی کی تعلیمات کی روشنی میں اور ان کی تاریخ سے حاصل شدہ اسباق کو سمجھ کر ہی ہم اپنے خطے میں کوئی مفید تحریک قائم کر پائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دعویٰ تھا کہ ہماری آج کی

تحریکِ جہاد اسی اصلاحی تحریک کا تسلسل ہے جو کہ اُن اکابرین نے اٹھائی تھی۔ اسی لیے وہ اس بات پر بہت زور دیتے تھے کہ ہر مجاہد اپنی تاریخ سے واقف ہو کیونکہ اس کے بغیر پوری بصیرت اور فہم کے ساتھ جہاد نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر مجاہدین سے سوال پوچھتے کہ تمہیں پتا ہے کہ یہ جہاد کب شروع ہوا تھا؟ پس کوئی کہتا کہ لال مسجد کے حادثے کے بعد، کوئی کہتا کہ امریکہ کے افغانستان پر حملے کے بعد، کوئی اسے طالبان کی حکومت بننے کے وقت سے جوڑتا اور جو زیادہ وسیع النظر ہوتا وہ جہاد روس سے اپنی تاریخ جوڑ دیتا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب جلال میں آجاتے اور یوں گویا ہوتے کہ "اسی لیے تو میں تمہیں کہتا ہوں کہ عقلمندو! اپنی تاریخ کو پڑھو!، اپنے اکابرین کو پہچانو! یہ دعوت و عزیمت کی تاریخ، جہاد اور اقامتِ دین کی جدوجہد برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اور دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسندِ حدیث سے پھوٹتے ہوئے بالاکوٹ اور جزائر انڈیمان اور قید خانہِ مالٹا سے نکل کر ہم تک پہنچی ہے۔ پھر وہ محبت بھرے لہجہ میں ہر مجاہد کو مخاطب کرتے کہ "اپنے ان بڑوں کے جہاد، دعوت و اصلاح کی تاریخ پڑھو گے تو اس میں تمہیں آج کا لائحہ عمل سمجھنے اور مزید فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی!"۔

تحریکِ ریشمی رومال اور قبائل

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریکِ ریشمی رومال اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مداح اور اس تحریک کا عمیق مطالعہ کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کی بالاکوٹ میں شہادت کے بعد جہاں ہندوستان میں دعوت و اصلاح کے کام میں علمائے امت متوجہ رہے وہاں پر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے باقی ماندہ رفقاء نے شمال مغربی ہند اور بالخصوص سوات سے لے کر وزیرستان تک قبائل میں جہاد کو کسی نہ کسی طرح قائم کیے رکھا۔ یہ قبائل پورے برطانوی راج کے دوران سلطنتِ برطانیہ کے لیے دردِ سر بنے رہے اور اسلام کی عزت پر انہوں نے آنچ نہ آنے دی۔ پھر جب علمائے ہند نے منظم ہونے اور قوت پکڑنے کے بعد دوبارہ سے تحریکِ ریشمی رومال کی شکل میں عملی اقدامات کا فیصلہ کیا تو پھر یہ قبائل ہی ان کا ہر اول دستہ تھے۔

الغرض یہاں ڈاکٹر صاحب قبائل کی تاریخ اور ان کے جہاد کو سمجھنے کی بھی دعوت دیتے تھے۔ ساتھ ساتھ وہ وزیرستان کے قبائلی بھائیوں کو بھی ان کی تاریخ پڑھاتے تھے۔ وہ انہیں امیر المجاہدین حاجی صاحب مرزا علی خان رحمۃ اللہ علیہ (فقیر ایپی) کی تاریخ بتاتے۔ وہ محسود قبیلہ کے لوگوں کو برطانیہ سے جہاد کے قائد "ملا پاوندہ رحمۃ اللہ علیہ" کے واقعات سناتے۔ وہ انہیں بتاتے کہ کیسے ان کے اکابرین نے انگریزوں کے خلاف نالی والی بندوقوں اور کلہاڑی اور پتھروں سے جہاد کیا،

لیکن اس کے باوجود ان کا اتنا رعب تھا کہ انگریز کا قافلہ کبھی بھی اطمینان سے سرزمینِ وزیرستان سے گزر کر افغانستان پر حملہ آور نہیں ہو سکا۔ بلکہ جہاں راستہ میں وزیر قبائل آئے تو انہوں نے کفن پہن کر انگریزوں کے قافلوں کو روکا، محسود قبائل آئے تو انہوں نے اپنے سینوں کو اسلام کے دفاع کے لیے آگے کیا، داوڑ قبائل بھی اس شوقِ جہاد اور دفاع دین و ناموس میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ اسی طرح وہ پشاور کے نواح میں حاجی صاحب تورنگزئی رحمۃ اللہ علیہ ...جو کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں سے تھے... کی جدوجہدِ آزادی کے واقعات بیان کرتے۔

جہاد، قیامِ پاکستان کے بعد

آپ رحمۃ اللہ علیہ بتاتے کہ جہادِ فی سبیل اللہ، ہندوستان و قبائل کی سرزمین میں کسی نہ کسی طرح چلتا رہا، یہاں تک کہ بالآخر انگریز کے ہند سے رخصتی کا وقت آن پہنچا اور وہ اپنے "بااعتماد طبقے" کو اقتدار سونپ کر اور ہند کو تقسیم کر کے رخصت ہوا۔ ایسے میں ان قبائل اور مجاہدین نے جہاد کو ترک نہیں کیا اور اس موقع پر امیرِ وزیرستان فقیر آف اپی (حاجی مرزا علی خان رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنا مشہور مقولہ کہا کہ:

> "یہ پاکستانی فوج وہی انگریزی گدھے ہیں، صرف ان پر نئی زین ڈال دی گئی ہے"۔

ایسے میں نظام اور افواجِ پاکستان نے قراردادِ مقاصد کے نام پر مسلمانانِ ہند کو نیا دھوکہ دیا۔ اور وہ یہ تھا کہ دستور میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے خوشنما الفاظ تو لکھ لیے گئے، مگر حقیقت میں عملی طور پر وہی انگریزی قانون نافذ رہا۔ فرق صرف اتنا ہوا کہ پہلے احکامات ملکہ برطانیہ کے چلتے تھے اور اب دنیا کی طاقت کے پیمانہ بدلنے کے بعد احکامات صدر امریکہ کے چلتے ہیں۔ پہلے ہند پر ایک گوراوائسرائے برطانیہ سے آیا کرتا تھا۔ مگر اب حاکمِ پاکستان کوئی دیسی انگریز ہی ہوتا ہے جس کی تقرری کے احکامات واشنگٹن سے آیا کرتے ہیں۔ الغرض نظام ویسے کا ویسا ہی رہا۔ ایسے میں مسلمانانِ پاکستان، علماء و مجاہدین اپنی مقدور بھر اصلاحی کوششوں میں لگے رہے۔ مگر جتنی بھی کوششیں کر ڈالیں، اس نظام اور فوج کی اصلاح سے مایوس ہی ہوئے کہ جس کے خمیر میں انگریز کا دفاع اور اس کے احکامات و قوانین کا نفاذ ڈالا گیا تھا۔ اس کے بعد تحریک ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواقع پر پھر سے اہلِ اسلام کے راہِ عزیمت پر ڈٹنے کی صورتِ حال بننا شروع ہوئی مگر حقیقی تبدیلی کی تحریک جہادِ افغانستان کے بعد ہی شروع ہوئی۔

جہادِ روس اور عالمی تحریکِ جہاد

اسی دوران روس نے اپنے لاؤ لشکر سمیت ملتِ اسلامیہ افغانستان پر حملہ کر دیا۔ یہاں ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے اس دوراہے کو تفصیل سے بیان کرتے۔ مسلمانانِ پاکستان کا جوق در جوق اس جہاد میں شریک ہونا اور قربانیاں پیش کرنا بیان کرتے۔ دوسری طرف، پورے عالم سے اور خصوصاً عالمِ عرب سے، ہزاروں کی تعداد میں امت کے بیٹوں کا اسلام کے دفاع کے لیے افغانستان میں جمع ہو جانا بیان کرتے۔ اس طرح افغانستان کے کہساروں میں جا کر، مسلمانانِ ہند کا سلسلۂ دعوت و عزیمت، مسلمانانِ عالم اور بالخصوص عالمِ عرب کے سلسلۂ جہاد و دعوت سے متحد ہو جاتا ہے اور ان دونوں خیر کے سمندروں کے ملنے سے جو مجمع البحرین بنتا ہے، اسی کو ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، عالمی تحریک جہاد کا نام دیتے۔

روس کے حملہ کے بعد افغانستان میں باقاعدہ جہاد کا آغاز ہو گیا۔ روس جو کہ عالمی سپر پاور ہونے کا دعویدار تھا، آگ و خون کی بارش کے ساتھ افغانستان پر حملہ آور ہوا۔ لاکھوں افغانوں کو شہید کیا اور نجانے کتنوں کی ناموس کو پامال کیا۔ ایسے میں مسلمانانِ افغانستان نے اپنے دین و ناموس کی خاطر نہتے، ایمان و یقین کی قوت سے اس سرخ ریچھ کے سامنے ڈٹنے کا فیصلہ کیا اور قربانی اور عزیمت کی ایسی داستانیں رقم کیں کہ تاریخ میں جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ادھر امتِ مسلمہ جو عرصہ دراز سے جہاد فی سبیل اللہ کو عملی میدان میں سرانجام دینے کے لیے تڑپ رہی تھی اسے ایک محاذ مل گیا۔ پوری دنیا سے مسلمان، جہاد کی نیت لیے افغانستان کا رخ کرتے رہے اور ہزاروں کی تعداد میں مہاجر مجاہدین نے اپنے افغان بھائیوں کے ساتھ مل کر اس جہاد میں حصہ ڈالا۔

تصورِ امت زندہ ہوا

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، افغانستان کے جہاد میں دو اہم کام ہوئے۔ ایک تو امت میں دوبارہ سے جہاد کا جذبہ بیدار ہوا اور دعوتِ جہاد اور دفاعِ امت کا نظریہ پوری امت میں پھیل گیا، ہزاروں مجاہدین جہادی فنون میں تربیت یافتہ ہو گئے اور امت دوبارہ سے سر اٹھانے کے قابل ہو گئی، جبکہ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ میادینِ جہاد میں امت کے دشمن روس کے مقابلے میں جب تمام عالم سے مسلمان خالص اسلام اور دین کے نام پر اکھٹے ہوئے اور ایک جگہ مل کر جہاد کا عمل شروع ہوا تو دوبارہ سے امت کی حقیقی اجتماعی روح بیدار ہونا شروع ہوئی۔ مختلف خطوں کے مجاہدین اور علمائے کرام کا آپس میں متحد ہونا اور ہم فکر اور یکسو ہو کر امت کے دشمن کے خلاف اٹھنے کا عمل شروع ہوا۔ عرب و ہند ہو یا خراسان و بلادِ ترک، امت کے ہر کونے سے دین سے محبت کرنے اور دین کے لیے قربانی کا جذبہ رکھنے والے مسلمان جب جمع

ہوئے تو دوبارہ سے امتِ مسلمہ کے ایک ہونے کا تصور عملی طور پر واضح ہوا، جسے انگریزوں نے خلافت کے سقوط کے بعد سے، مسلمانوں کو پچاس سے زائد ملکوں میں تقسیم کر کے اور آپس میں اختلافات اور بدگمانیاں پھیلا کر، قومیت کے بت کی آڑ میں بالکل فراموش کرا دیا تھا۔ اب دوبارہ سے مسلمان امت کی سطح پر سوچنے لگے۔ امت کے ہر مسئلہ کو مل کر حل کرنے لگے۔ اپنے ملکوں اور خطوں کے خول سے نکل کے عالمی سطح پر سوچنے لگے۔

عالمِ عرب کی معاصر تاریخ جہاد

تاریخ کے اس موڑ پر پہنچ کر ڈاکٹر صاحب ذرا توقف کرتے۔ اور پھر عصرِ حاضر میں بلادِ عرب میں کھڑی ہونے والی اقامتِ دین کی کوششوں کا بھی ذکر کرتے۔ وہ اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بتاتے کہ جب ہم امتِ مسلمہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب ہم عالمی جہاد سے نسبت کرتے ہیں تو ہمیں اپنے خطے کی تاریخِ دعوت و عزیمت سے جڑنے کے ساتھ ساتھ دیگر اسلامی خطوں کی اور بالخصوص عالمِ عرب کی تاریخ سے بھی جڑنا ہو گا۔ ورنہ اگر ہم اس سے کٹے رہے اور اپنے داخلی خول میں ہی بند رہے تو ہم اس خیرِ کثیر سے بھی محروم رہیں گے، دیگر مسلمانوں کی جدوجہد کے اسباق و فوائد سے بھی ناواقف رہیں گے اور ایک علاقائی تحریک بن کر ہی رہ جائیں گے۔

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت

معاصر جہاد کو سمجھنے کے لیے ڈاکٹر صاحب دو حضرات کی تاریخ اور ان کے کردار کو بیان کرتے اور اقامتِ دین کے بارے میں ان کے افکار کو سمجھنے کی دعوت دیتے۔ ان میں سرِ فہرست مصر کے عالمِ دین و مفکر شہید سید قطب رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کے بعد مجدد جہاد عالمِ ربانی شہید ڈاکٹر عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے موجودہ زمانے میں انگریزوں کی طرف سے آنے والے افکار کا مقابلہ کیا۔ اللہ کے قانون کو پسِ پشت ڈال کر جو قانون بنایا جائے اسے جاہلیت کا خطاب دیا۔ اور اس سے بغاوت کا اعلان کیا۔ پھر سید قطب رحمۃ اللہ علیہ، اس قانون کی روشنی میں پنپنے والے معاشرے کو جاہلیت پر مبنی معاشرہ کہتے اور اس معاشرے کی اصلاح و تربیت اور جاہلیت کے علمبرداروں کے خلاف جہاد کی دعوت دیتے۔ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ دین میں غیروں کی کسی آمیزش کے قائل نہ تھے۔ وہ کہتے کہ کلمہ طیبہ میں پہلے ردِ کفر ہے اور پھر اقرارِ توحید۔ جو حکمران طبقہ، انگریز استعماری دور کے آخر میں امت پر مسلط کر کے گیا ہے وہ آج تک انگریزوں ہی کا دفاع کر رہا ہے، جو کہیں فوجی آمر کی شکل میں، کہیں شاہی خاندان کی شکل میں اور کہیں جمہوری اداروں اور 'اسٹیبلشمنٹ' کی شکل میں حکومت کرتا ہے، مگر نظام ہر جگہ اسی انگریز کا چلاتا ہے۔ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ

اس نظام کو الٹ کر نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے قیام کے داعی تھے۔ وہ اس نظام سے بالکل بھی صلح یا کسی لے دے کے قائل نہیں تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اس باطل نظام کے سامنے ہمیں اسی جرأت اور حوصلے سے دعوت دینی ہے کہ جیسے رسول اکرم ﷺ نے کفار کو مکہ میں دی اور یہ تک کہا تھا کہ:

"اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں، تب بھی میں اس دعوت سے پیچھے نہیں ہٹوں گا، یہاں تک کہ اللہ اس (دین) کو غالب کر دے یا میں اس راستے میں مارا جاؤں"[1]۔

الغرض سید قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امت سے ہونے والے اس دھوکہ کو واضح کیا جو کہ آزادی کے نام پر مسلمانوں کو دیا جارہا ہے۔ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کا براہ راست جاہلیت کو خطاب کر کے اس کو چیلنج کرنا، کیسے جاہلیت کو برداشت ہو سکتا تھا؟ بالآخر جاہلیت کے کارندے حرکت میں آئے۔ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی کی سزا ہوئی۔ پھر جب ان سے کہا گیا کہ اپنے افکار سے پیچھے ہٹ جاؤ، اور بعض نے تو مصلح بن کر یہ مشورہ دیا کہ محض دکھانے کے لیے افکار تبدیل کر لو تو سید رحمۃ اللہ علیہ کا موقف تھا کہ:

"یہ ہمارے عقائد کے مسائل ہیں (نظامِ حکومت سے اختلاف کے مسائل) اور عقائد میں 'توریہ' جائز نہیں"[2]۔

پھر جب ان سے کہا گیا کہ آپ حاکم سے رحم کی اپیل کریں تو آپ نے تاریخِ عزیمت کا سنہری جواب دیا اور فرمایا کہ:

"وہ شہادت کی انگلی جو نماز میں اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہے ایسا ایک حرف بھی لکھنے پر تیار نہیں جس سے طاغوت کی حکومت کو تسلیم کیا جائے۔ پھر یہ بھی تو بتاؤ کہ میں رحم کی اپیل کس بات پر کروں۔ اگر مجھے واقعتاً مبنی بر حق سزا دی جارہی ہے تو مجھے حق پر مبنی ہر فیصلہ قبول ہے۔ اور اگر مجھے باطل اور ظلم پر مبنی سزا دی جارہی ہے تو میں ابھی اتنا حقیر نہیں ہوا کہ باطل سے رحم کی اپیل کروں۔ میری شہادت کی انگلی، جو نماز میں اللہ کی توحید کی گواہی کے لیے اٹھتی ہے، ایک بھی ایسا حرف لکھنے سے انکار کرتی ہے، جس سے کسی طاغوت کے فیصلے کو قبول کیا جائے۔ اگر مجھے پھانسی پر

[1] سیرتِ ابنِ ہشام
[2] في ظلال سورة التوبة۔ از شیخ عبداللہ عزام

چڑھانا حق ہے تو میں حق کے لیے راضی ہوں اور اگر یہ باطل ہے تو میں اتنا بھی نہیں گرا کہ باطل سے رحم کی اپیل کروں۔ "[1]

پھر جب سرکاری مولوی نے پھانسی کا پھندا گلے میں چڑھانے سے پہلے سید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ سید صاحب کلمہ طیبہ پڑھ لیں تو سید نے انتہائی اعتماد سے کہا کہ:

"تم تو اس کلمہ کے ذریعے سے روزی پاتے ہو جبکہ ہمیں تو اس کلمہ پر عمل کرنے ہی کی وجہ سے پھانسی پر چڑھایا جارہا ہے۔ اور اشھد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله پڑھا اور سولی پر لٹک گئے "[2]۔

رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ فرعونِ مصر نے سید رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کر دیا۔ مگر سید کے کلمات لوگوں میں زندہ ہو گئے۔ خود سید قطب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

"ہماری باتیں شمع کی لو کی مانند (ہلکی سی حرارت اور اثر رکھنے والی) ہوتی ہیں لیکن جب ہم اپنے موقف کے لیے مارے جاتے ہیں تو ہماری باتیں زندہ ہو جاتی ہیں، اور معاشرے میں حرارت پیدا کر دیتی ہیں "[3]۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قربانی دے کر مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا کہ کفر اور جاہلیت جس شکل میں بھی ہو، اس سے کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا، مسلمانوں کو اصل عروج اسی وقت ملے گا جب ان کا دین غالب اور نافذ ہو گا اور ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ اس غلبۂ دین کے لیے اپنے تن من دھن کی قربانی کے لیے تیار ہو جائے۔

امتِ مسلمہ کو دوبارہ عروج دلانا سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کا ارمان تھا۔ مگر اس ارمان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک سرزمین کی ضرورت تھی جہاں پر دوبارہ سے مسلمانوں کو عزت و غلبہ دلانے کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ سید رحمۃ اللہ علیہ کے پرچم کو اب فلسطین کے عالمِ باعمل، شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالا اور اس جاہلیتِ معاصرہ اور اس کے

---

[1] ایضا
[2] في ظلال سورة التوبة۔ از شیخ عبدالله عزام
[3] ذخائر العظام۔ از شیخ عبدالله عزام

سرداروں سے نمٹنے کے لیے عالمی جہاد کی داغ بیل ڈالی، جس کا تفصیلی ذکر عالمی تحریکِ جہاد کے تعارف کے ذیل میں ان شاء اللہ آئے گا۔

افغانستان میں مجمع البحرین

پس جہادِ افغانستان مجمع البحرین بن گیا۔ شجرۂ ولی اللٰہی سے پیوستہ ہند و خراسان کے ورثہ کا نچوڑ، جب سید و عزام کے افکار سے مل گیا تو عالمی جہاد کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ بنیاد نہ کفار کی بنائی ہوئی سرحدی حدود کو تسلیم کرتی اور نہ ہی اس بنیاد پر دوستی یا دشمنی کرتی، نہ ہی لسانی اور قومی بنیاد پر متحد ہوتی اور نہ ہی کسی مسلکی یا مذہبی تعصب کی بنا پر تعامل کرتی۔ یہ پوری امت کو اکھٹا کر کے خالص اسلام، توحید، مقدسات اور حرمات کے دفاع کے لیے اکھٹا کرنے کی داعی تھی اور اس کام کے لیے ہر قسم کی تعصبی لکیروں کو پامال کرتی تھی۔

مجاہدین اور ان کی قیادت کو دورہ جات

ڈاکٹر ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ قبائل پاکستان میں موجود مجاہدین کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں تاریخ اور علومِ حرب کے دورہ جات کروانے لگے۔ ان دورات میں سینکڑوں کی تعداد میں مجاہدین اور ان کی قیادت نے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ اسباق پڑھے۔ ایک طرف پاکستان کی مقامی مجاہد قیادت بھی ان سے اسباق پڑھتی تو دوسری طرف عرب مجاہدین کی قیادت بھی بہت سے تاریخ اور علومِ حرب سے متعلق موضوعات کو سمجھنے کے لیے آپ سے رجوع کرتی تھی۔ آپ کے شاگردوں میں بڑے علمائے کرام، متخصص اساتذہ و مدربین، مجاہدین کے امراء اور عسکری قائدین بھی شامل ہوتے۔ یہاں تک کہ عالمِ ربانی و قائدِ جہاد شیخ ابو یحیی لیبی رحمۃ اللہ علیہ اور عظیم مدبر و حکیم امیرِ جہاد مولانا ولی الرحمن محسود رحمۃ اللہ علیہ تک نے باقاعدہ دوروں کی شکل میں ان سے تاریخِ امت کے اسباق پڑھے اور پھر اسے آگے اپنی زبانوں میں منتقل کرنے کا کام کیا۔ اس کے علاوہ مجاہدین کی قیادت میں ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس سے اور افکار سے بہت سی شخصیات نے استفادہ کیا جن میں امیر بیت اللہ محسود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ، ملا نذیر وزیر رحمۃ اللہ علیہ، امیر حکیم اللہ محسود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ،

جناب اعظم طارق محسود رحمۃ اللہ علیہ، حافظ گل بہادر صاحب حفظہ اللہ، شیخ فاتح عثمان شہری رحمۃ اللہ علیہ، حاجی ولی اللہ عمران صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، قاری مولانا عبید اللہ عمران رحمۃ اللہ علیہ، استاد اسلم[1] رحمۃ اللہ علیہ سمیت مجاہدین کی قیادت کے کئی افراد شامل ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا تاریخ کا دورہ بنیادی طور پر انہی چھے اکابرین یعنی کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، شہید سید قطب رحمۃ اللہ علیہ اور شہید شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف، اور ان کی کاوشوں اور دعوت و عزیمت کی راہ میں ان کی قربانیوں کے بیان اور ان کی تاریخ میں سے اپنے لیے اسباق تلاش کرنے کا نام تھا۔

تاریخ کے اس مطالعہ اور پھر قبائلی مجاہدین کو دورہ جات کروانے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ میں مختلف قوموں اور ان کے مزاجوں کو سمجھنے کی جو صلاحیت پیدا ہو گئی، اس سے ان کے اندر قبائلی مجاہدین کے ساتھ غیر معمولی محبت اور ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ اس کے نتیجے میں قبائلی مجاہدین کا بھی آپ پر اعتماد اور آپ سے محبت کا تعلق ہونا لازمی امر تھا۔ اس صفت میں وہ باقی غیر قبائلی مجاہدین میں منفرد و یکتا تھے۔ تمام قبائلی مجاہدین ان کو اپنا سمجھتے تھے اور ان کے پاس پہنچ کر اپنے اختلافات بھلا کر دوست کی حیثیت سے بیٹھے رہتے اور اپنے اختلافات کے حل کے لیے ان کی طرف بھی رجوع کرتے۔ اس کی ایک وجہ ان کا تاریخِ قبائل کا عمیق مطالعہ تو تھا ہی مگر دوسری اہم وجہ ان کا طبیب کی حیثیت سے مقامیوں میں گھل مل جانا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا تھا اور ہر کسی سے بغیر کسی تفریق کے محبت و تعاون کرنا تھا۔

عصرِ حاضر کے جہاد کی فکری بنیادیں

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا کارنامہ اپنے مطالعہِ تاریخ کو اسباق کے ساتھ ایک کتاب کی شکل میں مرتب کرنا ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو "عصرِ حاضر کے جہاد کی فکری بنیادیں" کے نام سے 'ادارۂ حطین' نے شائع کیا۔ اس کتاب میں جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امتِ مسلمہ کی تاریخ اور اس میں سے حاصل ہونے والے اسباق کو بیان کیا ہے وہیں یورپ میں مادے اور روحانیت کے درمیان جنگ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے، کفار کے جدید نظریات بھی بیان کر کے ان کا تفصیلی

[1] استاد اسلم رحمۃ اللہ علیہ جہادِ پاکستان کے ایک اہم قائد شہید امجد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے۔ امارتِ اسلامیہ کے زمانے میں عرب استادوں سے تربیتیں حاصل کیں۔ پاکستان میں صلیبیوں اور ان کے غلاموں پر کئی بڑے حملوں کے منصوبہ ساز تھے۔ جن میں خائنِ دین وملت جنرل پرویز پر ہونے والے حملوں اور جی ایچ کیو پر تاریخی حملہ سب سے نمایاں ہیں۔ ایک فہیم، ہوشیار اور زیرک شخصیت تھے جو مجاہدین کے نزدیک بہت قابلِ احترام تھے۔ سن ۲۰۱۸ء میں افغانستان کے صوبہ پکتیکا کے علاقے برمل میں امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوئے۔

رد کیا ہے۔ آپ نے واضح کیا کہ انقلابِ فرانس کے بعد سے دنیا میں لادینیت کی جو تحریکات پھیلی ہیں ان کے پیچھے اصل مقصد کیا ہے؟ اس طرح گریٹر اسرائیل[1] کے منصوبے کے خدوخال کو واضح کرتے ہوئے مغرب اور امریکہ کے اس منصوبے میں عملی کردار کو بھی اس میں واضح کیا گیا ہے۔ کتاب کا بڑا حصہ اہلِ مغرب کی باہمی کشمکش اور ان کی تاریخ سے متعلق ہے۔ اسی طرح برصغیر میں مسلمانوں کے عروج وزوال کی تاریخ اور اس میں سے اسباق بھی اس میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب تاریخ، سیاسیات اور عمرانیات کے موضوع پر ایک منفرد و مختصر 'دائرۃ المعارف'[2] کا کام دیتی ہے، کہ جس کی افادیت کا انکار کوئی منصف مزاج قاری نہیں کر سکتا۔

حکمت تو مومن کی میراث ہے

حدیثِ پاک کے مطابق حکمت مومن کی میراث ہے اور جہاں سے ملے اسے حاصل کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کفار کی تاریخ اور علومِ حرب کی کتابوں کو بہت تفصیل سے پڑھا۔ آپ ان میں سے فوائد اور اہم باتیں چن کر ساتھیوں کو بتایا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ جنگ سیکھنے کے لیے ضروری ہے ہم دشمن کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔ اس طرح آپ بڑی مفید اور دلچسپ معلومات ہمیں بتاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب پہلی دفعہ میری ۲۰۰۷ء میں ڈاکٹر ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ سے انگور اڈہ کے محاذ پر شناسائی ہوئی تو اس وقت بھی انہیں، مجاہدین کی عملی و فکری اصلاح کرتے ہوئے پایا۔ شہروں سے تعلق رکھنے والے ساتھیوں کو بالعموم دیہاتی تہذیب یا قبائلی رہن سہن کی بعض عادات کے فوائد کا علم نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک عادت افغانیوں اور قبائلیوں کی ہمیشہ کندھے پر چادر رکھنے کی عادت ہے۔ انگور اڈہ کے محاذ پر کندھے پر چادر رکھنے کی عادت کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شہروں سے تعلق رکھنے والے ساتھیوں کو بتایا کہ ایک روسی جرنیل نے اپنی خودنوشت داستان میں افغانستان میں روس کی شکست کے اسباب لکھے ہیں۔ ان اسباب میں اس نے ایک سبب 'افغانیوں کی چادر' کو قرار دیا ہے۔ اس جرنیل کا کہنا ہے کہ افغانی اپنی ایک چادر سے اتنے کام لیتے ہیں کہ جتنے کاموں کے لیے ہمیں ڈھیروں ڈھیر وسائل لگانے پڑتے ہیں اور ہمارے سپاہیوں کو بھاری

[1] Greater Israel

[2] انسائیکلوپیڈیا

بھر کم بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ جبکہ افغانی اپنی ہلکی پھلکی اور سستی سی چادر سے سردی و گرمی سے بچاؤ کا سامان، زخمیوں کے سٹریچر، گرم پٹی، رسی، ہتھکڑی، خیمہ، دستر خوان، پردہ، کیمو فلاج اور جھنڈے سمیت دسیوں کاموں کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس طرح کی مثالیں دے کر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ ساتھیوں کی عسکری معلومات میں اضافہ کرتے بلکہ ساتھیوں کو سادہ تہذیب کو اپنانے، اور بظاہر حقیر نظر آنے والی چیزوں کی اہمیت بتاتے تھے۔

دورۂ علومِ حرب

ڈاکٹر سر بلند خان رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مجاہدین کو ابتدائی عسکری تربیت کے دوران یا اس کے بعد 'علومِ حرب' بھی پڑھانے چاہئیں۔ عسکری تربیتی دورہ جات میں عموماً اسلحہ اور جسمانی تربیت پر زور دیا جاتا ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ یہ فنون تو علومِ حرب کا بہت ہی چھوٹا حصہ ہیں۔ علومِ حرب میں جنگ کرنے کے اصول، جنگوں کی تاریخ، جنگوں کے مزاج، اتحادی بنانا اور جنگی چالوں کا علم، دشمن کی افواج اور ان کے سٹرکچر کو سمجھنا، نقشے بنانا اور جنگوں کی منصوبہ بندی کرنا، ہنگامی حالات میں کرنے کے کام، جنگ میں قیادت کرنے، اپنے دشمنوں کو کم اور اتحادیوں کو بڑھانے کے طریقے اور اس طرح کے دیگر علوم شامل ہیں۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اسلحہ چلانا اور ورزشیں کروانا تو کہیں بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر حقیقی تعلیم کہ جس سے قیادت تیار ہوتی ہے وہ 'علمِ حرب' کی تعلیم ہے۔ اسی لیے روایتی افواج کے افسران کو "سٹاف کالج" جیسے اداروں میں علومِ حرب کے دورے کروائے جاتے ہیں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین کو "علومِ حرب" پر دورہ جات کروانے شروع کیے اور یہ بھی تاریخ کے دورہ کی طرح بہت فائدہ مند ثابت ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علومِ حرب سے ابتدائی شناسائی کے لیے "نصابِ حرب" کے نام سے کتابوں کا سلسلہ بھی شروع کیا جس کے دو حصے "ادارہ اعداد" نے شائع کیے۔ یہ کتاب مجاہدین میں جنگ کے شعور کی بیداری پیدا کرنے کے لیے بڑی اہم کاوش ثابت ہوئی۔

"ضربِ عضب" نامی وحشی آپریشن کے دوران مسیحائی

۲۰۱۴ء میں افواجِ پاکستان نے ظلم و تکبر اور وحشت و درندگی کے ساتھ وزیرستان پر بڑا حملہ کیا۔ گھروں پر، بازاروں پر، مسجدوں پر، الغرض ہر وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں منوں وزنی گولے جیٹ طیاروں سے برسائے گئے۔ علاج کی سہولیات ناپید ہو چکی تھیں۔ ایسے میں ڈاکٹر ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی میڈیکل ٹیم کے ساتھی کسی خطرے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مجاہدین اور دیگر مقامیوں کے علاج کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ اسی دوران شدید تھکاوٹ اور مستقل کئی کئی گھنٹے

طویل آپریشن کرنے اور کاموں کے بوجھ کی وجہ سے وہ شدید بیمار ہوگئے اور ان پر فالج کا حملہ بھی ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کی بیماری پر سب ہی جاننے والے لوگوں نے ان کے لیے دعاؤں کی کثرت کی اور چند ہی دنوں میں ان کی صحت معجزانہ طور پر بالکل بحال ہوگئی اور وہ دوبارہ علاج میں مصروف ہوگئے۔ اس دوران ان کے پاس روزانہ کئی زخمی لائے جاتے جن میں ننھے بچوں اور خواتین سمیت مجاہدین اور عوام، سب ہوتے تھے۔ ان زخمیوں میں امریکی ڈرون میزائل حملوں کے زخمی بھی ہوتے تھے اور پاکستانی جیٹ طیاروں کی وحشی بمباری کے زخمی بھی، پاکستانی درندہ صفت توپ خانے کے گولوں سے متاثرہ افراد بھی ہوتے تھے اور جنگ کی وجہ سے غذائی قلت سے نڈھال مریض بھی ہوتے تھے۔

ہسپتال پر خائنِ دین وملت آرمی کی بمباری

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہسپتال پاک افغان بارڈر کے قریب پاکستانی علاقے "لواڑا" میں ہی قائم تھا۔ بعض سادہ لوح افراد کا خیال تھا کہ شاید یہ وحشی اور درندہ صفت فوج، اس عام منفعت کی جگہ جہاں عورتوں اور بچوں کا علاج ہوتا ہے، کو بمباری کا نشانہ نہ بنائے۔ مگر اس فوج کی تاریخ سے واقف افراد کی رائے ہوتی تھی کہ یہ تو اس بے رحم اور وحشی فوج کی رِیت ہے کہ وہ نشانہ بناتی ہے تو ایسی جگہ کو جہاں عورتوں اور بچوں کی کثرت ہو۔ اور پھر وہی ہوا کہ جب ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی زخمی کو دیکھنے کے لیے اپنے گھر سے ہسپتال جا رہے تھے اور ہسپتال سے چند منٹ کے فاصلے پر تھے کہ پاکستانی فضائیہ کے ایف ۱۶ طیاروں نے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہسپتال پر منوں وزنی گولوں سے بمباری کر دی۔ ہسپتال کا ایک حصہ تباہ ہوا اور اس سے ملحقہ مکان ملبے کا ڈھیر بن گیا جس کے نیچے ایک عورت اور بچے سمیت تین افراد دب کر شہید ہوگئے۔

قصہ شہادت

فوج کی بمباری روزانہ شدت اختیار کرتی جا رہی تھی مگر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنگ سے دور کے علاقوں کی طرف جانے پر تیار نہیں تھے۔ وہ وزیرستان سے زیادہ دور نہیں جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے بارڈر سے دور محفوظ علاقوں کی طرف جانے سے اس لیے انکار کیا کہ وہ وزیرستان کے قبائل سے دور نہیں جانا چاہتے۔ انہیں ان قبائل سے، ان کی دینی وملی غیرت و حمیت اور اخلاقِ حمیدہ کی وجہ سے، عشق تھا اور وہ انہی کے ساتھ جینا اور مرنا چاہتے تھے۔

بالآخر ساتھیوں کے اصرار کے بعد وہ اس پر تیار ہو گئے کہ افغانستان کے بارڈر پر وزیرستان کے قبائل ہی کے علاقے میں منتقل ہو جائیں۔ مگر اس آپریشن کی خاصیت ہی یہ تھی کہ وزیرستان میں فوج نے وحشی بمباری کر کے مجاہدین کو پیچھے دھکیلنا تھا اور دوسری طرف فضا میں امریکی ڈرون نے ان کی قیادت کو نشانہ بنانا تھا، پھر جو افغانستان کی طرف منتقل ہو تو اسے امریکیوں نے چھاپہ مار کر اس پاکستانی امریکی مشترکہ آپریشن 'ضربِ عضب' کو مکمل کرنا تھا۔ پھر ایسا ہی ہوا، افغانستان کے بارڈر پر منتقل ہوئے ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ رات کی تاریکی میں امریکی فوج نے اپنے کمانڈوز دستے ان کے گھر سے ملحق جنگل میں اتارے۔ فضا میں ڈرون اور دیگر طیارے اڑ رہے تھے، ڈاکٹر صاحب اپنے دونوں بیٹوں اور اپنے بہنوئی میجر عادل عبد القدوس سمیت اپنے گھر سے نکلے۔ آپ کے فرزند تیرہ سالہ عزیر اور گیارہ سالہ سلیمان بھی اپنے والد کے ہمراہ تھے، آپ کے یہ دونوں نونہال اپنی ننھی سے عمر میں ایمانی جذبات سے سرشار تھے۔ جنگی فنون اپنے والد سے سیکھ چکے تھے۔ ساتھ ساتھ تیراکی اور گھڑ سواری کی تربیت بھی ڈاکٹر صاحب خود ہی اپنے فرزندوں کو دے چکے تھے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وزیرستان کی ہجرت کے مقاصد میں سے ایک مقصد اپنے بچوں کی دینی و ایمانی نہج پر تربیت بھی تھا۔ حالات کی خرابی کی وجہ سے بعض مخلصین نے انہیں اپنے بچوں کو شہروں کی طرف بھجوانے کا مشورہ دیا مگر ڈاکٹر صاحب نہ مانے۔ کہنے لگے کہ "کیسے میں اپنے بچوں کو فتنوں کے بیچ میں بھیج دوں، ان کا میرے ساتھ یہاں شہید ہو جانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ شہروں میں جا کر کسی فتنے میں مبتلا ہو جائیں"۔ آپ کے بڑے بیٹے عزیر میں آپ جیسی ذہانت، شوقِ مطالعہ اور بلا کا حافظہ جبکہ ننھے سلیمان میں عسکری امور میں دلچسپی کے اشارے واضح نظر آتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے لڑکوں کی کمسنی کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طریقے پر چلتے ہوئے بچوں میں اسلحہ کی محبت ڈالنے اور مہارت پیدا کرنے کی غرض سے ان کے لیے کلاشنکوفوں کا بندوبست بھی کر رکھا تھا۔

الغرض یہ تینوں باپ بیٹے اور بچوں کے پھوپھا میجر عادل عبد القدوس سب اسلحہ اٹھائے امریکیوں سے جنگ کی تیاری کر رہے تھے۔ لیکن امریکیوں میں ان کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ بالآخر امریکیوں نے انہیں بمبار طیاروں سے نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں توحید کے یہ چاروں فرزند اپنی جانیں جانِ آفریں کے سپرد کر گئے اور اس طرح انسانیت کا یہ محسن اپنے دو دہائیوں پر مشتمل دعوت، قتال، تربیت اور فلاحِ انسانیت کے سفر کو طے کرتا ہوا، اپنی آخرت کی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ انسانیت کے مسیحا ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر شہادت کے بعد بھی عجیب سکون و طمانیت تھی۔

اس طرح پاکستانی فوج اور ان کے آقا امریکی صلیبی، اپنے مشن میں کامیاب ہوئے اور اس مشترکہ آپریشن کے نتیجے میں اس چراغ کو گل کر گئے جو کہ سال ہا سال تک اپنے نور کو ارضِ خراسان میں پھیلاتا رہا۔ دتّہ خیل کے پہاڑوں پر پاکستانی فوج پیش قدمی کر رہی تھی، پکتیکا کے پہاڑوں پر امریکی اور افغانی غلام فوج پوزیشن سنبھال رہے تھے۔ فضا میں کبھی امریکی ڈرون منڈلاتے تھے اور کبھی پاکستانی جیٹ۔ یہ تھا اس معرکہ کا آنکھوں دیکھا حال جو کہ انبیاء کے دشمن یہود، اور ان کے ایجنٹ اور خادمِ صلیب، پاکستانی فوج نے مشترکہ طور پر انجام دیا۔ کفر اور ایمان کی اس جنگ کی تاریخ وہی پرانی تاریخ تھی۔ جب بھی کفر و اسلام کا بڑا معرکہ ہو، اس میں کفار کے ساتھ ان کے خدماء اور ایجنٹوں کے لشکر بھی لازماً ہوتے ہیں۔ تاریخ کا طالبِ علم جانتا ہے کہ نواب سراج الدولہ رحمۃ اللہ علیہ کی جنگِ پلاسی ہو یا سلطان ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ کی میسور کی جنگ، اسلام اور کفر کی جنگ میں سب سے بھیانک کردار منافقین کے ٹولے ہی کا ہوتا ہے کہ جو مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپ کر صلیب اور اس کے پجاریوں کی خدمت کرتا ہے۔ پس آج کی اس صلیبی جنگ میں میر جعفر، میر صادق کی طرح کے رذیل منافقوں کا کردار ادا کرنے والا گروہ، کون سا ہے؟ اس کا جواب ہم تاریخ کے طالبِ علم ہی پر چھوڑتے ہیں!

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ[1]

”جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ طاغوت کے راستے میں لڑتے ہیں۔“

دین سے ادنی سی نسبت رکھنے والا بھی امریکہ کو 'طاغوت' کہنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیا یہ امریکہ ہی نہیں ہے جو ساری دنیا کو اپنی قوت، طاقت، اپنے نظریات و اقدار ماننے پر مجبور کر کے در حقیقت اپنی عبادت کرواتا ہے؟ کیا یہ امریکہ ہی نہیں کہ جس کا دعویٰ ہے کہ جو اس کے اقدار و تہذیب کا مخالف ہو وہ اس کو مٹا دے گا؟ پس اس طاغوت کے ساتھ مل کر، اس کے راستے میں، اس کے مشن کو پورا کرنے کے لیے جو لشکر، جو فوج لڑ رہی ہو، اس کی حقیقت کیا ہو گی؟ اسے کس نام اور ٹائیٹل سے پکارا جائے گا؟ کیا انہیں 'مجاہد فی سبیل اللہ' اور 'راہِ حق کے شہیدو!' کہا جائے گا یا 'مجاہد فی سبیل امریکا' اور 'راہِ امریکہ و یہود کے شہیدو'؟ پھر کیا اگر آج ان کے زر خرید غلام یا ان کے خوف سے دبے ہوئے حضرات، انہیں

[1] سورة النساء، آية: ٧٦

مجاہد یا شہید کہہ بھی لیں تو کیا تاریخ کا کوئی منصف مزاج مؤرخ اس وحشی اور انسانیت دشمن فوج کو کبھی مجاہد، شہید لکھنے کی جرأت کر سکے گا؟ اس اخلاق سے عاری، وحشت و بربریت سے بھری فوج کو مجاہد یا شہید کہنے والے ضمیر نہیں رکھتے کہ کل قیامت کے دن وہ ننھی بچی کہ جسے ان کے جیٹ کے گولوں نے مٹی کے ڈھیر کے نیچے ہمیشہ کے لیے دفنا دیا تھا، کیونکہ فضائی بمباری اس قدر شدید تھی کہ کسی کو اس بات کی مہلت تک نہ تھی کہ وہ اس بچی کو مٹی کے نیچے تلاش کر کے اس کو باقاعدہ دفن کر سکیں۔ کل یہ بچی جب میدانِ حشر میں نعرہ بلند کرے گی کہ: بأيِّ ذنب قتلت۔ مجھے کس گناہ کی پاداش میں مارا گیا؟ تب اس وحشی و درندہ صفت فوج کی حمایت کرنے والے کیا جواب دیں گے؟ کس منہ سے رحمت للعالمین ﷺ جو کہ جانوروں کی تکلیف پر بھی بے چین ہو جاتے تھے، سے شفاعت اور آبِ کوثر کا سوال کریں گے جبکہ ان کے ہاتھوں اور زبانوں پر ظالم و جابر کی نصرت و حمایت کا داغ ہو گا؟

اللہ رب العزت ڈاکٹر ابو خالد سربلند زبیر خان رحمۃ اللہ علیہ سے راضی ہو جائے اور انہیں ان کے ایک ایک عمل کے بدولت جنت کا اعلیٰ ترین درجہ دلائے اور ان کی آنکھوں کو اپنی نعمتوں سے ٹھنڈا فرما دے، آمین۔

دعوت و ابلاغ کا گمنام شاہسوار، انجینئر اسامہ ابراہیم غوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

دعوت و ابلاغ کا میدان ہو یا جہاد و قتال کا، ہجرت و رباط کا سفر ہو یا تعلیم و تربیت کا، ایک شخصیت تھی کہ جو عملی زندگی کے ہر موڑ پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھڑی رہی، ایک ساتھی تھا جو کہ ہر خوشی و سکون اور ہر دکھ و درد میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا رفیق رہا۔ سترہ سال تک غلبۂ دین کی مہم میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا دستِ راست اور رفیق رہا۔ میرے خیال میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی و جہادی زندگی والی شخصیت، فیصلوں اور رویوں کے بننے میں ایک بڑا کردار فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دوستی اور رفاقت تھی۔ آپ کو مجاہدین میں 'ظہیر' اور 'امجد' کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ میرے لیے یہ بات باعثِ افتخار ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نسبی اعتبار سے راقم کے برادرِ بزرگ تھے۔

ابتدائی زندگی

شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے عین تین ماہ بعد فروری ۱۹۸۲ء میں ہوئی۔ آپ کا تعلق افغانی غوری خاندان سے تھا جو قیامِ پاکستان سے قبل کشمیر میں آباد ہوا۔ آپ کے والدِ گرامی نے

۱۹۸۰ء میں پاکستان کی سول سروس کے مقابلہ کا امتحان (CSS) پاس کیا اور وفاقی وزارت اطلاعات و نشریات میں خدمات سرانجام دیں۔ یوں شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کا گھریلو زندگی کا زمانہ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں گزرا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے اپنی پوری زندگی خواتین میں دینِ اسلام کی دعوت، قرآن کریم کی تعلیم اور نیکیوں کے فروغ کے لیے وقف کیے رکھی۔ خواتین کی اصلاح، ان میں دین کی محبت انڈیلنے اور شریعت کا اتباع کروانے کی کوشش کرنے میں انتھک محنتیں کرنا، ان کا ہمیشہ کا عمل رہا۔ ساتھ ساتھ قرآنِ کریم سے زندہ تعلق اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ و مرحلہ میں قرآنِ عظیم الشان سے راہنمائی لینا اور قرآن کی تعلیم کو معاشرے میں عام کرنا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا طرۂ امتیاز رہا۔

انٹر تک شہید ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم اسلام آباد کے معروف تعلیمی ادارے "اسلام آباد کالج برائے طلبہ" میں حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے سن ۲۰۰۳ء میں "انجینئرنگ یونیورسٹی ٹیکسلا" سے مکینیکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دیندار اور پابندِ شرع گھرانے میں پرورش پائی۔ والدین کے دین سے گہرے تعلق اور زندگی کے ہر معاملے میں شریعت کی پابندی کے جذبے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر بچپن سے ہی دین سے محبت، غلبہ دین کے لیے جہاد کرنے کا جذبہ اور دین کے لیے سب کچھ قربان کرنے کی لگن موجود تھی۔ علاوہ ازیں بچپن سے ہی جہادِ فی سبیل اللہ اور اسلام کے انقلاب کا جذبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میں موجزن تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل بچپن کا ایک لطیفہ ہے کہ تین سال کی عمر میں بیمار ہو گئے اور ہسپتال لے جائے گئے۔ ڈاکٹر نے جب خون کے معائنہ کے لیے خون نکالا، تو خون کو دیکھتے ساتھ ہی آپ نے ہسپتال میں ہی بلند آواز میں یہ نعرہ لگانا شروع کر دیا کہ "خون رنگ لائے گا، انقلاب آئے گا"۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے دوستی

ایک ہی شہر میں رہنے کی وجہ سے اور گھریلو قرابت کی وجہ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے شناسائی اور تعلق داری تو آغاز عمر سے ہی تھی۔ لیکن حقیقی دوستی اس وقت بنی کہ جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کیڈٹ کالج کے زمانے میں دروسِ قرآن دینا شروع کیے۔ اسی زمانے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام آباد ہی میں کچھ علماء کے دروس میں بھی شرکت کرنا شروع کی اور اس کے بعد اپنے دوست یاروں کے ساتھ دعوتِ دین کے لیے دروسِ قرآن کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ اسی وقت سے شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی فاروق بھائی کے ساتھ حقیقی رفاقت شروع ہوتی ہے۔ اس وقت ان دونوں رحمۃ اللہ علیہما کی عمر ۱۶ سال کے لگ بھگ ہو گی۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دروسِ قرآن کا تذکرہ تو پچھلے ابواب میں گزر چکا ہے۔ شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ اس پورے عرصے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دروس میں نہ صرف شریک ہوتے بلکہ آپ ان دروس کے منتظم بھی ہوتے۔ طریقہ کار یہ ہوتا کہ درس والے دن کسی قرآنی سورت پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ درس دیتے، تو آپ کے درس کے بعد شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کسی حدیث پر یا اصلاحی موضوع پر بیان یا مطالعہ کتاب کا خلاصہ پیش کرتے۔ اس طرح سال ہا سال تک یہ دروس کا سلسلہ آپ دونوں رحمۃ اللہ علیہما کی جوڑی سے چلتا رہا۔

اس عرصے میں آپ کی قربت و محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یونیورسٹی سے واپسی کے بعد اور چھٹیوں کے دنوں میں شاید ہی کوئی لمحہ بچتا ہو کہ جس میں یہ دونوں جدا ہوتے ہوں۔ کبھی ایک جگہ درس کے لیے جاتے تو کبھی دوسری جگہ ساتھیوں کو دعوت دینے جاتے۔ پھر اعمال میں ترقی اور اصلاح و تزکیہ میں بھی جس رفتار سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ آگے کا سفر شروع کرتے اس طرح ان کے پیچھے پیچھے شہید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بھی روانہ ہو جاتے۔ دوستی و رفاقت کے ساتھ ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت بھی ابتداء سے ہی ان کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی، حالانکہ ہم عمر دوستوں میں بالعموم عقیدت کا تعلق نہیں ہوتا۔

جہاد میں شرکت

زندگی کے باقی فیصلوں کی طرح جہادِ کشمیر کے معسکرات میں جانے کا فیصلہ بھی دونوں نے اکھٹے ہی کیا اور اکھٹے ہی وہاں تشریف لے گئے۔ ابتدائی تربیت بھی اکھٹے ہی مکمل کی اور اس کے بعد دونوں حضرات نے جہادِ کشمیر کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے کا فیصلہ بھی مل کر کیا۔ آئی ایس آئی کی مکارانہ سیاست کی وجہ سے جب یہ دونوں رحمۃ اللہ علیہما کشمیری تنظیموں سے مایوس ہوئے تو دونوں نے اکھٹے ہی تلاشِ جہاد کا سفر کیا اور پھر ایک ہی وقت میں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جڑے اور ان کے واسطے سے جہاد میں جڑ گئے۔ جہاد میں بھی ایک ہی شعبہ ”دعوت و ابلاغ“ میں دونوں حضرات کی سرگرمیاں رہیں اور کئی منصوبوں پر اکھٹے ہی کام کیا۔ الغرض اپنے شعور کی پوری زندگی ان دونوں حضرات، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ نے اکھٹے اور ایک دوسرے کی دوستی و رفاقت میں گزاری۔ اس طرح ان دونوں دوستوں رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی زندگی کا ہر اہم اور بڑا فیصلہ ایک دوسرے کے مشورے سے کیا۔ اس خاصیت کی وجہ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے بیان میں ان کے اس دیرینہ رفیق کی سیرت کے کچھ پہلو بیان کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی

شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کے اندر، اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کا بڑا اعالی جذبہ تھا۔ آپ کو اگر کسی کام کے فرض ہونے کا علم ہو جاتا تو فوراً کر گزرتے تھے۔ یقیناً آپ پر اس حوالے سے اپنے نام کی تاثیر ہو گی، جیسے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ[1]　　”جب ان کے پروردگار نے ان سے کہا کہ: سر تسلیم خم کر دو! تو وہ (فوراً) بولے: میں نے رب العالمین کے (ہر حکم کے) آگے سر جھکا دیا“۔

بالکل اسی طرح ابراہیم غوری بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج تھا۔ وہ شریعت کے حکم کے آگے کسی اور سوچ، مصلحت اندیشی یا انتظار کے قائل نہ تھے۔ بس فوراً عمل کرنا چاہتے تھے۔ یہی سوچ ان کی اس وقت بھی نظر آئی کہ جب انہیں جہادِ کشمیر کی دعوت ملی، تو آپ نے اپنی یونیورسٹی کی تعلیم کی فکر کیے بغیر بس جہادِ کشمیر کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

پھر جب عالمی تحریکِ جہاد کی دعوت ملی تو اس وقت آپ کو انجینئرنگ سے فارغ ہو کر نئی نئی ملازمت ملی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بلا کی ذہانت ودیعت کی تھی اور تعلیمی ریکارڈ بھی اچھا تھا۔ اس لیے دنیاوی لحاظ سے مال کمانے کے دروازے آپ کے لیے چہار جانب کھلے نظر آئے۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں کفار کی کسی ملٹی نیشنل فرم میں کام نہیں کروں گا۔ 'دانش مندوں' نے بہت سمجھایا کہ کیریئر کے آغاز میں کسی بڑی مغربی کمپنی میں کام کرنے سے آئندہ کے لیے ہر جگہ کے مواقع کھل جائیں گے۔ پھر چاہے اپنے اکٹھے کیے ہوئے مال سے جہاد کرنا یا دنیا کمانا، تمہاری اپنی مرضی! اسی دوران ان کے لیے امریکہ کی بڑی تیل نکالنے والی کمپنیوں میں ملازمت کے دروازے بھی کھلے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گھٹی سے ہی 'فکرِ آخرت' اور 'زندگی برائے بندگی' کا سبق ملا تھا۔ آپ دنیا کمانے کے ان دلکش منصوبوں کو خوب سمجھتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ دنیا کی کمائی کی دوڑ میں لگنے کے بعد دوبارہ سب کچھ لٹانے کی توفیق بڑی مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔ وہ ان تمام 'آفروں' کو اپنے ایمان کے لیے خطرہ سمجھتے تھے۔ بالخصوص امریکیوں کی کمپنیوں میں ملازمت کا سوچ کر تو ان کا خون کھول اٹھتا تھا۔ آپ دنیاداری کی ان ”آفروں“ کو اتنی حقارت اور بے نیازی سے ٹھکرا دیتے تھے کہ سننے والا حیرت سے ان کا منہ تکتا تھا کہ یہ کس دنیا کا باشندہ ہے، دنیا کس طرف بھاگتی ہے اور یہ کس طرف جا رہا ہے؟ الغرض شہید ابراہیم

---

[1] سورة البقرة، آية: ١٣١

غوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان 'مخلصین' کو یہ واضح پیغام دیا کہ میں جھونپڑی میں رہ لوں گا مگر میں اپنی زندگی صرف پیسے کمانے کے لیے نہیں بسر کر سکتا۔ میری زندگی کا مقصد اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

اس انکار کے بعد آپ نے ایک پاکستانی ٹیکنیکل ادارے میں تدریس کرنا شروع کر دی۔ اس ملازمت کو چننے کی وجہ یہ بنی کہ اس ملازمت میں ہفتے میں کچھ دن ہی لیکچر دینے جانا ہوتا تھا اور اس طرح باقی کافی وقت فارغ بچ جاتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ فارغ وقت دعوتِ دین کی سرگرمیوں میں لگانا چاہتے تھے۔ اس طرح آپ نے زیادہ سے زیادہ فراغت اور کم سے کم تنخواہ والی ملازمت شروع کر دی۔

سن ۲۰۰۴ء میں جب وہ باقاعدہ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جڑ گئے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنے شہر میں ہی رہ کر جہادِ فی سبیل اللہ کی نصرت کرنے کا کام دیا تو انہوں نے کہا کہ بس اب میں اپنا سارا وقت نصرتِ جہاد میں لگاؤں گا۔ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فی الحال آدھا وقت بھی لگا دو تو کافی ہے اس سے زیادہ کی فی الحال ضرورت نہیں۔

اسی زمانے میں شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ مگر میں نے دنیا میں شاید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا کہ جس کے نزدیک دنیا کی حقیقت مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دنیا کے لیے مال کمانے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ آپ کوئی بے وقوف یا دنیا کی ضروریات سے ناواقف شخص ہوں۔ نہیں بلکہ وہ تو اپنی سمجھداری و دانائی میں اپنے معاشرے میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ بس وہ فنا فی الدین تھے اور سب کچھ اسی پر لٹانا چاہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھریلو اخراجات کا اندازہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اگر تنگدستی کے ساتھ گھر چلایا جائے تو چار ہزار روپیہ میں وہ اپنا گھر چلا سکتے ہیں۔ اس پر انہوں نے سوچا کہ چار ہزار تو میں محض ہفتہ میں ایک دن لیکچر دے کر کما سکتا ہوں تو اس کے لیے باقی دن کیوں میں دنیا پر نچھاور کروں۔ لہٰذا آپ اپنے دفتر کے سربراہ کے پاس گئے اور اسے کہا کہ میں صرف اتنے دن ہی کام کر سکتا ہوں کہ جتنے میں مجھے گھر چلانے کے پیسے مل جائیں۔ باقی وقت مجھے اپنے دین کے لیے کام کرنا ہے۔ اس موقع پر کسی 'مخلص' نے ان سے کہا کہ "بھائی! اتنی کم تنخواہ تو ایک مزدور کی بھی نہیں ہوتی، پھر تم نے انجینئرنگ کی ڈگری کیوں حاصل کی؟"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب تھا کہ "میں نے تعلیم دنیا کمانے کے لیے نہیں حاصل کی، اللہ اس تعلیم کی وجہ سے دین کی نصرت کا کام لے لے، یہی میری تمنا ہے"۔ دنیا سے ایسی بے نیازی و بے رغبتی کے تذکرے اسلاف کی سوانح میں ہی پڑھے تھے۔

محاذوں کی تڑپ

گو کہ وہ دنیا سے ہاتھ جھاڑ کر، شہر میں رہتے ہوئے بھی سب کچھ دین پر نچھاور کر چکے تھے۔ مگر اُس زمانے سے ہی محاذِ جنگ پر جانے کی خواہش انہیں تڑپاتی رہتی تھی۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ کسی طرح افغانستان پہنچ جائیں اور جنگ کے میدانوں سے اٹھنے والی جنت کی خوشبو پائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اصرار کیا کہ مجھے افغانستان بھیجیں، مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر دعوتی کاموں کی وجہ سے عذر کیا۔ دوسری طرف جب وہ کشمیری معسکرات میں تربیت کر رہے تھے تو کسی جسمانی تربیت کے دوران ان کی کمر کا ایک مہرہ اپنی جگہ سے ہِل گیا تھا جس کی وجہ سے وہ مستقل کمر درد کا شکار رہتے تھے۔ مگر پھر بھی ان کا شوقِ جہاد کم نہیں ہوا۔ اسی دوران راقم جو کہ ان کا چھوٹا بھائی تھا کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی کرم سے جہادی محاذوں کی طرف جانے کا موقع فراہم کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے نہ جاسکنے کا اتنا غم تھا کہ اپنا چہرہ بستر میں چھپا کر سسکیوں سے روتے رہتے تھے۔

اسی دوران ایک دن مجھ سے کہا کہ "اگر افغانستان بھیجنے کی ترتیب نہیں بنتی تو مجھے عراق بجھوادو"۔ میں نے حیرت سے پوچھا، "عراق؟ اتنی دور؟" کہنے لگے کہ "دین کے لیے دور قریب سے کیا ہوتا ہے، جہاد اللہ کا حکم ہے، جہاں بھی موقع ملا ضرور جائیں گے"۔

پھر جب شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ کو ساتھ چلنے کے حوالے سے اختیار دیا کہ اگر آسانی ہو تو چلیں وگرنہ گھر میں ہی رہ کر 'جہادی ابلاغ' کا کام کریں۔ البتہ یہ بھی ساتھ میں کہہ دیا کہ بہتر کام تو تب ہی ہو پائے گا کہ جب ہجرت کر کے اکھٹے بیٹھ کر کریں گے۔ اس وقت شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کے لیے نئی شادی ہونے کی وجہ سے نکلنا بہت مشکل تھا۔ مگر آپ نے مشکلات کی کوئی پرواہ نہ کی اور ہجرت کے لیے روانہ ہوگئے۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت میں نے بھی انہیں سمجھایا کہ جب کام ابھی شہر میں رہ کر بھی ہو سکتا ہے تو کیوں جاتے ہو اور آپ کے امیر شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے رکنے کی اجازت بھی تو دی ہے۔ مگر ان کا جواب تھا کہ "جو دین کے لیے بہترین ہے میں وہی کروں گا اور یہ ظاہر سی بات ہے کہ جب میں مجاہدین کے درمیان ہوں گا تو میڈیا کا کام بہتر انداز میں کر سکوں گا"۔

میرا اندازہ ہے کہ، ایسے فنا فی الدین شخص، اور بے خطر آتشِ نمرود میں کودنے والی شخصیت کی رفاقت سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی زندگی کے بہت سے مشکل فیصلے کرنے میں آسانی ہوئی۔

شعبۂ دعوت و ابلاغ میں

جہادِ فی سبیل اللہ میں شرکت کے بعد شہید اسامہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش یا تو صلیبیوں پر فدائی حملہ کرنے کی تھی یا پھر افغانستان و عراق میں جاکر صلیبیوں صیہونیوں سے دوبدو معرکوں میں شہادت پانے کی تھی۔ پھر جب اس کی ترتیب نہ بن پائی تو ان کی تیسری خواہش اپنے میکینکل انجینیرنگ کی تعلیم اور تخلیقی ذوق کی وجہ سے جہاد کے لیے اسلحہ سازی کرنے کی تھی۔ برادر ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ نے میکینکل انجینئرنگ کا انتخاب بھی اسی نیت سے کیا تھا کہ اس طرح ان کے لیے آلاتِ جہاد کو بنانے میں آسانی ہوگی اور وہ امتِ مسلمہ کی سربلندی کے لیے کوئی مفید کام کر سکیں گے۔ جس وقت انہوں نے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد کا کام شروع کیا تو پہلے پہل انہوں نے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہی منصوبہ رکھا کہ میرا شوق ہے کہ مجاہدین کے لیے ایک جدید اسلحہ کو تیار کرنے والی ورکشاپ بنائی جائے۔ تاہم چونکہ اس وقت شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ تنظیم القاعدہ کی طرف سے دعوتی و ابلاغی سرگرمیوں پر مقرر تھے اس لیے انہوں نے شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کو میڈیا کی اہمیت بتلاکر راضی کرلیا کہ وہ ان کے ساتھ میڈیا کے کام کو کھڑا کرنے کے لیے مدد کریں۔

اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی گھریلو تربیت کی وجہ سے بچپن سے ہی کیمرے اور تصویروں سے دور رہے تھے۔ تصویر سازی اور اتروانے کے عمل کو بالکل ناجائز سمجھتے تھے اور کم سنی سے ہی ایسی محفلوں میں شرکت سے اجتناب کیا کرتے تھے کہ جہاں تصویریں اتارے جانے کا امکان ہوتا۔ اس لیے فطرتاً کیمرے کے ذریعے سے خود نمائی اور بیکار کی تصویریں اتارنے کے عمل سے ان کو بیزاری تھی۔ جہادی اعمال کے علاوہ تصویر بنانے کی انہوں نے ہمیشہ حوصلہ شکنی کی۔ جب شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں جہادی میڈیا میں آنے کا کہا تو ان کو کیمرے کے استعمال اور تصویر بنانے کے عمل پر اعتراض تھا۔ یہ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے کہ جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھایا کہ میڈیا موجودہ زمانے میں مجاہدین کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، یہ جہاد باللسان کی ایک شکل ہے اور اس کے ذریعے دشمنانِ اسلام کے شنیع پراپیگنڈوں کا جواب دیا جاتا ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا کہ یہ بالکل ویسا ہی عمل ہے کہ جیسا کہ شاعرِ رسول رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دفاعِ اسلام کے لیے ہجویہ شاعری کہ جس سے خوش ہوکر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کافروں کی ہجو[1] بیان کرو، جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

---

[1] شاعری کے ذریعے دشمنوں کی عیب جوئی کرنے کو 'ہجو' کرنا کہتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يومَ قريظةَ لِحسَّانَ بنِ ثابتٍ:اهجُ المشركينَ فإنَّ الجِبريلَ معكَ[1]

رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ قریظہ کے دن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو! جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔

اسی طرح ایک موقع پر رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

اهْجُوا قُرَيْشًا فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهَا مِنْ رَشْقٍ بِالنَّبْلِ[2]

قریش کی ہجو بیان کرو کیونکہ یہ ان کے اوپر تیروں کی مار سے بھی سخت ہے۔

شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھایا کہ موجودہ زمانے میں جہاں کفار کے نافذ کردہ عالمی نظام نے پوری دنیا کو اپنے آہنی بازوؤں میں جکڑا ہوا ہے، وہیں ان کا شیطانی میڈیا اپنے دجل و فریب کے ساتھ چوبیس گھنٹے ہزاروں چینلوں کے ذریعے دنیا بھر میں اسلام کے خلاف زہر افشانی کر رہا ہے، اسلامی عقائد کی تضحیک اڑانا ان کا روز کا مشغلہ ہے، مجاہدینِ اسلام کا روشن چہرہ مسخ کر کے ان کو وحشی و جنونی دکھانا ان کا اساسی کام ہے اور اسلامی تہذیب و اخلاقیات کو کھرچ کھرچ کر مسلمانوں کے معاشروں سے محو کر کے اخلاق سوز بیہودہ تہذیب کو رائج کروانا ان کا وظیفہ ہے۔ کفر کی مسلط کردہ اس ہمہ جہتی خطرناک اعلامی جنگ میں، اپنا دفاع کرنے کے لیے اسلام کے مدافعین مجاہدین کے لیے دعوت کے دیگر روایتی ذرائع کا استعمال انتہائی مشکل بنا دیا گیا ہے۔ مساجد کے منبر اور دیگر عوامی اجتماعات تک مجاہدین کے رستوں پر پہرے ہیں، چھاپہ خانوں میں خفیہ اداروں کے افراد ہر ایسی کتاب کی بو سونگھتے پھرتے ہیں کہ جس میں مجاہدین کے مواقف کا کچھ بھی دفاع کیا گیا ہو۔ حد تو یہ ہے کہ اپنے گھروں اور والدین سے رابطے کی راہ میں بھی یہ سفاک طاغوتی ادارے ہزار رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ ایسے میں مجاہدین کے لیے یہ میڈیا ہی ایسا ہتھیار ہے کہ جس سے وہ اسلام اور جہاد کا دفاع کر سکتے ہیں، کفار کے منفی الزامات کا جواب دے سکتے ہیں، کفار کے جرائم کو اجاگر کر کے ان کی نفرت میں اضافہ کروا سکتے ہیں، جہاد کی محبت اور اس بھلائے گئے فریضہ کی اہمیت امتِ مسلمہ پر اجاگر کر سکتے ہیں اور بغیر کسی خوف اور ڈر کے صحیح اور صاف طریقے پر اسلام کی دعوت کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ لہٰذا موجودہ زمانے میں میڈیا کا استعمال کر کے تحریری، سمعی و بصری اعلامی کاموں کے ذریعے دین و جہاد کی دعوت کو آگے بڑھانا، جہادِ فی سبیل اللہ کا اہم ترین شعبہ بن

[1] صحيح البخاری

[2] صحيح المسلم

جاتا ہے۔ یہ وہ نکات تھے کہ جن کے ذریعے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کو جہادی اعلام میں شمولیت کے لیے قائل کیا۔ پھر جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تصویر حرام ہے تو اس میں کوئی شک نہیں اور تصویر کی حرمت پر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذخائر شاہد ہیں۔ مگر کیمرے کے دعوتِ دین کے مقصد کے لیے استعمال کے بارے میں موجودہ زمانے کے اکثر علمائے کرام نہ صرف یہ کہ اس کا جواز دے رہے ہیں بلکہ اپنے دعوتی تبلیغی مقاصد کے لیے اسے بڑے زور و شور سے استعمال کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان محترم علماء کے لیے دعوت کے دیگر ذرائع تک رسائی کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔ پھر کیوں مجاہدین جن کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ ہے بھی نہیں اس میدان میں پیچھے رہیں؟ پھر یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ کیمرے سے تصویر سازی بھی محرمات میں سے ہے، امتِ مسلمہ کے دفاع کی خاطر اضطراری حالت میں علمائے کرام اس کے جواز کا فتوی دیتے ہیں بالکل اسی طرح کہ جیسے میدانِ جنگ میں، حالتِ اضطرار میں بہت سے ایسے امور مباح ہو جاتے ہیں کہ جن کو عام حالات میں کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اب اس سے زیادہ اضطرار کی اور کون سی صورتِ حال ہو گی کہ مسلمانوں کے قبلۂ اول پر یہود کا قبضہ ہے، مسجدِ حرام امریکیوں کے گھیرے میں ہے، تمام ممالکِ اسلامیہ پر بلاواسطہ یا بالواسطہ کفار قابض ہیں، اللہ کی شریعت پوری دنیا میں معطل ہے اور ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بہنیں اور لاکھوں کی تعداد میں بھائی کفار کی قید میں بند ہیں۔ پس ان حالات میں دعوتِ جہاد کے لیے میڈیا کا استعمال صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ وہ نکات تھے کہ جن کے ذریعے شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شہید اسامہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو میڈیا کے شعبے میں شامل ہونے کے لیے قائل کر لیا اور وہ پھر دل و جان سے اس شعبے کے ذریعے اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف ہو گئے۔

ہجرت کرنے کے بعد وزیرستان میں القاعدہ کے مرکزی ابلاغی ادارہ 'السحاب' کے مسئول نے شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مانگ کر ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ 'ادارہ السحاب' میں شامل کر لیا۔ یوں آپ نے اپنے میڈیا کے کام کی ابتدائی تربیت عرب بھائیوں سے حاصل کی اور اس کام میں بہت جلد اپنی توجہ و اخلاص کی وجہ سے مکمل عبور حاصل کر لیا۔

جہادی میڈیا کا معمار

شعبہ اعلام یعنی میڈیا کسی بھی جماعت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح پرانے زمانے میں لشکروں میں پرچم لہرایا جاتا تھا اور اس پرچم کو دیکھ کر لوگ حوصلہ پکڑتے اور اس پرچم کو گرانے کی دشمن کوشش کرتے، آج کی جدید دنیا میں میڈیا کی حیثیت کسی مجاہد گروہ کے لیے اسی پرچم کی سی ہو گئی ہے۔ میڈیا سے ہی لوگ آپ کو پہچانتے

ہیں اور آپ کی دعوت آگے بڑھتی ہے، اور اسی میڈیا اور ابلاغ کے ذریعے آپ دشمن کے منفی پراپیگنڈوں کا جواب دیتے ہیں۔

دوسری طرف کسی جماعت کے میڈیا میں کام کرنے والے افراد جماعت کی قیادت سے سب سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہی قیادت کے بیانات کو نشر کے لیے تیار کرتے ہیں، انہی کو قیادت اپنی پالیسی سمجھاتی ہے اور وہ براہِ راست قیادت کی راہنمائی میں ابلاغ کا کام کرتے ہیں۔ شہید ابرہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ نے جہادی دعوت و ابلاغ کا کام ایک ایسے ادارے میں سیکھا جس کے افراد بلاواسطہ قائدینِ امت، شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی راہنمائی میں میڈیا کے نظام کو چلاتے تھے۔ لہذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کی فکر، جہاد کی سیاست، جہاد میں مصلحت و مفسدے کا علم، جہاد کی تاریخ، معاشرے کے بناؤ بگاڑ میں ابلاغیات کا کردار، شرعی ابلاغی اخلاقیات، میڈیا کے ضابطے وغیرہ وغیرہ، الغرض دعوتِ جہاد کے اعتبار سے جملہ موضوعات کو براہِ راست قائدین جہاد کی راہنمائی میں سیکھا اور سمجھا۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین میں محض ٹیکنیکل ہی نہیں جملہ جہادی ابلاغی علوم میں سب سے فائق تھے۔ آپ کی رائے سب سے زیادہ نپی تلی اور حکمت پر مشتمل ہوتی تھی اور اس میں ایسے فوائد و نکات ہوتے تھے کہ جس کی طرف بعض اوقات دیگر حضرات کی نگاہ نہیں جا پاتی تھی۔ دوسری طرف آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک کثیر المطالعہ شخصیت تھے۔ اپنی ذہانت کی وجہ سے جو پڑھتے تھے اس کے مفہوم کو ازبر کر لیتے تھے۔ معاشرہ، بالخصوص پاکستانی معاشرہ، اس کے طبقات اور تاریخ پر بھی عمدہ نظر رکھتے تھے۔ اس لحاظ سے بھی ان کی رائے ابلاغی حکمتِ عملی کے حوالے سے بڑی پختہ و پر مغز ہوتی تھی۔

آپ کی شخصیت کے اس پہلو نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی میں بڑی مدد کی۔ آپ دعوتی اعتبار سے شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حوالے سے دعوتی و ابلاغی مہم چلانا چاہی مگر شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ نے اُس مہم کے چلانے کو مناسب نہ خیال کیا اور بعد میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اعتراف کیا کہ شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہی درست تھی۔ الغرض شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی فکری اعتبار سے پختگی اور مضبوطی ہونے کا نہ صرف فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو، بلکہ عمومی مجاہدین اور ان کی قیادت، سب کو بڑا فائدہ ہوا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں جتنا بھی دعوتی و ابلاغی کام کیا، اس میں ان کے مشیر شہید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ رہے۔ وہ آپ کے ابلاغی کام کا نہ صرف جائزہ لیتے بلکہ بہت سے امور کی اصلاح بھی کرتے۔ میں نہیں سمجھتا کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ

کے لیے، شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی مدد و تعاون کے بغیر اتنا بڑا اور منظم، دعوتی کام کرنا ممکن تھا۔ شہید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہی 'السحاب اردو' کے ذمہ دار اور روحِ رواں تھے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محنتِ شاقہ، اخلاص اور تعلق باللہ ہی کی برکت تھی کہ جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی اور توجہ سے 'السحاب اردو' کو کھڑا کیا اور اسے ایک تناور درخت بنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چند سالوں میں ہی میڈیا پر دعوتی کام کے لیے ماہر ساتھی بھی تیار کیے اور پھر خود دیگر تحقیقی منصوبوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

چونکہ آپ کا شمار اردو زبان میں جہادی میڈیا کے حقیقی معماروں میں ہوتا تھا، اس لیے جہادی اعلام کے اصول و ضوابط مقرر کرنے، اس کی اہمیت دیگر مجاہدین کے دلوں میں راسخ کرنے، شرعی مخالفتوں سے اس کو بچانے اور فکرِ سلیم اور خُلقِ کریم کو جہادی نشریات کی شرط بنوانے میں بھی آپ کا بنیادی کردار تھا۔ آپ کہا کرتے تھے کہ جہادی اعلام کی جہاں اہمیت بہت ہے وہیں یہ ایک خطرناک راستہ بھی ہے۔ یہاں بہت سے دروازے ایسے ہیں کہ جن سے گھس کر شیطان اور نفسِ انسان ایک مجاہد کے اعمال کو خراب کر سکتا ہے۔ ان راستوں میں سے ایک خطرناک شغاف خود نمائی کا شوق ہے جو کہ آگے بڑھ کر ریاکاری اور دکھلاوے کی کھائی میں جاکر انسان کو گراتا ہے۔ چنانچہ ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ جہاں خود ایسے امور سے بچنے کی کوشش کرتے کہ جو خود نمائی کا باعث بنیں، وہیں اپنے دیگر ساتھیوں کی تربیت بھی اس نہج پر کرتے کہ ان کا اخلاص انہیں خود نمائی کی آرزوؤں سے روکتا رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعوتی و ابلاغی کاموں میں ہمیشہ اپنے آپ کو گمنام ہی رکھا۔ آپ کی تواضع اور کسرِ نفسی سے کسی کو اندازہ نہ ہوتا کہ وہ کس مقام پر فائز ہیں اور کیا کچھ کر چکے ہیں۔ پھر اپنے اکابرین سے سیکھے ہوئے طرزِ عمل کے مطابق ہر ایسے فرد کو شعبۂ اعلام سے دور کر دیا جاتا جس میں قرائن سے خود نمائی کے شوق محسوس ہوتے۔

ایک دفعہ اعلام کے موضوع پر میری ان سے تفصیلی نشست و بحث مباحثہ ہوا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ اعلام بہت خطرناک شعبہ ہے اور اس میں ہر ساتھی کو شامل نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے کہا خطرناک تو بارود کا شعبہ بھی ہے مگر جب جہادی تربیت کو آسان بنانے اور صلیبیوں سے جنگ میں ضرورت کے تحت اس کا علم عام کر دیا گیا ہے تو پھر اعلام کے کام کو بھی عام کرنا چاہیے اور اعلام کے کام کرنے کی ہر کسی کو اجازت دینی چاہیے۔ کہنے لگے کہ نہیں ایسا بالکل نہیں ہے! بارود کے علم سے غلط استفادہ بھی بہت نقصان اور تباہی کا باعث بنتا ہے، مگر غلط ہاتھوں سے اعلام کا استعمال اس سے کئی گنا زیادہ خطرناک اور اسلام کے لیے نقصان دہ ہے۔ بارود کے غلط استعمال کا نقصان علاقائی ہوتا ہے اور ایک مخصوص وقت اور

مقام تک کے لیے ہوتا ہے جبکہ میڈیا کا غلط استعمال پورے عالم میں ہماری دعوت کو مسخ کر دیتا ہے، مجاہدین کے نظریات خراب کر دیتا ہے، مقاصدِ جہاد کو پامال کر دیتا ہے اور اسلام کی خدمت کے نام پر اہلِ کفر کو فائدہ پہچانے کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ کہنے لگے کہ میں یہ سمجھتا ہوں چند صفات ایسی ہیں کہ جو اگر کسی ساتھی میں نہ ہوں تو اعلام کے کام سے اسے بالکل دور کر دینا چاہیے:

- اللہ تعالیٰ کا حد درجہ خوف اور منکرات سے دور بھاگنے کا مزاج۔ پس جس شخص کے مزاج میں منکرات کے حوالے سے بیباکی ہو تو اسے اعلام کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیے۔ جہادی فلمیں بناتے ہوئے اگر کہیں کسی نامحرم کی تصویر آجائے اور فوراً نظریں نہ جھکیں اور اس کے بعد دوبارہ اپنے ارادہ سے اگر ایک دفعہ بھی اس تصویر کو دیکھ لے تو اس کے بعد ایسے شخص کو میڈیا کے شعبے میں دوبارہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اپنے ایمان کو بچانا اس کے لیے پہلے فرض ہے۔ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے عرب استادوں کو اتنی احتیاط کرتے دیکھا کہ جب کبھی کسی ایسی ویڈیو کی ایڈیٹنگ[1] کرنا ہوتی کہ جس میں خواتین کی تصویر کا گمان ہوتا تو اس ویڈیو کو Thumbnail view[2] کے ذریعے سے دیکھتے اور نامناسب مناظر اس میں سے حذف کرتے۔ اتنی چھوٹی سکرین یعنی کہ انگوٹھے کے نوک جتنی سکرین پر ویڈیو دیکھنے سے ناہی نقش و نگار واضح ہوتے ہیں اور نہ ہی شکل و صورت۔ الغرض جو اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے حد درجے محتاط نہ ہو اسے اس شعبے میں نہیں شامل ہونا چاہیے۔
- دوسری صفت جو انہوں نے بتائی وہ اطاعت تھی۔ یعنی اعلام میں شامل ہونے والا بھائی اپنے امراء کا حد درجے مطیع ہونا چاہیے۔ خود سر اور ضدی اور اپنے رائے پر اڑے رہنے والے ساتھی اعلام کے لیے بالکل بھی مناسب نہیں ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ امیر کوئی پالیسی اعلان کرنا چاہے اور اعلام والے کسی اور رخ پر چلنا شروع کر دیں۔ اسی طرح جھگڑالو مزاج ساتھیوں کو بھی اعلام سے دور رکھنے کا انہوں نے کہا۔
- تیسری اور اہم ترین صفت جو انہوں نے ذکر کی وہ امتِ مسلمہ کا تصور اور امت کا گہرا درد رکھنے کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کے دل میں امت کے درد کی بجائے اپنی قوم، کسی فرقے یا کسی مسلک کا درد اور محبت غالب ہو اس کو اعلام کے شعبے سے کوسوں دور رکھنا چاہیے۔ اختلافی مسائل میں دلچسپی لے کر مناظرانہ ماحول بنانے کا مزاج

---

[1] Editing یعنی کانٹ چھانٹ کر کے تیار کرنا

[2] یعنی انگوٹھے کے ناخن جتنا منظر

رکھنے والوں کو اعلام کے شعبے میں نہیں داخل کرنا چاہیے۔ ایسے افراد اگر اعلام میں گھس جائیں تو مسلمانوں کے مابین منافرت پھیلا کر امتِ مسلمہ کے غموں میں ہی اضافہ کرتے ہیں۔

- اعلامی بھائیوں کا یہ مزاج ہونا چاہیے کہ علمائے کرام کی راہنمائی میں اپنے ابلاغی کاموں کو چلائیں۔ دینی مسائل میں خود اجتہادی کا مزاج قطعاً نہ ہو۔ جملہ علمائے کرام کا احترام اور ان سے محبت کرنے کا مزاج ہونا چاہیے۔ اہلِ سنت کے مسالک میں سے تعلق جس بھی مسلک سے ہو مگر اس کو اپنے مسلک کے علماء کا مقلد ہونا ضروری ہے۔ کہنے لگے کہ جن لوگوں میں شرعی مسائل میں خود سے کتاب کھول کر اجتہاد کرنے کا مرض ہو، انہیں اعلام میں قطعاً شامل نہیں کرنا چاہیے۔

اس ملاقات میں تو انہوں نے ان ساتھیوں کی صفات واضح کیں کہ جنہیں میڈیا کے جہادی دستوں میں شامل کرنا چاہیے، باقی میڈیا پر خود کیا اور کیسے نشر کیا جانا چاہیے اور دعوت کے کیا اسلوب اور طریقہ کار ہونے چاہیے اور اس محاذ کے مفاسد اور مصالح کون کون سے ہیں کہ جن کا خیال رکھنا ضروری ہے، اس حوالے سے تنظیم القاعدہ کی عرب و عجم کی رسمی قیادت نے وقتاً فوقتاً اعلامی مجاہدین کے لیے ہدایات و راہنمائی کے اصول نشر کیے ہیں جو کہ انٹرنیٹ پر باآسانی دستیاب ہیں اور دعوت و ابلاغی کاموں میں مصروف تمام مجاہدین کو انہیں اصولوں کی راہنمائی میں کام کرنا چاہیے۔

جماعت القاعدہ برصغیر کی تاسیس کے بعد دعوت و اعلام (جہادی میڈیا) کی مسئولیت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ آخر تک اس بات پر مصر رہے کہ جب ابراہیم غوری بھائی رحمۃ اللہ علیہ جماعت میں موجود ہیں تو انہی کو مسئول ہونا چاہیے۔ ان کی زندگی کے آخری دنوں میں میری ان سے اس حوالے سے بحث بھی ہوئی کہ آپ کیوں اعلام کی مسئولیت نہیں سنبھالتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ: "اس ادارے میں جب میرے سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھنے والی شخصیت موجود ہے تو اسی کو مسئول ہونا چاہیے، ہاں البتہ میں جو دعوتی کام کر سکا وہ ضرور کروں گا، مگر اس شعبے کا مسئول ابراہیم غوری بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کو ہونا چاہیے نہ کہ مجھے"۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد امیر المجاہدین حضرت مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ نے شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کو باقاعدہ جماعت کے میڈیا کے شعبے کا مسئول اور مرکزی شوریٰ کا رکن مقرر کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہادت تک اس کام کو بحسنِ خوبی نبھاتے رہے۔

بہترین مشیر

شہید اسامہ ابر ہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور نمایاں صفت آپ کا حق بات پر ڈٹ جانا تھا اور مخالفت کی پرواہ کیے بغیر کلمۂ حق بیان کرنا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی سیدھی اور واضح بات کرنے والے، صاف دل و صاف گو انسان تھے۔ اندر اور باہر سے ایک ہی جیسے ہونا آپ کی خاص پہچان تھی۔ کسی شخص سے حد درجے محبت کے باوجود اگر اس کی کوئی بات حق کے خلاف معلوم ہو یا اس بات سے کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو آپ دھڑلے سے اس کی بات کی مخالفت کرتے تھے اور اپنی بات کے حق میں دلائل دیتے تھے۔ یہ کام کرتے ہوئے وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ شخصیت کون ہے بلکہ بات کو دیکھتے تھے کہ کیا کی جارہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس جری شخصیت کا جہادی مشوروں میں بڑا فائدہ ہوتا تھا۔ آپ کھل کر اور ہر پہلو سے کسی بات پر مشورہ دیتے، مشورے کے دوران نہ محفل کے رنگ سے متاثر ہو کر رائے دیتے اور نہ ہی کسی سے دب کر رائے دیتے۔ اپنے اس رویہ کی وجہ سے وہ مشوروں اور شوریٰ کی جان تھے۔ پھر ان کا اکثر ڈٹ جانا کوئی بے جا بھی نہ ہوتا تھا۔ ان میں صاحب الرائے کے ساتھ ساتھ صائب الرائے ہونے کی صفت بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں ان کی سب سے بڑی خوبی، ”جس سے اختلاف ہو اس کے سامنے بات بیان کرنا تھی“۔ پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت سے بے حد بچتے تھے اور کسی کو غیبت کرنے بھی نہ دیتے تھے۔ اسی طرح ایک اور صفت یہ بھی تھی کہ اپنی رائے تو اعتماد سے پیش کرتے مگر جب کسی بات کا فیصلہ ہو جائے اور وہ ان کی رائے کی مخالفت میں بھی ہو جائے تو ایسی صورت میں اپنی رائے پر قائم نہیں رہتے تھے بلکہ مجلس کے فیصلے کو خوشی خوشی تسلیم کر لیتے تھے۔ خلاصۃً اگر کہا جائے تو یہ حقیقت ہے کہ شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ مشورے اور شوری کے لیے ایک آئیڈیل شخصیت تھے اور مشورہ کا حق ادا کرتے تھے۔ مشورہ دینے کے ان کے طرز پر اگر ہر کوئی مشیر عمل کرے تو ہر معاشرت کی اصلاح ہو پائے۔ ان کے طرز کا خلاصہ یہ تھا:

- حق بات کو جری ہو کر کہنا اور اس میں کسی سے نہ دبنا۔
- جو بات کہنا منہ پر کہنا اور پیچھے کسی قسم کا فتنہ نہ بنانا۔
- جو فیصلہ ہو جائے، چاہے اپنی رائے کے برعکس ہی کیوں نہ ہو، اسے خوشی خوشی تسلیم کرنا۔

اس صفت کے بیان کے بعد اس بات کے تکرار کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ ان کی اس صفت سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جہادی سفر نے کتنا فائدہ اٹھایا ہو گا۔

ایک کامیاب قائد و مصلح

شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ ایک کامیاب امیر اور کامیاب قائد تھے۔ آپ نے جب سے جہاد کے شعبۂ اعلام "میڈیا" کی مسئولیت سنبھالی، اس وقت سے آپ پر شعبۂ اعلام سے منسلک ساتھیوں کی قیادت بھی پڑ گئی۔ شعبۂ اعلام باقی شعبوں کے برعکس ایک پیچیدہ شعبہ ہے۔ اس میں مختلف قسم کے تخلیقی نوعیت کے کاموں کو سرانجام دینا ہوتا ہے۔ کارکنوں کو اپنے علم و معلومات کو ہمہ وقت بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے، مکمل یکسوئی کے ساتھ انتھک محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے اس شعبے کے لیے خصوصی صلاحیتوں والے ساتھیوں کو چنا جاتا ہے۔ ابراہیم غوری شہید رحمۃ اللہ علیہ اس شعبہ کی جان ہی نہیں بلکہ شعبے کے ساتھیوں کی بھی جان تھے۔ اس شعبے کے اکثر ساتھی ان سے چھوٹے اور کم تجربہ کار ہوتے تھے۔ وہ ان کے استاد بھی تھے اور امیر بھی۔ مگر اپنے کارکنوں سے محبت و دوستی کا ایسا گہرا تعلق رکھتے تھے کہ گویا ایک گھر کے افراد آپس میں رہتے ہوں۔ وہ ساتھیوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے، ان کے ساتھ کھیلتے کودتے، ان کو فکری طور پر مضبوط کرتے، مطالعہ کرنے میں ان کی راہنمائی کرتے، ان کے ذہنی و فکری نمو کے لیے ان کو سمجھاتے اور سب سے بڑھ کر ان کے اعمال و اخلاق کی اصلاح کرتے۔ ساتھیوں سے آپ کی حد درجہ محبت اور آپ کی رفاقت میں ساتھیوں کے اعمال و اخلاق کی اصلاح ہو جانا یہ آپ کی ایسی صفت تھی جس میں وہ اپنے معاصرین میں منفرد تھے۔

اپنے چھوٹے ساتھیوں سے آپ کے قریبی تعلق کے حوالے سے آپ کے ایک قریبی ساتھی نے مجھے لکھا کہ:

"وہ ایسا شخص تھا جو مجھے سمجھ سکتا تھا اور جس کو میں سمجھ سکتا تھا، جس کے ساتھ دل کی بات کھل کے اس یقین کے ساتھ کر سکتا تھا کہ یہ میری بات سمجھے گا، میری کسی بات کا غلط مطلب نہیں لے گا، میری غلطیوں اور کمزوریوں سے درگزر کرے گا، جہادی کام ہوں یا ذاتی معاملات، اس میں مبنی بر فراست مشورہ دے گا اور اس مشورے کے پیچھے مجھ سے ہمدردی ہی ہوگی۔"

اسی طرح ایک اور بھائی نے شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کے ان سے شفقت کے رویہ کو اس طرح بیان کیا:

"ہمیشہ میرے ایمان کی فکر کی اور مجھے نصیحت کی۔ ابھی آخری مرتبہ ملاقات میں بھی نصیحت کرتے ہوئے، توجہ دلاتے ہوئے رخصت ہوئے کہ 'بھائی! اب آپ کی نمازیں پہلی جیسی نہیں رہیں؟'۔ اللہ اکبر! اس درجے امجد بھائی[1] میرے ایمان اور دین کی فکر رکھتے تھے"۔

اسی طرح ایک تیسرا ساتھی آپ کی اسی صفت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"میرے لیے ہمیشہ شفقت و محبت کا پیکر بنے رہے یہاں تک کہ میں جب پریشانی کا شکار تھا تو ایسے رکھا جیسے کوئی اپنے بیٹے یا چھوٹے بھائی کو رکھتا ہے۔ واللہ، مجھے بہت محبت دی۔ میرے لیے شفیق مربی بنے رہے، پھر جب مجھے پریشان دیکھا تو کہا کہ "چندا... یہ آپ کے لیے اللہ کی طرف سے آزمائش ہے اور اس سے گزر کر ہی آپ اللہ کے دربار میں آئیں گے اور سرخرو ہوں گے"۔ میں ان کے یہ عجیب الفاظ اور اختتامی ہاتھ پر دیئے گئے بوسے کو قطعاً نہیں بھولوں گا"۔

انجینئر ابراہیم غوری شہید رحمۃ اللہ علیہ سراپا محبت تھے۔ آپ کی اس صفت سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت فائدہ اٹھایا۔ جہاں کوئی ساتھی پریشان ہوتا یا پریشان کرتا ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اصلاح کے لیے مقرر کر دیا جاتا۔ بعض ساتھی جو اپنے مخصوص مزاج اور عادات یا کسی پریشانی کی وجہ سے مسائل کا شکار ہوتے، ابراہیم شہید رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ان کو بہترین انداز سے جہادی کاموں میں استعمال کر لیتے بلکہ ان کی تربیت و اصلاح بھی کر پاتے۔ اس مشکل کام کے لیے حلم کی بہت ضرورت ہوتی تھی اور ایک مصلح کو اگر حلم کی نعمت مل جائے تو اس کے لیے اصلاح بہت آسان ہو جاتی ہے۔ اصلاحی عمل میں آپ کبھی مایوس نہیں ہوتے تھے۔ میں نے ان سے کبھی کسی ساتھی کے بارے میں نہیں سنا کہ یہ برا ہے یا اس میں برائی ہے اس لیے اس کو دور کرنا چاہیے۔ بلکہ جس ساتھی میں کوئی خرابی نظر آتی وہ اسے قریب کر لیتے اور محبت دیتے۔ آپ کی نگاہ اس حوالے سے بہت ہی بلند تھی۔ وہ کبھی کسی ساتھی کی اصلاح سے مایوس نہ ہوتے تھے۔ جس نے ان کے ساتھ زیادتی کی اس سے وہ حسنِ سلوک کرتے۔ گالی دینے والے پر پھول برساتے اور اس پر شفقت فرماتے۔ کسی بھی مسلمان کے لیے ان کے دل میں ادنیٰ سا بھی بغض یا نفرت کا جذبہ دیکھنے میں نہ آیا۔ گرتوں کو تھامنا اور کٹے ہوؤں کو جوڑنا ان کا شیوہ تھا۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے۔

[1] شہید ابراہیم غوری کا جہادی نام

جہادِ فی سبیل اللہ اجر و ثواب کے لحاظ سے جہاں دینِ اسلام کی چوٹی ہے وہیں پر مشکلات اور تکلیفات کے لحاظ سے دین کا سب سے مشکل باب ہے۔ دوسری طرف نیکیوں کی معراج ہونے کی وجہ سے شیطان کی اس عمل سے دشمنی اور اس کو خراب کرنے کی کوشش کرنا بھی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ اس طویل اور تھکا دینے والے عمل کے دوران شیطانی وسوسوں سے بچانے کے لیے، منافقین کی سازشوں سے بچانے کے لیے، اللہ کی محبت اور دین کے لیے جذبہ شہادت کو زندہ رکھنے کے لیے، اپنے اخلاق کو ایثار و قربانی سے مزین کرنے کے لیے ہمہ وقت جہادی میدانوں میں مصلحین کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے مصلحین، کہ جو ہر مشکل گھڑی میں محبت و شفقت سے ساتھیوں کی اصلاح کا فریضہ انجام دیں۔ شہید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس اصلاحی و تربیتی مزاج سے بھی جہادِ فی سبیل اللہ کی بہت خدمت کی اور ہر مشکل موقع پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت مدد کی۔ آپ کے اس مزاج پر گھریلو تربیت کے بعد شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت ورفاقت کا اثر بھی نمایاں تھا۔

ساتھیوں کی تربیت کے حوالے سے ایک اہم خوبی جو کہ شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص و منفرد صفت، 'ساتھیوں پر اعتماد کر کے انہیں کام سکھانا' تھی۔ بالعموم ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سے امراء کو ہر اہم کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ اس عادت کے پیچھے جہاں جہاد کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے کر کے ثواب کمانے کا شوق پنہاں ہوتا ہے، وہیں بعض اوقات چھوٹے ساتھیوں پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ سے، کام ان کے حوالے نہ کرنے کا جذبہ بھی ہوتا ہے۔ شہید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اس طریقہ کار کے بڑے مخالف تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اس طرح نئے ساتھی کاموں کے لیے تیار نہیں ہوں گے اور نئی قیادت نہیں بنے گی۔ اس لیے امیر کو چاہیے کہ وہ اپنے زیادہ سے زیادہ کام اپنے نیچے کے ساتھیوں میں تقسیم کر دے اور خود سے کام کرنے کے بجائے ان کے ذریعے سے کام کروائے اور کام کی فقط نگرانی کرے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس صفت کی وجہ سے آپ کی ماتحتی میں کام کرنے والے ساتھی بہت جلد اور بہت ہی عمدہ کام کرنا سیکھ جاتے تھے۔ یہ آپ کی اس صفت کا ہی نتیجہ ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے تو آپ نے اپنے پیچھے کئی منجھے ہوئے ماہرین ساتھی چھوڑے کہ جن میں سے ہر ایک بحمد اللہ بذاتِ خود پورا نظام چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ اعلیٰ قیادت کا ایک ایسا وصف ہے کہ جس کا کم ہی حضرات خیال رکھ پاتے ہیں، یعنی کہ اپنے جانے کے بعد کی بھی فکر کرنا۔

محبت جس کی دل میں اتر جائے

شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ اخلاق و خندہ پیشانی سے ملنا ایک ایسی صفت تھی کہ جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں پہچانے جاتے تھے۔ ایک ساتھی نے مجھے کہا کہ ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مصافحہ کرنے اور گلے لگانے اور ابتدائی حال چال پوچھنے کے وقت ہی ان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ میں میران شاہ کی جامع مسجد کے صحن میں بیٹھا اپنے بھائی شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا، گفتگو کے دوران ہی ایک اور ساتھی آیا اور ہماری مجلس میں بیٹھ گیا۔ یہ ساتھی ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہیں تھا۔ کچھ ہی دیر بعد ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد، اِس بعد میں آنے والے ساتھی نے مجھ سے پوچھا کہ "کیا آپ اِس ساتھی سے اچھی طرح واقف ہیں جو کہ ابھی آپ کے ساتھ بیٹھے تھے؟"۔ میں نے جواب دیا کہ "ہاں یہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے ایک ذمہ دار ساتھی ہیں"۔ اس پر وہ ساتھی یوں گویا ہوا کہ: "میں نے ایک روایت پڑھی ہے کہ دمشق کی جامع مسجد میں مشہور تابعی، حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جاتے ہیں تو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے ایک شخص کو دیکھتے ہیں، جس کو دیکھتے ساتھ ہی اس کی محبت ان کے دل میں گھر کر جاتی ہے اور اس شخص کے نماز سے فارغ ہو کر ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کے پاس جا کر اسے کہتے ہیں:

إني لأحبك في الله "مجھے تم سے اللہ کے لیے محبت ہے"۔

یہ برگزیدہ شخصیت کہ جن سے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ اظہارِ محبت کرتے ہیں، محبوبِ رسولِ خدا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس پر ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو بھینچ کر کہتے ہیں کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو تمہیں خوشخبری ہو کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّه[1] "اللہ کے لیے محبت کرنے والے (قیامت کے دن) نور کے منبروں پر عرش کے سایہ تلے ہوں گے، جس دن، اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہو گا"۔

اس حدیث کا تذکرہ کر کے مذکورہ ساتھی کہتا ہے کہ: "اِس ساتھی (ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھ کر مجھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یاد آ گئے اور انہیں دیکھ کر ہی اور کچھ منٹ ان کے ساتھ بیٹھ کر ہی ان سے محبت پیدا ہو گئی ہے"۔

[1] مسندِ احمد

گھریلو آزمائش اور صبر

جہادِ فی سبیل اللہ میں آنے کے بعد ان پر ایک بہت بڑی آزمائش آئی جو کہ ان کی شہادت تک ان کے ساتھ لگی رہی۔ اپنی زندگی کے یہ دس سال آپ نے اس تکلیف کی وجہ سے بہت کرب میں گزارے۔ ایسی تکلیف و اذیت میں گزارے کہ جس کو بیان کرنے سے قلم عاجز ہے۔ مگر عقل آپ کی استقامت اور صبر پر حیران ہوتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ آزمائش کے وہی زمانے تھے جب وہ پوری توجہ، گہرائی اور سکون سے دعوت و ابلاغ کے نظام کی تعمیر میں مصروف تھے۔ بظاہر ہشاش بشاش مگر آپ کا دل ایک غم میں پھٹا پڑتا تھا۔ دوسروں کی خوشیوں پر خوشیاں مناتے اور لوگوں کو خوشیاں دیتے مگر خود ان کا اپنا دل چھلنی چھلنی تھا۔ اس آزمائش کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جہادی اعمال، آپ کے چہرے کی مسکراہٹ اور بھائیوں سے شفقت اور محبت میں کہیں کمی نہ آئی۔ آپ نے اپنی اس آزمائش پر جو صبر کیا اس کو 'صبر جمیل' ہی کہا جا سکتا ہے اور اللہ سے دعا ہے کہ اس کے بدلے میں آپ کو جنت الفردوس میں بے حساب خوشیاں عطا فرمائے، آمین۔

ہوا یوں کہ آپ کی شادی آپ کی ایک خالہ زاد بہن سے ہوئی۔ آپ کو اپنی اہلیہ سے شدید محبت تھی اور ان کا آپس میں بہترین تعلق تھا۔ ایسی محبت کہ جس کا اظہار سال ہا سال سے بچھڑنے اور جبری قطع تعلق کے باوجود ان کی اپنی اہلیہ کے بارے میں گفتگو کے انداز سے ہوتا تھا۔ جیسے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ شہید ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی زندگی دین کے لیے وقف کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا اہم وقت دعوتِ دین میں صرف کرتے اور انتہائی زہد و قناعت کے ساتھ گزر بسر کرتے۔ آپ کا یہ طرزِ عمل آپ کے سسرال والوں کو نہ بھایا اور انہوں نے آپ کو اپنے دنیاوی اسٹیٹس کو بڑھانے کی طرف توجہ دلائی۔ پھر اس کے کچھ عرصے بعد ابھی جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی کو چند ماہ ہی گزرے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قافلۂ ہجرت میں شمولیت کا ارادہ کر لیا۔ آپ نے پورے شعور سے سمجھا کہ امتِ مسلمہ پر کفار نے چہار جانب سے حملہ کیا ہے اور جہاد فرضِ عین ہو چکا ہے۔ چنانچہ اپنی زندگی کو جہاد کے لیے وقف کرنے اور 'ملکے ہو یا بوجھل' جہاد کے لیے نکل پڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بچتا۔ چنانچہ آپ ہجرت کی راہوں کے راہی بنے۔ راہِ ہجرت میں آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی اہلیہ بھی ہمراہ رہیں اور اس کے لیے آپ نے انتظامات بھی کیے۔ دوسری طرف آپ کے سسرال والے اندیشۂ خطرات کی وجہ سے اپنی بیٹی کو مختلف طریقوں سے روکتے رہے۔ بالآخر صورتِ حال یہاں تک پہنچی کہ سال ہا سال تک شوہر اور بیوی کو ملاقات سے

روک دیا گیا اور خط و کتابت کی سہولت سے بھی محروم کر دیا گیا۔ پھر اسی دوران بعض اشخاص کی طرف سے تہدید آمیز لہجے بھی استعمال کیے گئے اور ہر ممکن وسائل سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی اہلیہ کو طلاق دینے کے لیے مجبور کیا گیا۔ آپ نے عجیب صبر کے ساتھ یہ سارا غم سہا۔ کبھی شکایت کے الفاظ اپنی زبان پر نہ لائے۔ یہاں تک کہ اپنے سسرال والوں کے بارے میں بھی کبھی سخت خیالات یا کسی انتقامی جذبے کا اظہار نہ کیا۔ اپنی اہلیہ کو بھی مجبوری کا عذر دیتے رہے اور عفو و درگزر سے کام لیتے رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت والے سال میں ان کے سسرال والوں نے اہلیہ کو طلاق دینے کا مطالبہ شدید تر کر دیا اور صورتِ حال کافی سنگین بن گئی تو پھر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان کی اہلیہ کسی ایسی دیندار اور اللہ کا خوف رکھنے والی خاتون... جو کہ ان کے سسرال کے زیرِ اثر بھی نہ ہوں... کے گھر میں جا کر بحالتِ اطمینان اپنی رضا سے طلاق کا مطالبہ کرے اور پھر وہ خاتون اپنے شوہر کے ذریعے یہ اطلاع بھیجے تو پھر طلاق دی جا سکتی ہے۔ مگر پھر انہوں نے یہ بھی لکھا کہ شاید اللہ اس کے علاوہ کوئی اور ترتیب بنا دے اور مجھے اس ناگوار کام کو نہ ہی کرنا پڑے۔ شاید ان کو اس بات کے اشارے مل چکے تھے کہ ان کی شہادت کا وقت قریب آ چکا ہے۔ چنانچہ اس تحریر کے لکھنے کے گنتی کے چند دن بعد... جبکہ یہ تحریر ابھی ان کی اہلیہ تک پہنچی ہی نہ تھی... وہ اللہ کی راہ میں قربان ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے، آمین۔

ان کے اس واقعے میں جہاں ان کی اپنے دینی فریضے اور مشن سے سچی لگن، عزمِ مصمم اور استقامت ظاہر ہوتی ہے، وہیں پر آزمائش پر صبر... اور ایسا صبر کہ جس میں نہ گلا ہو اور نہ ہی شکوہ، نہ جزع ہو اور نہ ہی فزع، نہ مایوسی ہو اور نہ ہی تھکن اور نہ ہی اعلیٰ اخلاق میں کمزوری... کا اظہار ہوتا ہے۔ بالکل سیدنا یعقوب علیہ السلام کی طرز پر کہ:

إِنَّمَآ أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِيٓ إِلَى اللَّهِ[1]　　　میں تو کھولتا ہوں اپنا اضطراب اور غم اللہ کے سامنے۔

اللہ تعالیٰ انہیں اس عالی صبر پر اجرِ عظیم سے نوازے اور جنت الفردوس میں ایسی خوشیاں ان کے نصیب فرمائے کہ جس کے بعد نہ کوئی غم ہو اور نہ کوئی دکھ، آمین۔

[1] سورة يوسف، آية: ٨٦

صبر ایوبی علیہ السلام

جس طرح اپنے پیاروں سے جدائی پر ان کا صبر جمیل سیدنا یعقوب علیہ السلام کی یاد کو تازہ کرتا ہے وہیں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں بیماریوں اور صحت سے متعلقہ تکلیفات پر صبر میں سیدنا ایوب علیہ السلام کی سیرت کی جھلک نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ایوب علیہ السلام کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ[1]

اور ایوب کو دیکھو! جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ: مجھے یہ تکلیف لگ گئی ہے، اور تو سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

۲۰۰۲ء میں مانسہرہ میں جہادِ کشمیر کے معسکرات میں تربیت کرتے ہوئے وہ اونچائی سے گرے جس سے ان کی کمر پر چوٹ آئی اور کمر کے مہرے میں فرق آگیا۔ کافی علاج معالجہ کروایا مگر خاطر خواہ افاقہ نہ ہو پایا۔ آپ آئندہ کے چودہ سال کمر درد کے شدید عارضے میں مبتلا رہے۔ پھر اسی عرصے میں انہیں میڈیا کے شعبے کو فعال بنانے کے لیے رات دن کمپیوٹر پر بیٹھ کر کام کرنا پڑا جس سے ان کی تکلیف کا بڑھنا لازمی امر تھا۔ مگر انہوں نے اپنی اس تکلیف کو بھی جہادِ فی سبیل اللہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ درد دور کرنے والی دوائیں مستقل کھاتے، کمر پر کمر بند باندھ کر رکھتے اور اسی تکلیف کی حالت میں اعلائے کلمۃ اللہ کے کاموں میں جتے رہتے۔ پھر اسی مستقل کمر درد کے ساتھ صلیبیوں کے خلاف جنگی معرکوں میں بھی شریک رہتے، بھاری ہتھیاروں کو اٹھاتے اور سنگلاخ پہاڑوں پر چڑھ دوڑتے، مگر کبھی بھی انہوں نے کسی کارروائی میں سے پیچھے رہ جانے کے لیے کمر درد کا عذر نہیں کیا۔ اسی طرح شہادت سے قبل آخری سالوں میں انہیں دائمی بخار رہنے لگا، شاید مستقل سفروں کی وجہ سے ٹائفائیڈ بخار کی بگڑی ہوئی شکل تھی۔ مگر سفر و حضر میں کبھی محسوس نہ ہوا کہ اپنے مریض ہونے کی وجہ سے انہوں نے کسی خصوصی اہتمام کا تقاضا کیا ہو۔ ان تمام مشکلات پر صبر و شکر کرنا عزم و ہمت میں اونچا رہنا، اپنے رب سے راضی رہنا اور دوسروں کو تکلیف دینے سے بچنا، شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی شیوہ تھا۔

جسے ہر گھڑی تھی شہادت کی دھن!

اللہ سے لقاء کا شوق اور جنتوں کی نعمتوں کے حصول کا شوق، شہید ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر چھایا رہتا تھا۔ آپ کے اندر

---

[1] سورة الانبياء، آية: ٨٣

محاذوں پر رہنے اور شہادت کا مرتبہ پانے کی ایسی دھن سوار تھا کہ دیکھ کر رشک آتا تھا۔ آپ فطرتاً دلیرانہ طبیعت کے مالک تھے۔ موت کے منہ میں جا کر اس کا مقابلہ کرنا آپ کی خاص طبیعت تھی۔ آپ بہت مضبوط اعصاب اور عالی حوصلے والی شخصیت تھے۔ ساعاتِ نیم شب میں شہادت کے لیے تڑپنا اور اس کے حصول کے لیے خدا کے آگے آہیں بھرنا آپ کا شیوہ تھا۔ اعلامی و ابلاغی مصروفیات کے ساتھ ساتھ محاذوں پر وقت لگانے کے لیے مچلتے رہتے تھے۔ جہاں بھی کہیں موقع ملتا قتال فی سبیل اللہ کے شوق میں سوئے مقتل چل پڑتے۔ افغانستان کے صوبہ پکتیکا کے ضلع برمل میں امریکیوں اور ان کے اتحادیوں کے خلاف کی جانے والی کئی کارروائیوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت کی۔ اسی طرح قبائل میں بھی جب کبھی دین دشمن فوج نے مسلمانانِ قبائل اور ان کے مہمانوں پر گھیرا تنگ کرنے کی کوشش کی تو شہید اسامہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بھی کہسارِ محسود اور وانا کے محاذوں پر اہلِ اسلام کے دفاع میں سینہ سپر رہے۔ صرف خود ہی نہیں بلکہ اپنے شعبے اعلام سے وابستہ بھائیوں کو بھی وقتاً فوقتاً محاذِ جنگ پر بھیجتے رہنے کے خواہشمند رہتے۔ آپ کی رائے تھی کہ اپنے ایمانی جذبات کو پروان چڑھانے اور محاذِ جنگ کی عملی صورتِ حال سے واقف رہنے کے لیے میڈیا کے شعبے میں کام کرنے والے بھائیوں کو محاذِ جنگ سے طویل عرصے کے لیے دور نہیں رہنا چاہیے۔ پھر اپنی شہادت سے چند ماہ قبل جب وہ جنوبی افغانستان کی طرف سفر کر رہے تھے تو راستے میں قندھار میں چند دن کسی کے انتظار میں رکنا پڑا۔ چنانچہ آپ نے فراغت کو غنیمت جان کر قندھار کے مجاہدین کے ساتھ امریکی اتحادی افواج پر حملوں میں شرکت کی۔ اسی بات کا شہید امیر محترم مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک بیان میں یوں تذکرہ کیا:

”اس بکرا عید پر القاعدہ برصغیر کے رکنِ شوریٰ اور السحاب کے مسؤل، اعلام کی دنیا کے گمنام سپاہ سالار، اسامہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ عرف امجد بھائی (اسلام آباد)، پاکستانی فوج کی دی گئی معلومات پر زابل میں امریکی چھاپے میں شہادت نوش کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی شہادت کو قبول فرمائے اور امت کی ماؤں کی کوکھ کو بانجھ نہ کرے کہ اسامہ ابراہیم جیسے اور سپوت پیدا ہوں۔ 'السحاب اردو' اور اس کے بعد 'السحاب برصغیر' کی جان، بے پناہ صلاحیتوں کے مالک، جری اور نڈر ایسے کہ کچھ ماہ پہلے قندھار میں شریعت کے دشمنوں کے مورچوں پر بے جگری سے حملہ کیا اور دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیے“[1]۔

[1] مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان 'جان لو اللہ کی نصرت قریب ہے' میں سے اقتباس

ایک دفعہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے میں ایک ساتھی کی سفارش کرنے گیا کہ اسے فدائی حملہ پر جانے کی اجازت دے دیں۔ وہ بھائی بہت ضد کر رہا تھا مگر امراء اسے اس کی دیگر جہادی ذمہ داریوں کی وجہ سے فدائی حملہ کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ جب میں نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے سفارش کی تو میں نے کہا کہ بھائی! جب کوئی شہادت کے شوق میں تڑپ رہا ہو اور جنت میں جانے کے لیے مچل رہا ہو تو آپ کیوں اس کے لیے آسانی پیدا نہیں کرتے؟ پھر میں نے کہا کہ ''عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ شہادت کا انتظار سا ساتھی کچھ ہی عرصے بعد شہید ہو جاتا ہے اور پھر لوگ تمنا کرتے ہیں کہ اگر وہ فدائی حملہ کر دیتا تو کتنا اچھا ہوتا''۔ میری اس بات کے جواب میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور مجھے کہا کہ: ''بھائی! آپ کی بات درست، مگر ہر دفعہ ایسا ہونا ضروری بھی نہیں ہے، آپ کو علم نہیں ہو گا کہ ہمارے ابراہیم بھائی جس دن سے جہاد میں آئے ہیں، مجھ سے فدائی حملے کرنے کی ضد کر کے مجھے تنگ کرتے رہتے ہیں، اب آپ خود بتائیں کہ اگر میں ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو فدائی حملے کے لیے بھیج دیتا، کیا اتنا بڑا دعوتی و ابلاغی کام ہونا ممکن تھا؟ کیا منظم طریقے سے دعوتِ جہاد پھیلانے کا منبر، 'ادارہ السحاب اردو' اُس صورت میں قائم ہوتا؟''

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک دوسرے سے شدید محبت کی وجہ سے یہ دونوں حضرات ایک طویل عرصے تک اکٹھے شہید ہونے کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مگر بعد میں جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ، جہاد اور امت کے قائد بن کر ابھرے تو پھر شہید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہادت اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی حفاظت ہی کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

شہادت کا مقدس مرتبہ پانے کا وقت آیا

بالآخر دینِ اسلام کا یہ عظیم سپاہی، محبت کرنے والا شفیق بھائی، دل کے زخموں پہ مرہم رکھنے والا مسیحا، حق کے متلاشیوں کے لیے دلیلِ راہ، سختیوں میں صبر واستقامت کا پیکر، غیر معمولی بصیرت کا مالک، قائد و مدبر، امت کا حقیقی درد رکھنے والا داعی الی اللہ، ہمہ جہت شخصیت کا مالک، مجاہد فی سبیل اللہ اور اعلام کے میدان کا فقید المثال شہسوار، اسامہ ابراہیم غوری، کوہستانِ افغانستان میں، اپنی منزل کو پالیتا ہے۔ آپ کو افغانستان کی سرزمین سے ویسے بھی بڑی محبت تھی۔ اپنے آباؤاجداد کی سرزمین ہونے کی وجہ سے محبت ہونا تو فطری جذبہ ہے مگر افغانیوں کی غیرتِ دینی اور طالبانِ عظیم الشان کے شریعتِ مطہرہ پر سختی سے کاربند ہونے کے جذبے کی وہ بہت قدر کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ سرزمینِ افغانستان ہی میں امریکیوں سے مقابلے میں شہید ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری فرمائی۔

رمضان المبارک میں القاعدہ برصغیر کی شوریٰ کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ اجلاس کے اندر اور بعد بھی ان کی شخصیت پر یہ تاثر غالب رہا کہ میں نے اپنا کام کر دیا ہے، اب باقی پیچھے والے سنبھالیں۔ اجلاس کے بعد میں نے شعبۂ ابلاغ کے کام کے بارے میں راہنمائی لینا چاہی تو کہنے لگے کہ تم یہ سب کام کر سکتے ہو۔ اللہ سے مانگو، اعتماد کرو اور توکل کر کے اس کام کو آگے بڑھاؤ۔ پھر یہ بھی کہنے لگے کہ اب الحمد للہ اتنے ساتھی موجود ہیں کہ جو کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ اس لیے ان سے کام لینا چاہیے۔ ان کے لہجے میں یہ واضح تھا کہ:

ہم عہد اپنا نبھا چکے ہیں   تم عہد اپنا بھلا نہ دینا

آپ کی صفتِ محبت و اخلاق نے آپ کے افغانی ہمسایوں اور انصاروں کو بہت متاثر کیا تھا۔ انصاروں سے تعلق اور محبت کا یہ حال تھا کہ جب آپ کسی سفر سے واپس آتے تو محلے کے بوڑھے اور نوجوان سب کے سب جوق در جوق ان سے ملنے اور ان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے چلے آتے۔ آپ پشتو زبان میں روانی سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے مگر ایک دفعہ آپ کی طالبان کے ایک اہم عسکری ذمہ دار ملا امیر خان حقانی حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ اس میں ابراہیم بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمان کے واسطے سے مختصر گفتگو فرمائی اور دعا کی درخواست کی اور ان کے ذریعے امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کو القاعدہ برصغیر کی لجنہ شرعیہ کی شائع کردہ ایک کتاب ملاحظہ کے لیے بھجوائی۔ اس ملاقات کے بعد سفید ریش حقانی صاحب حفظہ اللہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس نوجوان کے اخلاق نے مجھے بڑا متاثر کیا۔

الغرض سن ۲۰۱۶ء میں عید الاضحیٰ ۱۴۳۷ھ کے دوسرے روز شام کے کھانے پر آپ نے اپنے محلہ داروں کی دعوت کی۔ نصف شب کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پر غاصب امریکیوں اور ان کی غلام افغان فوج کے کمانڈوز نے فضائی چھاپہ مارا اور چھاپے کے دوران فضائی بمباری کے نتیجے میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ اپنی مراد کو پا گئے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کے اس قیمتی سپوت سے راضی ہو جائے اور جنت الفردوس میں انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے اور جہاد کے جس عَلَم کو اس نے بلند کیا اسے سدا قائم و دائم اور کامیاب و کامران بنائے، آمین۔

باب نہم: عالمی تحریکِ جہاد اور اس سے تعلق

شہید استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ نے اعلائے کلمۃ اللہ کے فریضہ کو انجام دینے کے لیے جماعت القاعدہ میں شمولیت اختیار کی۔ آپ جماعت القاعدہ کے راہنما، داعی، مسئولِ دعوت و ابلاغ ہونے کے ساتھ ساتھ مرکزی شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ جہادِ فی سبیل اللہ اور خلافت کے قیام کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ جماعت القاعدہ کو اپنی معلومات کی حد تک، اپنے زمانے میں موجود سب سے بہتر اور قریب از حق جماعت گردانتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ القاعدہ کو ایک جماعت ہونے سے پہلے ایک نظریہ و دعوت سمجھتے تھے اور اس نظریہ کو پھیلانے کے لیے اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک مقدور بھر کوشش میں لگے رہے۔ استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کا بیان اس وقت تک مکمل نہ ہو پائے گا جب تک کہ ہم جماعت القاعدہ کی تاریخ، دعوت، فکر اور اس کے اہم ترین اکابرین و مؤسسین کا تعارف پیش نہ کر دیں۔ حالیہ باب اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس باب میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت القاعدہ کی قیادت سے تعلق کی نوعیت اور تنظیم القاعدہ کے اکابر علماء سے استفادہ کی داستان بھی بیان کی جائے گی، ان شاء اللہ۔

امام الجہاد شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی جہاد سے جڑنے کی داستان میں ہم یہ اشارہ کرتے آئے ہیں کہ حافظ طیب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تھی کہ جہاد کا منہج اور طریقہ کار سمجھانے کے لیے مناسب ہو گا کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔ چنانچہ فاروق بھائی شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ باقاعدہ منسلک ہو گئے اور پھر ان کی راہنمائی میں آپ شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ اور ان کی فکر کو سمجھنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات و افکار کی پختگی میں شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے مطالعے کا کردار بہت زیادہ تھا۔ وہ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کو سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کے بعد قائم ہونے والی جہادی تحریکات کا امام اور مربی سمجھتے تھے۔

تعلیم و تدریس

شیخ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے اکابر علمائے دین میں سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علومِ شرعیہ کی سند، جامعۂ دمشق سے حاصل کی، پھر تخصص کے لیے عالمِ اسلام کے مشہور اور تاریخی علمی ورثے "جامعۂ ازہر" میں داخل ہوئے۔ حصولِ

علم کے بعد اس حاصل کردہ علم پر عمل کی نیت سے، داعیِ دین بلکہ بالخصوص داعیِ جہاد بن گئے۔ دنیا کے مختلف خطوں کے دینی اسفار اور وہاں کی تحریکاتِ دینیہ سے واقفیت اور عملی شرکت اور اس سے بڑھ کر تقویٰ و للّٰہیت، دین کے گہرے علم اور حکمتِ ربانی سے مالا مال ہونے کی وجہ سے شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی تحاریر و تقاریر، علم و عرفان کا منبع ہوتی تھیں۔ شیخ عزام عالم بھی تھے، فقیہ بھی تھے، مورخ و سیرت نگار بھی تھے، شاعر بھی تھے، مربی و مزکی بھی تھے، عسکری قائد بھی تھے اور محبت و شفقت کرنے والے بزرگ بھی تھے۔ وہ مسلمانوں کے معاشرے میں رہتے تھے اور اس کے ایک ایک اہم مسئلہ سے واقف تھے۔ امتِ مسلمہ کے لیے ہمدرد اور رحیم تھے۔

شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۹۴۱ء میں، سرزمینِ انبیاء علیہم السلام، فلسطین کے مغربی کنارے کے شہر 'جنین' میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم فلسطین میں ہی مکمل کرنے کے بعد ۱۹۶۶ء میں آپ نے جامعۂ دمشق سے علومِ شرعیہ میں سندِ اجازت حاصل کی۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد اسرائیل کے مظالم سے تنگ آکر ہزاروں فلسطینی خاندانوں کی طرح آپ کے خاندان نے بھی اردن کی طرف ہجرت کی۔ بعد ازاں آپ مصر تشریف لے گئے اور وہاں پر جامعہ ازہر سے علومِ شرعیہ میں تخصص کیا۔ مصر سے واپسی پر آپ نے عمان کی جامعۂ اردن میں تدریس شروع کی۔ تدریس کے دوران آپ پھر مصر تشریف لے گئے اور جامعہ ازہر سے ہی ۱۹۷۳ء میں اصولِ فقہ میں 'ڈاکٹریٹ' کی سند حاصل کی۔ جامعہ اردن کے علاوہ آپ نے سعودی عرب کی جامعہ عبد العزیز جدہ اور پاکستان کی جامعہ اسلامیہ اسلام آباد میں بھی تدریس کی۔

سید قطب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء سے محبت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مصر میں آمد و رفت اس وقت شروع ہوئی کہ جب مصر میں الاخوان المسلمون کی دعوت عروج پر تھی۔ اس زمانے میں اخوان کے مفکر سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ہر قسم کی جاہلیت و کفر کا انکار اور اس سے بغاوت کا نعرہ بلند کیا۔ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ جاہلیت کی کسی شکل کو بھی قبول کرنے کے روادار نہیں تھے۔ وہ جہاد کو 'ویکون الدین کله لله' تک کرنے کے داعی تھے۔ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کفار کی طرف سے مسلط کردہ ہر اس نظام کو نظامِ جاہلیت کہتے تھے جو قرآن و حدیث کی مخالفت پر مبنی ہو اور اس سے بغاوت و انکار کو بنیادی فریضۂ دینی کہتے تھے۔ شیخ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کو سید قطب رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبت تھی۔ وہ ان کو دعوت و عزیمت کا امام گردانتے تھے۔ بالآخر مصری طاغوتی نظام نے امریکہ اور روس کے دباؤ پر سختی دکھائی۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کو پھانسیاں ہوئیں۔ مصر کے دینی طبقے کا بڑی تعداد

میں قتلِ عام کیا گیا۔ ظلم اتنا شدید تھا کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں تک پر ظلم کا کوڑا بغیر کسی فرق کے برستا رہا۔ ایسے میں سید قطب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے جس استقامت اور عزیمت سے اسلام کے پرچم کو تھامے رکھا اور ایک ایک کر کے اس کلمہ طیبہ کے دفاع میں سر اٹھا کر پھانسیوں پر چڑھتے گئے، ان کی یہ قربانیاں شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں نقش ہو گئیں اور آپ کے لیے مشعلِ راہ بن گئیں۔ الغرض شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے مصر کی تاریخ کے اس باب کو بالکل قریب سے دیکھا۔ آپ کی بذاتِ خود سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے افراد سے ملاقاتیں بھی رہیں اور سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات آپ نے ان سے براہ راست سنے۔ ایسی ہی ایک ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"مجھے حمیدہ قطب [1] نے بتایا کہ اگست ۱۹۶۶ء کی ۲۸ [2] تاریخ تھی جب مجھے فوجی قید خانے کے سپر ٹنڈنٹ نے طلب کیا اور مجھے 'سید قطب'، 'ھواش' اور 'عبد الفتاح' کی پھانسی کے آرڈر سے آگاہ کیا۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگا کہ "ہمارے پاس آخری موقع ہے سید صاحب کو پھانسی سے بچانے کا اور وہ یہ کہ سید (حکومت سے) معافی مانگ لے اس طرح ان کی پھانسی کے فیصلے کو خرابیِ صحت کے بہانے سے کالعدم قرار دے دیں گے اور چھ ماہ بعد خرابیِ صحت کی وجہ سے ان کی سزا معاف ہو جائے گی اور وہ رہا ہو جائیں گے۔ سید کا قتل پورے عالَم کا نقصان ہے اس لیے آپ جایئے! اور سید کو سمجھائیں شاید کو وہ معافی کے لیے تیار ہو جائیں"۔ انہوں (حمیدہ قطب) نے کہا کہ "میں سید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئ"... یہ بات انہوں نے براہ راست مجھے بتائی... میں نے سید سے کہا کہ "یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ معافی مانگ لیں گے تو آپ کی پھانسی کے حکم کو بدلا جا سکتا ہے"۔ سید رحمۃ اللہ علیہ بولے "حمیدہ! کس بات کی معافی مانگوں؟ اپنے رب العالمین کے لیے کام کرنے کی؟ اللہ کی قسم اگر میں نے اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے کام کیا ہوتا تو ضرور معافی مانگ لیتا۔ لیکن اللہ کے لیے کام کرنے پر ہرگز معذرت نہیں کروں گا۔ مطمئن رہو حمیدہ! اگر میری عمر ختم ہو گئی ہے تو پھانسی پر عمل ہو کر رہے گا اور اگر میری عمر باقی ہے تو پھر پھانسی پر عمل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ سو عمر کو بڑھانے یا گھٹانے میں معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے"۔

مصر میں آزمائشوں کے بعد کا دور اور اہلِ دین کے تین طبقات

مصر میں سید قطب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کی قربانیوں کے بعد دینی طبقہ میں عموماً تین طرح کے طبقات پیدا ہوئے:

[1] سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ جو کہ سید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مصر کے قید خانوں میں گرفتار رہیں۔

[2] اگلے روز یعنی ۲۹ اگست ۱۹۶۶ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی دے دی گئی۔

اہلِ عزیمت

پہلا طبقہ تو وہ تھا کہ جنہوں نے سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کو مضبوطی سے تھاما اور طواغیتِ مصر کے خلاف جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مصری اداروں، مصری انٹیلی جنس کے ظالم و ملحد افسروں، مصر میں یہودیوں اور ان کے آلہ کاروں کے اوپر حملے کر کے باقاعدہ مصر میں اسلام کے دفاع کے لیے جہاد شروع کیا۔ یہ جہادی تحریک اتنی پھیلی کہ مصری فوج کے اندر سے ہی ایمانی جذبات سے سرشار مجاہد میجر خالد اسلامبولی رحمۃ اللہ علیہ نے مصری صدر 'انور سادات' کو، جو خطے میں اسرائیل کا چہیتا بن کر ابھر رہا تھا، عین فوجی پریڈ میں سلامی کی تقریب کے دوران مار ڈالا اور اس جرم کی پاداش میں انتہائی جرأت کے ساتھ پھانسی پر چڑھ گئے۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ مصر کے ان مجاہدین کے بھرپور حامی تھے۔ وہ انہیں امت کا قائد کہتے تھے۔ وہ انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حقیقی وارث سمجھتے تھے اور امت کے سامنے ان کے واقعات اس محبت سے بیان کرتے تھے کہ مسلمان نوجوان انہیں اپنا آئیڈیل بنالیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مصر کے ان غیور مجاہدین کی سیرت سے میں جتنا متاثر ہوا ہوں اتنا تمام مشائخ ازہر کی سیرت سے متاثر نہیں ہوا۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ غیرتِ دین سے معمور ابطالِ اسلام کا تذکرہ مجاہدین کی ایک محفل میں ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کتنوں نے 'کارم اناضولی[1]' کا عدالت میں دیا گیا بیان سنا ہے؟ کیا سنا ہے تم لوگوں نے اس کو؟ ایک چھوٹا سا بیان جو اپنی تاثیر آنے والی کئی صدیوں تک آئندہ کی نسلوں میں چھوڑتا رہے گا۔ یہاں تک کہ مشائخِ ازہر کی تالیفات سے بھی زیادہ اثر چھوڑے گا۔ میں تو حقیقت میں جب بھی اس کو سنتا ہوں کانپ کر رہ جاتا ہوں۔ ایک نوجوان عدالت میں کھڑا ہوتا ہے اور اس طرح مخاطب ہوتا ہے: "یہ کیس دراصل ملٹری کالج کا کیس نہیں ہے! نہ صالح سریۃ کا کیس ہے! اور نہ ہی کارم اناضولی کا! یہ اسلام کا کیس ہے جسے مصر میں ذبح کیا جا رہا ہے!"۔ ایسا بیان کہ جس سے قوی بیان میں نے کبھی نہیں سنا... ایک نوجوان! نوجوان... کارم اناضولی کو شہید کر دیا گیا، مگر اس کے

---

[1] اسلام کے شیر 'کارم اناضولی' مصری دارالحکومت قاہرہ کے ملٹری کالج کے سٹوڈنٹ تھے۔ آپ نے اپنے قائد 'صالح سریۃ' کے ساتھ مل کر ۱۹۷۴ء میں ملٹری کالج کے اسلحہ ڈپو پر قبضہ کر کے یہود کے وفادار غلام مصری صدر انور سادات کے قتل اور مصر میں انقلاب لانے کا منصوبہ بنایا۔ مذکورہ عمل کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ اور صالح سریہ رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہو گئے۔ بعد ازاں آپ دونوں کو پھانسی دے کر شہید کر دیا گیا۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے، آمین۔

الفاظ ہمارے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں۔ میں تو تمام مشائخ ازہر سے زیادہ کارم اناضولی سے متاثر ہوں... باوجود اس کے کہ میں خود بھی ازہر ہی کا ایک شیخ ہوں... مگر ان سے بہت زیادہ اس سے متاثر ہوں"[1]۔

وہ جو آزمائش میں پھسل گئے

دوسرا طبقہ مصر میں ایسا بنا کہ جو نظام کے جبر کے آگے دب گیا۔ حکمرانوں کی قربت اختیار کر لی۔ دنیا کی طرف توجہ اور اپنی جانوں کے بچانے کو اہمیت دینے لگے۔ افکار و نظریات کی کوئی ٹھوس بنیاد ہی نہیں رہی بلکہ حالات کے لحاظ سے ہر ظالم و جابر کے ساتھ سمجھوتہ کرنا ان کا منہج رہا۔ دین کے مبادی سے بھی آہستہ آہستہ خوف میں مبتلا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔ ان میں سے وہ لوگ بھی تھے جو کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء تھے لیکن آزمائش کے بعد وہ نہ صرف سید رحمۃ اللہ علیہ کے راستے سے پیچھے ہٹے، بلکہ سید رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کے خلاف تعلیمات تک دینے لگے۔ شیخ نے اس طبقہ کو بھی قریب سے دیکھا اور مخاطب کیا۔ شیخ نے ان طبقات کو بھی نصیحت کی لیکن نرمی اور شفقت کے انداز میں ان کو ان کے افکار کی گمراہی سے آگاہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک درس میں ایسے ہی طبقے کا ذکر اس طریقے سے کرتے ہیں:

"بعض حضرات 'برین واشنگ' کے عمل میں شریک ہوگئے، نوجوانوں کو اس دعوت سے... کہ جس پر وہ کھڑے تھے... ہٹانے کے لیے دلیلیں دے دے کر قائل کرنے کی کوششیں کرنے لگے، یعنی بعض لوگ ایسے تھے کہ جو پہلے اسلام کی دعوت کے اس عمل میں ساتھ کھڑے تھے مگر جب معرکہ میں شدت آئی اور سفر طویل ہونا شروع ہوا اور جلد پر کوڑوں کی مار شدید تر ہوتی گئی تو کچھ لوگ راستے میں ہی گر پڑے، پس حکومت نے ان سے فائدہ اٹھایا... بعض علماء کہ جو کہ قرآن و سنت کے محافظ تھے... حکومت نے ان سے کہا کہ یہ تمہارا وظیفہ ہے کہ تم ان دھوکے میں پڑے ہوؤں کو سمجھاؤ۔ سید قطب کے پاس بھی گئے کہ ان کو سمجھائیں تو آپ نے فرمایا کہ: میری شہادت کی وہ انگلی جو نماز میں اللہ کی وحدانیت کے اظہار کے لیے اٹھتی ہے، ایک بھی ایسے حرف کو لکھنے سے انکار کرتی ہے کہ جس سے کسی طاغوت کے فیصلے کو تسلیم کیا جائے۔ یہ لوگ مصر کے ملی جشن کے ایام میں جمال عبد الناصر[2] کی تہنیت و تائید کے اشعار اپنے خون سے لکھتے تھے۔ ان میں سے کوئی اپنے آپ کو زخمی کرتا، پھر کوئی پَر اٹھاتا اور اپنے خون سے جمال عبد الناصر کی تائید میں کلمات

[1] في ظلال سورة التوبة للشيخ عبدالله عزام

[2] فرعونِ عصر 'جمال عبد الناصر' ۱۹۵۲ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک مصری حکومت کا صدر رہا۔

لکھتا۔ ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جو کہ دعوت کے راستے میں پھسل پڑے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ہوا کہ یہ (پستی میں پڑے ہوئے لوگ) صف بنا کر کھڑے ہوتے اور 'جہنم میں گیا قطب' کے نعرے لگایا کرتے تھے۔ مشکل وقت میں بڑی عالی ہمت والے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ دین کی دعوت کی راہ میں چلتے ہیں انہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کام میں موت بھی آسکتی ہے۔ پھر جب اپنے ان تمام جرائم کے بعد... جو اس نے اخوانیوں کے ساتھ، ان کی خواتین کے ساتھ، ان کے بچوں کے ساتھ کیے، ان کی دعوت کے ساتھ کیے... عبد الناصر جب مرتا ہے تو یہی 'داعی' کہلانے والے حضرات، قطر میں یا دوسری جگہوں پر مصری سفارت خانوں میں عبد الناصر کی تعزیت وصول کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں... میں تو اس کو ایسا جرم سمجھتا ہوں کہ جس کے بعد کوئی اور جرم نہیں ہو سکتا... صف بنا کر کھڑے ہوتے ہیں تاکہ لوگ آئیں اور ان سے تعزیت کریں، کیونکہ وہ (جمال عبد الناصر) ان کی قوم میں سے تھا، ان کی قوم کا بیٹا تھا۔ کیا ایسے لوگوں کو تم داعی سمجھتے ہو؟"[1]

وہ ان کے افکار پر کڑی تنقید کرتے تھے اور طاغوت کی غلامی اختیار کرنے کی خرابیوں اور حق جاننے کے بعد اس راہ سے پھسل جانے کے عواقب سے آگاہ کرتے تھے۔ پھر ساتھ ساتھ علمائے حق کے حق پر ڈٹنے اور قربان ہونے کے واقعات بیان کرتے۔ عزیمت و استقامت کی تعریف کرتے اور جھکنے اور ڈر جانے اور اپنے اصولوں پر سمجھوتا کرنے کی خرابی بیان کرتے۔ البتہ ایک امر کا وہ ہمیشہ خیال رکھتے اور وہ یہ کہ بزدلی اور جھکنے کی ثقافت کی مذمت بیان کرتے ہوئے اسلامی دعوت سے منسلک کسی بھی شخصیت کا نام لے کر کبھی بھی وہ تنقید نہ کرتے۔ آپ کے نقد میں داعی کی تڑپ اور مصلح کی محبت ہوتی۔ وہ ایسے افراد کے لیے فتویٰ کی زبان بھی استعمال نہ کرتے اور دیگر مجاہدین کو بھی ایسے افراد کے بارے میں سخت آراء اختیار کرنے سے روکتے۔

محض جذبات کے اسیر

تیسرا طبقہ جو دینی تحریکات میں پیدا ہوا وہ ان نوجوانوں کا تھا کہ جن میں جوش و جذبہ اور جرأت تو بھری ہوئی تھی، مگر دینی فہم سے عاری تھے۔ صرف جذبات ہی جب فیصلہ کرتے ہوں تو شاہراہِ زندگی میں ٹھوکر لگ ہی جاتی ہے۔ یہ طبقہ ان افراد کا تھا کہ جن کے اندر نظامِ کفر اور طواغیت سے نفرت انہیں ایسی شدت پسندی و غلو کی طرف لے گئی کہ جس نے

[1] الذخائر العظام للشيخ عبدالله عزام

انہیں مسلمانوں کی تکفیر اور ان سے بغض و نفرت کرنے والا بنا دیا۔ یہ گروہ ان تکفیریوں کا تھا جو مصر کے ان کمزور مسلمانوں کی تکفیر کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے جو کہ اپنے مسلوب شدہ حقوق کو لینے کے لیے اور اپنی زندگیوں کی بھیک مانگنے کے لیے مصری طواغیت کے سامنے جھکے رہتے تھے یا ظالم طاغوت کے کوڑوں کے خوف سے اپنے مبادی (بنیادی اصولوں) سے پھر جاتے تھے۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے قریب سے مشاہدہ کیا کہ کیسے جذباتی افراد دینی نصوص کی روشنی میں غلط اصول مقرر کرتے ہیں اور ان خود ساختہ اصولوں کی روشنی میں عام مسلمانوں کی اور دینی جماعتوں کے افراد کی تکفیر شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ دین کو فائدہ پہنچانے کے بجائے انجانے میں نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ اس طبقہ سے بے حد نالاں تھے۔ وہ اسے مجاہدین کے درمیان ناسور سمجھتے تھے اور اس کے علاج کے لیے ہمہ وقت کمربستہ رہتے تھے۔ وہ ان جہالتوں اور امراض کی نشاندہی بھی کرتے تھے جو کہ اس بے جا شدت پسندی کا باعث بنتی ہیں۔ آپ چاہتے تھے کہ مجاہدین کا رخ تکفیر کی بحثوں سے پھیر کر ایک مجاہد کو اپنی اصلاح اور تزکیہ کی طرف متوجہ کریں۔ ایسے ہی ایک مسئلہ پر مجاہدین کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عوام کے بارے میں اگر ہم علمائے سلف کے مقرر کردہ عقائد کے معاملات کے بارے میں اصولوں کو تطبیق دیں، تو تم کسی ایک کی بھی تکفیر نہ کر سکو گے! لیکن اگر تم کسی کو اپنی خواہش و مرضی سے کافر بنانا چاہو تو... اپنی جیب کو ایسے کارڈوں سے بھر لو جس پر 'کافر' اور 'دین سے خارج' لکھا ہو اور جب کسی کو دیکھو تو اسے ایک کارڈ تھما دو... یہ اور معاملہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ 'خلقِ قرآن' کے کہنے والوں کے کفر کے قائل تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ مامون اور معتصم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ کافر کے پیچھے نماز پڑھتے تھے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ خلقِ قرآن کے تمام قائلین کی تکفیر نہیں کرتے تھے بلکہ وہ داعی، جو کہ اس مسئلہ کے قائدین تھے، ان کی تکفیر کرتے تھے۔ پس اے بھائیو! اس باب میں کلام بہت تفصیلی ہے۔ لیکن میں تمہیں صرف ڈرانا چاہتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ تمہیں اس چیز کی طرف متوجہ کروں جو تمہیں فائدہ دے۔ تمہیں فائدہ یہ کام دے گا کہ اپنے نفس کے عیبوں کو تلاش کرو۔ اپنے دلوں اور نفسوں میں موجود خلل کو ڈھونڈا کرو، مسلمانوں کی کمزوریوں کی تلاش میں نہ پڑا کرو!

اے بھائیو! کسی مسلمان کی تکفیر کے فیصلے کے لیے علماء کی کمیٹی جمع ہوتی ہے پھر جا کر کسی ایک شخص کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور تم خود ہی سے پوری عوام کو کافر بنا دیتے ہو! ضروری ہے کہ علماء کی کمیٹی جمع ہو کر کسی شخص کے کافر ہونے کا فیصلہ کرے۔ پس بہت دھیان کیا کرو، اور تم ایک کتاب کی سطر پڑھ کر (احکام) بیان کرو اور تطبیق دے دو... نہیں

خبردار! ایسا نہ کرنا۔ کسی شخص پر مسلمان کا حکم لگانے میں اگر سو بار بھی غلطی ہو جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی شخص پر ایک بار بھی غلطی سے کفر کا حکم لگ جائے[1]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ پر واضح تھا کہ امتِ مسلمہ اپنی مرکزیت کو کھونے کے بعد سے حالتِ ضعف میں ہے۔ پھر کفار کے صدیوں سے تسلط کی وجہ سے اسلامی عقائد کے فہم میں بہت بگاڑ آگیا ہے۔ ایسے میں اگر معاشرے کی اصلاح کے بجائے ہم تکفیر کے ہتھیار کو جاہل و نادانوں کے ہاتھ میں تھما دیں تو فساد ہی برپا ہو گا اور اسلام کی خدمت کے نام پر اسلام کی بیخ کنی ہونا شروع ہو جائے گی۔ آپ سمجھتے تھے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے محض اخلاص کافی نہیں بلکہ اس کے لیے علمِ شرعی کی روشنی میں سیدھی راہ پر چلنا بھی ضروری ہے۔ پس وہ خوارج کے عمل کو بڑی لطیف مثال سے سمجھاتے ہیں:

"محض اخلاص کافی نہیں ہے۔ کسی کو اس میں شک نہیں ہے کہ خوارج مخلص تھے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کرتا کہ خوارج گمراہ تھے۔ پس ضروری ہے کہ اخلاص کے ساتھ علم اور سیدھی راہ بھی ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو بہت دفعہ انسان اخلاص کے ساتھ اپنے جہل کی بدولت اسلام کو تباہ کر رہا ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ؛ میری کمر دو طرح کے لوگوں نے توڑ ڈالی ہے؛ ایک جاہل عابد نے اور دوسرے فاجر عالم نے۔ یہ لوگ اسلام کو ایسے نقصان پہنچاتے ہیں کہ جیسے ایک ریچھ نے اپنے مالک کو قتل کر دیا تھا۔ ایک ریچھ کے ساتھ اس کا مالک بہت حسنِ سلوک کرتا تھا۔ ایک دن اس کا مالک درخت کے نیچے سویا ہوا تھا اور مکھی اس کے چہرے پر بھنبھنا کر اس کی نیند خراب کر رہی تھی۔ ریچھ نے مکھی کو اڑایا۔ مگر وہ پھر آگئی۔ پھر اڑایا مگر وہ دوبارہ پہنچ آئی۔ اب تو ریچھ کو بہت غصہ چڑھا۔ اس نے ایک بڑی چٹان کو اٹھایا اور پورے زور سے مکھی کے اوپر دے مارا۔ مکھی کو بھی قتل کر ڈالا اور اپنے مالک کو بھی۔ اس کے لیے اہم بات یہی تھی کہ اس نے مکھی کو تو مار ڈالا خواہ اس راہ میں اس کے مالک کی بھی جان چلی جائے"[2]۔

الغرض شیخ نے ان تینوں طبقات کا نزدیک رہ کر پوری گہرائی سے مشاہدہ کیا۔ آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ حق کا راستہ تو وہی ہے جس کو پہلے طبقہ "اہلِ عزیمت" نے چنا تھا۔ مگر شیخ کی رائے تھی کہ اس کام کے لیے امتِ مسلمہ کو جمع کرنا چاہیے، منظم ہو کر اسلام کی بالادستی کے لیے ایک عالمی تحریک چلانی چاہیے اور ایک ایسی سرزمین ملنی چاہیے کہ جہاں پر مسلمانوں

[1] التربية الجهادية للشيخ عبدالله عزام

[2] في ظلال سورة التوبة للشيخ عبدالله عزام

کو ان کے بھولے ہوئے فریضہ جہادِ فی سبیل اللہ پر عمل کروایا جاسکے۔ اللہ کی مشیت نے یہی چاہا کہ یہ کام افغانستان میں پورا ہو پائے۔

الغرض مصر میں فراغت کے بعد شیخ عزام نے اردن کی جامعات میں علومِ شرعیہ میں تدریس شروع کی، پھر کچھ وقت کے بعد سعودی عرب میں تدریس کے لیے منتقل ہوگئے۔ اس دوران شیخ عزام فلسطین، مصر، اور شام کی جہادی تحریکات میں مشیر و ناصح کی حیثیت سے شریک بھی رہے۔ پھر جب اسلام آباد میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا قیام کیا گیا تو جن علماء کو ابتداء میں اس یونیورسٹی میں تدریس کے لیے چنا گیا، اس میں شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ یوں وہ پاکستان منتقل ہوگئے اور یہاں انہوں نے جامعہ اسلامیہ اسلام آباد میں تدریس کا عمل شروع کیا۔

جہادِ روس میں شرکت و قیادت

اسی دوران جب روس کے افغانستان پر حملے کے بعد افغانستان میں جہاد کا آغاز ہوا اور افغانیوں کی بے مثل جرأت دینی اور غیرتِ اسلامی نے امت کے نوجوانوں میں دوبارہ اسلام کے غلبہ کی امید ڈالی، تو شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ ابتداء سے ہی اس جہاد میں شامل ہوگئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس جہاد کے داعی تھے، عملی شریک تھے اور مجاہدین کے مشترکہ قائد و رہبر تھے۔ وہ سب کے شیخ تھے۔ وہ دراصل پوری امت کے داعی تھے۔ وہ افغان بھی تھے اور عرب بھی۔ وہ اخوانی بھی تھے، سلفی بھی تھے اور صوفی بھی۔ شیخ نے مسلمانوں کے کئی ممالک کے دورے کیے اور وہاں طویل قیام بھی کیا۔ اور پھر جن مسلم علاقوں میں وہ جا نہیں سکے، قدرت نے جہادِ افغانستان میں وہاں کے مسلمانوں سے ان کی قربت اور وہاں کے مسائل سے قریبی واقفیت کا موقع بھی انہیں عطا کیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ جن علاقوں میں رہے وہاں صرف مسافر کی حیثیت سے ہی نہیں گزرے بلکہ ہر معاشرے کا حصہ بن کر رہے۔ وہ ان کے علماء اور اصلاحی و انقلابی تحریکوں کے داعیوں سے واقف بھی تھے اور ان سے قریبی رابطے میں رہتے تھے۔ مسلم معاشروں کے مسائل سے واقف تھے اور ان کی سیاسیات میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض ممالک کے حکمرانوں سے بھی ذاتی طور پر واقف تھے۔

مجاہدین کے داعی، جامع و مربی

پھر اس مردِ قلندر کو جہادِ افغانستان میں پوری امت کے چنیدہ افراد کو جمع کرنے اور پھر ان کی تربیت کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ روس کے خلاف جہاد میں مسلمانوں کا شاید ہی کوئی ایسا خطہ ہوگا کہ جہاں کے مسلمانوں نے بڑی تعداد میں

اس جہاد میں شرکت نہ کی ہو۔ بس شیخ نے اپنے ذمہ پورے عالم کے ان مجاہدین کی خدمت کرلی اور ان کی فکری، شرعی، اخلاقی وروحانی، عسکری وسیاسی خدمات کے لیے 'مکتب الخدمات' کے نام سے ادارہ بنایا۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ ان مجاہدین کو دین سکھاتے، انہیں آداب سکھاتے، اخلاقِ اسلامی سکھاتے، جہادی فکر و منہج سمجھاتے، عسکری تربیتیں کرواتے اور ان کو جہادی معرکوں میں شریک کرواتے۔ اس کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے بھی ایک جامع طریقے سے مجاہدین کی سرپرستی فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کتابیں، مضامین لکھ کر اور دروس وبیانات کے ذریعے سے جہاد کی دعوت اور مجاہدین کی تربیت کا حق ادا کردیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت وارشاد کے حجم کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے مضامین وتقاریر کو 'الذخائر العظام للإمام الهُمام عبدالله عزام' کے نام سے چار جلدوں میں جمع کیا گیا ہے جس کی ایک جلد بھی ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان ذخائر میں مسلمان کی دینی دلچسپی اور ضروریات کے بیشتر موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ ان میں شرعی مباحث بھی ہیں تو تاریخی تذکرے بھی، تحریضی موضوعات بھی ہیں اور جہادی حکمتِ عملی بھی، تزکیۂ نفس کی باتیں بھی ہیں اور عالَم کی سیاست بھی۔

وہ فرض جسے ہم بھول گئے

شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے امت کو اس کا فریضۂ جہاد یاد دلایا۔ ایک ایسا فرض جس کو غلامی کے دور کی گرد نے امت کی نظروں سے اوجھل کردیا تھا۔ اس فرض کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے واضح کرکے بیان کردیا جیسا کہ جہاد کی آیات واحکام ابھی نازل ہوئے ہوں۔ اس حوالے سے وہ بلا مبالغہ اپنی صدی کے مجدد ہیں اور ان کے زمانے میں ہماری معلومات کی حد تک اور کسی نے بھی اتنا کھول کر، وضوح کے ساتھ، بغیر گردوغبار کے، ہر قسم کے وسائل کو استعمال کرکے، پورے عالم میں پھر پھر کے جہاد کی دعوت نہیں پھیلائی۔ آپ ہی نے نوجوانوں کے دلوں میں جہاد اور شہادت کے فضائل بتا بتا کر میدانوں میں پہنچنے کی آگ لگائی اور ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر کے مجاہدین کو جہاد کے لیے جمع کیا۔ بلکہ آج تک ان کے بیانات وکتب مسلمانوں میں جہاد کی تڑپ اور جذبہ پیدا کررہے ہیں۔

شیخ سمجھتے تھے کہ جہاد ہی امت کو اس کی سابقہ رفعتیں دلا سکتا ہے۔ وہ جہاد میں امت کی زندگی سمجھتے تھے۔ وہ "فنا فی الجہاد" تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جہاد کے بغیر زندگی، زندگی ہی نہیں ہے۔ بلکہ کہتے تھے کہ میری حقیقی عمر، جس میں میں زندہ رہا ہوں وہ میری جہاد کے اندر گزری ہوئی عمر ہے۔ باقی سب عمر گویا کہ مردہ حالت تھی کیونکہ جہاد کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حیاۃ (زندگی) کہا ہے۔ وہ مسلمانوں کو جہاد سے جوڑنے کے لیے مجاہدین اور شہداء کی سیرتیں بیان کرتے، جہادی

کارروائیوں کے قصے بیان کرتے، جذباتی اشعار پڑھتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ بیان کرتے، شہادت و فدائیت کے واقعات بیان کرتے، الغرض ہر ممکنہ طریقے سے نوجوانوں کو جہاد کے لیے تیار کرتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ، نعرہ بلند کرتے کہ جس کو جنت چاہیے جہاد میں آئے، جسے حوروں کا شوق ہے وہ میدانوں کا رخ کرے، جو اللہ کا دیدار چاہتا ہے وہ جہادی قافلہ سے جڑ جائے، جس کو سیاحت کا شوق ہے وہ جہادی سرزمینوں کا رخ کرے، جس نے اپنے گناہوں کو معاف کروانا ہے وہ قتال میں جائے۔ وہ ہر طبقہ کو خطاب کرتے، عام مسلمان کو اپنا بناتے، فاسق و فاجر تک سے محبت اور اپنائیت سے مخاطب ہوتے۔ دنیاوی اعتبار سے شیخ نے اپنا سب کچھ جہاد پر لٹا دیا۔ ورنہ وہ تعلیمی اعتبار سے اس مقام پر تھے کہ اگر چاہتے تو دنیا کے پیچھے پڑ کے مال و دولت اور شہرت میں کسی سے پیچھے نہ رہتے۔ مگر انہوں نے دین کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیا۔ وہ مسلمانوں کو بھی اس بات کے لیے تیار کرتے کہ اپنا دنیاوی کیریئر چھوڑو اور جہاد کو اپنا کیریئر بناؤ۔ وہ مجاہدین کے اِمام بھی تھے اور سب سے اَمام (آگے) بھی تھے۔ وہ جہادی ماحول کو امت میں عام کرنے اور جہادی تربیت اور افکار کو پھیلانے کے داعی تھے۔

آپ نے فتویٰ دیا کہ چونکہ عالمِ اسلام پر کفار کا حملہ ہے اور خصوصاً روس نے سرزمینِ اسلام افغانستان پر حملہ کیا ہے اس لیے ہر مسلمان کے لیے دامے درمے سخنے اس میں شرکت فرض ہے، بالکل ایسے ہی فرض جیسا کہ نماز اور روزہ فرض ہوتا ہے۔ پھر صرف افغانستان ہی نہیں بلکہ ہر وہ زمین جس پر ایک دن کے لیے اسلامی حکومت رہی اور اب وہ کفار کے قبضے میں جا چکی ہے، جب تک اس کو بھی چھڑوا کر اسلامی حکومت نہ بنوا لیا جائے اس وقت تک جہاد فرض عین رہے گا۔ اس فتوی کی روشنی میں سپین (اندلس) اور فرانس کے بعض علاقوں کی آزادی تک جہاد کی فرضیت کا حکم لگایا گیا تھا۔ آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ تمام متقدمین و متاخرین ائمۃ اور فقہاءِ امت اس مسئلہ میں متفق ہیں۔ پھر آپ نے اس فتوی کا خلاصہ حج کے موقع پر منیٰ میں مرکز التوعیة العامة میں ایک سو سے زائد علماء کی مجلس میں پیش کیا اور ان کی توثیق کے بعد یہ فتوی نشر کیا گیا۔ یاد رہے کہ اس فتوی پر مشتمل آپ کی کتاب 'دفاع عن أراضي المسلمین' کے اردو ترجمے کی سعادت بھی ہمارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حصہ میں آئی۔ اس فتوے کا خلاصہ کچھ یوں تھا:

اتفق السلف والخلف وجميع الفقهاء والمحدثين في جميع العصور الإسلامية أنه:

تمام سلف اور خلف اور اسلامی تاریخ کے ہر دور میں تمام فقہاء و محدثین اس بات پر متفق رہے ہیں کہ:

إذا أعتدى على شبر من أراضي المسلمين أصبح الجهاد فرض عين على كل مسلم ومسلمة،

بحيث يخرج الولد دون إذن والده والمرأة دون إذن زوجها.[1]

اگر مسلمانوں کی سرزمین کے کسی گز بھر حصے پر بھی حملہ ہو، تو جہاد ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بیٹا باپ کی اور عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔

شیخ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ تھا کہ مسلمانوں کے علاقوں کو غاصبوں سے چھڑوانا، ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین ہے۔ اس لیے وہ ہر خطۂ اسلامی میں، قابض کفار کے خلاف جہادی تحریک برپا کرنا چاہتے تھے۔ ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیانات کے ذریعے امتِ مسلمہ میں اپنے دین، عزت اور جان و مال کے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کے جذبے کو پروان چڑھاتے تھے۔ مسلمانوں کے دین و ناموس پر حملہ کرنے والا خواہ اصلاً کافر ہو یا کافروں کا اتحادی کلمہ گو سپاہی، آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر دو غاصبوں کے حملوں سے حفاظت اور دفاع کے لیے جہاد کرنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے آپ اپنی تقاریر میں اکثر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوے کو نقل فرماتے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ:

والعدو الصائل الذي يفسد الدين والدنيا ليس أوجب بعد الإيمان من دفعه

ایمان لانے کے بعد سب سے اہم فریضہ دین و دنیا کو برباد کرنے والے حملہ آور دشمن کو پچھاڑنا ہے۔

شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ، بنیادی طور پر یہود و نصاریٰ کے خلاف عالمی تحریکِ جہاد کھڑی کرنا چاہتے تھے۔ جبکہ مسلمانوں کے علاقوں میں کفار کے غلام حکمرانوں کے خلاف اُس وقت جہاد کھڑا کرنے کے قائل تھے جب وہاں کے حکمران براہ راست یہود و نصاریٰ و مشرکین کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر اہلِ اسلام سے لڑنے کے لیے آئیں، مسلمانوں کی چادر و چار دیواری کے تقدس کو پامال کریں، دیندار مسلمانوں کو پھانسیوں پر لٹکائیں اور جہاد کے نام لیواؤں کے لیے جینا دوبھر کر دیں۔ ایسے میں وہ مقامی خائن و مجرم افواج اور پولیس کے اداروں کے مقابلے میں سختی برتنے کا حکم دیتے تھے اور اپنے دفاع کی خاطر ہتھیار اٹھانے کا حکم دیتے ہیں۔ شیخ بنیادی دعوت تو اس بات کی دیتے تھے کہ طاغوتِ اکبر روس اور بعد میں امریکہ کے خلاف جہاد کے لیے متحد ہو جائے اور امت کو ان مشترکہ دشمنوں کے خلاف اکھٹا کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ پوری امتِ مسلمہ میں جہاں جہاں نفاذِ شریعت کی تحریکیں چل رہی تھیں اور غیور مسلمان اپنے وطنوں پر مسلط خائن و مجرم اور کافروں کے غلام حکمرانوں کے خلاف قتال میں مصروف تھے، شیخ انہیں قدر کی نظر سے دیکھتے تھے، ان کا

[1] 'ایمان کے بعد اہم ترین فرض عین' از شیخ عبد اللہ عزام

بھرپور دفاع کرتے تھے، ان کی قربانیوں اور عزیمتوں کی وجہ سے ان کے قائدین کو مسلمانوں کے لیے نمونہ بتاتے تھے اور یہاں خراسان میں بیٹھ کر ایسی تحریکات کی ترجمانی کرتے تھے۔

جہادِ امت کا نظریہ

شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے داعی تھے کہ امتِ مسلمہ شرق و غرب میں ایک امت ہے۔ وہ ہر علاقہ اور خطہ کو اپنا علاقہ سمجھتے تھے۔ وہ ان سب میں تفریقوں کی ہر ایسی دیوار کو گرانا چاہتے تھے کہ جو ان کی باہمی اخوت و وحدت کو متاثر کرے۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ امت کے سب مسلمانوں کو اپنا کہتے تھے۔ وہ مجاہدین کو امت کا ایک حصہ کہتے تھے، نہ کہ خود ہی پوری امت۔ وہ کہتے تھے کہ جب تک ہم امت کے ہر خاص و عام کو اپنے ساتھ نہ جوڑیں گے تو ہم ماہیِ بے آب کی طرح بے تاب رہیں گے، لیکن غلبۂ دین کی منزل تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ وہ فاسق و فاجر کو بھی امت کا حصہ سمجھتے تھے اور وہ انہیں بھی ایمانی تعلق کی بنا پر غلبۂ دین کے لیے قریب کرنا چاہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلامی معاشرے میں مجاہدین کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کہ بارودی مواد کو پھاڑنے کے لیے ابتداء میں چھوٹا سا پٹاخا[1] پھاڑا جاتا ہے۔ جب پٹاخا پھٹتا ہے تو وہ اپنی دھمک اور حرارت سے بارودی ذخیرہ پھاڑ دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح مجاہدین کو بھی اپنی جانیں اس طرح قربان کرنی چاہییں کہ ان کی قربانیوں کے نتیجے میں ان کے دلوں میں لگی حرارت معاشرے میں تیزی کے ساتھ سرایت کر جائے اور ان کے لہو کی حرارت سے معاشرے میں حرارتِ ایمانی پھیل جائے۔ پس اگر مجاہدین کے ساتھ معاشرے کی قوت نہ ہو اور ان کی دعوت کے اثرات معاشرے میں نظر نہ آرہے ہوں تو یہ ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی پٹاخا تنہا ہی پھٹتا رہے اور جس کام کے لیے اسے پھاڑا جارہا ہو اسے وہ کر نہ پائے۔ اس لیے شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے داعی تھے کہ اپنے معاشرے سے نہ کٹا جائے، عام مسلمانوں کو ہر ممکن شرعی طریقوں سے اپنے ساتھ ملایا جائے، ایسے اعمال سے بچا جائے کہ جو انہیں متنفر کرتے ہیں، لوگوں سے ان کی فہم اور عقل کے مطابق مخاطب ہوا جائے اور معاشرے اور مجاہدین کے بیچ میں بُعد کو دور کیا جائے۔

شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح اہل سنت کے تمام طبقات و مسالک کو اکھٹا کرنے اور ان کے باہمی اختلافات کو کم کر کے میدانِ جہاد میں امتِ مسلمہ کے مشترکہ دشمنوں کے مقابل میں جمع کرنے کی کوشش کرتے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ پوری امت کو

[1] Detonator

جوڑنے نکلے تھے، لہٰذا وہ تھے بھی پوری امت کے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جہاد ہی ایک ایسا پلیٹ فارم ہے کہ جس پر امت دوبارہ جمع ہو سکتی ہے۔ وہ ہر اس بات کو جو کہ امت میں توڑ اور نفرتوں کا باعث بنے، مٹانے کے داعی تھے۔ وہ سیاسی یا مسلکی اختلاف کی بنیاد پر تعصب کے سخت خلاف تھے۔ وہ بس امت، امت اور امت تھے۔ وہ جب شہید امام حسن البناء رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے اور ان کے رفقاء کی عزیمتوں اور قربانیوں کا ذکر کرتے تو ان کے اخوانی ہونے کا گمان گزرتا۔ پھر وہ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بیان کرتے تو سلفی ان کو اپنا کہتے۔ کسی اور نشست میں وہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کاروان عزیمت کا، علمائے دیوبند و احناف کی قربانیوں کا، تبلیغی جماعت کی کاوشوں کا تذکرہ کرتے، ان کی عظمتیں بیان کرتے، ان سے محبت کا اظہار کرتے اور شرعی مسائل میں فقۂ حنفی کی رعایت کرنے کا کہتے تو ان کے حنفی ہونے کا گمان ہونے لگتا۔ اور پھر وہ افغانیوں کے متصوفانہ مزاج اور ان کی میادینِ جہاد میں کرامتوں کا بیان ایسے جذباتی اور عقیدت کے انداز میں کرتے کہ ان کے معاصرین ان کو صوفی کا خطاب دیتے۔ اس سوال کا جواب انتہائی مشکل ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے کس گروہ کے تھے۔ حقیقت ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سب ہی کے تھے اور سب کو اپنا کہتے اور ان کے بنتے تھے۔ وہ امت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ وہ فقہی اور اجتہادی مسائل میں علماء کے علمی اختلاف کو باعثِ رحمت سمجھتے تھے۔ وہ اہلِ سنت کے درمیان رائج مسلکی اختلاف کو حقیقت پسندی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور اس اختلاف کو زحمت کے بجائے رحمت بتاتے تھے۔ اس مسلکی اختلاف کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کرنے اور اتحاد اور افتراق کرنے کے شدید مخالف تھے۔ وہ فقط کلمہ طیبہ لا إله إلا الله محمد رسول الله کی بنیاد پر امتِ مسلمہ کو اکھٹا کرنے کے داعی تھے۔ وہ مسلکی نفرتوں اور جھگڑوں کو غلامی کے دور کا تحفہ سمجھتے تھے اور زوال کے اسباب میں سے گردانتے تھے اور آزادی اور عروج کی نوید لے کر اٹھنے والے جہاد کو ان سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ ان پر امت کا اجتماعی رنگ تھا۔ وہ اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ جو کہ اہلِ سنت کے تمام طبقات کا اصل منبع اور جوہر ہے۔ بس وہ اسی فکر کے داعی تھے اور اسی کو عالمی جہاد کی بنیادی فکر بتاتے تھے۔ پورے عالم سے آئے ہوئے مجاہدین اور بالخصوص عرب مجاہدین میں 'امت کو اپنا سمجھنے نہ کہ محض اپنے آپ کو ہی امت سمجھنے' کی سوچ کو پروان چڑھاتے تھے۔ اپنی اسی سوچ اور تڑپ کو آپ مجاہدین کی فکری تربیت کے لیے دیے گئے اپنے ایک درس میں اس طرح پیش کرتے ہیں:

''جہاں تک اسلامی جماعتوں کا تعلق ہے تو عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو تحدید کی ہے کہ ماأنا علیه وأصحابي [1] یعنی ''جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر چلیں گے''، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اس کو 'اخوان المسلمین' یا 'انصار السنۃ' یا 'تبلیغی جماعت' ہی میں منحصر سمجھو اور باقی سب کو جہنمی سمجھو۔ حدیث میں جن (گمراہ فرقوں) کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ تحریکیں نہیں ہیں کہ جو اسلام کے لیے کام کر رہی ہیں، وہ تو گمراہ فرقوں کے بارے میں ہے جیسے کہ نصیری، اسماعیلی، شیعہ، دروزی وغیرہ۔ جب کہ تقریباً تمام اسلامی تحریکیں، جب تک اخلاص سے متصف ہوں، اس (اہلِ حق کی) صف میں داخل ہیں۔ یہ جہنمی فرقے نہیں ہیں کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ہم اُن دیگر امتوں کی طرح نہیں ہیں کہ: كلما جاءت أمة لعنت أختها [2] (جب داخل ہو گی (جہنم میں) ایک امت تو لعنت کرے گی دوسری امت پر)۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جس کسی نے بھی اس دین کی راہ میں کچھ قربانی دی ہے تو ہماری گردنوں پر اس کے احسان کا بار ہے۔ اخوانی، سلفی، خلفی، تبلیغی، دینی جماعتیں، جہادی جماعتیں یہ سب چھوٹی چھوٹی ندیاں ہیں جو کہ اسلام کے عظیم دریا میں جا کر شامل ہوتی ہیں۔ تم اگر اِخوان کے خلاف محاذ آرائی کرو گے تو اس کا مطلب ہے کہ تم دریائے اسلام کی ایک بڑی نہر کو خشک کرنا چاہتے ہو، جب تم سلفیوں سے نبرد آزما ہوتے ہو تو حقیقت میں تم اسلام کی ایک دوسری ندی کو ختم کرنا چاہتے ہوتے ہو اور اسی طرح تبلیغیوں کے خلاف تمہارا عمل اسلام کی ایک تیسری نہر کے خلاف ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم دراصل اسلام کے عظیم دریا کو خشک کرنا چاہتے ہو۔ مسلمانوں کا طریقہ یہ ہے کہ رائے کے اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں اور طریقہ کار کے فرق کے باوجود ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے پیچھے... اس کے مسلکِ غیر پر ہونے کی وجہ سے... نماز پڑھنا ترک کرنا، جائز نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ حق بات کو قبول کیا کرے چاہے جہاں سے بھی آئی ہوئی ہو۔ مثال میں اِخوان میں سے ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اخوان کی فکر کتاب و سنت سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں دوسری جماعتوں سے بھی محبت رکھتا ہوں۔ میں

[1] ترمذی شریف کی روایت کا مفہوم ہے کہ ''میری امت تہتّر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، وہ سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ وہ ایک کون سا فرقہ ہے (جو جنت میں جائے گا)؟ فرمایا کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر چلیں گے۔ شیخ عزام کی گفتگو میں اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

[2] سورة الاعراف، آیة: ۳۸

سلفیوں سے بھی محبت رکھتا ہوں۔ ان سے نصوص اخذ کرتا ہوں اور ان سے علم بھی حاصل کرتا ہوں۔ میں 'جماعت الجہاد'[1] والوں سے بھی محبت کرتا ہوں کیونکہ وہ بہادر تھے، طاغوت کے سامنے ڈٹ کر انہوں نے اپنی جانوں کی قربانی پیش کی، ضروری ہے کہ ایک مسلمان ان سے محبت کرے۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی... تم ان سے محبت کرو، ان کے ادب، ان کی تواضع، انسانوں کی نجات کی خاطر ان کے وقت اور مال کی قربانی کی وجہ سے، اور ان سے محبت کرو ان کی دعوت کے پھیلانے اور انسانوں کی ہدایت کے راستے پر چلنے کی وجہ سے۔ اسی طرح میں ان صوفیوں کے بارے میں بھی غلو کا عقیدہ نہیں رکھتا اور ایسے فتوے نہیں دیتا کہ جیسے شکری مصطفیٰ[2] دیتا تھا کہ ہر صوفی کو کافر قرار دے دے۔ یہاں ایسے لوگ ہیں جو سنت سے بہت قریب ہیں اور ان کا تصوف زہد ہے، کتاب و سنت کے پابند ہیں، ان کا عقیدہ واضح ہے، راتوں کو قیام کرتے ہیں اور دن میں روزے سے ہوتے ہیں مگر اپنے آپ کو صوفی کہتے ہیں۔

ہمارے پاس یہاں 'مکتب الخدمات'[3] میں جو بھی جہاد کی خاطر آتا ہے وہ ہماری سر آنکھوں پر ہے۔ وہ سلفی ہو، اِخوانی ہو، تبلیغی ہو یا کسی جہادی جماعت کا، ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ ہم اسے اپنے ساتھ شامل کرتے ہیں اور جو ہمارے لیے ہو وہ اس کے لیے بھی ہوتا ہے اور جو ہم پر (لازم ہو) وہ اس پر بھی لازم ہوتا ہے۔ اسی لیے ہمارے ساتھ اخوانی، سلفی، تبلیغی اور مجاہدین سب شامل ہیں۔ عملاً میں، ہر اس ساتھی سے محبت کرتا ہوں... دل سے محبت... جو بہادر ہو، متقی ہو یا میں اسے قرآن کی حفاظت کرنے والا پاؤں۔ قطع نظر اس سے کہ میں یہ جانوں کہ وہ اِخوانی ہے یا سلفی۔ اسی طرح (جہادی) ذمہ داریوں کا تعین بھی عموماً بہادری، پرانا ہونے اور آزمائشوں سے گزرا ہوا ہونے کو نظر میں رکھ کر کیا جاتا ہے"[4]۔

شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ امت کو غلامی سے نکالنے اور رفعتیں دلانے کے خواب دیکھتے تھے۔ اس خواب کی تعبیر کے لیے وہ امت کے سب طبقات کو جہاد میں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کرنا چاہتے تھے۔ شیخ کو یہ کام کرتے ہوئے بعض تنگ

---

[1] مصر میں برسرِپیکار اہلِ حق و عزیمت کی ایک جماعت کہ جس کے راہنما شیخ ایمن الظواہری بھی رہے

[2] خوارج کی راہ پر چلنے والی مصری تنظیم جماعة التكفير والهجرة کے راہنما

[3] شیخ عبد اللہ عزام کا جہادِ افغانستان کو خدمات (services) فراہم کرنے کی نیت سے قائم کردہ ادارہ

[4] التربية الجهادية للشيخ عبدالله عزام

نظروں اور ہر وقت مسلکی مناظرے سجانے والوں کی شدید مخالفت بلکہ مخاصمت بھی مول لینی پڑی۔ لیکن شیخ نے ان اذیتوں پر صبر کیا اور استقامت سے مسلمانوں کو جوڑنے کا کام کرتے رہے۔

عالمی تحریکِ جہاد کا معمار

الغرض شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے اس عالمی دینی و جہادی تجربے اور عالم بھر کے مجاہدین کی تربیت کے نتیجے میں ایک نسل تیار ہو گئی جس کا مقصدِ زندگی "اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا" بن گیا۔ یہ عالمی تحریکِ جہاد کی تاسیس تھی۔ روس شکست کھا کر بھاگنے کی تیاری کر رہا تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ عالم بھر کے مجاہدین کو جمع کر کے ایک تربیت یافتہ نسل تیار کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وقت کے اِس عظیم امام سے دین کی سربلندی کے لیے امت کو اکھٹا کرنے کا کام لے لیا تھا۔

یہاں یہ نکتہ سمجھنا ضروری ہے کہ عالمی تحریکِ جہاد کوئی شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی ایجاد نہیں ہے۔ یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحریکِ جہاد ہی کا تسلسل ہے۔ جس کے مطابق وہ آفاق میں چار سو پھیلے اور دنیا کے کئی خطوں اور ڈھیروں ڈھیر ملکوں اور مختلف زبان بولنے والی قوموں کو اسلام میں داخل کر کے ایک امت بنا گئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جہاد ایک عالمی جہاد تھا۔ سارے عالم میں جہاں مسلمان تھے، ان کا دفاع کرنا ان کا شیوہ تھا۔ امتِ اسلام کا بڑا دشمن فارس تھا تو اس سے بھڑ پڑے، دنیائے کفر کا سرغنہ رومی لشکر تھا تو وہ اس سے جا ٹکرائے، ان کا جہاد عالمی تھا اور کسی ایک خطہ میں محدود نہ تھا۔ اسی طرح سارے عالم میں کفار تک اسلام کی دعوت اور اس کا آفاقی پیغام پہنچانا ہمارے اُنہیں اسلاف کا طریقہ تھا۔ مگر بعد میں انگریزوں اور دیگر کفار کے اسلامی دنیا پر تسلط کے بعد، عالمِ اسلام کو مختلف ملکوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ خلافت کے ادارے کو تحلیل کر دیا گیا اور مسلمانوں کو لسانی، علاقائی، قومی اختلافات کا اسیر بنا کر باہم دست و گریبان کر دیا گیا۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کو دوبارہ جمع کر کے ایک امت کی عملی شکل میں ڈھالنے کا کام 'جہادی میدانوں' میں ہی کیا جا سکتا تھا، جہاں وہ سب اسلام کے مشترکہ دشمن کے خلاف، خالص کلمہ اور دین کی بنیاد پر اکھٹے ہو کر لڑیں۔ اس طرح شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ پورے عالم کے مسلمانوں کو جمع کر کے عالمی کفری سردار کے خلاف امت کے دفاع میں جمع کرنے کے مجدد و امام تھے۔ یقیناً شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے بانی نہیں تھے، البتہ بیسیوں صدی میں اس تحریک کے مجدد ضرور تھے۔

شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین

روس کی شکست کے بعد دنیا میں کفار کی طاقت یک قطبی بن گئی۔ امریکہ، یہودیوں کا محافظ بن کے ان کے منصوبوں کو دنیا میں پھیلانے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں حجاز کے ایک صالح نوجوان کا ذکر کثرت سے کیا کہ جسے وہ اللہ کا ولی سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے بچوں کو بھی اس صالح نوجوان سے جڑنے کی وصیت کر ڈالی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس نوجوان کے تقویٰ، للّٰہیت، ادب، فیاضی اور بہت سے اخلاقِ رفیعہ کی تعریفیں کرتے تھے اور اس نوجوان کی شخصیت کو دوسروں کے لیے ایک نمونہ کے طور پر پیش کرتے تھے۔ اس نوجوان کو بعد میں اہلِ دنیا نے امتِ مسلمہ کے ہیرو شیخ اسامہ بن لادن کے نام سے جانا۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض دروس میں شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

''برادر اسامہ بن لادن؛ اللہ اس کو عزت دے، اس کی حفاظت فرمائے اور اسے جزائے خیر دے، جس نے ساری دنیا کو چھوڑ دیا، اموال کو ترک کر دیا اور اپنے آپ کو بھلا کر وہاں، پہاڑوں میں برفوں کے اوپر زندگی گزار تا ہے۔ انہوں نے (یعنی اسامہ کے بھائیوں نے) مسجدِ نبوی کی توسیع کا آٹھ ارب ریال کا ٹھیکہ حاصل کیا۔ مگر اس نے وہ چھوڑ دیا اور اب وہ جلال آباد میں مجاہدین کے ساتھ رہتا ہے اور ہر لحظہ اس کی خواہش یہ ہے کہ وہ جنگ میں کام آ جائے۔ اس کے بھائیوں کی 'بن لادن کمپنی'، عالمِ اسلام اور خاص طور پر مشرقِ وسطیٰ کی سب سے بڑی تجارتی کمپنی ہے، مگر اس نے ساری دنیا کو ترک کر دیا۔ نحیف و کمزور سی جان ہے، اس کا بلڈ پریشر اکثر کم رہتا ہے جس کے لیے وہ اپنی ایک جیب میں نمک اور دوسری میں پانی کی بوتل رکھتا ہے۔ نمک چاٹ کر پانی کے گھونٹ بھرتا ہے تاکہ اس کا بلڈ پریشر کنٹرول رہے اور وہ میدانِ جنگ میں کھڑا رہ سکے۔ وہ ایک ایسا عظیم انسان ہے کہ جیسا میری آنکھوں نے اس دنیا میں کبھی نہیں دیکھا۔ اپنے گھر میں فقیروں کی طرح کی زندگی گزارتا تھا۔ جب کبھی میں حج یا عمرے کے لیے جاتا تھا تو جدہ میں اس کے گھر میں ٹھہرا کرتا تھا۔ اس کے گھر میں نہ کوئی کرسی ہے اور نہ ہی کوئی میز۔ اردن یا مصر کے کسی بھی ملازم کا گھر (گھر کے سامان کے لحاظ سے) اُس کے گھر سے اچھا ہو گا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ اس سے مجاہدین کے لیے دس لاکھ ریال مانگیں تو فوراً آپ کو چیک لکھ کر دے دے گا۔ وہ اپنی ایک بہن کے پاس گیا اور اسے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد بالمال کے حوالے سے فتویٰ دکھایا۔ اس کی بہن نے ۸۰ لاکھ ریال کا چیک لکھ کر دے دیا۔ دیگر جاننے والوں نے بہن کو سمجھایا کہ ایک ہی دفعہ میں اتنے پیسے کیوں دے ڈالے؟ تم کرائے کے ایک فلیٹ میں رہتی ہو کچھ پیسے تو اپنے پاس رکھ لیتی جس سے ایک فلیٹ خرید

لیتی!۔ لوگوں کے زور دینے پر بہن آئی اور اسامہ سے کہا کہ میرے بھائی! ان پیسوں میں سے دس لاکھ ریال مجھے واپس دے دو تاکہ ان سے اپنے لیے گھر تو بنالوں۔ کہنے لگا ''اللہ کی قسم ایک ریال بھی نہ دوں گا کیونکہ تم ایک آرامدہ فلیٹ میں رہتی ہو اور وہ لوگ (افغانی مسلمان) مر رہے ہوتے ہیں اور ان کے پاس خیمہ تک نہیں ہوتا''۔ جب یہ (اسامہ) آپ کے ساتھ بیٹھے تو ایسے ادب سے بیٹھتا ہے کہ جیسے کوئی خادم ہو۔ یقین جانو! جب ٹیلیفون کی گھنٹی بجے تو مجھے اٹھنے نہیں دیتا اور خود لاکر مجھے ٹیلیفون دیتا ہے، کھانے کے برتن سمیٹتا ہے... ادب، حیاء اور شجاعت... سلام ہے! حیاء اور شجاعت دونوں اکھٹی ہوتی ہیں۔ کیونکہ حیاء بھی ایمان کا حصہ ہے اور شجاعت بھی ایمان میں سے ہے۔ سارا وقت یہی چاہتا ہے کہ محاذ جنگ پر رہے۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمارے بھائی ابو عبد اللہ اسامہ بن لادن کی حفاظت فرمائے اور اس کی عمر، روح، جان اور مال میں برکت عطا فرمائے، آمین [1]''۔

پھر ایک دوسرے موقع پر جب بعض ناواقفوں نے شیخ اسامہ کے بارے میں شکوک کا اظہار کیا تو شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی مسحور کن طریقے سے شیخ اسامہ بن لادن کے بارے میں کلمات کہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والله إني أشهد أن أسامة ولي من أولياء الله يدب على الأرض، والله لو لم يكن لله ولي في هذه الدينا إلا شخص واحد لظننت أنه أسامة بن لادن، وإني لأعرفه من قبل أن يأتي إلى بيشاور وأعرفه أكثر مما يعرفه أحد منكم وما رأيت فيه إلا مسلماً حقاً أسأل الله أن أكون مثل جزء منه۔ [2]

اللہ کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ اسامہ اس زمین پر موجود اللہ کے اولیاء میں سے ایک ولی ہے۔ واللہ! اگر اللہ کا اس دنیا میں صرف ایک ہی شخص ولی ہو تو میں سمجھوں گا کہ وہ اسامہ بن لادن ہی ہوگا۔ اور میں اسے پشاور آنے سے پہلے سے جانتا ہوں اور آپ سب سے زیادہ اس کو جانتا ہوں۔ میں نے اس کو ایک حقیقی مسلمان ہی دیکھا ہے۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میں اس کے ایک حصے کے ہی جیسا بن جاؤں۔

[1] التربية الجهادية للشيخ عبدالله عزام

[2] ايضا

پس شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین مل گیا۔ مکتبِ خدمات اور عالمی تحریکِ جہاد کے اپنے نظریہ کو وہ اس نوجوانِ نیک بخت 'اسامہ بن محمد بن لادن' کو تھما چکے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء کو پشاور کی ایک جامع مسجد میں جمعہ پڑھانے جارہے تھے کہ راستے میں امتِ مسلمہ کے دشمنوں نے ایک مجرمانہ کارروائی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی میں بم دھاکہ کیا جس سے آپ اپنے بیٹے 'محمد عزام' سمیت شہید ہوگئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ یوں سرزمینِ انبیاء علیہم السلام سے ہجرت در ہجرت اور وطن وطن دین کی لو لگانے والا زمانہ کا اِمام، ارضِ خراسان اور ارض ہند کے سنگم یعنی پشاور میں اپنی جان جانِ آفرین کی خاطر قربان کر گیا۔

امتِ مسلمہ کے شیخ؛ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ

"القاعدہ" کسے کہتے ہیں

۱۹۸۹ء میں پشاور شہر میں شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد عالمی جہاد رکا نہیں۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ تو رخصت ہونے سے قبل ہی یہ پرچم حجاز کے صالح نوجوان ابو عبد اللہ اسامہ بن لادن کے سپرد کر گئے تھے جو کہ کچھ عرصے سے 'بیت الانصار' کے نام سے مجاہدین کی خدمت کرنے کا نظام قائم کر چکے تھے۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کا اساسی مقصد عالمی جہاد کی بنیاد ڈالنا تھا۔ اسی کے لیے دنیا بھر سے مسلمانوں کو افغانستان کی طرف ہجرتیں کروائیں اور ان کی خدمت کے لیے انہوں نے "مکتب الخدمات" کا ادارہ بنایا تھا۔ ایسے جہاد کی بنیاد جو پوری دنیا میں قائم ہو اور امتِ مسلمہ کے ہر خطے سے مسلمان، لشکرِ دجال سے جہاد کرنے اور امتِ مسلمہ کی حرمات کے دفاع کرنے کے لیے جمع ہو جائیں۔ ایسا عالمی جہاد جو کہ آگے چل کر حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے لشکر کی بنیاد بن جائے۔ 'بنیاد' کو عربی میں 'قاعدة' کہتے ہیں اور 'جہاد کی بنیاد' کو 'قاعدة الجهاد' کہتے ہیں۔ بس اسی نظریہ پر شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے روس کے سرخ ریچھ کے خلاف جہاد سے فارغ ہونے کے بعد امتِ مسلمہ کے عالمی دشمن صلیبی صیہونیوں کے خلاف جہاد کی بنیاد رکھی اور اس جماعت کا نام 'قاعدة الجهاد' رکھا جسے بعد میں میڈیا والوں نے 'القاعدة' کہہ کر ذکر کرنا شروع کیا۔

شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے والد محمد بن لادن نے یمن کے علاقے 'حضر موت' سے ہجرت کر کے حجاز میں سکونت اختیار کی۔ اللہ نے ان کی تجارت میں اتنی برکت دی کہ مزدور کے پیشے سے آغاز ہوا اور جب ان کی وفات ہوئی تو ان کا شمار عرب کی سب سے بڑی تجارتی کمپنی کے مالک کے طور پر ہوتا تھا۔ دنیاوی جاہ اور پیسے کی ریل پیل کے ساتھ دین کی

محبت اور ایمانی غیرت شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کو خاندانی ورثہ میں ملی۔ یونیورسٹی میں تعلیم کے زمانے ہی سے آپ کا تعلق سید قطب شہید کے بھائی اور عالمِ عرب کے مشہور مفکر شیخ محمد قطب رحمۃ اللہ علیہ اور عالمِ ربانی شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ سے بن چکا تھا۔ ان کے علاوہ سعودی عرب کے دیگر مشہور علماء کی صحبت اور استفادہ کا موقع بھی آپ کو ملا۔ وحشی روس کا ۱۹۷۹ء میں سرزمینِ اسلام افغانستان پر جارحانہ حملہ، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا اہم ترین موڑ ثابت ہوا۔ افغانستان پر روسی حملہ کے دوسرے ہفتے ہی سے جہادِ افغانستان کی نصرت کے عمل میں آپ شریک ہو چکے تھے اور ۱۹۸۰ء میں آپ نے افغان مسلمانوں کے لیے کثیر مالی عطیات کے ساتھ پاکستان کا سفر کیا۔ جہاد بالمال میں عظیم شرکت آپ کی آتشِ عشق کو نہ بجھا پائی تو پھر لیلائے شہادت کی تلاش میں اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر محاذِ جنگ پر جا پہنچے۔ آپ کی افغانستان جہاد میں شرکت کے داعی اور رہبر شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خطِ اول کے غازی تھے اور روسی افواج سے مقابلے میں اپنی جان کی بازی لگا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی معرکے سر کیے۔ ان میں سے مشہور ترین 'معرکۂ زازئی[1]' تھا کہ جس میں مٹھی بھر عرب نوجوانوں نے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں الٰہی نصرت کے بل بوتے پر روسی افواج کے ایک بڑے لشکر کو شکستِ فاش دی۔ بعد ازاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے اور راہنمائی سے پشاور میں 'بیت الانصار' کے نام سے ایک مرکز قائم کیا جہاں سے عرب حضرات کے لیے جہادِ افغانستان میں شمولیت اور جہادی تربیت کے مواقع فراہم کیے جاتے تھے۔ اسی زمانے میں مصر کے مجاہد قائد شیخ ابو عبیدہ پنجشیری[2] نے ایک معسکر کا قیام کیا جہاں پر روسی افواج کے خلاف جہاد کے لیے تربیت دی جاتی تھی۔ اس معسکر کو عرب مجاہدین 'القاعدہ' یعنی کہ بیس کیمپ[3] کہا کرتے تھے۔ بعد میں یہی نام مشہور ہو گیا اور عرب مجاہدین اور خاص طور پر شیخ اسامہ سے منسلک مجاہدین کی پہچان بن گیا۔

---

[1] افغانستان کے صوبہ پکتیا کے ضلع زازئی (پشتو رسم الخط میں ځاځی) کو عرب حضرات 'جاجي' لکھا اور تلفظ کیا کرتے ہیں۔

[2] مصر سے تعلق رکھنے والے شیخ ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ جہادِ روس کے اکابر عرب راہنماؤں میں سے تھے۔ وادیِ پنجشیر میں روسی افواج کے خلاف برسرِپیکار رہنے کی وجہ سے آپ کو پنجشیری کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن حفظہ اللہ کے قریبی ترین رفقاء اور القاعدہ کے بانیوں میں ہوتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی میں سرزمینِ افغانستان پر مہاجرین کے لیے تربیتی مراکز کا قیام کیا۔ بعد ازاں ارضِ افریقہ میں جہاد کے عَلم بلند کرنے پر مامور ہوئے۔ وہیں تنزانیہ کی طرف جاتے ہوئے وکٹوریہ جھیل میں کشتی کے الٹنے سے ڈوب کر شہید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائے، آمین۔

[3] Base camp۔ یاد رہے کہ قاعدہ عربی زبان میں 'بنیاد' کو کہا جاتا ہے۔

اشتراکی روسی طوفان کے آگے امتِ مسلمہ کے لیے اپنی جان ومال سے بند باندھنے میں مشغول شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ایک نیا موڑ اس وقت آیا جب کہ ۱۹۹۰ء میں صدام حسین نے کویت پر حملہ کر دیا۔ ملحدانہ کمیونسٹ افکار کے حامل صدام حسین کے کویت پر حملے سے سعودیہ عرب کے شاہی خاندان کو اپنا عرش بھی ہلتا ہوا محسوس ہوا۔ اس موقع پر شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف ذرائع کو استعمال کر کے سعودی شاہی خاندان تک یہ پیشکش پہنچائی کہ صدام حسین کے اشتراکی طوفان کو روکنے کے لیے افغانستان میں جہادِ روس کے دوران تربیت پانے والے مجاہدین کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ مگر مغربی غلام سعودی شاہی خاندان کی نظریں کسی اور طرف تھیں۔ پھر وہ دن آگیا جو شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ میں ان کی زندگی کا غمگین ترین دن تھا۔ یہ وہ دن تھا جب سعودی حکومت نے امریکی صلیبی افواج کو صدام حسین سے دفاع کے بہانے جزیرۂ عرب میں لا بسانے کا فیصلہ کر لیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جزیرۂ عرب میں صلیبی صیہونی کافروں کو لا بسانے کا یہ عمل نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی صریح مخالفت ہے بلکہ امتِ مسلمہ کے مقدسات کو کفار کے حوالے کرنے کے مترادف ہے۔ قبلۂ اول کی بازیابی کا ہی ابھی قرض باقی تھا کہ حرمین شریفین کی آزادی بھی داؤ پر لگ گئی۔ لاکھوں امریکی افواج کا ارضِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں دندناتے پھرنا، مسلمانوں کے وسائل کو لوٹنا، مسلمانوں کی حکومتوں کو اپنے مکمل کنٹرول میں لینا، اپنی گندی تہذیب کو رائج کروانا اور عرب میں اپنے وجود اور دیگر حربوں سے اسرائیل کو تقویت بخشنا، یہ ان امور میں سے تھا کہ جو شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے لائحہ عمل کو واضح کر رہے تھے۔ ابتداءً آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سعودی حکمرانوں اور سرکاری علماؤں کو خطوط لکھ کر اس شنیع عمل کی برائی اور دنیاوی و اخروی نقصانات سے آگاہ کیا۔ نیز سعودی حکمرانوں کو دینی معاملات میں مداہنت و سستی، سودی تجارت اور مالی خیانتوں پر تنبیہات بھی کیں۔ مگر ردِ عمل میں سعودی حکومت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نظر بند کر کے آپ کی سفری سہولیات کو چھین لیا۔ نصرتِ الٰہی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے فرار کا موقع فراہم ہوا اور آپ پھر سے براستہ پاکستان افغانستان پہنچ گئے۔ یہ ۱۹۹۱ء کا وہ زمانہ تھا کہ جب روس شکست کھا کر واپس دریائے آمو کے پار جا چکا تھا جبکہ افغانستان کے بہت سے علاقوں میں افغان مجاہدین باہمی جنگوں میں مصروف تھے۔ افغانستان واپسی کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرب مجاہدین کو امریکہ اور یہود کے عالمی نظام کے خلاف متحد ہو کر جہاد کرنے کی دعوت دینا تیز کر دی۔ ساتھ ساتھ آپ نے افغان متحارب گروہوں میں صلح کروانے کی بھی کوششیں کی۔ دوسری طرف عرب مجاہدین کو افغان مجاہدین کی باہمی چپقلش سے دور رکھنے کے لیے بھی کوشاں رہے۔ چنانچہ یہی جذبات آپ کو ۱۹۹۲ء میں اپنے ساتھیوں سمیت سوڈان لے گئے جہاں تقریباً چار سال تک

آپ امریکہ کے خلاف عالمی جہاد کی منصوبہ بندی اور سوڈان میں فلاحی ترقیاتی کاموں میں مشغول رہے۔ امریکہ نے سوڈانی حکومت پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سوڈان سے نکالنے کے لیے پریشر بڑھایا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۹۶ء میں بزرگ افغان جہادی راہنما مولوی یونس خالص رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر دوبارہ افغانستان تشریف لے گئے۔ افغانستان میں آپ نے امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو افغانستان میں سکونت اختیار کرنے، جہادی تربیت کے لیے دیگر خطوں سے مسلمانوں کو بلوانے اور ان کو تربیتیں کروانے اور حرمین و فلسطین کی آزادی کی خاطر امریکہ اور یہود کے عالمی نظام سے جہاد کی منصوبہ بندی کرنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ بھرپور حوصلہ افزائی و پشت پناہی بھی فرمائی۔

ابتداءً جماعت القاعدۃ ایک منظم جماعت سے زیادہ ایک فکر اور نظریہ کا نام تھی۔ اس کی ابتداء شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے پشاور میں قائم مہمان خانے اور افغانستان میں شیخ ابو عبیدہ پنجشیری رحمۃ اللہ علیہ کے معسکر سے ہوئی۔ پس جو ان جگہوں سے متعلق ہوتا اسے القاعدہ والا کہا جاتا۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ امریکہ اور اسرائیل کے خلاف اور ان کے پورے عالم میں بکھرے ہوئے حلفاء اور مددگاروں کے خلاف جہاد کے داعی اور مددگار تھے۔ جو بھی یہود و امریکہ اور اس کے ہمدردوں سے امت کا انتقام لے، اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، چاہے وہ جس جماعت، اہلِ سنت کے جس مسلک اور مسلمانوں کے جس گروہ کا بھی فرد ہو، اس کی خدمات کے لیے شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے وارث شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے کمر کس لی اور اس طرح عالمی تحریکِ جہاد کی بنیاد قائم کر دی۔

امریکہ ہی ظلم و فساد کا منبع ہے

شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ مفکرِ محض نہیں تھے۔ اور نہ ہی وہ کوئی فلسفی یا شاعر تھے۔ شیخ داعی تھے، محاذوں کے عسکری قائد تھے، مجاہدین کے مربی تھے اور امتِ مسلمہ کے لیے ایک مشفق والد کی طرح سوچتے تھے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ، یہودیوں کو اپنا سب سے بڑا دشمن کہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہود نے امریکہ کی سرپرستی میں کتنی ہوشیاری سے دنیا کو اپنے جال میں پھنسایا ہوا ہے۔ پھر خلیج کی پہلی جنگ کے بہانے ناپاک یہودیوں کا حجازِ مقدس میں قدم رکھنا، وہ حجازِ پاک جہاں کبھی جبریل امین علیہ السلام، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر اترتے تھے اور جس سرزمین کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پاکیزہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے اپنا خون بہا کر اسلام و توحید کی سرزمین بنایا تھا، اسی حجاز میں یہود و نصاریٰ نے مستقل ڈیرے ڈال دیے، اس کی خشکی اور پانی دونوں کو اپنے حصار میں لے لیا۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ کس طرح عالمی دہشت گرد امریکہ نے عراق میں مسلمانوں کے ۱۵ لاکھ بچوں کو ادویات روک کر موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ مسجدِ اقصیٰ کہ

جہاں آقائے دو جہاں ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت کروائی تھی، جسے انبیاء علیہم السلام نے کتنے اہتمام سے تعمیر کیا تھا... انبیاء کی سجدہ گاہ... شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ واضح تھا کہ اسی 'رأس الکفر' امریکہ اور مغرب کی حمایت کی وجہ سے ہی ہماری مسجدِ اقصیٰ، انبیاء کے قاتلوں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ دوسری جانب اقوامِ متحدہ کے نام پر انہیں صیہونیوں کا مسلمانوں کے تمام ممالک کو ایسے طریقے پر اپنی تجربہ گاہ بنانا کہ صدر ہو یا حاکم ہو وہ یہود و نصاری کی مرضی کا، آئین و قانون یہود و نصاریٰ کی مرضی کا، بین الاقوامی تعلقات کفار کی اجازت سے مشروط، اور تجارت اور مالی معاہدات سب کچھ ہی تو امریکہ یعنی کہ یہود کی مرضی سے چلتے ہیں۔ بلکہ زیادہ بہتر الفاظ میں معاہدات نہیں بلکہ فیصلے کہنا چاہیے، کیونکہ معاہدہ تو دو طرف سے طے ہونے والا امر ہوتا ہے جب کہ ان حکمرانوں کے نام نہاد معاہدے تو امریکی سفارتخانوں کی طرف سے طے شدہ فیصلے ہوتے ہیں جن کی یہ حکمران محض تنفیذ کرتے ہیں۔ پھر مسلمانوں کی حکومت پر قبضے کے بعد یہ یہود، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے نام پر مسلمان ممالک کی بر آمدات اپنی مرضی کی قیمت پر اپنی مرضی کی تعداد میں لے جاتے ہیں اور اس کی رقم جب مرضی ہو، اور جتنی مرضی ہو، اپنی مرضی کے افراد کے حوالے کرتے ہیں۔

شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ سوچتے کہ امریکہ کون ہوتا ہے کہ ہمارے علاقوں میں اپنا نصاب رائج کرے؟ وہ کیوں مسلمانوں کے مدارس و مکاتب کے نصاب کا ٹھیکہ دار ہے کہ جو پسند آیا باقی رکھا اور جو ناگوار گزرا اسے تبدیل کر دیا؟ ان کی غیرتِ ایمانی بھڑکتی تھی کہ کیوں یہ یہودی نجس اپنے دوستوں یاروں کو ہماری سرزمینوں پر زبردستی حاکم بناتے ہیں؟ کیوں مغربی طاقتیں ہم مسلمانوں کو اپنے نبی ﷺ اور اپنے قرآن کے مطابق معاشرہ نہیں قائم کرنے دیتیں؟ کیوں جہاں کہیں بھی مسلمان اپنے علاقوں میں نفاذِ دین کی تحریک چلاتے ہیں امریکہ اور اس کے اتحادی کودتے ہیں اور حکمران کی پشت پناہی کر کے اس تحریک کو کچلتے ہے۔ چلو ان سب باتوں کی ان دشمنانِ اسلام کے پاس کوئی توجیہ ہو سکتی ہے لیکن کیوں یہ ہمارے حبیب ہمارے آقا، ہمارے دلوں کی ٹھنڈک اور روح کے سکون رسول اللہ ﷺ کی گستاخیاں فخر کے ساتھ اور ببانگِ دہل کرتے ہیں؟ کیوں وہ کام کرتے ہیں کہ جس کو سن کر روئے ارض پر ہر باضمیر کانپ اٹھتا ہے اور ہر باایمان انسان ایسے بدبخت کو ختم کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔

امت کے وسائل کو لوٹنے والا امریکہ

اس طرح امت کے وسائل سارے کے سارے کافروں اور ان کے ایجنٹوں ہی میں گردش کرتے رہتے ہیں اور امتِ مسلمہ قہر و فقر ہی میں ڈوبی رہتی ہے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر خون کھولتا تھا۔ شیخ گو کہ دنیا کے امیر ترین گھرانوں

میں سے ایک گھرانے کے فرزند تھے۔ لیکن وہ رہتے اور سوچتے امتِ مسلمہ کے عام غریبوں کے بارے میں تھے۔ وہ سوچتے کہ امتِ مسلمہ وسائل میں دنیا میں سب سے آگے ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی دولت کہ جس کی بنیاد پر مغرب نے اپنی نظروں کو خیرہ کر دینے والی ترقی کی ہے۔ یعنی تیل، اس کے سب سے بڑے ذخائر تو امتِ مسلمہ کے ہیں۔ تیل، جو کہ سلائی مشین اور سائیکل سے لے کر ڈرون طیاروں کی تیاری تک، بلکہ تمام مشینوں کی تعمیر سے لے کر ان کے استعمال کے ہر مرحلے میں خرچ ہوتا ہے۔ پھر خاص طور پر جنگوں میں تو سب سے بڑی اہمیت اسی کی ہوتی ہے کیونکہ ہتھیاروں کو چلانے سے لے کر منتقلی اور فوجوں کی نقل و حرکت تک ہر مرحلہ پر تیل کی ضرورت پڑتی ہے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ سوچتے تھے کہ اس تیل کا ۹۰ فیصد میری امت کا ہے۔ سب سے بڑی دولت میری امت کی ہے مگر حقیقی صورت یہ ہے کہ میری محبوب امت میں ایسے باپ بھی موجود ہیں کہ جو اپنے معصوم سے پھول جیسے بچے کو اس لیے مسل دیتا ہے کہ وہ عید پر اس سے کپڑے کا مطالبہ کرے گا، حالانکہ اس کے پاس انہیں روٹی کھلانے کے پیسے نہیں ہے۔ امت کی اس حالت پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ خون کے آنسو روتے تھے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتے تھے کہ کیسے امت کی دولت و وسائل دوبارہ امت کو لا کر دیے جا سکیں۔

پورے عالم میں امریکہ سے جہاد کا اعلان

شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس گندی و نجس ریاست، امریکہ اور اسرائیل کے خلاف پورے عالم میں جہاد کا اعلان کر دیا۔ پورے عالم میں جہاں کہیں کوئی امریکی کافر ملے اس سے ہماری امتِ مسلمہ کا بدلہ لو! جو یہود کا ساتھی اور مسلمانوں کے خلاف مددگار ہے وہ بھی یہود میں سے ہی ہے! شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ امریکی کافروں کے قتل میں کسی سے مشورہ کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے جس کو جہاں کہیں بھی کوئی امریکی کافر ملے اسے مار دو، کیونکہ یہ صرف تابوتوں کی زبان سمجھتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر امریکی ہماری بات سمجھتے ہوتے تو ہمیں کبھی ان پر طیاروں میں بیٹھ کر حملہ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ شیخ سمجھتے تھے کہ جب تک یہ آگ، جو امریکیوں نے ہمارے گھروں میں لگائی ہے اس کی تپش ان کے اپنے گھروں تک نہ پہنچ جائے اور امریکیوں کا واشنگٹن اور نیویارک میں سکون و چین ختم نہ ہو جائے اس وقت تک یہ عالمِ اسلام کو کبھی امن سے نہیں رہنے دیں گے۔ شیخ کا نظریہ تھا کہ اگر آزادی چاہیے تو امریکیوں کو مارو، اگر خوشحالی چاہیے تو امریکیوں سے جہاد کرو، اگر دین و شریعت کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہو تو یہودیوں اور امریکیوں سے مقابلہ کرو، اگر امن و آشتی چاہتے ہو تو امریکیوں کا امن ان سے چھینو، اگر دنیا سے ظلم کا خاتمہ چاہتے ہو تو اس پلید ریاست امریکہ کا وجود ختم

کرنے کی کوشش کرو۔ اور اگر امریکہ نہیں پہنچ سکتے، یہودیوں کو اسرائیل پہنچ کر مارنا مشکل ہے تو امریکہ کے جتنے ادارے ہیں چاہے وہ سیاسی ہوں یا عسکری اور دنیا میں کہیں بھی پائے جاتے ہوں انہیں نشانہ بناؤ اور صفحہ ہستی سے مٹاؤ۔ ساتھ ساتھ جو کوئی بھی امریکیوں اور یہودیوں کا ہمدرد و غم گسار و مددگار ہوگا، وہ اسلام اور مسلمانوں کا غدار ہوگا اور ہر ممکنہ طریقہ سے مارے جانے کا حقدار ہوگا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے امریکہ کے خلاف اس اعلان جنگ سے پہلے جزیرہ عرب اور پاکستان سمیت دنیا کے بڑے بڑے علماء سے اس بات پر فتویٰ بھی لیا اور کئی جہادی تنظیموں کے ساتھ اتحاد کرکے امریکہ کے خلاف محاذ کھول دیا۔

شیخ سب سے پہلے امریکہ کے نعرے کی توضیح بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امریکہ بدبخت کی دشمنی امت میں ایک متفقہ مسئلہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی محبت اور امریکہ کی محبت ایک دل میں کبھی جمع نہیں ہوسکتی۔ ساری امت امریکہ کو سبق سکھانے کے لیے کسی صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ یا نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی منتظر ہے۔ پس جو بھی امت کے مشترکہ دشمن سے دشمنی مول لے گا وہ امت کا غمگسار و راہنما بن جائے گا۔ امت اس سے محبت کرے گی، اس کا دست و بازو بنے گی۔ اس کے بوڑھے، بچے مرد و زن اس کے لیے دعا گو ہوں گے۔ اس طرح یہ جہاد، جہادِ امت بنے گا یعنی کسی ایک جماعت یا گروہ کا جہاد نہیں بلکہ پوری امت کا جہاد بنے گا۔ انگریزوں اور یہود نے ہی ہم سے ہماری خلافت چھینی تھی۔ انہی سے جنگ کرکے یہ خلافت دوبارہ ملے گی۔

شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ سمجھاتے کہ امریکی مفادات پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اقوامِ متحدہ امریکہ کی ایسی لونڈی ہے کہ جس کے ذریعے وہ دنیا میں اپنے مکروہ عزائم پر عمل کرتا ہے اور دنیا میں حکومت کرتا ہے۔ پھر ملٹی نیشنل کمپنیوں کا جال اور لادین، مغربی ثقافت کی دلدادہ اور کفار کے منصوبوں کو پورا کرنے والی این جی اوز کا جال... ان سب کا مفاد امریکہ سے جڑا ہے، اور امریکہ کا مفاد ان سے۔

امریکہ: سانپ کا سر اور شجرۂ خبیثہ

شیخ کہتے تھے کہ امریکہ سانپ کا سر ہے جبکہ اس کا دھڑ اس کے دیگر اتحادی ممالک ہیں۔ پس اگر ہم دھڑ پر ضربیں لگانے میں ہی اپنی ساری قوتیں صرف کرتے رہیں گے اور ہماری کوئی کوشش اگر کامیابی کے قریب بھی پہنچے گی تو سانپ اپنے سر سے ڈس کر دوبارہ ہمیں پیچھے دھکیل دے گا۔ پس کیوں نہ ابتداء ہی سانپ کے منحوس سر سے کی جائے۔ اور جب وہ سر مختلف جہات سے مشغول ہو جائے تو پھر جتنا جتنا اس کا دھڑ ہمارے سامنے آتا جائے گا وہ بھی ساتھ ساتھ ہدف بنتا

جائے گا۔ اور چونکہ سانپ کے سر میں زہر کا منبع ہونے میں سب کا اتفاق ہے تو ہمارے اس منبعِ فساد کو کچلنے کے عمل میں عام مسلمان، جوق در جوق ہمارے ساتھ اس قافلے میں شامل ہوتے جائیں گے اور ان پر یہ بھی واضح ہوتا جائے گا کہ یہ سر ہی صرف زہریلا نہیں، بلکہ یہ زہریلا سر، دھڑ کی بدولت ہی تو زمین پر چلتا ہے اور زمین پر قبضہ کرتا ہے۔ پس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کے مطابق امریکہ پر ضربیں لگانے اور کچھ علاقوں میں براہ راست امریکی فوج سے جنگ چھیڑنے سے امت کے علاقوں پر امریکہ کی گرفت کمزور ہوگی۔ نیز امریکہ سے نفرت کا لاوہ ضرور اس کے اتحادیوں پر برسے گا اور پھر اس کے مقامی حامی ومددگار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کے انصار ومددگاروں کے حملوں کی زد میں آئیں گے۔

شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کفر کو شجرۂ خبیثہ کہتے ہیں اور اس خبیث درخت کا تنا "ریاست ہائے فساد" امریکہ کو، اور اس کی شاخیں، امریکہ کے مقامی اتحادیوں کو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے ہر ظلم وفساد اور کفر والحاد کا محور ومرکز امریکہ کو قرار دیتے تھے۔ پس شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظریہ پر پورے عالم میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف عالمی تحریکِ جہاد کو قائم کر ڈالا۔

وارثِ لشکرِ اسامہ: حکیم الجہاد شیخ ایمن الظواہری □

شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کی فکری جہادی وراثت کو سنبھالا، عالمی تحریکِ جہاد کی داغ بیل ڈالی تو روزِ اول ہی سے ان کے رفیق باتدبیر، ارض کنانہ مصر کے ڈاکٹر ایمن الظواہری حفظہ اللہ تھے۔ ویسے تو شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے محبین اور دوست تو بے تحاشہ تھے لیکن پورے عالم میں امریکہ جیسی طاقت سے ٹکرانے کے منصوبے میں کون ہو جو ان کا دست وبازو بنے؟ کون ہو جو کہ اپنے علم وحکمت میں اپنے تجربہ وتدبر میں، اپنے کردار واخلاق میں، سفر جہاد میں عزیمتوں اور قربانیوں میں اس درجہ پر فائز ہو کہ امت مسلمہ کی امامت کے اس سفر میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ہمراہی ہو سکے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ فراست نے مردِ مجاہد ڈاکٹر ایمن الظواہری حفظہ اللہ کو پہچانا اور اس طرح وہ شیخ کے نائب اور بعد میں وارث بنے۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ، عالمی جہاد کے عظیم سفر کی خاطر اپنی تنظیم "جماعة الجهاد" کو تحلیل کر کے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کر کے ان کے ساتھ شریک راہ بن گئے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم داعی تھے۔ مؤثر طریقے سے دعوتِ جہاد دے کر، امتِ مسلمہ میں جہاد کی تڑپ انڈیل کر اسے کفار کے خلاف صف آراء کرنے کا نمایاں کارنامہ آپ ہی کا تھا۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ صفات کی وجہ سے ان کی دعوت امت میں مقبول ہوتی جا رہی تھی اور اطرافِ عالم سے

مجاہدین اور دیگر مسلمان شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہونا شروع ہو رہے تھے۔ دوسری طرف آپ کی دعوت کے نتیجے میں جہاد کے پرچم تلے جمع شدہ مجاہدین کی راہنمائی کرنے اور عالمی جہاد کو ایک منظم تحریک کی شکل میں قائم کرنے کے کٹھن کام میں نمایاں کردار صاحبِ حکمت و دانش شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ ہی کا نظر آتا ہے۔ شیخ ایمن حفظہ اللہ نہ صرف یہ کہ علومِ شرعیہ کے ایک منجھے ہوئے طالبِ علم تھے بلکہ وہ اس سے پہلے بھی تحریکاتِ جہادیہ چلانے کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ وہ صبر اور اللہ کی نصرت پر یقین اور اپنی عزیمت و استقامت اور تعلق باللہ کی وجہ سے امامت کے اس درجہ پر فائز تھے کہ جہاں حکمتیں اور معرفتیں، الہام کی شکل میں وارد ہوتی ہیں۔ الغرض شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اگر عالمی جہاد کے قائد تھے تو شیخ ایمن حفظہ اللہ رہبر تھے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ داعی تھے تو شیخ ایمن حفظہ اللہ اس کے معمار۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ لازم تھے تو شیخ ایمن حفظہ اللہ ملزوم تھے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اگر اس دعوت کے دل تھے تو شیخ ایمن حفظہ اللہ دماغ تھے۔ الغرض اگر ان دونوں شیخین کی شخصیتوں کا ذکر ایک دوسرے سے الگ کر کے پیش کیا جائے تو عالمی تحریک جہاد کا حقیقی تعارف نہیں پیش کیا جا سکتا۔

شیخ ایمن حفظہ اللہ کا تعارف

شیخ ایمن حفظہ اللہ نے مصر کے ایک بڑے علمی و متمول گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ویسے تو ان کا گھرانہ اپنے مایہ ناز ڈاکٹروں کی وجہ سے زیادہ شہرت رکھتا تھا مگر علومِ دینیہ سے بھی ان کی نسبت مشہور تھی۔ شیخ کے نانا شیخ عبد الوہاب عزام رحمۃ اللہ علیہ جامعہ ازہر کے شیخ، صاحبِ تصنیف عالم اور پاکستان و سعودیہ عرب میں مصر کے سفیر بھی رہے تھے۔ ساتھ ساتھ فارسی زبان میں بھی مہارت رکھتے تھے اور پہلی مرتبہ کلیاتِ اقبال (فارسی) کا عربی زبان میں منظوم ترجمہ آپ نے ہی کیا۔ چنانچہ شیخ ایمن میں گھر سے ہی دین کے اصولوں پر تربیت اور امت کے عروج کی تڑپ پیدا ہوئی۔ ابھی وہ میڈیکل کالج میں تعلیم میں مصروف تھے کہ مصری حکومت نے عظیم داعی دین سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ یہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا اہم موڑ تھا۔ اب وہ ایک انقلابی نوجوان تھے جو کبھی طلبہ میں شریعت کی حاکمیت کے حق میں آواز اٹھاتا تھا، کبھی علماء کے آگے نیاز مندی سے نظامِ طاغوت کے خلاف اٹھنے اور جہاد کرنے کا جواز پوچھتا اور کبھی عام عربی مسلمان کو دین کے دفاع کے لیے جہاد کرنے پر ابھارتا۔ دعوتی کام کو منظم کرنے کے بعد مصر میں جب اس وقت کے صدر انور سادات نے یہود کے خلاف جنگ میں اسلام سے خیانت کی اور فلسطین کی سرزمین کو یہودیوں کے حوالے کرنے پر راضی ہوا، تو مصری مجاہدین نے یہود کے اس وفادار کو سبق سکھانے اور نشانِ عبرت بنانے کے لیے مصری افواج ہی میں سے اہلِ ایمان افراد

تلاش کیے۔ بالآخر انہی میں سے ایک صالح نوجوان مصری فوج کے میجر خالد اسلامبولی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں انور سادات کا خاتمہ ہوا۔ جہادِ روس شروع ہوا تو شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے خراسان کی طرف ہجرت کی اور پھر جہادِ روس میں قائدینِ جہاد کی صحبت میں شریک رہے۔ روس کے انخلاء کے بعد افغانستان میں موجود کمیونسٹوں کی حکومت کے خلاف جہاد میں بھی شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شانہ بشانہ شرکت کی۔ بوسنیا میں جہاد شروع ہوا اور شیشان کے جہاد میں دوبارہ سے... روس کی افغانستان میں شکست کے بعد... تیزی آئی تو اس کے داعی اور مربی بنے۔ پھر جب ۹۰ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں افغانستان میں آئی ایس آئی اور امریکی سی آئی اے کی مکارانہ چالوں کی بدولت افغان مجاہدین میں اختلافات کی آگ بھڑکنا شروع ہوئی اور مجاہدین باہم دست و گریبان ہوئے تو اصلاح کی تمام کوششیں کرنے کے بعد ان فتنوں سے دور ہونے کے لیے اپنے مرشد شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سوڈان کی طرف ہجرت کر گئے۔ سوڈان سے عالمِ عرب میں امریکی مفادات کے خلاف جہاد کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران میں جب الجزائر میں فوج کے جبر کے ردِ عمل میں جہاد شروع ہوا اور پھر بعض اہلِ غلو کی جہالت اور حکومتی ایجنٹوں کی سازشوں کی وجہ سے فساد کی طرف تبدیل ہوتا نظر آیا تو، شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے بھی الجزائر کے مجاہدین کی راہنمائی اور اصلاح کا کام سنبھالا۔ پھر جب امریکہ اور عرب ممالک نے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کو پناہ دینے کے الزام میں سوڈان پر پابندیاں عائد کر کے گھیرا تنگ کیا تو وہاں کی حکومت نے مجاہدین کو سوڈان سے نکال دیا۔ اسی دوران افغانستان میں علماء و طلبہ کی قیادت میں ایک نئی جماعت کے کھڑے ہونے اور اس کا آدھے سے زیادہ افغانستان پر قابض ہونے اور ملا محمد عمر کے امیر المؤمنین بننے کی خبریں ملیں تو شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفقاء کے ساتھ دوبارہ افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ واپسی کے لیے، شیخ ایمن رحمۃ اللہ علیہ نے طویل زمینی سفر اختیار کیا جس میں وہ داغستان سے بھی گزرے اور وہاں پر بارڈر کراس کرتے ہوئے گرفتار بھی ہوئے۔ داغستان کے اس قیام نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں شیشانی مجاہدین سے قربت اور شیشان کی جہادی تحریک سے خصوصی نسبت بھی پیدا کر دی۔ داغستان سے رہائی کے بعد اور کافی صعوبتوں کے بعد، طالبان کے ابتدائی زمانے میں، سوڈان سے نکلنے کے ڈیڑھ سال بعد، ایک طویل اور پر صعوبت سفر طے کر کے افغانستان پہنچ گئے۔

امارتِ اسلامیہ کی سرپرستی میں اپنے شیخ، شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر جماعت القاعدہ کی تاسیس کی اور صلیبی صیہونی اتحاد کے خلاف عالمی محاذ بنانے کا اعلان کیا۔ امریکیوں کے خلاف اعلانِ جہاد میں وہ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ

کھڑے تھے اور اس کے بعد ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ پر حملے سمیت تمام بڑے حملوں کی منصوبہ بندی میں وہ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شریک رہے۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ امارتِ اسلامیہ کے دور میں قیامِ افغانستان میں علمائے کرام سے براہِ راست، علومِ دینیہ کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی منزلیں طے کیں۔ آپ قلم کے امام بنے۔ آپ کی تحریریں علمی خزانوں سے بھری ہوئی ہوتیں۔ ساتھ ساتھ ان کا خاندانی ادبی ذوق بھی آپ کی تحریروں میں جھلکتا ہے۔

عالمی جہاد کے باحکمت مدبر

۱۱ ستمبر کے حملوں کے بعد جزیرۃ العرب میں مجاہدین نے جب امریکی مفادات کو نشانہ بنانے کا آغاز کیا تو ان کی راہنمائی کے لیے شیخ ایمن حفظہ اللہ کمربستہ ہوئے۔ عراق میں امریکی حملے کے بعد وہاں جہاد منظم ہوا اور شیخ ابو مصعب زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ نے امریکیوں پر تابڑ توڑ حملے شروع کیے اور اپنے اس کام کو عالمی جہاد سے مربوط کرنے کے لیے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا اعلان کیا تو شیخ ایمن حفظہ اللہ ہی شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے عراق کے جہاد کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے اور ہر قسم کی شرعی انحرافات سے بچانے کے لیے مقرر کیے گئے۔ افریقہ میں صلیبی عزائم کے خلاف اور شریعت کے دشمنوں کے خلاف جہاد منظم ہوا اور 'الشباب' کے نام سے وہاں کے مجاہدین اکٹھے ہوئے تو شیخ ایمن حفظہ اللہ ہی اس جہادی تحریک کے قائد بنے، یمنی قبائل جب امریکی مداخلت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور یمن، عالمی جہاد کے ایک مرکز کے طور پر مضبوط ہوا تو شیخ ایمن حفظہ اللہ ہی اس تحریک کے روحِ رواں اور مربی تھے۔ لال مسجد کے آپریشن کے بعد جب پاکستان میں اعلانِ جہاد ہوا اور یہاں فوج کے ظلم و جبر کے خلاف مجاہدین متوجہ ہوئے تو یہاں کے مجاہدین کو جہاد کا عملی خاکہ بنا کر دینے سے لے کر ان کی عملی راہنمائی کا کام، اپنے ساتھیوں کے ذریعے کروانے میں نمایاں کردار بھی آپ ہی کا تھا۔ یہاں تک کہ جب خطۂ برصغیر کے مجاہدین کو جہادِ فی سبیل اللہ کے درست راستے پر گامزن کرنے کے جذبے سے ۲۰۱۴ء میں انہیں القاعدہ برصغیر کی شکل میں منظم کیا گیا تو اس عمل کے پیچھے بھی تمام کوششیں اور راہنمائی شیخ ایمن حفظہ اللہ ہی کی تھی۔ شام کے مظلوم مسلمانوں نے جب اپنی عظمتوں کی بحالی کے لیے وہاں کے طاغوت کے خلاف جہاد کا آغاز کیا تو روزِ اوّل سے ہی شیخ ایمن حفظہ اللہ اس جہاد کے داعی اور قائد تھے۔ الغرض نصف صدی سے زائد عرصے میں پھیلی ہوئی ان کی دعوت و عزیمت، ہجرت و جہاد اور لازوال استقامت، پوری امت کے مسائل سے واقفیت اور امت کی ڈھیروں تحریکاتِ اسلامیہ کی راہنمائی کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس عظیم قائدِ جہاد، عالمِ ربانی، زاہد و عابد، ادیب و شاعر،

مجاہدِ اسلام کو وہ مقام دیا کہ جس کی بنیاد پر مجاہدین امت نے انہیں 'حکیم الامت' کا خطاب دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ہر مشکل مرحلہ پر خصوصی راہنمائی ہوئی اور آپ حفظہ اللہ، اللہ تعالیٰ کے جملہ اولیاء کی طرح، پوری عزیمت اور استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے۔ آپ قید و بند کے مراحل سے گزرے، راہِ خدا میں دربدر ہوئے، غاروں اور خندقوں میں رہے، برفانی چوٹیوں کو عبور کرتے رہے، ان کے بیوی اور بچے اس راہ میں شہید بھی ہوئے اور قید بھی لیکن اللہ کا یہ ولی چٹان کی طرح مضبوطی سے ڈٹا رہا اور ہر آنے والی آزمائش آپ میں استقامت و صبر کو بڑھانے والی ہی بنی۔ ہر آنے والا صلیبی حملہ، ہر نیا حصار آپ کے ایمان و تسلیم میں اضافہ کا باعث بنتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سدا حق پر استقامت عطا فرمائے اور آپ کی ہر مشکل و تکلیف سے حفاظت فرمائے اور آپ کی مدد و نصرت فرمائے، آمین۔

اپنے قائدین، شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح شیخ ایمن حفظہ اللہ بھی امتِ مسلمہ سے شفقت اور محبت میں ایک مثال ہیں اور امت کے مختلف طبقات کو عالمی دہشتگرد امریکہ کے خلاف اکھٹا کرنے کے داعی ہیں۔ مستقل ہجرت و رباط میں استقامت، اور کئی محاذوں کے مجاہدین کی عمومی قیادت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہادی مصلحتوں سے واقفیت میں اور سیاستِ شرعیہ کے علم میں بڑی گہرائی عطا فرمائی۔ گو کہ موجودہ عالمی جہادی تحریک کی جو بھی ممتاز صفات ہیں اور جن بنیادی باتوں کی طرف مجاہدین بلاتے ہیں ان سب کی دعوت شیخ ایمن حفظہ اللہ کا بھی موضوع ہے، مگر بعض خصوصی موضوعات ایسے ہیں کہ جو امتِ مسلمہ اور مجاہدین کو سمجھانا شیخ ایمن حفظہ اللہ کی اوّلیات میں شامل ہو گئے ہیں۔

نفاذِ دین جمہوری راستے سے ممکن نہیں

شیخ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس وقت تک چین نہیں ملے گا جب تک وہ شریعت مطہرہ کے تحت زندگی نہ گزار لیں۔ شریعت کے نفاذ کے جمہوری طریقوں کو وہ امت کے ساتھ مذاق اور دھوکہ کی داستان سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ جمہوریت کے نام پر انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کو نا صرف اللہ کے ساتھ بغاوت کی راہ سمجھتے ہیں بلکہ اس کے دنیاوی نقصانات و مضمرات کو بھی کھول کر واضح واضح بیان کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ شیخ ایک داعی ہیں اور وہ اپنی محبوب امت کو خطاب کرتے ہیں اس لیے وہ امت میں جتنی تحریکات خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد احیائے دین کی چلی تھیں، ان سب کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان کا عادلانہ جائزہ لیتے ہیں۔ خاصۃً وہ تحریکات جو کہ جمہوری طریقوں سے اسلام لانے کے دعوی دار ہیں، شیخ ان کو شفیق دوست اور مسلمان بھائی کی حیثیت سے جمہوری نظام کی خرابیاں اور اس کے مکروہ چہرے کی

حقیقت بیان کرتے ہیں۔ یہ بیان کرتے ہوئے وہ کھلے دل سے ان علماء اور داعیانِ دین کی ان خدمات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جو انہوں نے نفاذِ دین کی راہ میں پیش کیں۔ وہ ان کا نام کسی قسم کی سب و شتم کے بغیر فقہ الاختلاف کے اصولوں کے مطابق احترام سے لیتے ہیں اور پھر ان پر جمہوری نظام کی خرابیاں واضح کرتے ہیں۔ وہ کبھی جمہوریت کے شرعی و فکری گراوٹ کو بیان کرتے ہیں تو کبھی اس کے دجل و فریب کو، کبھی وہ جمہوری معاشرے میں غیر انسانی طبقاتی تقسیم کے ظلم کو واضح کرتے ہیں اور کبھی اس کے ذریعے اسلام کے نفاذ کی کوشش کرنے والی تحریکات کی ناکامی کی وجوہات۔ وہ مسلمانوں کے مختلف ممالک کے دستور و آئین کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں اور ان کی غیر اسلامی شقوں کو نمایاں کرتے ہیں، اور حکومتوں کے آئین و دستور کے ان فریبوں کی پردہ کشائی کرتے ہیں جن کو استعمال کر کے دشمنانِ دین اور بعض 'مخلصین' بھی آئین کو اسلامی کہتے ہیں۔ شیخ کا رویہ اس عالمِ خشک کی طرح نہیں ہے کہ جو کہ محض فقہائے مقدمین و متاخرین کے جمہوریت کے بارے میں فتاوی نقل کرتے ہیں اور پھر اس پر کفر و شرک کا حکم لگانے کے بعد جمہوریت پر یقین رکھنے والے افراد سے وہ رویہ رکھتے ہیں کہ جو کہ کافروں سے رکھا جاتا ہے۔ بلکہ شیخ حفظہ اللہ سمجھتے ہیں کہ خلافتِ عثمانیہ کے زوال اور استعماری دور سے ہماری زمانی قربت کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے لیے عصرِ حاضر کے اس بڑے بت جمہوریت کی حقیقت کو سمجھنا مشکل ہو گیا ہے۔ اوپر سے جب امت کی اصلاحی و انقلابی تحریکات کا ایک بڑا حصہ اور کئی علماء جمہوری طریقوں کو اسلام کے طریقے اور جمہوریت کو اسلامی جمہوریت بنا کر پیش کر رہے ہیں، ایسے میں مسلمانوں کے لیے یہ مسئلہ سمجھنا ایک کٹھن اور تفصیلی کام ہے جسے امت کو اپنا بنائے بغیر سمجھانا مشکل ہے۔ ایسے میں محض فتوی کا استعمال شاید مقصد پورا نہ کر پائے بلکہ جمہوریت کے اندر جتنی بھی دینی یا دنیاوی نقصانات اور مضمرات ہیں ان کو حکمت و محبت کے ساتھ مسلمانوں پر واضح کرنا ضروری ہے۔

اہلِ کفر سے نفرت کے ساتھ اہلِ ایمان سے محبت بھی ضروری ہے

شیخ ایمن حفظہ اللہ عالم بھی ہیں، قائد بھی ہیں اور طبیب بھی ہیں۔ ان تینوں صفات نے انہیں صاحبِ حکمت و دانش بنا دیا ہے۔ شیخ حفظہ اللہ مسلمانوں کو دعوت دیتے ہوئے اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ ہم میں اور عمومی امتِ مسلمہ کے مسلمانوں میں اصل تعلق 'الولاء' کا ہے، یعنی دوستی و محبت و نصرت کا۔ اور مسلمانوں کو دعوت دینے کا اسلوب ویسا ہی ہونا چاہیے کہ جیسا کہ اپنے محبوبوں اور دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ شیخ ایمن حفظہ اللہ سمجھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ موسی علیہ السلام کو فرعون کو بھی نرمی سے دعوت دینے کا حکم دیتے ہیں تو عام مسلمان اپنی تمام جہالتوں اور گمراہیوں کے باوجود

ہمارے بھائی ہیں لہذا انہیں تو بدرجہ اولیٰ نرمی اور محبت سے دین کی دعوت دی جائے۔ اس لیے شیخ ایمن حفظہ اللہ، جمہوریت کے خلاف دعوت دیتے ہوئے اخلاق سے گری زبان کا استعمال، طعنے دینا، حقارت کے لہجہ میں گفتگو کرنا اور دھمکی کے انداز میں بات کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ بلکہ شیخ حفظہ اللہ تو جہاں جمہوریت کی خرابیاں بیان کرتے ہیں وہاں ان ہستیوں کا بھرپور احترام کرتے ہیں کہ جو اخلاص کے ساتھ جمہوریت کے ذریعے سے اسلام لانے کی کوششوں میں مشغول ہیں۔ وہ ان کے اخلاص و قربانیوں کی قدر و احترام کرتے ہیں اور ان کو انہیں کے اکابرین کی عزیمت و استقامت یاد دلا کر حق پر ڈٹنے کی نصیحت کرتے ہیں۔

وہ اس بات کے شدید مخالف ہیں کہ مجاہدین اپنے آپ کو امت کا نچوڑ اور اصل cream سمجھیں اور باقی امت کو فاسق و گناہگار سمجھ کر اس سے نفرت کا رویہ رکھیں۔ شیخ حفظہ اللہ چونکہ مسلمانوں کے تمام طبقات کو اکھٹا کر کے صلیبیوں کے خلاف جنگ میں شامل کرنا چاہتے ہیں، اس لیے جو بھی اور جس طریقہ سے بھی صلیبیوں کے خلاف کردار ادا کر رہا ہو، شیخ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور مزید کوشش کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ شیخ حفظہ اللہ اس مسلمان کو بھی اپنا ساتھی سمجھتے ہیں جو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف ایک کلمہ سے بھی کردار ادا کرے۔ یہاں تک کہ جو کفار بھی امریکہ اور اس کی عالمی سیاست کے خلاف ہوں اور خود مسلمانوں پر ظلم نہ کرتے ہوں تو ایسے کافروں سے بھی شیخ حفظہ اللہ مدارات، نیکی اور انصاف کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ شیخ حفظہ اللہ کی سوچ ہے کہ صریح کافر بھی اگر مسلمانوں سے دشمنی کا رویہ نہ رکھیں تو ان سے انصاف اور نیکی کا حکم ہے تو عام مسلمان تو ہر حال میں ہماری نیکی، انصاف اور ہمدردی کے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر اوپر سے اس زمانے میں مسلمان تو مظلوم اور مقہور ہیں۔ ایک طرف صلیبیوں کا قہر و ظلم ان پر برس رہا ہو اور دوسری طرف صلیبیوں کے مقامی آلہ کار جو کہ تعذیب کے فن میں انگریز کے زمانے سے مہارت رکھتے ہیں، ان سب کے ظلم میں جب مسلمان پس رہا ہو اور نظامِ کفر کا رعب اور خوف اس پر صدیوں سے مسلط ہو، ایسے میں اگر وہ کفار کے بنائے ہوئے جمہوری نظام کے ذریعے سے یا مداہنت کی سیاست کے ذریعے اپنے حقوق حاصل کرنے یا اپنے اوپر سے ظلم و ستم کی آگ کم کرنے کے لیے کوشش کرے، تو محبت و نرمی اور اپنائیت کے ساتھ اس کی راہنمائی کرنی چاہیے۔ شیخ ایسے حضرات کو مخاطب کر کے بتاتے ہیں کہ یہ تو کفار کی دھوکہ دہی اور جنگ کا انداز ہے کہ ایک طرف تم پر توپ و تفنگ سے جنگ مسلط کرے اور دوسری طرف اپنے ہی بنائے ہوئے نظام میں تمہارے لیے کچھ آسانیاں رکھے، تاکہ تم اس کے نظام کے گرویدہ ہو کر اس کی فکر کو اپنالو۔ شیخ حفظہ اللہ اس مرض کا ایسے شفیق طبیب کی طرح علاج کرتے ہیں کہ جس کو

ایک طرف مریض سے محبت ہے اور دوسری طرف مرض سے نفرت۔ لیکن مرض سے ان کی یہ نفرت انہیں مریض سے نفرت رکھنے پر مجبور نہیں کرتی۔

شیخ امتِ مسلمہ اور مجاہدین کے درمیان خلیج کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ سمجھتے ہیں کہ مجاہدین امت کے سوادِ اعظم سے نہ ہٹیں اور ایک ہی طبقہ کے ہو کر نہ رہیں۔ کسی ایک مکتبۂ فکر کی مجاہدین پر چھاپ کو شیخ اتارنا چاہتے ہیں، بلکہ ان کو امت کا ایسا گروہ بنانا چاہتے ہیں جن میں اہلِ سنت کے سب ہی گروہ و طبقات بغیر تحفظات کے شریک ہو سکیں۔

امریکہ کو اس کے گھر میں ضرب لگاؤ!

شیخ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف دنیا بھر میں جہاد کے داعی ہیں۔ شیخ سمجھتے ہیں کہ امریکہ اس وقت تک ہمارے ممالک میں مداخلت ختم نہیں کرے گا جب تک جنگ کی آگ اس کے اپنے گھر تک نہ پہنچ جائے، جب تک کہ اس کے اپنے شہروں کا امن تباہ نہ ہو جائے۔ شیخ امریکہ کی نفرت امت میں مزید قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ امریکہ کی عسکری چالوں اور حملوں سے زیادہ اس کی سیاسی چالوں اور فکری حملوں کو خطرناک سمجھتے ہیں اور ہر عام مسلمان کو اس سے باخبر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی معرکۃ الآراء تصنیف فرسان تحت راية النبی ﷺ "رسول اللہ ﷺ کے پرچم تلے شاہسوار" اس کی شاہد ہے۔ وہ امریکہ کے جرائم کا ایسا نقشہ اس کتاب میں باندھتے ہیں کہ قاری مجبور ہو جاتا ہے کہ امریکہ کے خلاف جہاد کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔ اس طرح شیخ حفظہ اللہ ہر ایسے انسان یا ادارے کے خلاف جہاد کا اعلان بھی کرتے ہیں جو مغرب و امریکہ کی سرپرستی میں مسلمانوں کے خلاف جنگ شروع کرے اور امریکیوں کے ہراول دستے کا کام کرے۔ وہ مسلمانوں سے خیانت کرنے والی حکومتوں اور افواج سے ایک ایک مجاہد کے خون کا بدلہ لینے کی مجاہدین کو نصیحت کرتے ہیں اور یہ بھی مجاہدین سے کہتے ہیں کہ اس نصیحت کو اپنی اگلی نسلوں میں وصیت کر کے جانا۔

ظالموں اور شریعت سے باغیوں کے خلاف جہاد

شیخ ایمن حفظہ اللہ امریکہ کے راستے میں جنگ کرنے والی مقامی حکومتوں سے جہاد کرنے کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ ممالک بھی جہاں مقامی حکومتیں براہ راست امریکہ کی جنگ تو نہیں لڑ رہی ہوں، لیکن عام مسلمانوں کے خلاف ظلم و ستم کر رہی ہوں اور ان پر قیدِ حیات تنگ کر رہی ہوں۔ جیسا کہ بھارت کا کشمیریوں پر، چین کا مشرقی ترکستان کے مسلمانوں پر اور برمیوں کا روہنگیا مسلمانوں پر اور نصیریوں کا شامی مسلمانوں پر ظلم۔ شیخ ان ممالک کے مظلوم

مسلمانوں کو ظالم طبقۂ حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے جہاد کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن خلافت کے قیام تک وہ دیگر فرقوں اور مذاہب کے خلاف جنگ چھیڑنے کو خلافِ سنت و مصلحتِ جہاد سمجھتے ہیں۔ ایسے فرقے اور مذاہب بھی جو کہ مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد میں مشہور ہوں، مگر جب تک وہ واضح طور پر اقتدار سنبھال کر یا طاغوتی حکومتوں کے شانہ بشانہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہ ہوں اس وقت تک ایسے طبقوں کے خلاف باقاعدہ جنگ نہ کرنے کے داعی ہیں۔ ہاں، اگر وہ نظامِ حکومت میں آکر مسلمانوں پر قیدِ حیات تنگ کر دیں اور ان کی عزت و ناموس پر حملہ آور ہوں، جیسا کہ یمن میں حوثی شیعوں اور شام میں نصیری شیعوں نے اہلِ سنت کے دین و ناموس پر حملہ کیا ہوا ہے، تو ایسی صورت میں شیخ ایمن حفظہ اللہ ان کے خلاف جہاد کے بھرپور داعی و مناصر بن جاتے ہیں۔

علمی پختگی اور علماء سے محبت

شیخ کی ایک اور کتاب ''التبرئۃ'' کے مطالعہ سے جہاں شیخ کے عالی اخلاق واوصاف کا مالک ہونا واضح ہوتا ہے وہاں شیخ کی علمی پختگی اور فقہی استعداد اور علمائے کرام سے ان کی محبت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب تبرئۃ میں شیخ نے مغربی ممالک میں جہاد کرنے کے حوالے سے فقہی احکامات کو مرتب کیا ہے اور مجاہدین کے معترضین کے اٹھائے ہوئے نکات پر فقہی انداز میں تفصیلی بحث و تمحیص کی ہے۔ اس بحث کو پڑھ کر شیخ کی علمی صلاحیتوں کا حقیقی اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ نے بعد میں اصولِ فقہ کے موضوع پر 'نظم الورقات' کی شرح ایک جلد میں بڑی عرق ریزی کے ساتھ مرتب فرمائی ہے، جو آپ کے علمِ دین میں تبحر کی ایک نشانی بھی ہے۔ اسی طرح دینی عقائد اور جہادی فقہی مسائل پر مرتب کیے گئے آپ کے درجنوں مضامین، کتابیں اور بیانات آپ کے علمِ دین میں رسوخ اور گہرائی پر شاہد ہیں۔

علمِ دین اور علماء سے محبت کا اندازہ کتاب تبرئۃ کے اُس باب کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے کہ جس میں شیخ نے مجاہدین سے محبت کرنے والے علماء کی ایک طویل اور تفصیلی فہرست درج کی ہے۔ شیخ اس فہرست میں جہاں علمائے کرام کے اسمائے گرامی تحریر کرتے ہیں، وہیں ان کا محبت سے بھرا تعارف بھی پیش کرتے ہیں۔ شیخ حفظہ اللہ تذکروں کے ذریعے معترضین کے اِس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ مجاہدین کے ساتھ علمائے کرام کی حمایت شامل نہیں ہے۔ ساتھ ساتھ مجاہدین کے دلوں میں علمائے کرام کی قدر اور ان سے استفادہ کی اہمیت بٹھاتے ہیں۔ ان علماء کی فہرست میں جہاں عالمِ عرب کے معاصر علمائے جہاد کا تذکرہ ہے تو وہیں پر پاکستان اور افغانستان کے بھی کئی اہم علمائے کرام کا تذکرہ موجود ہے۔

جس سے آپ کی ان علمائے کرام سے محبت و عقیدت، آپ یا شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان علماء کا قریبی تعلق اور ان علماء کی عالمی تحریکِ جہاد کی نصرت میں کاوشیں واضح ہوتی ہیں۔ ان علماء کرام میں مولانا نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبد اللہ غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ والدِ شہید عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یونس خالص رحمۃ اللہ علیہ، مولانا جلال الدین حقانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فضل محمد دامت برکاتھم العالیہ، مولانا استاد یاسر رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبد اللہ ذاکری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد العلی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

سرزمینِ افغانستان کو کیوں اختیار کیا گیا؟

قائدینِ عالمی تحریکِ جہاد شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ، شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن حفظہ اللہ کی فکر و منہج کا ایک اہم پہلو امتِ مسلمہ کے اتحاد اور امت کی مرکزیت قائم کرنے کی کوششیں کرنا ہے۔ خلافت کے قیام اور خلافت کے لیے سعی کرنے کی جدوجہد پر، ان قائدین کی نصف صدی پر محیط جہادی و انقلابی زندگی شاہد ہے۔ اس عمل کے لیے اپنے پیش رو اماموں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی طرح شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ بھی ارضِ خراسان کی مرکزیت اور اس کو بنیاد بنا کر دنیا میں خلافت کی طرف قدم اٹھانے کے قائل ہیں۔

عالمی تحریکِ جہاد کے اس نظریہ تک پہنچنے کی کئی وجوہات ہیں۔ جہاد کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے والے گروہوں کی طرف سے شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ہمیشہ یہ اعتراض اٹھایا جاتا رہا کہ وہ قبلۂ اول، ارضِ فلسطین جو کہ ان کا وطنِ اصلی بھی تھا، کو چھوڑ کر افغانستان کے پہاڑوں میں کیوں جا کر بیٹھ گئے ہیں، جب کہ فلسطین کا مسئلہ امت کا بنیادی اور اہم ترین مسئلہ ہے، وہاں مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کا مصلیٰ ہے اور یہود کے خلاف قربِ قیامت کے معرکوں کی مرکزی جگہ بھی ہے۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی سرزمینِ شام و فلسطین کے فضائل سنا کر بعض مرجفین[1]، جہادِ افغانستان سے مسلمانوں کو متنفر کرنے کا کام کیا کرتے تھے۔ لیکن شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ تو جہادِ افغانستان ہی کو فتح فلسطین و اقصیٰ کی کنجی سمجھتے تھے۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ، جہاد افغانستان کو عالمی جہاد کا حصہ اور پوری امت کا مسئلہ کہتے تھے۔ دوسری طرف افغانستان کے محل وقوع، اس کی عمیق وادیاں اور پرخطر پہاڑی درے، تپتے صحراؤں اور سب سے بڑھ کر سرزمینِ خراسان کے مردانِ کوہستانی کی ایمانی غیرت، اتباعِ شریعت و اخلاقی شرافت اور بہادری و فیاضی جیسی صفات کی وجہ سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہاں پر قائم ہونے والے جہاد کی وجہ سے ہی بالآخر، عرب جو کہ انگریز کی غلامی و جبر کی وجہ

[1] جہاد کو نقصان پہچانے والے لوگ

سے اجتماعی طور پر نیند اور غفلت میں مبتلا ہیں، بیدار ہوں گے اور پھر ان کے علاقوں میں بھی جہاد کھڑا ہو سکے گا۔ اور پھر وہ صورتِ حال بنے گی کہ جس کے بارے میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ:

نکل کے صحراء سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا　　سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

عرب قومیت کے زہریلے اثرات

شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ مشرقِ وسطی کے بندگانِ صحرائی بھی مردانِ کوہستانی سے ایمان و شجاعت میں کم نہیں ہیں۔ لیکن شیخ سمجھتے تھے کہ عربوں کے مغربی تہذیب میں ڈوبے ہوئے معاشرے کے اثرات کی وجہ سے باسیانِ صحرائے عرب ابھی فطرت کے مقاصد کی مطلوبہ نگہبانی کے قابل نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر عرب قومیت کا زہریلا بیج جو کہ استعماری مغرب، عرب معاشرے میں گاڑ کر چلا گیا تھا، عرب معاشروں میں خالص دین اور امت کی بنیاد پر تحریک کے اٹھنے میں مانع تھا۔

خلافتِ عثمانیہ کو کمزور کرنے اور مسلمانوں کی مرکزیت کو ختم کرنے کے لیے عرب قومیت کے نظریہ کو پروان چڑھایا گیا۔ عرب قومیت نعرے کے بنیادی داعی یا تو باضابطہ عیسائی اور یہودی تھے یا مغربی افکار و عقائد سے متاثر شدہ "امریکی یونیورسٹی بیروت [1]" اور دیگر صلیبی تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل ملحدانہ ذہنیت کے عرب مفکرین تھے۔ قومیت کے نعرے کے ذریعے عرب معاشرے میں ترکوں سے نفرت اور بغض کو پھیلایا گیا اور ترکوں کے تسلط سے آزادی کے بہانے اسلامی خلافت کو توڑ ڈالنے کی تحریک چلائی گئی۔ جنگِ عظیم اول کے بعد خلافتِ عثمانیہ کی مختلف عرب ریاستوں اور صوبوں کو 'سائیکس وپیکو' معاہدے کے مطابق برطانیہ اور فرانس نے آپس میں تقسیم کر لیا اور اپنے غلام آلہ کاروں کے ذریعے وہاں حکومت کرتے رہے۔ بعد ازاں مشرقِ وسطی کو درجن سے زائد ملکوں میں تقسیم اور قومی ریاستوں کی تشکیل کر کے استعماری دور کا خاتمہ ہوا۔ قومی ریاستوں کے اس نظریے میں وطن پرستی، وطن کے لیے جان دینے اور وطن کے مفاد کی خاطر ہر چیز کو قربان کر دینے کے نظریے پر افواج اور حکومتی ادارے بنائے گئے اور پھر تعلیمی

[1] سن ۱۸۶۶ میں قائم کردہ بیروت کی امریکی یونیورسٹی گزشتہ ڈیڑھ صدی سے عالمِ اسلام میں بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ صلیبی صیہونی افکار کے زیرِ سایہ تربیت پانے والے، مغربی غلاموں کی تیاری کا کام کر رہی ہے۔ جہاں عالمِ عرب میں فساد و الحاد کی ترویج میں اس یونیورسٹی کا اہم کردار رہا ہے وہیں قارئین کے لیے یہ بات بھی بڑی دلچسپی کا باعث ہو گی کہ عصرِ حاضر میں افغانی قوم کے یہود کے دو بڑے غلام زلمی خلیل زاد اور ڈاکٹر اشرف غنی دونوں بیروت کی اسی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔

نصاب کے ذریعے قوم پرستی کے مرض کو مسلمانوں کی نسلوں میں رائج کیا گیا۔ وہ امتِ مسلمہ جس کا کعبہ ایک، نبی ﷺ ایک، قرآن ایک تھا اور جو اب تک ایک خلافت کی لڑی میں پروئی ہوئی تھی اس کو مصری، کویتی، سوڈانی، لبنانی، شامی اور سعودی قومیت کے نشہ میں غرق کر کے اس کی دینی حمیت و غیرت کو سلا دیا گیا۔

قومیت کا یہ بت اِس زمانے کا سب سے بڑا بت ثابت ہوا۔ جس نے پھر ان ممالک کو اللہ کی عبادت اور اللہ کے دین کے لیے جمع ہونے کے بجائے اپنی قوم و وطن کی پوجا اور اسی کے مفاد کے لیے کوشش کرنے تک محدود کر دیا۔ اس نظریہ کے تحت ایک ہی قوم کے افراد، ایک ہی دین و ملت کے بھائی بارڈر کی لکیر پار کر کے غیر ملکی کہلاتے ہیں۔ ان غیر ملکیوں کو دوسرے ملک میں بالکل غیر سمجھا جانا شروع کیا گیا اور ان سے صرف اسی تعلق کی اجازت دی گئی کہ جو کہ اپنی قوم و ملک کے مفاد میں ہو۔ قومیت کا یہ فلسفہ جو کہ تصورِ امت کی ضد تھا، میڈیا اور نصابِ تعلیم کے ذریعے سے پوری نسل تک منتقل کیا گیا۔ اس طرح اپنے ملک سے باہر کے پوری دنیا کے مسلمان آپ کے لیے غیر ملکی بن گئے اور ان سے آپ کا ایمانی تعلق حکومتی دستاویزات کا محتاج ہو گیا۔ بلادِ عرب چونکہ مسلمانوں کے مرکز تھے، اس لیے انگریز نے ان پر سب سے زیادہ توجہ دی اور ہر اس نظریہ کو عرب معاشرے سے کھرچ کر نکالا گیا کہ جو امتِ مسلمہ کا تصور دیتا ہو اور معاشرے کو اسلامی بنیادوں پر کھڑا کرنے کا سبق دیتا ہو۔ الغرض مسلمانوں میں، جن کا پوری تاریخِ اسلام میں یہی نظریہ تھا کہ دوستی ہو تو اللہ اور دین کے لیے اور دشمنی ہو تو اللہ اور دین کے لیے، اس نظریہ کو یکساں الٹ دیا گیا اور دوستی اور دشمنی کو وطن و ملک یا قوم کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ چالیس کی دہائی میں جب انگریزوں نے عرب ممالک کو ظاہری آزادی دی تو اس وقت دمشق کے ریڈیو سے جو نغمہ نشر ہوتا تھا اس کا ایک شعر یہ تھا کہ:

آمنت بالبعث ربا لا شريك له
وبالعروبة دينا ليس لها ثاني[1]

”میں بعثیت (اشتراکی نظریہ) پر ایمان لاتا ہوں وہ ایسا رب ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں،
اور ساتھ میں عرب قومیت پر بھی (ایمان لاتا ہوں) جو ایسا دِین ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔“ (نقلِ کفر، کفر نباشد)

اس طرح میڈیا کے ہتھکنڈوں اور تعلیمی نصابی سازشوں کے ذریعے سے ایسا معاشرہ تیار کیا گیا جو کہ عرب قومیت کے لیے تو جان دے سکتا ہے، مگر دین و خلافت کے لیے قربانی سے جھجکتا ہے۔

---

[1] في ظلال سورة التوبة۔ از شیخ عبداللہ عزام

جہادِ افغانستان ہی جہادِ فلسطین ہے

شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ خود فلسطین میں جہاد میں شریک رہے۔ لیکن جب مقاومتِ فلسطین کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کے بجائے فلسطین قومیت بن گیا اور دین بے زار ملحدانہ قیادت [1] نے خالصتاً اشتراکی قومی بنیاد پر وہاں عسکری تحریک شروع کی تو شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ ارض افغانستان کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس کو بنیاد بنا کر صحیح اسلامی بنیادوں پر قائم جہاد کے لیے امت کو جمع کیا۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ افغانستان میں جہاد فلسطین کے قضیہ سے غافل ہونا ہے: وہ لوگ ناسمجھ ہیں، ناواقف ہیں، نہیں جانتے کہ قیادت کیسے تیار ہوتی ہے، تحریکیں کیسے قائم ہوتی ہیں اور کیسے ایسی بنیاد ڈالی جاتی ہے کہ جس کے نزدیک اسلام کی عظیم فوج جمع ہوسکے جو زمین کو فساد سے پاک کرسکے۔ لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ تم نے فلسطین کو چھوڑ دیا ہے اور افغانستان میں مصروف ہوگئے ہو۔ ہاں! ہم افغانستان میں مصروف ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ ہم افغانستان کی مسلمان و مجاہد قوم کی نصرت کریں۔ بے شک افغانستان ہی فلسطین ہے اور فلسطین ہی افغانستان ہے''۔ [2]

عرب اور افغان معاشرے میں فرق

افغانستان اور عرب معاشرے میں فرق کو شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور طریقہ سے بیان کرتے ہیں۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ امت کی سربلندی کی خاطر جہادِ فی سبیل اللہ کے لیے ارضِ افغانستان کے چناؤ کی علت؛ افغانوں کی فکری آزادی اور عرب معاشروں میں پھیلے بگاڑ کو اپنے ایک مکتوب میں ایک خاص مثال سے بیان کرتے ہیں:

''چونکہ دشمن عربوں کی تاریخ اور صفات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ان میں ایسی خطرناک صفات ہیں جس کی وجہ سے وہ دعوتِ جہاد کو تیزی سے قبول کرتے ہیں۔ ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ قرآنِ کریم اور حدیثِ شریف ان کی اپنی زبان میں ہیں جس کی وجہ سے وہ نصوص کو بغیر ترجمے کے بھی سمجھ جاتے ہیں۔ اپنے اس ادراک کی وجہ سے دشمنوں نے عالمِ اسلام پر اپنے حملے میں سب سے زیادہ توجہ عالمِ عرب پر مرکوز رکھی۔ خاص طور پر میڈیا کے تباہ کن حملوں کے

---

[1] فلسطین میں چالیس پچاس کی دہایوں میں عرب قومیت کے نظریہ پر قائم ہونے والی آزادی کی تحریک میں ملحدانہ، اسلام دشمنی پر مبنی افکار اتنے ترویج پا چکے تھے کہ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اس تحریک کے کارکن اپنا رمزی نام 'ابو جہل' اور 'ابو لہب' رکھنے سے بھی نہ شرماتے تھے۔

[2] الذخائر العظام

ذریعے سے عربوں کی ثقافت اور صفات کو... مغرب کے مفاد میں استعمال کرنے کے لیے... مسخ کیا گیا۔ اس کی دلیل کے لیے یہ بات کافی ہے کہ 'بی بی سی'[1] نے انگریزی کے بعد اپنی سب سے پہلی نشریات عربی زبان میں شروع کیں۔ حالانکہ عرب اس دنیا کی کل آبادی کا محض ڈھائی فیصد ہیں۔ جب کہ ان کے علاوہ دیگر اقوام مثلاً چین تو دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہے اور برصغیر بھی آبادی میں دنیا کا پانچواں حصہ ہے۔ برصغیر میں مسلمانوں کی تعداد عربوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ مگر تاجِ برطانیہ کی پہلی ترجیح اپنے میڈیا کے ذریعے عرب معاشرے کو تباہ کرنا تھی"۔[2]

عرب معاشروں میں فرنگیوں کے عسکری و اعلامی حملوں کے ذریعے پھیلے اخلاقی و ثقافتی بگاڑ کی وضاحت کرنے کے بعد سرزمین افغانستان کی بعض صفات پر شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسی خط میں اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

"جبکہ افغانستان کی عوام فطری طور پر دیندار، سادگی پسند، آسائشوں سے دور اور غیر ملکیوں کے تسلط کے بارے میں شدید حساسیت رکھتی ہے۔"

امارتِ اسلامیہ سے محبت، نصرت اور وفا

سرزمینِ افغانستان کی مرکزیت اور اہمیت اس وقت بہت بڑھ گئی جب کہ فخر امت امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں امارتِ اسلامیہ کا قیام ہوا۔ امارتِ اسلامیہ کا یہ شاندار دور ایسا وقت تھا کہ جب مسلمانانِ عالم نے صدیوں کے بعد خلافتِ راشدہ کا پرتو دیکھا۔ امارت اسلامیہ کے دور میں مہاجرین اور انصار کی یادگار ایمانی وفا کا تذکرہ تو اس کتاب میں گزر چکا ہے، مگر ۲۰۰۱ء میں امارتِ اسلامیہ کے سقوط کے بعد بھی شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفیق شیخ ایمن حفظہ اللہ دونوں نے دل و جان سے امارتِ اسلامیہ کے ساتھ وفا کا حق ادا کیا۔ امتِ مسلمہ کو امارت کے دفاع کے لیے ابھارا اور اس کی محبت اور نصرت کی تڑپ اطرافِ عالم میں پھیلائی۔ اپنے ساتھیوں اور وسائل کو امارت اسلامیہ کے دفاع اور صلیبیوں سے جنگ میں کھپا ڈالا۔ افغانستان کے بیشتر صوبوں میں امریکیوں کے خلاف جہاد کے آغاز، عسکری تربیتوں اور وسائل کی فراہمی میں بنیادی کردار ان اکابرین کا بھی رہا۔ خاص طور پر شیخ ایمن حفظہ اللہ کی تو یہ باقاعدہ سوچ رہی کہ خلافت کے قیام کے

[1] برطانوی نشریاتی ادارہ BBC جو کہ مغرب کی اعلامی جنگ کا سرخیل ہے۔

[2] شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھے گئے ایک خط میں سے اقتباس

لیے امتِ مسلمہ کے دل میں امارتِ اسلامیہ کی عظمت و محبت بٹھانا ضروری ہے۔ امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کی جرأت ایمانی، لازوال استقامت، نصرتِ مہاجرین، علمِ دین اور حکمت ربانی، ان تمام صفات نے شیخ ایمن حفظہ اللہ کے دل میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کی محبت و نصرت اور امارت کی قیادت پر اعتماد میں اضافہ کر دیا۔

جس طرح امریکہ و نیٹو افواج کے ساتھ مقابلے میں شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ امارتِ اسلامیہ کے شانہ بشانہ ڈٹے رہے، اسی طرح آپ کی نصرتِ امارت اسلامیہ کا ایک اہم اور واضح مرحلہ اس وقت آیا جب ایک طرف امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کے اعلانِ رحلت اور دوسری طرف عالمی فسادی تنظیم 'داعش' کے فتنوں کی وجہ سے امارتِ اسلامیہ پر آزمائش کا زمانہ آیا۔ اس موقع پر جب ابھی کئی اشخاص نئے امیر المؤمنین ملا اختر منصور رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کرنے میں متردد تھے اور فتنہ پرور اور سازشی عناصر اختلافات کی آگ بھڑکا رہے تھے، شیخ ایمن الظواہری رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر علی الاعلان امیر المؤمنین ملا اختر منصور رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت، جہادِ فی سبیل اللہ اور خلافتِ اسلامیہ کے قیام کے لیے بیعت کی اور ان کی نصرت کا اعلان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بیعت کے بعد افغانستان کے شمال سے لے کر جنوب تک تقریباً تمام مجاہدین نے پورے شرحِ صدر کے ساتھ نئے امیر المؤمنین کی بیعت کی اور نئے ولولوں کے ساتھ صلیبیوں کے مقابلے میں مصروف ہو گئے۔ شیخ ایمن حفظہ اللہ کی اس بیعت نے نہ صرف اندرونِ افغانستان کے مجاہدین بلکہ پورے عالم کے مجاہدین کو امارتِ اسلامیہ کی صف کے ساتھ جوڑ کر امت کی وحدت کا ثبوت دیا۔ شیخ کی بیعت کو امیر المؤمنین ملا اختر منصور رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان اپنے ایک بیان کے ذریعے قبول فرمایا۔ اسی طرح جب پاکستانی فوج کی خیانتوں کے تسلسل میں فخر الشہداء امیر المؤمنین ملا اختر منصور رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستانی فوج کی معاونت کے ساتھ امریکیوں نے ڈرون حملے میں شہید کر دیا تو شیخ ایمن حفظہ اللہ نے اپنے اس وفا کے تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے سن ۲۰۱۶ء میں نئے امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کی بھی اسی طریقے پر جہاد و خلافت کے قیام کے لیے سمع و اطاعت پر بیعت کی اور اپنے ساتھیوں کو بھی مسلسل امارتِ اسلامیہ کے امراء کی اطاعت کی نصیحت و وصیت کرتے رہے۔ آپ اپنے بیانات اور تحاریر کے ذریعے امارتِ اسلامیہ کے محاسن اور صفاتِ حمیدہ بیان کرتے رہے ہیں اور امت کے دل میں امارت کی محبت اور اس پر اعتماد بڑھانے میں مرکزی کردار ادا کرتے رہے ہیں۔

شیخ ایمن حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ طالبان تحریک واحد ایسی جہادی تحریک ہے کہ جس کی ہر سطح کی قیادت علمائے دین کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اپنی کتاب 'تبرئۃ' میں اپنے رفیق شیخ ابو یحیی لیبی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر نقل کرتے ہیں کہ جس میں انہوں نے تحریر فرمایا کہ:

''ہم بالکل وضاحت اور انصاف سے کہتے ہیں کہ طالبان (امارت) کی تحریک اس زمانے کی واحد اسلامی جہادی تحریک ہے کہ جو علمائے کرام اور طلبۂ دین کی قیادت میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور یہ (علماء و طلبہ) ہی اس تحریک کا سوادِ اعظم تھے اس کے حکومت میں آنے سے قبل، اس کی حکومت کے وقت میں اور اس کے دوبارہ قائم ہونے کے وقت بھی ان شاء اللہ۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کب ہو گا؟: کہو! امید ہے کہ جلد ہی ہو گا''۔

شیخ حفظہ اللہ اسی امارتِ اسلامیہ کی پورے عالم میں توسیع چاہتے ہیں۔ اور اس مقصد کے لیے انہوں نے جزیرۃ العرب، افریقہ، صومالیہ، عراق و شام اور دیگر خطوں میں موجود مجاہدین کو بیعت میں لے کر امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ کے سلسلہ بیعت میں داخل کیا اور اسی سلسلہ کو مزید مضبوط کر کے، مستحکم کر کے مسلمانوں کی عمومی خلافت کے احیاء کی سعی کرتے ہیں۔

خلافتِ راشدہ، نا کہ خلافتِ جابرہ

خلافت کے بارے میں شیخ حفظہ اللہ کا نظریہ بالکل واضح ہے۔ وہ اس کی فرضیت کے قائل ہیں اور نصف صدی سے زیادہ عرصے سے اپنے تن، من، مال و عیال کے ساتھ اسی خلافت کے احیاء کے لیے برسرِ پیکار ہیں۔ اپنے اسی مقصد کی طرف آپ نے امتِ مسلمہ کی تمام تحریکوں کو ان الفاظ میں دعوت دی:

''خلافت اسلامیہ کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا (اس کے لیے اکٹھے ہونا)۔ جو نہ قومی، ریاستی اور وطنی تعصبات پر مبنی ہو اور نہ ہی غاصبین کی وضع کردہ حدود کو تسلیم کرتی ہو، بلکہ وہ نبوی منہاج پر قائم ایسی خلافت ہو جس کی اساس تمام مسلم اوطان کی وحدت، اخوتِ اسلامی اور مساوات پر قائم معاشرہ ہو جو دشمنان اسلام کی گھڑی ہوئی حدود کو ختم کرے اور جو عدل و انصاف، شوری، کمزوروں کی نصرت اور مقبوضہ مسلم سرزمینوں کی آزادی کے لیے کوشش کرے[1]''

[1] وثیقہ نصرتِ اسلام از شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

مگر اس کے ساتھ ساتھ خلافت کے عنوان سے اپنے مخالفین کے قتلِ عام اور امت کے اہلِ حل و عقد کے مشورے کے بغیر مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط ہونے کو نبوی منہج کے خلاف سمجھتے ہیں۔ شیخ حفظہ اللہ سمجھتے ہیں کہ غاصب کفار اور ان کے ایجنٹوں کے مقابلے میں استقامت سے جہاد کرنے، ظلم و فساد کے خاتمے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کرنے سے ایک وقت آئے گا کہ مجاہدین ہی مسلمانوں کی حقیقی قیادت بن جائیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ہو پائے گا کہ جب ان طواغیت کا خاتمہ ہو جائے گا جو کہ اپنے جبر و قہر کی بدولت مسلمانوں کی نام نہاد قیادت بنے بیٹھے ہیں۔ اس جہادِ مسلسل کی برکتوں سے اللہ اپنے صاحبِ استقامت بندوں کے ہاتھ میں ایسی خلافت تھمائے گا جس کا بنیادی اصول اس کے قیام سے لے کر اس کے انتظامات تک، 'شوریٰ کا قیام' ہو گا۔ یہ شوری ہی ہو گی کہ جس کے ذریعے مختلف گروہِ مجاہدین آپس میں ایک امیر چنیں گے اور شوری ہی ہو گی جس کے ذریعے مجاہدین اور امتِ مسلمہ کے اہلِ حل و عقد اپنا ایک خلیفہ و امیر المؤمنین چنیں گے۔

اس خاص نکتے کی وضاحت کی ضرورت خاص طور پر اس وقت لازمی ہوئی جب کہ دولۃ الاسلامیہ نامی گروہ المعروف بہ 'داعش' نے عراق و شام کے بعض علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے ساتھ اپنے سربراہ کی بیعت کرنے کو تمام مسلمانوں پر لازم قرار دے دیا اور جس نے بھی ان کی مخالفت کی یا سمجھانے کی کوشش کی اس کو کافر و مرتد قرار دے کر اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ ابتداءً شیخ ایمن نے اپنے خطوط و نمائندوں کے ذریعے داعش کی قیادت کو اہل سنت کے منہج سے ہٹنے پر تنبیہات کیں اور انہیں مسلمانوں کے بجائے اپنی قوت کفار کے خلاف استعمال کرنے کی نصیحت کی۔ مگر شیخ کی نصیحتیں اہلِ غلو کے لیے "درد بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کا مصداق بنیں۔ چنانچہ آپ کے نمائندے اور قریبی رفیق شیخ ابو خالد سوری رحمۃ اللہ علیہ کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا اور داعشی خوارج نے شام میں موجود تمام جہادی جماعتوں کو کافر قرار دے کر ان کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ پھر داعش نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنی مزعومہ خلافت کا اعلان کیا اور اس کے بعد ساری دنیا میں برسرِ پیکار مجاہدین کے درمیان میں انتشار و افتراق کا باعث بنی۔ دنیا کے دیگر خطوں میں بھی مجاہدین کی صفوں میں موجود اہلِ غلو، جہلاء اور شرعی احکام و آداب سے ناواقف حضرات نے خلیفۂ خوارج کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے داعش کے لشکر میں شامل ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں فساد برپا کرنا شروع کر دیا۔ ہر جگہ مجاہدین کو اور ان کے حامیوں کو کافر قرار دیا گیا۔ امتِ مسلمہ کے عمومی علماء اور مدارس و مساجد کو مرتدین اور کفر کے

اڈے قرار دیا گیا اور خلافت کا نعرہ لگا کر مسلمانوں اور بالخصوص کفار سے بر سرِ پیکار مجاہدینِ اسلام کی سر کوبی پوری وحشت و درندگی سے شروع کر دی۔

چنانچہ دعوت و جہاد کے امام شیخ ایمن الظواہری نے اس موقع پر اپنے فریضے کا ادراک کیا اور اس فتنے سے امتِ مسلمہ کو بچانے، اس کے غلو پر مبنی افکار کو رد کرنے اور مجاہدین کی اصلاح کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ آپ نے مسلسل کئی سال تک اپنے اکثر خطبات اور بیانات میں داعش کے افکار کی گمراہی کو اپنے حکیمانہ طرزِ عمل سے واضح کیا۔ شیخ کے ان خطبات میں جہاں داعشی حضرات کے لیے نصیحت اور عبرت کی بات ہوتی تو وہیں پر دیگر مجاہدین کے لیے بھی جہاد فی سبیل اللہ اور خلافتِ اسلامیہ کے قیام کے نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم منہج و طریقے کی وضاحت ہوتی۔ جہادی صفوں کو غلو اور بے عدلی پر مبنی مواقف سے بچانا، اس عرصے میں شیخ ایمن کا ایک اہم موضوع رہا۔ یقیناً جہادی صفوں میں اتحاد کے قیام، داعش کے اٹھائے ہوئے شبہات کے ازالے، امارتِ اسلامیہ افغانستان کی مضبوطی اور مجاہدین کو اہلِ سنت والجماعت کے عقائد و منہج سے جوڑے رکھنے میں اس زمانے میں شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کا کردار سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ اللہ اس پر ان کو پوری امت کی طرف سے ڈھیروں ڈھیر جزائے خیر دے، آمین۔

اس موقع پر بعض ناواقف یا سطحی نظر رکھنے والے افراد یہ گمان کرتے ہیں کہ شیخ حفظہ اللہ کی داعش پر برہمی کی وجہ داعش کا القاعدہ جماعت کو چھوڑنا اور شیخ کی اطاعت سے نکلنا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ داعش کے راہنما تو شیخ کی اطاعت و محبت کے گن گاتے تھے اور شیخ کی تعریف و توصیف میں مبالغہ سے کام لیتے تھے۔ پس اگر شیخ کو اپنی تنظیم یا اپنی امارت ہی کی مضبوطی مطلوب ہوتی تو داعش کے شام و عراق میں کیے جرائم پر خاموشی اختیار کرتے اور ان کی حمایت کرتے رہتے، کیونکہ ابتداء میں داعش کی کامیابیوں کا عنوان تو القاعدہ ہی کی کامیابی تھا۔ مگر شیخ نے اس موقع پر اپنی تنظیم کو بڑھانے یا مضبوط کرنے سے زیادہ اسلام کی مصلحت اور دین کے فائدے کو ترجیح دی اور داعش کے کردار کو گمراہ کن قرار دے کر انہیں تنظیم القاعدہ سے نکال دیا۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ شیخ ایمن الظواہری داعش کے قیام سے کئی سال قبل سے عراق کے مجاہدین میں موجود بعض فکری اور عملی خرابیوں پر فکر مند تھے اور وقتاً فوقتاً عراق کے مجاہدین کو اس حوالے سے نصیحتیں اور تنبیہات بھیجتے رہتے تھے۔ خود جب ۲۰۰۷ء میں دولۃ العراق کے نام سے بعض عراقی مجاہدین نے اتحاد کیا تو اس وقت سے ہی شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن حفظہ اللہ اور ان کے رفقاء پر اِس طرح بغیر مشورے کے عراق والوں کا اعلانِ دولت، امارتِ اسلامیہ افغانستان کی پہلے سے موجودگی اور عراق کے دیگر مجاہدین کے حقوق کے ضیاع کے خدشے

کی وجہ سے سے ناگوار گزرا اور انہوں نے اسی وقت سے عراقی مجاہدین کو اپنی تنظیم سے باہر کے افراد کے ساتھ نرم رویہ اور ایمانی اخلاق کے ساتھ تعامل کرنے، علمائے کرام کے ساتھ اچھا رویہ رکھنے، مسلمانوں کے خون کے معاملے میں احتیاط کرنے اور تکفیر کے مسئلے میں غلو سے بچانے کے لیے نصیحتیں کرنا شروع کیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ دولۃ والوں کے افراد کی کھلم کھلا گمراہی اسی وقت سامنے آئی جب انہوں نے شام کے مجاہدین پر حملہ کیا اور خوارج کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے تمام مخالفین کو کافر قرار دینا شروع کیا۔ چنانچہ شیخ ایمن حفظہ اللہ نے از خود داعشی گروہ کو تنظیم القاعدہ سے خارج کر ڈالا اور ان کے رد پر کمربستہ ہوئے، نا کہ داعش والے تنظیم القاعدہ سے خود نکلے۔ پھر اس اعتراض کرنے والوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ قرونِ اولیٰ کے خوارج، جن کے گمراہ اور مفسد ہونے پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے، وہ بھی تو ایک طویل عرصے تک شیر خدا حیدرِ کرار امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہی رہے تھے اور بعد میں جب ان کی اصلاح سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ مایوس ہو گئے تو پھر ان کے خلاف محاذ آرائی فرمائی۔

جہادی منہج کی اصلاح

روس کے افغانستان پر وحشیانہ حملے کے بعد شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے جہادِ فی سبیل اللہ کے عالمی داعی اور مربی کا کردار ادا کیا۔ ہزاروں عرب و عجم مجاہدین نے افغانستان میں ایمانی قوت کے ساتھ روسی افواج کا مقابلہ کیا اور الٰہی نصرت کے بل بوتے پر روس کو شکستِ فاش دی۔ روس کی شکست کے بعد محسن امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کے لیے اور امریکہ کے عالمی ظلم و جبر کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تو ایک بار پھر عالمِ اسلام نے اپنے ہزاروں بیٹوں کو صلیبی صیہونی فساد سے مقابلے کے لیے پیش کیا۔ افغانستان پر امریکی حملے کے بعد امتِ مسلمہ میں ایک نئی جہادی بیداری پیدا ہوئی اور دنیا کے کئی ممالک میں مثلاً پاکستان، یمن، صومالیہ، الجزائر، مالی، عراق، شام وغیرہ میں باقاعدہ منظم جہادی تحریکیں کھڑی ہوئیں، جب کہ دیگر اسلامی اور مغربی دونوں دنیاؤں میں درجنوں ممالک میں صلیبی صیہونیوں اور ان کے اتحادیوں کو بڑی ضربیں لگائی گئیں۔ پھر تنظیم القاعدہ کے وجود نے ان اکثر تحریکوں کو اپنی بیعت یا مدد و نصرت یا کم از کم فکری ہم آہنگی کی بنیاد پر ایک لڑی میں پرو دیا۔ ایسے میں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے وارث شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ اس عالمی تحریک کے مربی، مصلح اور معمار بن کر سامنے آئے۔ جہاں آپ نے اپنی کتب و بیانات کے ذریعے جہادِ فی سبیل اللہ کی دعوت و تحریض، مخالفین کے شبہات کا جواب دینے اور عقائد کی اصلاح کا کام کیا، وہیں آپ نے اس عالمی جہادی تحریک کے سفر کو نبوی سیرت کے مطابق بنانے، اعلی اسلامی اخلاق کو اپنانے، جنگی یا جہادی مصلحتوں کو سمجھانے،

غلطیوں کی اصلاح اور سمتِ سفر کی درستگی کی طرف راہنمائی کرنے کا کام بھی کیا۔ نصف صدی سے زیادہ کے اپنی دعوتی و جہادی تجربات کے نچوڑ حکیمانہ و مشفقانہ انداز سے مجاہدین کو سمجھائے اور اس سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ایسے میں آپ نے اپنے افکار کو منظم طریقے سے امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے سن ۲۰۱۲ء میں دو اہم دستاویزات تیار کیں۔ پہلی دستاویز کا عنوان ''نصرتِ اسلام کی دستاویز[1]'' ہے اور دوسری دستاویز ''مجاہدین کے لیے جہادی عمل سے متعلق عمومی ہدایات[2]'' کے نام سے پیش کی گئی۔ دراصل یہ دونوں دستاویزات شیخ ایمن کی دعوت و فکر و منہج، اخلاقہِ کریمہ، اور مفاسد و مصالح کے فہم کا نچوڑ ہیں۔ پہلی دستاویز میں تمام مسلمانوں کو جہاد کے لیے جمع ہونے کی دعوت ہے اور دوسری دستاویز میں آپ نے سیاستِ شرعیہ کے اصولوں کے مطابق دینی مصلحتوں کے حصول اور جہاد کو نقصان پہنچانے والے اعمال سے مجاہدین کو بچانے کی سعی فرمائی ہے۔ شیخ ایمن کی تیار کردہ یہ دستاویزات دنیا بھر کے تمام مجاہدین اور دینی تحریکات کے لیے ایک لائحۂ عمل یا دستور ہے اور انہیں چاہیے کہ اس کی روشنی میں اپنی اپنی حکمتِ عملیوں کو طے کریں۔ اس موقع پر یہ مناسب محسوس ہوتا ہے کہ ان دو دستاویزات کے موضوعات کا خلاصہ چند نکات کی صورت میں پیش کر دیا جائے تاکہ قارئین کے سامنے تنظیم القاعدہ کی فکر و منہج اور دستور و لائحۂ عمل، مختصر نکات کی صورت میں واضح ہو سکے۔ یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ یہ خلاصہ قطعاً اصلی متن کا متبادل نہیں ہو سکتا اس لیے قارئین کو اصلی متن کی طرف بھی لازماً رجوع کرنا چاہیے۔

وثیقہِ نصرتِ اسلام

ایک ایسے وقت میں کہ جب سارے عالم میں امتِ مسلمہ پر مختلف شکلوں میں صلیبی حملے جاری ہیں اور دوسری طرف صلیبیوں کے حامی حکمرانوں کے خلاف عوامی تحریکیں بھی شدت پکڑتی جا رہی ہیں ایسے میں جماعت القاعدہ تمام امتِ مسلمہ کو کلمہِ توحید کے گرد جمع ہو کر ان اہداف کی خاطر اکٹھا ہونے کی دعوت دیتی ہے:

1. مسلمانوں کی مقبوضہ سرزمینوں (مثلاً فلسطین، کشمیر، شیشان وغیرہ) کی آزادی کے لیے کوشش کرنے اور ہر اس معاہدے کی مخالفت اور بائیکاٹ کرنے کی جو کہ کفار کو ان سرزمینوں پر قبضہ دلواتا ہے۔

---

[1] وثيقة نصرة الإسلام

[2] التوجيهات العامة للعمل الجهادي

2. مسلمانوں کی سر زمینوں میں شریعتِ مطہرہ کی مکمل بالادستی کے لیے کوشش کرنا اور ہر اس قوت وادارے کا انکار و مخالفت کرنا جو کہ اسلامی شریعت کی حاکمیت کی راہ میں رکاوٹ بنے۔ چاہے وہ عوامی سیادت کے نام پر جمہوری ریاستوں کا ڈھکوسلہ ہو یا وہ اقوامِ متحدہ کی شکل میں پانچ [1] کفری طاقتوں کی عالمی حکومت کا ادارہ ہو۔
3. امریکہ اور دیگر مغربی طاقتوں کے ہاتھوں امتِ مسلمہ کے وسائل، تیل و گیس اور دیگر معدنیات وغیرہ، کی لوٹ مار کو روکنے کے لیے جمع ہونا۔
4. مسلم سر زمینوں پر قابض کفار کے ایجنٹ حکمرانوں کے خلاف اٹھنے والے مظلوموں کے انقلابوں کی حمایت اور نصرت کرنا اور ساتھ ساتھ شریعت کی حاکمیت اور دینی احکام کی پیروی کے لیے انقلابیوں کی ذہن سازی کرنا۔
5. ظالم اور متکبر کے مقابلے میں دنیا کے ہر مظلوم کی حمایت و مدد کرنا۔
6. خلافت علی منہاج النبوۃ کے لیے مل کر کوشش کرنا۔ ایسی خلافت جو وطنی و قومی تعصبات کو ختم کر کے امت کے تصور کو زندہ کرے اور عدل اور شوریٰ کے نظام کو قائم کرے۔
7. تمام میسر وسائل کو استعمال کر کے ان تمام نکات کی طرف امتِ مسلمہ کو دعوت دینا۔

شیخ ایمن الظواہری نے اپنی اس دستاویز کے ذریعے سے دنیا کے ہر مسلمان اور ہر دینی تحریک کو یہ دعوت پیش کی کہ ان تمام مقاصد کے حصول کے لیے اکٹھے ہو جائیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام نکات ہر زندہ ضمیر مسلمان کی دل کی آواز ہیں اور عالمِ اسلام کی اکثر دینی تحریکات کے بنیادی اصول بھی ہیں، تو کیوں نہ اس مقصد کے لیے ایک ہو جایا جائے۔

جہادی عمل کے لیے عمومی ہدایات

جہادی عمل کو منظم کرنے اور مجاہدین کے لیے ایک لائحۂ عمل پیش کرنے کے لیے ''جہادی عمل کے لیے عمومی ہدایات'' کے عنوان سے جو دستاویز پیش کی گئی، اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہو گا:

1. ہمارے عسکری کام کا اولین ہدف امریکہ اور اسرائیل ہیں، جبکہ دوسرا ہدف ان کے مقامی حلیف ہیں۔ امریکہ کو ہدف بنا کر اس کو مستقل ضربیں لگا لگا کر کمزور کرنا ہے تا کہ اس کی گرفت عالمِ اسلام پر کمزور ہوتی جائے اور اس کی حلیف حکومتیں خود بخود گرتی جائیں۔

[1] اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل اعضاء امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین کی طرف اشارہ ہے۔

2. کفار کے مقامی آلہ کاروں کے بارے میں بنیادی اصول یہی ہے کہ جب اور جہاں تک ممکن ہو ان سے جنگ سے گریز کیا جائے مگر جب وہ صلیبیوں کی حمایت میں ایسے آگے بڑھ جائیں کہ ان سے ٹکرانے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہ بچے تو پھر ان کے خلاف بھی اقدام کیے جائیں۔

3. ہماری دعوت کے بنیادی تین پہلو ہیں

i. امت کو صلیبی حملے کی حقیقت سمجھانا اور اس سے دفاع کے لیے تیار کرنا۔

ii. اللہ کی نازل کردہ شریعت کو نافذ کرنے کی دعوت دینا۔

iii. امتِ مسلمہ کے ایک ہونے اور کفار کی کھینچی ہوئی سرحدات کو مٹا کر ایک عالمی اسلامی خلافت کے قیام کی دعوت دینا۔

4. اسی طرح ہمارے دعوتی کام کے محاذ بھی دو ہیں۔ ایک خود مجاہدین کی دینی اور فکری تربیت کرنا اور دوسرے عام مسلمانوں کو دعوت دینا کہ جن کو تحریض دلا کر اس صلیبی جنگ میں امتِ مسلمہ کے دفاع کے لیے تیار کرنا ہے۔

ان دعوتی اور عسکری مقاصد کے حصول کے لیے مفسدوں سے بچنے اور مصلحتوں کے حصول کے لیے شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں ذیل کی ہدایات دی گئیں:

1. مسلم معاشروں اور بالخصوص مجاہدین میں دینی فہم و شعور کو بڑھانے کی کوشش کی جائے تاکہ ایسی جہادی تحریکیں قائم ہوں جن کے افراد شرعی احکام پر کاربند رہتے ہوں، مسلمانوں پر رحیم اور کفار پر سخت ہوں اور جہادی سفر کو نبوی راہ پر قائم رکھیں۔

2. عسکری کام پر اساسی توجہ کفر کے امام امریکہ پر ہی مرکوز رکھی جائے اور تمام مجاہدین امریکی مفادات کو دنیا بھر میں نشانہ بنانا اپنا بنیادی ہدف سمجھیں۔

3. اسی طرح کفار کی قید میں موجود مسلمان قیدیوں کی رہائی کو بھی مجاہدین اپنا بنیادی ہدف بنائیں۔

4. امریکہ کے علاوہ اگر کوئی اور غاصب کافر قوت کسی مسلم خطہ پر قابض ہو... جیسا کہ کشمیر پر بھارت اور شیشان پر روس، اسی طرح برما، مشرقی ترکستان وغیرہ... تو وہاں کے مسلمانوں پر اپنے دین، جان و مال پر حملہ آور کفار کے خلاف جہاد کے لیے اٹھنا لازم ہے۔

5. مسلم خطوں پر قابض حکمرانوں کے خلاف جنگ چھیڑنے سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے اور اپنی پوری توجہ صلیبیوں ہی کی طرف مبذول کی جائے۔ ہاں جہاں پر مقامی فوج امریکی یا صلیبی فوج کا حصہ بن کر سامنے آئے تو پھر اور بات ہے، (جیسے افغانستان میں امریکی غلام ملی فوج)۔ چنانچہ اگر مقامی افواج سے جنگ کی نوبت آ بھی جائے تو تب بھی امتِ مسلمہ پر بار بار یہ واضح کیا جائے کہ مقامی افواج سے جنگ ان کے صلیبیوں کے اتحادی ہونے کی وجہ سے ہے۔

6. جب کبھی بھی مسلمانوں کے علاقوں کے مقامی خائن حکمرانوں کے خلاف جنگ کو ٹھنڈا کر کے حقیقی صلیبی مشرک کفار کے خلاف جنگ میں پیش قدمی کا موقع نظر آئے تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور اپنی دعوت کو پھیلانے اور محفوظ ٹھکانے بنانے کے لیے مسلم سرزمینوں کو استعمال کیا جائے۔

7. البتہ اپنے دفاع میں صلیبی آلہ کار حکومتوں کو اتنا جواب ضرور دینا چاہیے کہ جن سے ان کو یہ باور ہو جائے کہ مجاہدین ان کے لیے تر نوالہ نہیں ہیں اور اپنے دفاع کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

8. گمراہ و بدعتی فرقوں کے خلاف قتال سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ ہاں اگر کہیں گمراہ فرقے اہلِ سنت سے باقاعدہ جنگ شروع کر دیں تو پھر اہلِ سنت کے دفاع میں ان سے دفاعی جنگ کی جا سکتی ہے۔ مگر یہ جنگ محض ان اشخاص تک محدود رکھی جائے جو کہ اہل سنت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں، اور اس جنگ میں بھی ان کے اہل و عیال، گھروں، عبادت گاہوں اور عوامی اجتماعات کو قطعاً نشانہ نہ بنایا جائے۔ البتہ ان گمراہ فرقوں کے شبہات کا ازالہ کرنے اور ان کے انحرافات کو واضح کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ اسی طرح جہاں کہیں بھی مجاہدین کو تمکین حاصل ہو تو وہاں پر موجود گمراہ فرقوں کے شبہات کا ازالہ کرنے اور ان کو دعوت دینے کے بعد ان کے ساتھ شرعی اصولوں کے مطابق حکمت کے ساتھ تعامل کیا جائے۔

9. اسلامی ممالک میں موجود اقلیتیں یعنی عیسائی، ہندو، سکھ وغیرہ کے ساتھ جنگ کرنے یا انہیں تکلیف پہنچانے سے گریز کیا جائے۔ اور اگر ان کی طرف سے ابتداء ہو تو پھر جواب دیا جا سکتا ہے، مگر پھر بھی ان پر یہ واضح کیا جائے کہ ہماری جنگ عالمی طاغوتی نظام سے ہے اور ہم یہ خواہش رکھتے ہیں کہ اسلامی نظام کے قیام کے بعد ان اقلیتوں کے ساتھ نرمی اور سلامتی کے ساتھ رہیں۔

10. ایسے تمام افراد اور طبقات کے خلاف قتال اور انہیں تکلیف پہنچانے سے پرہیز کیا جائے جو کہ براہ راست مجاہدین کے خلاف جنگ میں شریک نہ ہوں اور اپنی تمام تر توجہ عالمی صلیبی اتحاد اور اس کے آلہ کاروں کی طرف مبذول رکھی جائے۔
11. غیر محارب عورتوں بچوں کو قتل کرنے یا دیگر نقصان پہنچانے سے مکمل اجتناب کیا جائے، خواہ ان کے مرد حضرات مجاہدین کے خلاف جنگ میں شریک ہی کیوں نہ ہوں۔
12. مسلمانوں پر دھماکوں، قتل، اغواء یا ان کے اموال واملاک کو نقصان پہچانے سے مکمل اجتناب کیا جائے۔
13. دشمنوں کو عوامی مقامات، مساجد، مدارس، جنازہ گاہ، بازاروں وغیرہ میں اور ہر ایسی جگہ میں نشانہ بنانے سے مکمل اجتناب کیا جائے جہاں ان کو ہدف بنانے میں دیگر افراد کو نقصان پہنچنے کا بھی خطرہ ہو۔
14. علمائے کرام کے احترام اور حفاظت کو یقینی بنایا جائے۔ جب کہ علمائے سوء کے پھیلائے ہوئے شبہات کو واضح دلائل سے رد کیا جائے، البتہ ان کے خلاف قتل و قتال سے مکمل اجتناب کیا جائے۔
15. دیگر دینی جماعتوں کے ساتھ جن جن معاملات میں ہمارا اتفاق ہو، اس میں ان کے ساتھ تعاون ہو اور جس میں اختلاف ہو اس میں نصیحت ہو۔ ان کے صحیح اقوال و اعمال کی تعریف اور حوصلہ افزائی کی جائے جبکہ ان کی پوشیدہ خطاؤں پر پوشیدہ طریقے سے اور اعلانیہ غلطیوں پر اعلانیہ نصیحت کی جائے۔ البتہ نصیحت کا انداز پر وقار اور علمی ہو، نا کہ اخلاق سے عاری سطحی جذباتی اختلاف۔ اسی طرح اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ ہمارا ان سے کوئی بھی اختلاف اسلام کے حقیقی دشمنوں کے ساتھ ہمارے معرکے کے رخ کو بدلنے والا نہ بن جائے۔
16. دنیا بھر کے ہر مظلوم کی حسب مقدور مدد کی جائے اور ظالم کے ہاتھوں کو روکا جائے، چاہے مظلوم مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔ ظالموں کے خلاف اٹھے عوامی انقلاب کی مدد کی جائے اور ساتھ ساتھ ان کو یہ بھی باور کروایا جائے کہ ظالم طاغوتوں کو ختم کر کے الٰہی نظام کو نافذ کرنا ہی مسائل کا حل ہے۔
17. ایسے تمام عناصر و ادارے جو مسلمانوں کو ان کے غصب شدہ حقوق دلانے کے حق میں آواز اٹھائیں ان کو کسی بھی قسم کی زک پہچانے سے اجتناب کیا جائے اور ان کی حتی الامکان مدد کی جائے۔

18. مجاہدین پر لازم ہے کہ ان پر جو کوئی افتراء یا جھوٹا الزام لگایا جائے اس کو رد کریں اور حقیقت کو واضح کریں اور اگر کہیں مجاہدین سے کوئی غلط فعل صادر ہو جائے تو اس پر استغفار کریں، غلط فعل سے اظہارِ برأت کریں اور جس کو نقصان پہنچایا ہو شرعی تقاضوں کے مطابق اس کے حق کو ادا کریں۔

الغرض ان دونوں دستاویزات کے مطالعہ کرنے سے شیخ ایمن اور تنظیم القاعدہ کی قیادت کے سیاستِ شرعیہ پر پختہ عبور ہونے، نبوی طریقۂ جہاد کے مکمل متبع ہونے، امتِ مسلمہ کے بارے میں شفیق و رحیم ہونے اور حکمت و دانش کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے فریضہ کو سرانجام دینے کا علم ہوتا ہے۔ اس دستاویز کے آخر میں شیخ ایمن حفظہ اللہ نے اپنے تمام ساتھیوں اور مجاہدین کی تائید اور ان سے محبت کرنے والے تمام افراد کو اِن ہدایات پر عمل کرنے کی گزارش بھی کی ہے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے قائد

امام العصر شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کے قدرے تفصیلی تذکرے کے بعد، بات دوبارہ فارروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لوٹاتے ہیں۔ شیخ ایمن حفظہ اللہ، ہمارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے آئیڈیل تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان کے عاشق تھے اور ان کو اپنے زمانے کا امت کا سب سے بڑا رہبر سمجھتے تھے۔ وہ ان کے علم کے شیدائی تھے، ان کے حلم کے ثناء خواں تھے، ان کی شجاعت سے متاثر تھے، ان کی شفقت و بزرگی کے معترف تھے، ان کے حکیمانہ فیصلوں اور مشوروں سے متاثر اور سب سے بڑھ کر ان کی نصف صدی سے زیادہ عرصے پر محیط ایمانی استقامت، ان کی ثابت قدمی، ان کے بلند حوصلے اور عزیمت کی وجہ سے ان کو امت کی امامت کے حقیقی لائق سمجھتے تھے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا حکیم الامت شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ سے تعلق بھی بہت گہرا اور قریبی تھا۔ آپ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں کہ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی طویل عرصے تک براہِ راست صحبت و رفاقت کا شرف عطا فرمایا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے جہادِ فی سبیل اللہ کے بنیادی مسائل اور حکمت و مصلحت کے قیمتی گوہر خود اِس زمانے کے معمارِ عالمی جہاد سے براہ راست اخذ کیے اور سیکھے۔ اس کے علاوہ شیخ ایمن حفظہ اللہ کے ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تفصیلی خط و کتابت کرتے اور اپنے ہر معاملے میں ان سے راہنمائی لیتے تھے۔ بیسیوں صفحات پر مشتمل ان کے شیخ ایمن حفظہ اللہ کے نام خطوط میں، افکار و نظریات سے لے کر انتظامی معاملات تک میں راہنمائی طلب کی جاتی۔ یہاں تک کہ کسی ساتھی کے معاملہ میں اصلاح کے طریقہ کار اور بیت المال کے اصول مقرر کرنے جیسے معاملات میں بھی شیخ

ایمن حفظہ اللہ سے براہ راست راہنمائی لیا کرتے تھے۔ وہ شیخ کو محبت سے "اَلشیخ"[1] کہا کرتے تھے۔ دوسری طرف شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد و محبت کا اندازہ اس بات سے لگانا ممکن ہے کہ آپ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی شہادت تک اپنی شوریٰ میں اپنے انتہائی قریبی رازداروں میں شامل کیے رکھا۔ شیخ ایمن حفظہ اللہ اپنی تحریرات اور اہم فیصلوں سے قبل فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مشورہ کرتے اور ان سے بھی مراجعہ کرواتے۔ جب ۲۰۱۲ء میں شیخ ایمن حفظہ اللہ نے "جہادی عمل کے لیے عمومی ہدایات" کے نام سے دستاویز تیار کی تو اس کے مسودے کو حتمی شکل دینے سے قبل فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مشورہ کیا اور آپ کے مشورے کے مطابق بعض نکات میں تبدیلیاں بھی کیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان عمومی ہدایات کے نشر ہونے کے بعد بہت مطمئن اور خوش تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ قیادت نے اس طرح کی راہنمائی دے کر اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور ان خطوط پر عمل کروانے سے جہادی سفر کو درست سمت میں چلانے میں آسانی ہو گی۔ ان ہدایات کو تمام مجاہدین کو پڑھوانے اور ان کو سمجھانے کے بہت مشتاق رہتے تھے۔ خود مجھے بھی یہ سعادت حاصل رہی کہ اس دستاویز کے عمومی نشر ہونے سے قبل ہی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلا کر نہ صرف ان ہدایات کو سنوایا بلکہ اس کی بعض اہم نکات کی تفصیلی شرح بھی بیان کی۔ اسی طرح جب ۲۰۱۴ء میں عظیم داعیِ جہاد شہید حافظ طیب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی شمالی وزیرستان میں 'لواڑا' کے مقام پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات ہوئی تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی اہمیت پر زور دیا کہ شیخ ایمن حفظہ اللہ کی ان ہدایات کے ہر نکتے کی الگ الگ شرح و وضاحت مرتب کرنی چاہیے اور اس تفصیلی شرح کو بھی نشر کرنا چاہیے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی اضافہ کیا کہ شرح کرنے کا یہ کام فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی کرنا چاہیے۔ اس پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے تواضعاً معذرت کی اور فرمایا کہ جب صاحبِ تحریر خود موجود ہیں تو شرح کرنے کے لیے بھی ان ہی سے درخواست کرنی چاہیے۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ معلومات بھی بہت سوں کے لیے نئی ہو گی کہ وہ تنظیم القاعدہ کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ اس کے اہم فیصلوں میں اور مشاورتوں میں شرکت بھی کرتے۔ فاروق بھائی ۲۰۱۰ء میں شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے ہی سے تنظیم القاعدہ کی شوریٰ میں شریک رہتے تھے اور القاعدہ کے اکثر اہم فیصلوں میں ان کا مشورہ بھی شامل رہتا۔ خاص طور پر آپ اس مبارک مشورے میں بھی شریک رہے کہ جس میں داعش نامی گروہ کو تنظیم القاعدہ سے نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ شوریٰ کے تمام افراد اس بات پر متفق تھے کہ ہمیں

---

[1] خاص شیخ

داعشی گروہ سے مکمل اعلانِ برأت کرنا چاہیے۔ الغرض سن ۲۰۱۴ء تک مسلسل آپ تنظیم کے مرکزی مشوروں میں شریک رہے۔ بعد ازاں ۲۰۱۴ء میں جب آپ پر جماعت القاعدہ برصغیر کی ذمہ داریوں کا بوجھ پڑ گیا اور آپ کی مصروفیات برصغیر کے کاموں میں بڑھ گئیں تو امیر جماعت شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کے سامنے آپ نے اپنا عذر پیش کیا جس کو شیخ ایمن حفظہ اللہ نے تسلیم کیا اور یہ فیصلہ فرمایا کہ جماعت القاعدہ برصغیر کی تشکیل کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات، جماعتِ برصغیر کی انتظامی ترتیب کے تحت ہی لینی چاہییں۔

"فرسان" سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق

شیخ ایمن حفظہ اللہ کی شاہکار معرکۃ الآرء کتاب "فرسان تحت رایۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" جو کہ ایک طرف نظریات وعقائدِ جہاد کا گلدستہ ہے تو دوسری طرف معاصر جہادی تحریکوں کی تاریخ اور ان میں باہم ربط کو واضح کرتی ہے اور تیسری طرف مغرب سے ہماری دشمنی کی تاریخی حقیقت اور اس کی اہمیت واضح کرتی ہے۔ یہ کتاب دراصل شیخ ایمن کی دعوتی و جہادی زندگی کی تاریخ ہے۔ اس کتاب کا قاری شیخ حفظہ اللہ کی تحریر کا عاشق ہو جاتا ہے۔ وہ صاحبِ تحریر کے وقار و غیرت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہر صفحہ کو پلٹنے سے قبل اس کے دل میں امت کے درد و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اس امت کے لیے جان دینے پر تیار ہوتا جاتا ہے۔ قاریِ کتاب پر یہ حقیقت بھی کھلتی جاتی ہے کہ صاحبِ کتاب کے دل میں ہر مسلمان سے بہت محبت ہے اور متقی و عاصی سب مسلمانوں کے لیے خیر خواہی سے شیخ کا دل بھرا ہوا ہے۔ پھر جب شیخ، کتاب میں مغرب کی اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کے اسباب اور اس کے پہلو، اپنے مخصوص کرب و درد کے انداز سے بیان کرتے ہیں تو قاری کے دل میں جہاں یہود و نصاریٰ سے نفرت و بغض پیوست ہو جاتا ہے وہاں پر وہ، شیخ حفظہ اللہ کی محبت کو بھی خانۂ دل میں پیوست کر لیتا ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کتاب 'فرسان' کے بڑے مداح بھی تھے۔ اس کے چھپوانے پر اور ساتھیوں کو اسے پڑھوانے پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ اس کے مخصوص حصوں کا ترجمہ کر کے نشر کرواتے تھے۔ اپنے آخری دنوں میں جب وہ سب سے کٹ کر ایک جگہ دشمن کے محاصرہ میں گھرے ہوئے تھے، ایسے وقت میں بھی ان کے پاس مصحف شریف کے علاوہ کتاب 'فرسان' کا نسخہ اور ایک وائیس ریکارڈر تھا تو وہ ریکارڈ کر کے فرسان کا اردو ترجمہ محفوظ کرتے رہتے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے علمائے کرام اور عربی سے واقف افراد کو بھی یہ کتاب ہدیہ میں بھجوایا کرتے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ معاصر جہادی تحریک، اس کی شخصیات اور اس کے بنیادی نظریات صحیح طریقے پر سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ تمام مجاہدین کے لیے ضروری ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی

شہادت کے بعد آپ کے قریبی رفیق اور خالہ زاد بھائی برادر ریحان عفان شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صوتی فائلوں سے سن کر اس کتاب کے کئی ابواب کے اردو ترجمہ کو مرتب کیا۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو بہترین طریقے سے اس کتاب کے دیگر زبانوں میں ترجمے اور نشر وطباعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا اکابر علمائے جہاد سے استفادہ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا حکمت وبصیرت کا سفر صرف شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی صحبت تک محدود نہیں رہا۔ اس سے قبل آپ کا عظیم مزکّی و مربّی قائدِ جہاد شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ کی طویل صحبت اور رفاقت اور ان کے زیرِ سایہ تربیت سے گزرنے کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ قدرت نے اس نایاب ہیرے میں علمِ دین اور تزکیہ و احسان میں مزید ترقی کے لیے ایک اور بندوبست کیا۔ امت کے دو عظیم علمائے ربّانی، حکمت وعرفان میں اللہ کی نشانیاں، صاحبانِ عزم واستقامت، بقیۃ السلف شیخ عطیہ اللہ لیبی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو یحیی لیبی رحمۃ اللہ علیہ کی طویل صحبت اور ان سے استفادہ کا موقع بھی اللہ تعالیٰ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو فراہم کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں عالمانِ کرام کے براہ راست مامور بھی رہے، ان کے رفیق و ہمسفر بھی رہے، ان کے شاگرد بھی رہے، ان کے مشیر بھی رہے، ان کے دوست بھی تھے اور سب سے بڑھ کر ان کے صحبت یافتہ رہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سفر و حضر میں، جنگ و امن میں، غموں اور خوشیوں میں، مجلسوں اور دروس میں، خندقوں اور غاروں میں، شوریٰ کے اجلاسوں میں اور خصوصی ملاقاتوں میں، عسکری و سیاسی اہم فیصلوں میں ان مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ شریک رہے۔ یہ حضرات فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان سے والہانہ محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ فاروق بھائی کی جبلت میں تلاشِ حق کا مادہ تھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقی نام "سلمان" تھا اور یہ انکے والدین نے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے رکھا تھا۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خاصیت تھی کہ ان کو تلاشِ حق کی جستجو نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پلایا اور جب تک انہوں نے حق کو پا نہیں لیا اس وقت تک وہ تڑپتے رہے۔ شاید اس نام کی برکت سے یہی صفت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میں بھی پائی جاتی تھی۔ جب ان کے ذہن میں کوئی مسئلہ پھنس جاتا تو جب تک اسے حل نہیں کر لیتے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے۔ کسی مسئلہ میں اشتباہ میں پڑتے تو جب تک علماء سے پوچھ پوچھ کر اس مسئلہ میں صحیح رائے تک نہیں پہنچتے اس وقت تک ان کی بے چینی ختم نہ ہوتی۔ وہ ایک ایک دینی مسئلے، چاہے وہ عقائد سے متعلق ہو یا معاصر جہاد سے متعلق کوئی نکتہ ہو، یا حکمتِ عملی کا کوئی پہلو ہو، امراء و علماء سے باریک سے باریک نکتہ کی وضاحت طلب کرتے اور پھر مکمل قلبی اطمینان کے ساتھ اس پر عمل کرتے۔ یہاں تک کہ بعض ساتھیوں

نے ان سے یہ تک کہا کہ آپ کیوں ہر نکتہ کو حل کرنا ضروری سمجھتے ہیں بلکہ آپ کو چاہیے کہ بہت سے معاملات کو بس ایک حقیقت سمجھ کر یا یہ خیال کر کے کہ دنیا میں ایسے ہوتا ہی رہتا ہے بس آگے بڑھ جایا کریں۔ لیکن فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کا خوف ایسا کرنے سے روک دیتا تھا۔ ان کی سوچ انہیں اس طرف لے جاتی کہ ایسا نہ ہو کہ ایسا کرنے سے اللہ ناراض ہو، لہذا وہ علماء سے پوچھ کر اپنی الجھن حل کرواتے۔ ان کے اس مزاج کو سمجھنے والے ہر شخص کے لیے یہ سمجھنا آسان ہے کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں مشائخ کرام سے اپنی طویل صحبت میں کتنے تفصیل سے دین کے مختلف علوم میں راہنمائی لی ہو گی، یہاں تک کہ ایسے لگتا تھا کہ وہ ان دونوں مشائخ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ خود شیخ عطیۃ اللہ نے اپنے ایک خط میں اس بات کا اعتراف کیا کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بظاہر باریک نظر آنے والے مسائل بھی پوچھے ہیں۔ اس لیے یہ دعویٰ کرنا بے جا نہ ہو گا کہ ان دونوں ربانی علماء سے مجاہدین میں شاید ہی کوئی ہو کہ جس نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر استفادہ کیا ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض عرب ساتھیوں کا ان علماء حضرات رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت زیادہ وقت گزرا ہو لیکن فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی علمِ دین کی محبت، اور تلاشِ حق میں ان کی جستجو کی وجہ سے مشکل ہے کہ کسی نے عود و عنبر سے زیادہ مہک والی اس صحبت سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ کے ان پر ہونے والے انعامات میں سے ایک تھا اور ان کے علم و عمل میں اس برکت پر، رشک کرنے والوں کو رشک کرنا بھی چاہیے۔ کیونکہ علمِ دین حاصل کرنے والے اور پھیلانے والے پر رشک کرنا بھی چاہیے، مگر یہاں بھی شیطان نے، جو کہ خون کے ساتھ ساتھ دوڑتا ہے، اپنا کام کر دکھایا اور کئی افراد کے اندر اس رشکِ محمود کو حسدِ مذموم میں بدل ڈالا اور صاف نظر آتا تھا کہ عرب و عجم کی بہت سی شخصیات فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صفاتِ حمیدہ، اعلیٰ صلاحیتوں اور علمائے جہاد کی صحبت و قربت اور ان کے آپ پر اعتماد کی وجہ سے آپ سے شدید حسد کا تعلق رکھتے تھے اور آپ کو زک پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

یہاں عالمی جہاد کے ان دو معماروں کا اجمالی تعارف پیش کرنا مفید معلوم ہوتا ہے۔ شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ، شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن حفظہ اللہ کے بعد شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنے سے معاصر عالمی جہاد کے بڑے اکابرین کا تذکرہ کافی حد تک مکمل ہو پائے گا۔

شیخ عطیۃ اللہ اور شیخ ابو یحییٰ رحمۃ اللہ علیہما

روس کے جہاد کے وقت یہ دونوں حضرات مہاجر ہو کر افغانستان آئے۔ میادینِ جہاد میں دادِ شجاعت دینے کے بعد مجاہدین کی قیادت نے فیصلہ کیا کہ ان کے تقویٰ، سمجھداری، حوصلہ و اخلاق اور دیگر صفاتِ حمیدہ کی وجہ سے ان میں علومِ دینیہ میں رسوخ پیدا کرنے کے لیے افریقہ کے صحراؤں میں قائم قدیم طرز کے حلقاتِ علمیہ سے استفادہ کے لیے بھیجا جائے۔ ان صحراؤں کے علمی حلقات بلادِ عربیہ میں غالباً وہ واحد مقام ہیں کہ جہاں پر ابھی تک علومِ شرعیہ ریاستی جبر اور حکومتی دباؤ سے کافی حد تک آزاد ہیں اور تعلیم کے نصاب و نظام میں صلیبی آلہ کار حکومتوں کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسلاف کے زمانے کی طرح صحراؤں میں علماء و مشائخ کے دروازوں پر جا کر طلبہ شرعی کتابیں پڑھتے ہیں۔ افریقہ کے صحراء کی تپتی دھوپ اور فقر و غربت والے معاشرہ میں ریت پر بیٹھ کر اور بھوک کی وجہ سے عملاً پیٹ پر پتھر باندھ کر حصولِ علم کی ریاضت جہاں علمِ دین کی محبت و عشق دل میں بٹھاتی ہے، وہیں پر تقویٰ و احسان اور تواضع کے اخلاقِ حسنہ میں بھی رسوخ پیدا کرتی ہے۔ دوسری طرف عربی زبان میں بلاغت کی یہ حالت کہ شنقیط کے صحراء کے بارے میں مشہور ہے کہ گھروں میں خواتین بھی باہمی گفتگو شاعری کے انداز میں کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں کے طلبہ کا محیر العقل حافظہ کی صلاحیت بھی معروف ہے۔ طلبہ اپنے شیوخ سے اس وقت تک سند نہیں لے پاتے جب تک کتابوں کے متون کو مکمل حفظ نہ کر لیں۔

شنقیط کے صحراؤں ہی میں اپنے علمی سفر کو طے کرنے والے ایک اور عالمِ دین اور تنظیم القاعدہ کے شرعی شعبہ کے رکن اور ہمارے استادِ محترم، شیخ سالم طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ [1] نے ہمیں بتایا کہ اگر آپ صحراء میں پڑھنے والے طلباء کو دیکھیں

---

[1] لیبیا کے تاریخی شہر طرابلس کے عالمِ دین شیخ سالم طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ تنظیم القاعدہ کی علماء کی کمیٹی کے ایک اہم رکن تھے۔ آپ نے رسمی علوم صحرائے شنقیط میں موریطانیہ کے مالکی علماء سے حاصل کیے۔ اس کے بعد عالمِ عرب اور حجاز کے دیگر اکابر علماء سے بھی استفادہ کیا۔ افغانستان پر امریکی حملے کے بعد جہادِ افغانستان میں شرکت کے لیے ہجرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و فراست میں بہت گہرائی سے نوازا تھا۔ آپ مذہباً مالکی تھے مگر فقہِ حنفی سے ان کو بے حد لگاؤ تھا۔ کہتے تھے کہ اگر میں مالکی نہ ہوتا تو یقیناً حنفی ہوتا۔ آپ فرماتے تھے کہ خلافتِ عباسیہ اور عثمانیہ کے زمانوں میں فقہِ حنفی کے مطابق اور اندلس کی خلافتِ اسلامیہ میں فقہِ مالکی کے مطابق بالعموم اسلامی شرعی نظام نافذ رہا ہے۔ اس لیے انہی دونوں فقہی مذاہب میں جہاد، صلح، سیاست شرعیہ اور اسلامی نظام کے بارے میں تفصیلی احکامات پائے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کے بعض اکابر دیوبندی علماء سے اجازتِ حدیث کی سند بھی حاصل کی۔ آپ اہلِ غلو اور مسلکی منافرت پھیلانے والوں کے سخت دشمن تھے۔ تکفیری مزاج والے حضرات پر اکثر برہم رہتے اور مجاہدین کو عدل کی راہ پر گامزن رکھنے کی کوششیں کرتے رہتے۔ اللہ نے راقمِ حروف کو یہ سعادت بخشی کہ سن ۲۰۰۹ء میں شیخ سالم رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ الجہاد کا ایک تفصیلی دورہ کیا۔ ۲۰۰۹ء میں جب ابھی

گے تو آپ ان کو مجنون خیال کریں گے۔ کہتے کہ ہم شنقیط میں صبح سے لے کر رات تک حفظ میں ایسے مشغول رہتے کہ دیکھنے والا ہمیں مجنون سمجھے۔ بھوک کی وجہ سے پیٹ کمر سے چپک جاتا تھا لیکن طلبہ اپنے جنونِ حفظ سے اپنی بھوک مٹاتے تھے۔ فقہ مالکیہ کے ابیات کو یاد کرنا فارغ اوقات کا اہم مشغلہ ہوتا تھا۔ شیخ سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ دنیا میں ابھی صرف موریطانیہ کے صحراؤں اور ہندوپاک میں اسلاف کا طریقہ تعلیم اور مغربی اثرات سے محفوظ مدارس کا نظام موجود ہے۔ جہاں محض کتاب ہی کی تعلیم پر اکتفاء نہیں کیا جاتا بلکہ استاد و مرشد کی صحبت میں ایک تو علم کو سینہ بہ سینہ منتقل کیا جاتا ہے اور دوسرا طالبِ علم کے تزکیہِ نفس اور اخلاق کی تربیت بھی کی جاتی ہے۔ جبکہ باقی عالمِ اسلام میں بالعموم دینی تعلیم یونیورسٹیوں کی ڈگریوں تک ہی محدود ہوتی جارہی ہے، جہاں یونیورسٹیوں میں اساتذہ کے چناؤ کے کام سے لے کر نصابِ

داعش کے فتنے کی کوئی سن گن بھی نہ تھی، اسی وقت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں خبردار کیا کہ عراق میں موجود بعض مجاہدین کے غلو پر مبنی افکار، تکفیری رجحانات، مسلکی تعصبات وغیرہ، ایک وقت آئے گا کہ جہاد کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائیں گے اور پورے عالم میں فساد مچائیں گے۔ چنانچہ آپ مجاہدین کو مسلمانوں کی تکفیر کے مسئلے میں الجھنے سے باز رکھنے کی نصیحت کرتے۔ اس دورے کا ایک لطیفہ یاد آتا ہے کہ ایک متشدد مزاج والے ساتھی نے شیخ سے بریلویوں کا حکم پوچھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تجاہلِ عارفانہ کے ساتھ جواب دیا کہ "یہ طبقہ برصغیر میں پایا جاتا ہے اور عرب میں نہیں ہے اور چونکہ برصغیر کے طبقۂ علماء کے حقیقی نمائندے علمائے دیوبند ہیں، اس لیے بریلیوں کے بارے میں علمائے دیوبند کی جو رائے ہے وہی ہماری بھی رائے ہے"۔ اس پر مذکورہ بھائی نے سیخ پا ہو کر کہا کہ علماء دیوبند تو بریلویوں کو کافر نہیں کہتے اور شیخ صاحب! لگتا ہے کہ آپ بریلویوں کے عقائد و اعمال کی کفریات و شرکیات سے واقف نہیں ہیں"۔ اس پر شیخ سالم رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آگئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "بریلویوں کا مسئلہ تو علمائے دیوبند سے پوچھو! مگر جہاں تک جہالت میں ڈوبے عوام کا تعلق ہے تو ہمارے لیبیا کے بعض دیہاتوں میں لوگ جمعہ کے دن جمعے کی نماز کی جگہ کسی مزار کے گرد طواف کر لیا کرتے تھے۔ مگر ہمارے مالکی علماء نے ان لوگوں کو بھی ان کے جہالت کے عذر کی وجہ سے مشرک کافر نہیں قرار دیا۔ اور اہلِ سنت کے علماء کا ہر جگہ یہی مزاج ہے کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر میں جلدی نہیں کرتے، ان کو عذر دیتے ہیں اور مسلمانوں کے کسی طبقے پر حکم لگانے میں تعمیم (یعنی سب پر ایک ہی حکم لگانا) نہیں کرتے بلکہ تفصیل کرتے ہیں"۔

مجاہدین کو غلو سے بچانا اور علمائے امت سے جوڑنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہر وقت کا مشن ہوتا۔ وزیرستان کے مقامی مدارس میں جاتے اور علماء سے راہنمائی لے کر فقہ حنفی کی کتابیں اور فتاویٰ خرید کر ان کا مطالعہ فرماتے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ اپنی آخری ملاقات میں مجھے بڑے فخر سے بتایا کہ میرے پاس فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب 'ہدایہ' کی بے مثال شرح 'فتح القدیر' کتابی شکل میں موجود ہے اور میں اس سے استفادہ کرتا ہوں۔ مالدیپ سے تعلق رکھنے والے ایک طالبِ علم مجاہد بھائی نے ان سے عالمِ عرب میں جا کر علمِ دین حاصل کرنے کے بارے میں مشورہ مانگا تو آپ نے خطۂ برصغیر کے علماء دیوبند سے استفادے کا مشورہ دیا۔ پھر اس کے اصرار پر شنقیط کے صحراء کے مالکی علماء کے طریقہ تدریس کی بھی بہت تعریف فرمائی۔ علمائے کرام کی راہنمائی میں جہاد کرنے، شرعی مسائل میں خود اجتہادی اور تکفیر کے مسائل میں دلچسپی کے مزاج سے ہمیں روکنے کی نصیحتیں کرتے ہوئے شیخ سالم رحمۃ اللہ علیہ سہ پہر کے وقت ہم سے رخصت ہوئے اور اسی شام کو میر علی کے علاقے میں پاکستانی فوج کے تعاون سے ہونے والے ایک امریکی ڈرون حملے میں اپنی جان نچھاور کر گئے۔ یہ سن ۲۰۱۱ء کے موسمِ گرما کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ان عالمِ ربانی سے راضی ہو جائے اور جنت الفردوس میں آپ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔

تعلیم کی تیاری تک کا کام بالعموم ایسے افراد کی قیادت کے نیچے کیا جاتا ہے، جن کی تعلیمی سند کا شجرہ فرنگی مستشرقین سے جا ملتا ہے۔ اس طرح بعض اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ یونیورسٹیوں میں علومِ شرعیہ کا کوئی استاد، نہ ہی ظاہر میں دین پر عامل ہوتا ہے اور نہ ہی باطن میں دین کی عظمت کا قائل۔ ایسے میں یونیورسٹی کا کوئی طالبِ علم اپنے داخلی جذبہ اور ذاتی صالحیت وصلاحیت یا کسی اور ذریعے و منبع سے جڑنے کی وجہ سے دین میں پختگی و درستگی رکھتا ہو، تو اس کی صلاحیتوں کے نکھرنے کے مواقع یونیورسٹیوں میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ لیکن عمومی فضا ایسی نہیں ہوتی کہ جس کی وجہ سے ایسے علماء تیار ہو پائیں کہ جن کی دراصل دین کو اور معاشرے کو ضرورت ہے اور جو دین کے وراثتِ نبوی کے حقیقی وارث کہلائے جا سکیں۔ شیخ سالم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق صحرائے افریقہ کے علماء کا اصل تخصص بلاغت کے بعد فقہ میں کمال ہوتا ہے، جو کہ قرآن و سنت کی مراد سمجھنے کا آلہ ہوتا ہے۔ تقویٰ و صالحیت کے ساتھ اگر فقہ میں پختگی ہو تو جدید معاصر مسائل کو سمجھنے اور اس میں درست راہنمائی دینے میں خاطر خواہ فائدہ ہوتا ہے۔

الغرض ان دونوں علماء کو اللہ تعالیٰ نے موریطانیہ میں علمِ دین سے سیرابی کا موقع دیا۔ آپ دونوں میں تقویٰ، اخلاص، تواضع، ادب، فقہ وحدیث، حکمت و عرفان، حفظ وبلاغت، خطابت و کتابت میں صلاحیتوں میں نکھار آیا اور ان خوبیوں کے ذریعے سے آئندہ چل کر اللہ نے پورے عالم کے مجاہدین کی راہنمائی کا کام لیا۔ موریطانیہ سے فراغت کے بعد شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سوڈان تشریف لائے۔ ۱۹۹۵ء میں پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر الجزائر کے جہاد کی قیادت کے نام شیخ کے پیغامات لے کر گئے، جن کے ذریعے وہاں پر پیدا ہوئے فکری و عملی بگاڑ کی اصلاح کی کوشش کی گئی تھی۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور جہادِ الجزائر

سن ۱۹۸۹ء میں الجزائر میں نفاذِ شریعت کا مطالبہ لیے ایک ملک گیر تحریک کھڑی ہوئی۔ اس تحریک کے قائدین بالخصوص شیخ علی بلحاج نے نفاذِ شریعت کا نعرہ بلند کیا اور اس نعرے کو لے کر ایک ملک گیر تحریک شروع کی۔ آپ کی جذبات سے بھری تقریروں نے مسلمانانِ الجزائر کے دلوں میں دین کی محبت ایسی بٹھا دی کہ وہ ہر قیمت پر نفاذِ دین کے ارادہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت پورے ملک میں بلدیاتی انتخابات ہونے تھے اور الجزائر میں رائج قانون کے مطابق جو جماعت بلدیاتی انتخابات میں ملک میں جیتتی، لازماً ملکی انتخابات میں بھی اسی کی حکومت بنتی۔ شیخ بلحاج نے اپنے بعض رفقاء کا مشورہ مانتے ہوئے انتخابات میں حصہ لینے کا اس لیے فیصلہ کیا کہ چونکہ پورے ملک میں فضا ایسی ہے کہ

اگر انتخابات کے ذریعہ سے دینی طبقہ کامیاب ہو گیا تو نفاذِ دین سے کوئی چیز مانع نہیں ہو سکے گی۔ ۱۹۹۰ء میں بلدیاتی انتخابات ہوئے جس میں پورے ملک میں شیخ بلحاج کی جماعت الجبهة الإسلامية للإنقاذ نے ۷۰ فیصد سے زائد نشستیں حاصل کیں۔ اس کے بعد ۱۹۹۱ء میں پارلیمانی انتخابات کے پہلے مرحلہ میں بھی اس جماعت نے واضح اکثریت حاصل کی۔ اب حکومت بنانے کے آخری مرحلہ پر جماعت کی کامیابی لازمی تھی۔ ایسے میں ۱۹۹۲ء میں فرانس کے اشارے پر ان کی الجزائر میں آلہ کار ریاستی فوج حرکت میں آئی، ملک میں ایمر جنسی کا نفاذ کر کے مارشل لاء لگایا، انتخابات ملتوی کیے اور جماعت پر پابندی لگا دی۔ جماعت کے سینکڑوں کارکنوں کو شہید کیا اور ۴۰ ہزار سے زائد جماعت کے کارکنوں کو بشمول جماعت کی مرکزی قیادت کے، افریقہ کے صحرائے کبریٰ میں قید کر دیا گیا۔ شیخ بلحاج بھی گرفتار ہوئے اور تقریباً تیرہ سال سے زیادہ عرصہ جیل میں ہی گزارا۔ فوج نے صلیبیوں کے ایماء پر نفاذِ دین کی اس تحریک کو جبر و ستم سے کچل دیا اور بظاہر یہ جماعت پابندی کا شکار ہو کر ختم ہو گئی۔

اس سارے عمل نے عوام پر فوج کا ظالم و جابر اور مغربی آلہ کار ہونا ثابت کر دیا اور تیزی کے ساتھ فوجی حکومت کے خلاف مسلح جہاد کی دعوت پھیلنا شروع ہو گئی۔ دوسری طرف مسلمانوں پر یہ بھی واضح ہو گیا کہ جمہوری راستوں سے اسلام لانے کے دعوے محض ایک سراب ہیں۔ غم و غصہ سے بھری ہوئی عوام نے جوق در جوق پہاڑوں، صحراؤں، اور جنگلوں کا رخ کیا۔ اور وہاں سے منظم گوریلا تحریک شروع کر کے فوج اور اس کی حکومت کے خلاف حملے شروع کر ڈالے۔ جہاد تیزی سے پھیل رہا تھا۔ قبیلہ کے قبیلہ مجاہدین کے حامی و انصار بن رہے تھے۔ فوج میں سے وہ حضرات کہ جن میں جذبہ ایمانی موجود تھا فوج چھوڑ چھوڑ کر مجاہدین کے ساتھ شامل ہونا شروع ہو گئے۔

الجزائر میں جہاد تیز ہوا تو وہاں کے مجاہدین نے آپس میں اتحاد کر کے ”الجماعة الإسلامية المسلحة“ نامی جماعت کا قیام کیا۔ جہاد چونکہ ظلم و جبر کے خلاف اچانک شروع ہوا تھا تو اس لیے جذبہ، علم و فہم پر غالب تھا۔ مگر پھر بھی صالح قیادت، افغان جہاد کے سابقہ مجاہدین اور علماء اس جمِ غفیر کو صحیح سمت میں چلائے رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی دوران حکومت نے ایک منصوبہ بندی کے تحت قیادت کو پے در پے حملے کر کے شہید کیا۔ ۱۹۹۴ء میں جماعت کے اس وقت کے امیر 'ابو عبداللہ احمد' کی حکومتی فورسز کے ساتھ ایک جھڑپ میں شہادت کے بعد قیادت 'جمال زیتونی' نامی شخص کے پاس آئی۔ یہ شخص عسکری صلاحیت میں تو مہارت رکھتا تھا مگر علم و فہم میں کورا تھا اور محض جوشِ انتقام ہی اس کے فیصلوں کا اصل محرک ہوتا تھا۔ یہ نیا امیر 'جمال زیتونی' اور اس کے بعد کا امیر 'عنتر زوابری' مسلمانوں کے سفاک

قاتل ثابت ہوا۔ یہ اور اس کے مصاحبوں نے پچھلے امراء کی پالیسیاں تبدیل کر کے فوج کا ساتھ دینے کے الزام پر یا محض مجاہدین کا ساتھ نہ دینے کے جرم پر عام عوام کو مارنا شروع کر دیا۔ ان جاہلوں نے جہاد کرنے کا ایک نیا فلسفہ پیش کیا، جس کے مطابق حکومتی اہل کاروں کے خلاف جنگ سے زیادہ شدید جنگ ان عوام کے خلاف کرنی چاہیے جو کہ مجاہدین کا ساتھ نہیں دیتے، یا مجاہدین کو اپنے علاقوں سے دشمن پر حملہ نہیں کرنے دیتے۔ الغرض عام مسلمان چکی کے دو پاٹوں کے بیچ پسنے لگے۔ ایک طرف ظالم، دین دشمن فوج اور دوسری طرف دین کے نام پر جاہل وحشی لوگ۔ مسلمانوں کے ممالک کی صلیبی غلام افواج تو سارے عالم میں اپنے کفر و دین بیزاری اور ظلم و ستم میں یکساں شہرت رکھتی ہیں، اور ویسا ہی کرتی ہیں جیسا کہ ان کے مغربی آقاؤں کی ہدایات ہوتی ہیں۔ مگر حیرت تو اِن مظلوموں پر تھی کہ جن کے جوشِ انتقام نے ان کے لیے اپنوں اور غیروں کا فرق ختم کر دیا تھا۔ ان جاہلوں نے مردوں، عورتوں اور بچوں تک کو نہیں بخشا۔ بعض اطلاعات کے مطابق، جب مجاہدین کے حملوں میں جیلیں ٹوٹیں تو قید سے رہائی کے بہانے بہت سے حکومتی اہلکار مجاہدین سے آملے اور مجاہدین کے نام پر عام عوام کے خلاف سفاکانہ کارروائیاں کرتے رہے۔ یہ خفیہ اہلکار ابتداء میں فوج کے خلاف اپنی دشمنی اور شدت دکھا کر مجاہدین میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرتے اور بعد میں مجاہدین کو عوام کے خلاف حملوں کے منصوبے اور خاکے بنا کر دیتے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس جماعت نے اپنے سے باہر کے دیگر مجاہدین کے خلاف بھی قتل و اغواء کے جرائم کرنا شروع کر دیے۔

جہاد کے نام پر اس جاہلانہ طرزِ عمل کے شروع ہونے کے بعد نظریاتی اور تجربہ کار مجاہدین نے جو افغانستان میں جہادِ روس کے دور میں شرکت کر چکے تھے اور بعض دیگر علماء نے ان حضرات کو نصیحت کرنے کا کام شروع کیا۔ مگر وہ تو ایسے سنگ دل ثابت ہوئے کہ سب سے زیادہ ان ناصحین ہی کے دشمن بن گئے۔ جس نے انہیں ان برے افعال پر ٹوکا اس کی بھی تکفیر کرنا شروع کر دی اور خوارج کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے ہر مخالف کے کافر ہونے کا فتویٰ دینے لگے۔ پھر ان علماء و صلحاء کو دھوکہ و غدر سے قتل کرنا شروع کیا۔ الغرض جو اپنی مخالفت میں نظر آیا پہلے اس کو کافر قرار دیا اور پھر اس کے جان و مال اور عزت کو پامال کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ان کا نظریہ بنتا گیا کہ جو ہمارے ساتھ نہیں ہے وہ حکومت کے ساتھ ہے اور چونکہ حکومت کفر کی راہ پر ہے اس لیے ایسا شخص بھی کافر ہے اور اس سے ہماری جنگ ہے۔ پھر جو ان کے امیر کے فیصلوں کو تسلیم نہ کرے اس کو بھی مختلف الزامات لگا کر خارج از دین بنا دیتے اور اسی طرح جب کسی کو کافر کہتے تو اس کے بعد اس کی بیوی بچوں کے قتل و ہتکِ عزت کے بھی جواز پیش کر دیتے۔

بالآخر خوارج کے طریقے پر چلنے والا یہ گروہ آپس میں لڑائی کا شکار ہو کر اور مخلص مجاہدین کے ان سے نکل کر انہی کے خلاف جمع ہونے سے آہستہ آہستہ کمزور ہونا شروع ہوا اور پھر ۲۰۰۲ء میں سفاک 'عنتر زوابری' کی ہلاکت سے مکمل تحلیل ہوا۔

شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے ۱۹۹۵ء میں الجزائر کی طرف بھجوایا تو اس وقت وہاں پر 'جمال زیتونی' کے اقتدار سنبھالنے کے بعد، تحریک جہاد میں خرابیاں پیدا ہونے کی خبریں آنا شروع ہوئیں اور یہ نظر آرہا تھا کہ اس جماعت کے افکار و نظریات اہلِ سنت والجماعت کے منہج سے منحرف ہو رہے ہیں۔

شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے الجزائر پہنچ کر حتی الامکان اصلاح کی کوششیں کیں۔ انہیں سمجھایا کہ عوام کا قتلِ عام ظلم ہے جس کی شریعت کسی حال میں اجازت نہیں دیتی اور یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ ہماری مخالفت کرنے سے ہر شخص کافر ہو جائے۔ لیکن وہ تو طاقت کے نشے میں دُھت اوباشوں کا گروہ بن چکا تھا۔ انہوں نے شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں بھیجی گئی شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتوں کا جواب ٹھٹھا مذاق اور غیر سنجیدگی سے دیا۔ عنتر زوابری کو جب شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتوں پر مبنی خط تھمایا تو اس نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ یہ لوگ (ہمیں نصیحت کرنے والے) قلم کے ماہر ہیں، یہ جہاد کیا جانیں؟

الغرض شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے کچھ اور لیبیائی ساتھیوں کے ساتھ ان کی اصلاح میں مصروف ہوئے مگر جلد ہی اس گمراہ ٹولے کو احساس ہوا کہ اس طرح تو ان کے نظریات کی جڑیں کٹ جائیں گی اور اگر ان علماء نے ہمارے افعال کو غیر شرعی کہنا جاری رکھا تو ہمارا نچلا کارکن ہم سے کٹ جائے گا۔ پس انہوں نے شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا فیصلہ کیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو قید کر دیا گیا مگر اللہ نے شیخ کے لیے ان ظالموں کی قید سے رہائی کا موقع فراہم کیا جبکہ ان کے بعض دوسرے ساتھی قید میں ان ظالموں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ رجعون۔

الجزائر کے تلخ تجربے نے شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فہم میں بڑی گہرائی پیدا کر دی۔ آپ کو خرابی کے ان تمام دروازوں کا ادراک حاصل ہو گیا کہ جو کسی بھی جہادی تحریک کو منہج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا سکتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسے علمی مغالطوں کو بھانپنے کے ماہر بن گئے کہ جن میں پڑ کر کوئی شخص صراطِ مستقیم سے پھسلنا شروع کر دیتا ہے۔ الغرض الجزائر کے تجربے نے شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کو مجاہدین کے تربیت و اصلاح کے عمل کا اپنے زمانے کا منفرد عالم بنا دیا۔

مجاہدین کے مصلح و راہنما

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ ظالموں کے چنگل سے آزاد ہو کر دوبارہ سے سرزمینِ افغانستان پہنچے۔ اب یہاں امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ امارتِ اسلامیہ کا زمانہ تھا اور شریعت کی بہاریں تھیں۔ سرزمینِ افغانستان، ساری دنیا سے آئے ہوئے، اپنے دین کو بچانے اور دین کو غالب کرنے کے لیے جمع ہوئے، مہاجرین کا مسکن تھا۔ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں پر امرائے جہاد کے زیرِ سرپرستی مجاہدین اور ان کے بچوں کی تربیت سونپی گئی۔ افغانستان پر وحشیانہ امریکی حملہ کے بعد شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی باقی مہاجرین کے ساتھ ہمسایہ ممالک کی طرف نکلے، جہاں پر ایک طویل عرصے تک روپوشی کی زندگی میں انٹرنیٹ کے ذریعے سے دنیا بھر کے مجاہدین کی راہنمائی کا کام کرنے لگے۔ شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ مربی بھی تھے اور داعی بھی۔ پھر وہ ان تمام دروازوں سے بھی واقف تھے کہ جن کے ذریعے غلو و انحراف کسی بھی تحریک میں داخل ہو سکتا ہے۔ ان کی نظر اس معاملہ میں بہت باریک و دور بین تھی۔ افغانستان اور عراق پر امریکی حملے اور ظلم و ستم کے اس نئے دور نے کئی نئے جہادی میدانوں کو سجا دیا۔ افغانستان کے بعد عراق میں بھی ایک بڑی جہادی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی۔ فلسطین میں انتفاضہ کی تحریک میں تیزی آئی، الجزائر میں موجود مخلص مجاہدین نے نئی صف بندی کر کے اور منحرفین کا صفایا کر کے اپنے جہاد کو منظم کیا، جزیرۃ العرب اور بالخصوص قبائلِ یمن میں جہاد کی روشنی پھیلنا شروع ہو گئی۔ ایسے میں شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام میادینِ جہاد کے رہبر و مربی بن گئے۔ آپ تنظیمی وابستگی سے ماوراء ہر ایک مجاہد کی اصلاح کرتے، اور سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جہاد، سیاستِ شرعیہ اور جہادی عمل کے دوران میں مفسدے اور مصلحتوں کے مسائل سمجھاتے۔

افراط و تفریط سے روکنے والے

شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ جہاں پر اعتدال سے ہٹی ہوئی شدت پسندی کو جہاد کے لیے ایک مہلک بیماری سمجھتے تھے، وہیں کفار کے آگے جھکنے والوں اور دین کو دنیا کی قلیل متاع کی خاطر بیچنے والوں کی برائی بھی بیان کرتے تھے۔ شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ مجاہدین کے لیے اس معاشرے کو سمجھنے کی اہمیت بھی بیان کرتے کہ جس معاشرے میں وہ جہاد کر رہے ہوتے۔ وہ مجاہدین کی قیادت کو سمجھاتے کہ جہاد و دعوت میں اہم ترین مسئلہ کی طرف دعوت دی جائے اور اسی پر جمع ہوا جائے۔ جبکہ فروعی اختلافات کو ہوا دینے سے روکا جائے۔ شیخ بار بار بعض مجاہدین کے اس رویہ کی اصلاح فرماتے تھے کہ مجاہدین فقط اپنے آپ ہی کو امتِ مسلمہ نہ سمجھیں، بلکہ اپنے آپ کو امت کا ایک حصہ سمجھیں اور اپنے سے باہر کی امت پر شفیق اور

رحیم رہیں۔ پھر معاشرے کے ایسے حساس معاملات کہ جن کی حقیقت عوام المسلمین کو سمجھانا... ایک ایسے زمانے میں جہاں ایک طرف کفار کا ہر سو غلبہ ہے اور صدیوں کی غلامی کے اثرات مسلم معاشرے میں جاگزین ہو چکے ہیں اور دوسری طرف میڈیا اور تمام ابلاغی وسائل پر بھی کفار اور ان کے حامیوں کا قبضہ ہے، ایسے مشکل حالات میں ایسے مسائل کو عام عوام کو سمجھانا بہت مشکل ہے، ہم مجاہدین کو ان مسائل میں الجھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قول: حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَفْهَمُونَ أَوْ يَعْرِفُونَ [1] یعنی: "لوگوں کو اس طریقے سے بیان کیا کرو کہ جس سے وہ سمجھ سکیں" کے اصول پر عمل کرکے اپنی دعوت کو آگے بڑھانا چاہیے۔

جہادِ عراق کی راہنمائی

عراق پر امریکی حملہ کے بعد جب وہاں پر نئی تحریکِ جہاد کھڑی ہوئی تو اس میں بعض امور میں شدت کے اثرات شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر قائدینِ جہاد شروع سے ہی بھانپ گئے۔ اسی لیے محسنِ امت شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو عراق کے مجاہدین کی راہنمائی کے لیے مقرر کیا۔ عراق میں اسد الاسلام شیخ ابو مصعب زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مجاہدین کا اجتماع ہونے لگا۔ شیخ زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ، قیامِ افغانستان کے وقت سے قریبی دوست تھے۔ بلکہ شیخ زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ تو شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کی وجہ سے ان کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدینِ عراق کی بعض غلطیوں، خصوصاً عوامی مقامات پر دھماکوں میں قتلِ مسلم کے مسئلے پر تساہل اور عراقی قبائل اور علماء کے مسئلے میں سختی کرنے پر عراقی مجاہدین اور ان کی قیادت کو نصیحتیں کیں اور ان اعمال کے سخت عواقب پر تنبیہ کی۔ اپنے ایک مقالے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ اور عراق کے مجاہدین کو انتہائی شفقت اور محبت سے تین اہم نصیحتیں کیں۔ پہلی قتل کے مسئلہ میں احتیاط اور جنگ کا دائرہ محض جنگ میں شریک دشمنوں تک محدود کرنے کی نصیحت تھی۔ دوسری نصیحت میں قیدیوں کو ذبح کرنے اور پھر ان کی ویڈیوز نشر کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ جبکہ تیسرے نکتے میں عراقی مجاہدین کو قیدیوں کی آزادی کے بدلے میں ایسے مطالبات پیش کرنے کی نصیحت کی تھی کہ جو مطالبات دشمن کے لیے عملاً تسلیم کرنا ممکن بھی ہوں۔ اس طرح اپنے دیگر خطوط اور مقالات میں آپ عراقی مجاہدین کو

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح

مسلسل شریعت کی اتباع اور جہادی مصلحتوں کا خیال رکھنے کی نصیحتیں کرتے رہے۔ یہ ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۶ء کے درمیانی عرصے کی بات ہے۔

بعض جذباتی اور ناواقف نوجوانوں نے اس پر شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف میڈیا میں غلط زبان کا استعمال کیا اور ان کی نصیحتوں کو مجاہدینِ عراق اور شیر اسلام ابو مصعب زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی گردان کر شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہا۔ اس پر شیخ زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ تواضع کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا ایک بیان نشر کیا جس میں مجاہدین پر شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی اور جہادی مقام واضح کر کے انہیں شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف زبان درازی سے منع کیا۔ شیخ زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کا عنوان تھا: دعوا عطية الله، فإنه أعلم بما يقول کہ "شیخ عطیہ کے بارے میں بات نہ کرو، وہ جو کہ رہے ہیں، اسے بہتر جانتے ہیں"۔ اس بیان کے اقتباس نقل کرنے سے جہاں قارئین پر شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی اور جہادی مقام واضح ہو گا، وہیں پر شیخ زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ اخلاق اور اعلی تواضع بھی سامنے آئیں گے۔ شیخ زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیان میں شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا:

"ابتداء میں یہ بات بیان کرنا مناسب ہو گا کہ مجاہدین یہ جان لیں کہ... اور اللہ جانتا ہے کہ میں یہ بات تواضع کی وجہ سے نہیں کر رہا بلکہ یہ ایک واقعی حقیقت ہے... کہ بھائی عطیۃ اللہ آپ کے اس چھوٹے بھائی کے بڑے بھائی ہیں اور وہ ایک عالم شیخ ہیں اور میں ایسا نہیں ہوں۔ میں تو فقط عام مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں اور اس دین کے لشکروں کا ایک سپاہی ہوں۔ میری غلطیاں اور خطائیں میری اچھائیوں سے زیادہ ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اپنے ساتھ ملاقات تک مجھے دین سے چمٹائے رکھے اور اچھائی پر میرا خاتمہ فرمائے۔ کتنا فرق ہے! ایک ایسے شخص میں کہ جس نے اپنی زندگی لہو و عبث میں ضائع کی ہو اور اس شخص میں کہ جس کی مسیں بھی جہاد ہی کی سرزمین میں بھیگی ہوں۔ یہ جو میں نے بات کہی ہے وہ اگلی بات کی تمہید ہے؛ اور وہ بات یہ ہے کہ مجاہدین جان لیں کہ ہمارے بڑے بھائی شیخ عطیۃ اللہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کو کئی جہادی میدانوں میں شرکت کا تجربہ حاصل ہے، جس کی وجہ سے ان میں... نحسبه كذلك والله حسيبه ولا نزكي على الله احدا... گہرا مشاہدہ، پختہ تجربہ اور کاموں کے نتائج کے حوالے سے گہری نظر موجود ہے۔ چنانچہ وہ اس مقام کے اہل ہیں کہ وہ مجاہدین کو درپیش مسائل کے حوالے سے اپنے نظریات کا اظہار کریں [1]"

[1] خطاب الشيخ أبي مصعب الزرقاوي رحمه الله المعنون بـ: «دعوا عطية الله فهو أعلم بما يقول»، وهو خطابه السادس والعشرين

خراسان کی امارت

وزیرستان میں مجاہدین کے جمع ہونے کے بعد شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی وزیرستان کی طرف منتقل ہو گئے۔ یہاں پر شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے پہل افغانستان و وزیرستان میں شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ کے نائب اور پھر شیخ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی امریکی ڈرون حملے میں شہادت کے بعد تنظیم القاعدہ میں شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے نائبِ ثانی بن گئے۔ فلسطین، الجزائر، عراق، یمن، پاکستان سمیت تمام دنیا کے مجاہدین میں شیخ عطیۃ اللہ کی شخصیت سب سے نمایاں تھی۔ تمام عالم کے مجاہدین آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی رسوخ کے معترف تھے، اپنے پیچیدہ شرعی مسائل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ کے فیصلوں پر اعتماد کرتے تھے۔ جہادی مسئولیت کے زمانے سے پہلے اور اس کے دوران آپ نے مختلف بیانات، خطوط، مقالے، بلاگز، کتابچوں وغیرہ کے ذریعے دین و جہاد کی دعوت کے ساتھ ساتھ جہادی منہج کی اصلاح اور اس کو نبوی مزاج کے مطابق ڈھالنے اور اخطاء کی تصحیح میں بے مثال کردار ادا کیا۔ میری رائے میں شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مجاہدین کے عقائد، اخلاق اور اعمال کو نبوی سیرت اور شرعی سیاست کے مطابق ڈھالنے میں اہم ترین کردار شیخ عطیہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ پر خاص طور پر یہ بہت بڑا احسان تھا کہ اس نے انہیں شیخ عطیہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں ایک عالمِ ربانی، صاحبِ حکمت و دانش، فہمِ عمیق اور دین و دنیا کی مصلحتوں کو سمجھنے اور سمجھانے والا ہر دل عزیز رفیق، مشاور اور نائب عطا فرمایا۔ معاصر جہادی فکر اور خاصتاً تنظیم القاعدہ کے منہج اور طریقہ کار اور سوچ و فکر کو مرتب کر کے پیش کرنے کا اعزاز بھی شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سر باندھا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے شیخ عطیۃ اللہ کے تفصیلی انٹرویز اور کتابچے انتہائی مہم ہیں[1]۔

جہادِ پاکستان کے مصلح

سن ۲۰۰۱ء میں جب امریکہ نے افغانستان پر وحشیانہ حملہ کیا تو شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی دیگر مہاجرین کے طرح افغانستان کے ہمسایہ ممالک کی طرف منتقل ہو گئے۔ بعد ازاں جب عراق میں جہادی عمل منظم ہوا تو شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] مثلاً حسبہ فورم کو دیا گیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سینکڑوں صفحات پر مشتمل تفصیلی انٹرویو، کتاب انفذ علی رسلک اور خوارج کے رد پر کتابچہ جؤاب سؤال وغیرہ۔ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تحریرات اور اقوال "الأعمال الكاملة" کے نام سے موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) کی شکل میں جمع ہو کر نشر ہو چکے ہیں جن کا مطالعہ جہادی فکر و منہج کے فہم کے لیے بہت مفید ہے۔

شیخ عطیۃ رحمۃ اللہ علیہ کو عراق کے جہاد کی راہنمائی کے لیے عراق کی طرف روانہ کیا۔ شیخ عطیۃ رحمۃ اللہ علیہ سفری مشکلات کی وجہ سے عراق میں داخل تو نہ ہو پائے مگر قریب سے جا کر حالات کا مشاہدہ کرتے رہے اور عراقی مجاہدین کی راہنمائی اور اصلاح کا فریضہ اپنے خطوط اور تحاریر کے ذریعے کرتے رہے۔ پھر جب سرزمینِ قبائل اور بالخصوص قبائلِ وزیرستان نے مرکزِ ہجرت و جہاد کی حیثیت اختیار کر لی تو شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کو قبائل کی طرف منتقل ہو کر وہاں پر موجود تنظیم کے عمومی مسئول شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کی ذمہ داری سونپ دی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ایک طرف افغانستان میں صلیبیوں سے تاریخِ اسلام کا اہم ترین معرکہ رواں تھا اور تنظیم القاعدہ کے دستے اپنے افغانی بھائیوں کے شانہ بشانہ اپنے جسموں سے بارود کو باندھ کر امریکیوں کے پرخچے اڑا رہے تھے، تو دوسری طرف لال مسجد کے سانحۂ عظیم اور قبائل پر پاکستانی افواج کے وحشیانہ آپریشن در آپریشن کے بعد پاکستان کی امریکی غلام فوج اور حکومت کے خلاف بھی مجاہدین سرگرمِ عمل تھے۔ تنظیم القاعدہ کے ساتھی جہاں افغانستان میں صلیبیوں سے معرکے میں شریک تھے تو وہیں پر پاکستان کے محاذ پر اپنے قبائلی اور دیگر پاکستانی بھائیوں کے شانہ بشانہ دفاعی جہاد میں مصروف تھے۔ ایسے میں شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک عالمِ دین اور مربیِ جہاد کی حیثیت کے ساتھ پاکستانی مجاہدین اور بالخصوص قبائلی مجاہدین کے ساتھ ملاقاتیں کرتے، ان کی راہنمائی کرتے اور مفید مشوروں سے نوازتے۔ خود راقمِ حروف سے بھی شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی ملاقات ۲۰۰۸ء کے موسمِ سرما میں اس وقت ہوئی جب وہ وانا جنوبی وزیرستان میں احمد زئی وزیر قبائل کے مجاہدین کی طرف سے دیے گئے ایک عشائیہ میں شرکت کے لیے شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔

چونکہ پاکستان میں باقاعدہ جہادی عمل فوج کے ظلم و ستم کے ردِ عمل میں شروع کیا گیا تھا، اس لیے یہ ایک دفاعی جہاد تھا جس کا آغاز منظم اور پہلے سے طے شدہ طریقے پر نہ ہو پایا۔ جس کو جہاں بھی موقع ملا امریکی غلام خائن پاکستانی فوج و حکومت پر ضرب لگانے میں مشغول ہو گیا۔ ایسے میں ناتجربہ کاری، علمِ دین میں ناپختگی، سیاستِ شرعیہ کے علم سے ناواقفیت اور بعض مفسدین کی سازشوں کی وجہ سے بعض بڑی خرابیاں پاکستانی مجاہدین کے ہاتھوں واقع ہوئیں۔ یہ تقریباً اس زمانے کی بات ہے کہ جب ایک طرف شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ امریکی ڈرون حملے میں شہادت کے مقام کو پا چکے تھے تو دوسری طرف قبائل کے عظیم رہبر جہاد امیر بیت اللہ محسود رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک اور امریکی ڈرون حملے میں اپنی جان جانِ آفریں کو سپرد کر چکے تھے۔ اس موقع پر شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فریضے کو بھانپا اور پاکستانی اور قبائلی مجاہدین کی اصلاح کرنے، ان میں باہمی صلح کروانے، غیر شرعی حرکات سے روکنے اور مسلمانوں کے خون اور مال کے معاملے میں احتیاط

برتنے کی نصیحتیں کرنا شروع کیں۔ اس دوران قبائلی مجاہدین کی اکثر قیادتوں سے آپ کی تفصیلی نشستیں ہوئیں اور آپ نے محبت اور حکمت کے ساتھ غیر شرعی اور غیر مفید و نقصان دہ عسکری کاموں سے روکنے کی کوشش کی۔ آپ اپنے مشاہدے کے مطابق الجزائر کے جہاد میں در آنے والی خرابیوں کی نشاندہی کرتے اور پاکستانی مجاہدین کو ایسی تمام حرکات سے روکنے کے لیے کوشاں رہتے جو کہ جہادی عمل کو ڈبو دیتی ہیں۔ پھر جب ملک کے کئی علاقوں میں عوامی مقامات، مساجد، مزاروں، جنازہ گاہوں، بازاروں، جلسوں، کھیل کے میدانوں، اور جامعات تک میں عام عوام کو مجاہدین سے منسوب لوگوں نے نشانہ بنایا تو جہاد فی سبیل اللہ میں بگاڑ کی اس دراڑ کو درست کرنے کے لیے آپ نے واضح طور پر اور دو ٹوک الفاظ میں پاکستانی مجاہدین کو شرعی معاملات میں اصلاح کرنے، اپنی جماعت کے باہر کے مجاہدین سے نرم رویہ رکھنے، عام مسلمانوں کے خون میں ہاتھ نہ رنگنے اور مسلمانوں کے اموال کو مختلف بہانوں سے نہ ہتھیانے کی نصیحت کی اور بصورتِ دیگر سخت اقدامات اٹھانے کی انتباہ بھی کی۔ عوامی مقامات پر دھماکوں میں عام مسلمانوں کے قتل پر آپ بہت دکھی اور غمگین تھے اور اسی سے روکنے کی خاطر آپ نے خونِ مسلم کی حرمت کی وضاحت کرنے اور مسلمانوں کے قتل پر خوشیاں منانے کی برائی بیان کرنے کے لیے اپنا ایک تفصیلی فتویٰ بھی نشر کیا۔

اپنے شرعی فہم اور جہادی تجربے کی وجہ سے مسلمان کے قتل کے حوالے سے شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ بے حد حساس تھے اور اس مسئلہ کو دین و دنیا کی تباہی کا پیش خیمہ سمجھتے تھے۔ پاکستان میں پے در پے ہونے والے بازاروں، کھیل کے میدانوں، مزاروں اور مساجد پر ہونے والے خونی حملوں پر آپ بے حد غمگین اور افسردہ تھے اور اپنا یہ فرض سمجھتے تھے کہ وہ ان حملوں سے مکمل بیزاری اور برأت کا اعلان کریں اور مجاہدین کو ایسے حملوں سے روکیں۔

۲۰۱۱ء کے اسی زمانے میں جب آپ پاکستان میں جہادی کارروائیوں کے دوران مسلمانوں کے خون کے گرنے پر پریشان تھے اور اس کو روکنے کے لیے کوشاں تھے ایک عجیب واقعہ ہوا کہ جس کے بیان سے شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور تنظیم القاعدہ کی قیادت کی عام مسلمانوں کے خون کے بارے میں احتیاط اور جہادی منہج کو کجی سے بچانے کی تڑپ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ہوا یوں کہ شیخ عطیہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک وزیرستانی انصار ڈرائیور کے ساتھ شمالی وزیرستان کے مشہور علاقے دتہ خیل کے قریب اپنے ایک قریبی رفیق اور معاون شیخ ابراہیم المغربی حفظہ اللہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ امریکیوں کی مطلوب ترین افراد کی فہرست میں تھے۔ تنظیم القاعدہ کے قائد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ بھی اعزاز حاصل تھا کہ خوست میں امریکی سی آئی اے کے اکابر مجرموں پر کیے گئے ڈاکٹر ابو دجانہ رحمۃ اللہ علیہ کے فدائی

حملے کے حقیقی منصوبہ ساز آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔ الغرض جیسے ہی شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی شیخ ابراہیم المغربی حفظہ اللہ کے گھر کے باہر رکی اور شیخ نے گاڑی سے قدم باہر نکالا تو خسیس و بزدل امریکیوں نے ڈرون میزائیل سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی کو نشانہ بنایا۔ شیخ کی گاڑی تباہ ہوئی اور آپ کا انصار ڈرائیور شہید ہو گیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ لپک کر گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ مہمان خانے میں داخل ہوتے ہی آپ نے شیخ ابراہیم حفظہ اللہ کو کہا کہ کیمرہ لاؤ اور میری ریکارڈنگ شروع کرو۔ اور پھر آپ نے اپنا مشہور بیان ریکارڈ کروانا شروع کیا جس میں پاکستان میں بسنے والے عام مسلمانوں کے خون بہانے سے اپنی اور اپنی تنظیم کی برأت کا اظہار کیا اور پاکستانی مجاہدین اور بالخصوص فدائی مجاہدین کو مسلمانوں کے خون کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کی۔ یہ بیان آپ ایسے وقت میں ریکارڈ کر رہے تھے جب کہ آپ کی گاڑی ڈرون حملے میں تباہ ہو چکی تھی، ہمراہی ساتھی شہید ہو چکا تھا، ڈرون میزائیل برسا رہا تھا اور آپ کو یقین تھا کہ اگلا میزائیل آپ کے اوپر آ لگے گا۔ مگر ایسے نازک موقع پر اپنے زندگی کے آخری لمحے کا گمان کر کے شہادتِ حق کے فریضہ کو انجام دینے کے لیے آپ نے یہ بیان ریکارڈ کروایا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ جنون سوار تھا کہ اس دنیا سے جانے سے قبل حق کو واضح کر جائیں اور اپنے مجاہدین بھائیوں کو فساد سے بچانے کے لیے اپنی آخری کوشش بھی کر جائیں۔ اس واقعہ کو ذہن میں رکھ کر اگر کوئی شیخ کی مذکورہ ویڈیو کو دیکھے تو اسے شیخ کی اس موقع پر خاص ایمانی کیفیات اور ان خاص لمحات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ وہی بیان تھا کہ جس میں شیخ نے اپنا یہ الہامی جملہ بولا کہ جسے دنیا کے تمام مجاہدین کو اپنے لائحہ عمل میں نمایاں جگہ پر نوشتہ کرنا چاہیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"یہاں موقع تفصیل کا نہیں بلکہ بیان کا مقصد تذکیر و تاکید ہے اور اپنے موقف کی کامل وضاحت ہے۔ اس معاملے میں نصوصِ شرعیہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ایک مسلمان جان کی قدر و قیمت اور اس کے خون کی حرمت پہچاننے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہی کافی ہے:

لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ[1]	ساری دنیا کی تباہی اللہ کے نزدیک اس بات سے ہلکی ہے کہ کسی ایک مسلمان کو قتل کر دیا جائے۔

[1] سنن الترمذی

پس چاہے ہمارا وجود فنا ہو جائے... ہماری تنظیمیں اور جماعتیں مٹ جائیں... اور چاہے ہمارے سب منصوبے خاک میں مل جائیں... مگر ہمارے ہاتھوں سے ناحق کسی مسلمان کا خون نہ بہنے پائے۔ بے شک یہ نہایت واضح اور قطعی مسئلہ ہے۔"[1]

الغرض شیخ عطیہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے جہادی رمزی نام "محمود" کی طرح محمود تھے۔ ہر دل عزیز، ایک ایسی شخصیت کہ جس کی ایک جھلک دیکھ کر یا ایک ملاقات کر کے اس کی محبت دل میں جاگزیں ہو جائے۔ آپ کی نصیحت ہر زندہ دل پر اثر ڈالتی اور آپ کی تلقین کتنے ہی لوگوں کے لیے راہنمائی کا کام کرتی۔ مذکورہ ڈرون حملے میں اللہ کی نصرت و حفاظت آپ کے شاملِ حال رہی اور کچھ دیر بعد مقامی انصاروں نے آپ کو محفوظ مقام کی طرف منتقل کر دیا۔ آپ نے اپنی انتظامی اور اصلاحی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ بالآخر کچھ عرصے بعد سن ۲۰۱۱ء ہی میں پاکستانی خائن فوج کے تعاون سے ہونے والے ایک ڈرون حملے میں اسلاف کی یہ انمول نشانی سرزمینِ افریقہ کا عالمِ ربانی امتِ مسلمہ کے لیے اللہ کا نادر "عطیہ" اپنے چودہ سالہ بیٹے عِصام کے ہمراہ اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر گیا۔ اللہ ان نفوسِ قدسیہ سے راضی ہو جائے اور انبیاء و صدیقین کے ساتھ ان کا حشر فرمائے اور آپ کے قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے، آمین۔

یہاں یہ لطیف نکتہ بھی بیان کرتا چلوں کہ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں 'محمود الحسن' کا رمزی نام استعمال کرنا شروع کیا۔ مجھے علم نہ ہو سکا کہ یہ محض ایک اتفاق تھا یا ارادتاً شیخ عطیۃ اللہ نے شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے نام کو اپنی کنیت کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا۔ البتہ شیخ عطیۃ رحمۃ اللہ علیہ کے علماء دیوبند سے محبت کا تعلق ہونے کی وجہ سے یہ کچھ بعید نہیں کہ آپ نے یہ نام امامِ جہاد شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہی کی نسبت سے اختیار کیا ہو گا۔ یہ نام اپنی شہادت تک آپ اپنے خطوط اور روزمرہ کے تعامل میں استعمال کرتے رہے۔ یہ امر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمائے امت سے محبت اور احترام کے جذبے کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

صاحب القلم والسیف الشیخ الفقیہ ابو یحیی حسن قائد اللیبی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خراسان میں تنظیم القاعدہ کی قیادت شیخ ابو یحیی لیبی رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالی۔ شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ بھی شیخ عطیۃ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح روس جہاد کے آخری زمانے میں ہجرت کر کے افغانستان آئے۔ روس کی شکست اور اس کے

[1] شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ویڈیو بیان تعظیم حرمۃ دماء المسلمین جس کا اردو ترجمہ "خونِ مسلم کی عظمت" کے عنوان سے کیا گیا ہے، میں سے اقتباس۔

بعد کی خانہ جنگی کی صورتِ حال سے الگ ہو کر علمِ دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ علمِ دین کے حصول کے لیے موریطانیہ کا سفر کیا اور دو سال وہاں کے مشائخ سے استفادہ فرمایا۔ حصولِ علم ہی کے لیے بعد میں سوڈان اور پھر پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں سے آپ نے ۱۹۹۹ء میں وفاق المدارس سے سندِ فراغت حاصل کی۔ بعد میں دوبارہ امارتِ اسلامیہ کے زمانے میں افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ ۱۱ ستمبر کے بعد کراچی کی طرف منتقل ہو گئے اور وہاں مختلف مدارس میں تدریس کرنے لگے۔ اس عرصے میں بعض کبار پاکستانی علماء سے آپ کو استفادہ کا موقع بھی ملا، جن میں حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرِ فہرست ہے۔ وہاں کراچی ہی سے میر جعفر و میر صادق کے جانشین آئی ایس آئی کے گماشتوں نے آپ کو گرفتار کیا اور چند ڈالروں کے عوض اپنے امریکی آقاؤں کو بیچ ڈالا۔ افغانستان میں آپ نے بدنامِ زمانہ امریکی قید خانے 'بگرام جیل' میں قید و بند کی زندگی گزاری۔ وہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کے تین رفقاء کے ہاتھوں پر ایک عظیم کرامت ظاہر کی۔ بگرام جیل کا قید خانہ کہ جہاں امریکیوں کی طرف سے زمینی، برقیاتی اور فضائی، ہر قسم کی حفاظتی تدابیر اختیار کی گئی تھیں، اللہ تعالیٰ نے یہ قید خانہ آپ کے لیے توڑ ڈالا۔ زندان کے دروازے کھل گئے اور آپ اپنے تینوں رفقاء کے ساتھ جیل سے فرار ہوئے۔ پھر بگرام سے نکل کر افغانستان کے کئی صوبوں کو پار کر کے اپنے ساتھیوں کے پاس ۲۰۰۵ء میں وزیرستان پہنچے۔ اپنے پرانے رفیق اور لیبیا کے عظیم قائدِ جہاد شیخ ابو اللیث قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں سفرِ جہاد کو آگے بڑھایا۔ کچھ عرصے بعد ہی جب شیخ ابو اللیث القاسمی[1] رحمۃ اللہ علیہ نے عالمی جہاد کے قائد شیخ اسامہ

---

[1] شیخ ابو اللیث القاسمی لیبی رحمۃ اللہ علیہ عرب مجاہدین کے ان قائدین میں سے تھے کہ جنہوں نے ۸۰ء کی دہائی میں روس کے خلاف جہاد میں شرکت کے لیے افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ روس کی شکست کے بعد لیبیا میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے لیبیا کی جہادی جماعت ''الجماعۃ الاسلامیۃ المقاتلۃ'' میں شامل ہو کر دین دشمن ملحدانہ افکار کے حامل معمر قذافی کی فاسد حکومت کے خلاف جہاد میں شریک ہو گئے۔ بعد ازاں سرزمین حجاز کی طرف منتقل ہوئے اور آلِ سعود کے زندانوں میں مقید رہے۔ قید سے نکلنے کا موقع ملتے ہی امارتِ اسلامی کے زمانے میں افغانستان ہجرت کر گئے۔ آپ مجاہدین کے کہنہ مشق استاد اور عسکری قائد تھے۔ سقوطِ امارتِ اسلامیہ کے فوراً بعد ہی شمالی وزیرستان کو بنیاد بنا کر آپ نے صلیبیوں کے خلاف جہاد کو منظم کرنا شروع کیا۔ خاص طور پر افغانستان کے صوبوں خوست، پکتیکا، پکتیا کے ابتدائی جہادی عمل کو قائم کرنے میں آپ اور آپ کے ساتھیوں کا بنیادی کردار تھا۔ ساتھ ساتھ آپ نے سینکڑوں کی تعداد میں عرب و عجم کے مجاہدین کو عسکری دورات کروائے اور باقاعدہ امریکیوں کے خلاف جنگوں میں شرکت کروائی۔ معاصر افغان جہاد میں مائن و بارود کی تربیت، فدائی حملوں کی ترتیبات اور شہری اور پہاڑی جنگوں کی تربیتوں میں بھی آپ کا بنیادی کردار رہا ہے۔ آپ کی خصوصی توجہ افغان مجاہدین پر ہوتی اور آپ سے تربیت یافتہ کئی افغان مجاہدین نے امارتِ اسلامیہ کی صفوں میں شامل ہو کر امریکیوں کے خلاف منظم جہادی اعمال کی قیادت کی۔ ۲۰۰۷ء میں آپ کی منصوبہ بندی اور قیادت میں مجاہدین نے بگرام کے ہوائی اڈہ کو اس وقت نشانہ بنایا جب کہ امریکی نائب صدر 'ڈک چینی' بگرام اڈے کے دورے پر تھا۔ اس کے علاوہ بھی افغانستان میں صلیبیوں پر ہونے والے کئی اہم ابتدائی معرکوں کے آپ قائد رہے۔ گو کہ ابتداء سے ہی آپ اپنے جہادی اعمال کو ایمانی اخوت

بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی باقاعدہ بیعت کرلی تو یوں شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ بھی باقاعدہ لشکرِ اسامہ میں شامل ہوئے۔ شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ تنظیم القاعدہ کی علماء کی کمیٹی کے ابتداءً رکن اور پھر بعد میں ذمہ دار مقرر ہوئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دروس اور دورات کے ذریعے سینکڑوں مجاہدین کی تربیت فرمائی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے متفرق جہادی مسائل پر تحقیقی مقالے اور کتابچے بھی لکھے جن میں پاکستانی فوج کے خلاف قتال کی شرعی حیثیت کے بارے میں کتابچہ حد السنان في قتال حكومة وجيش باكستان لکھا، جو کہ "شمشیرِ بے نیام" کے نام سے پاکستانی مجاہدین میں کافی مقبول ہوا۔ اس کے علاوہ مزید بھی فقہ الجہاد کے کئی اہم احکامات پر مشتمل مضامین و فتاوی تحریر کیے۔ فقہ اور اصولِ فقہ پر آپ کو خصوصی دسترس حاصل تھی۔

شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کو حنفی فقہ پر بھی کافی دسترس حاصل تھی اور احناف کے علماء سے بھی آپ کی خصوصی قربت رہی۔ اس حوالے سے بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت متاثر تھے۔ وہ کہتے تھے کہ شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ حنفی سے واقفیت ہونے کی وجہ سے ہمیں بہت سے شرعی مسائل کو ان سے سمجھنے میں بہت سہولت ہوتی ہے۔

شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ ایک شعلہ بیان مقرر اور خطیب بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی گفتگو میں ایک عجیب تاثیر ڈالی تھی۔ جہادی میڈیا پر آپ کے بیانات اور خطبات نے کتنے ہی دلوں میں جذبہ جہاد انڈیلا اور جہاد اور شہادت کے شوق کی آگ لگائی۔ شیخ کا طرزِ بیان اتنا موثر تھا کہ ایک دفعہ ایک فرد نے مجھ سے کہا کہ جو شیخ کو نہیں جانتا تھا اور نہ ہی عربی زبان سے واقف تھا کہ، "ان صاحب کی جب ویڈیو دیکھتا ہوں تو سمجھ نہ آنے کے باوجود دل میں جذبِ جہاد زندہ ہو جاتا ہے اور اس شخص کے اخلاص کا یقین ہو جاتا ہے"۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ جب خراسان میں تنظیم کے امیر بنے تو شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا نائب مقرر کیا۔ پھر شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ خراسان میں القاعدہ کے مسئول بنے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے جب القاعدہ کی قیادت سنبھالی تو شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ ان کے نائب مقرر ہوئے۔

اور اعتمادِ باہمی کی بنیاد پر تنظیم القاعدہ کے اکابرین کے مشوروں اور تعاون سے ہی سرانجام دیتے تھے۔ مگر اپنے قریبی رفیق عالمِ ربانی شیخ ابو یحیی لیبی رحمۃ اللہ علیہ کی بگرام جیل سے رہائی کے بعد سن ۲۰۰۷ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی باقاعدہ بیعت کر کے عالمی تحریکِ جہاد میں شامل ہوگئے۔ سن ۲۰۰۸ء میں میر علی، شمالی وزیرستان کے مقام پر پاکستانی فوج کی خیانتوں کے نتیجے میں ہونے والے ایک امریکی ڈرون حملے میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے، آمین۔

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے قبائل میں مجاہدین کی تربیت اور اصلاح میں بڑا کردار ادا کیا۔ جس زمانے میں تنظیم کی قیادت پر وزیرستان میں پے در پے حملے شروع ہوئے، ان حالات میں بھی یہ دونوں مشائخ رحمۃ اللہ علیہما، قبائلی مجاہدین کی اصلاح اور نصیحت کے لیے حفاظتی احتیاطوں کو نظر انداز کرکے، ملاقاتوں کے لیے نکل پڑتے اور اپنا کردار ادا کرتے۔ شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنی دعوتی و علمی شخصیت کی بدولت پورے عالم کے مجاہدین کے لیے مرجع کی شکل اختیار کرتے جارہے تھے، امریکیوں کے لیے ایک بڑا ہدف ٹھہرے۔ آپ پر یکے بعد دیگرے کئی ڈرون حملے ہوئے جن میں اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھتے رہے۔ بالآخر جون ۲۰۱۲ء میں ایک ڈرون حملے میں آپ بھی اپنی مراد پاگئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور اعلی علیّین میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

اکابر علمائے جہاد سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے تحصیلِ علم کا طریقہ

تذکرہ تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا چل رہا تھا۔ اس کے درمیان اتنی تفصیل سے ان علماء و مشائخِ جہاد کا تذکرہ کرنے کا مقصد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت، ان کا نظریہ اور ان کے مشائخ، اساتذہ اور مرشدوں کا تعارف تھا۔ کسی شخصیت کی سیرت واضح کرنے کے لیے اس کے استادوں اور مربیوں کا تذکرہ ایک لازمی فعل ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر ان دونوں شخصیات شیخ عطیۃ اور شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہما کا بڑا اثر تھا۔ ان کی صحبت اور رفاقت نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو نکھار ڈالا۔ ویسے تو فاروق بھائی میں علمِ دین کی تڑپ تو پہلے ہی موجود تھی۔ مگر ان دونوں ہستیوں کی قربت نے ان کے علمِ دین میں رسوخ کو کافی بڑھا دیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گرد و پیش میں جتنے بھی مسائل دیکھتے یا سنتے خواہ وہ انہیں پیش آئے ہوتے، یا مجاہدین میں سے کسی اور کو ان مسائل سے واسطہ پڑا ہوتا، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان مسائل کو نوٹ کرلیتے اور پھر تفصیلی ملاقاتوں میں ان مسائل کے شرعی حل کے لیے ان شیخین رحمۃ اللہ علیہما سے استفادہ کرتے۔ آپ باریک باریک اور عام نظر آنے والے مسائل میں بھی ان حضرات سے استفادہ کرتے اور باقاعدہ یہ مسائل ان سے سمجھتے اور پڑھتے۔ فاروق بھائی نے رسمی علوم تو جامعہ اسلامیہ اسلام آباد سے حاصل کیے۔ جامعہ اسلامیہ میں علومِ شریعہ کی سند میں آپ نے پوری جامعہ میں اوّل پوزیشن لی۔ ''بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی'' جو کہ آج محض ایک جدید یونیورسٹی کی شکل اختیار کرگئی ہے کہ جہاں علمِ دین کے حصول کا مقصد بالعموم محض ڈگری کے حصول اور ملازمتوں کے دروازوں تک پہنچنا رہ گیا ہے، جہاں اب عموماً علومِ دین کے ایسے استاد بھی دیکھنے و سننے میں آتے ہیں کہ جو کہ خود بھی دین کی حقانیت کے خاطر خواہ قائل معلوم نہیں ہوتے اور کفار اور ان کے افکار و تہذیب سے مرعوبیت ان میں جھلکتی ہے۔ لیکن فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے جس زمانے میں

جامعہ میں تعلیم حاصل کی، اس وقت جامعہ کے اساتذہ میں کثیر تعداد عرب و عجم کے صالح و متقی علمائے کرام کی ہی رہی تھی۔

جامعہ اسلامیہ کے دور کے بعد ویسے تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی سفر چلتا ہی رہا مگر اس میں دوبارہ ایک تسلسل اور نظم ان دونوں مشائخِ عرب کی قربت کے بعد حاصل ہوا۔ میدانِ جہاد و قتال خود بھی ایک جامعہ و مدرسہ کی شکل رکھتا ہے جہاں پر اگر علمائے ربانی کی موجودگی ہو تو روزمرہ کی جہادی زندگی میں شرعی راہنمائی اور جہادی فقہی احکامات کو جاننے کی اتنی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے کہ علم کے شیدائی خود بخود علمائے جہاد کے گرد جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا تو ایک خصوصی پہلو ہی علمِ دین سے محبت بلکہ عشق تھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مشائخ کی صحبت اور شاگردی میں علمِ دین کی منازل مزید کیسے طے کیں، اس کو کچھ نکات میں واضح کرتے ہیں:

1. مختلف مجلسوں کے اندر ان مشائخ کے کئی دروس میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو شریک ہونے کا موقع ملا۔ ان دروس میں عقائد، فقہ سے لے کر تزکیہ اور سلوک کے موضوعات شامل ہوتے تھے۔ ان میں سے بعض دروس تو خود فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر ہوتے بلکہ وہ خود ان میں ترجمان بھی ہوتے اور بعض عمومی مجاہدین کے لیے ہونے والے دروس میں بھی شریک ہونے کا آپ کو موقع ملا۔
2. فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف ہی ان مشائخ کے ساتھ ایک طالبِ علم کی حیثیت سے ہوا۔ اس لیے پہلی ملاقات ہی کے ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی راہنمائی میں مطالعہ شروع کیا۔ وہ ان شیوخ سے پوچھ پوچھ کر کتابوں سے پڑھنا شروع کرتے۔ ان کتابوں کی اہمیت اور خلاصے کو ان مشائخ سے براہ راست سمجھتے۔ پھر خود ہی مطالعہ شروع کرتے اور ان کتابوں میں مشکل مقامات کو نوٹ کر لیتے اور پھر اگلی ملاقاتوں میں ان مشکل مقامات کے حل کے لیے ان حضرات سے استفادہ کرتے۔ اس طرح فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان اکابرین کی سرپرستی میں اپنا علمی سفر طے کرتے رہے۔
3. فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا اپنے ذہن میں آنے والے خیالات، اپنے مطالعہ کے پیچیدہ اور مشکل موضوعات، جہاد میں پیش آنے والے واقعات، الغرض ہر اہم مسئلہ کو اپنی ڈائری میں نوٹ کرتے اور پھر جب

ملاقات ہوتی تو ان مشائخ سے شریعت کی روشنی میں ان مسائل کو سمجھتے اور اپنے ذہن میں آنے والے ہر اشکال کو ان پر پیش کر کے اس کو حل کرواتے۔

4. جہادی مشوروں اور شوراؤں کے دوران بھی ان عظیم ہستیوں سے جہاد کے مختلف ابواب کو سمجھنے، مصلحت اور مفسدے کے مسائل کو سمجھنے، سیاستِ شرعیہ کی حدود اور اس کی اہمیت کو سمجھنے کے وافر مواقع اللہ تعالیٰ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو مہیا کیے۔

5. مشائخ جہاد سے ملنے والی نعمتوں میں سب سے قیمتی چیز کہ جو کہ بقولِ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، علمِ دین کا مغز ہے اور اس کے بغیر علمِ دین کے فوائد کا حصول مشکل ہے، تزکیہ اور سلوک ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مشائخ کی صحبت میں سلوک کی کئی منزلیں طے کیں۔ شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ، شیخ مصطفی ابوالیزید رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ ان عظیم مشائخ میں سے تھے کہ جن کی محفلیں اصلاحِ قلوب کی اکسیر ہوتی تھیں۔ پھر خود یہ مشائخ ایسا نمونہ تھے کہ ان کی صحبت میں جس کو چند گھڑیاں نصیب ہو جائیں، وہ اس نمونے کے مطابق ڈھلنا شروع ہو جاتا تھا۔ تقویٰ، اخلاص، انابت الی اللہ، توکل، محبت، عاجزی و تواضع، مسلمان سے حسنِ ظن اور غیبت سے بچنا، کثرتِ تلاوت و نوافل، حسد اور حبِ جاہ سے دوری، مسلمان سے خیر کے جذبات، ریا اور دکھلاوے سے بچنا، اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لینا... الغرض ان تمام مسائل کی اصلاح ان مشائخ کا چلتا پھرتا عمل اور پاکیزہ زندگی ہوتی تھی۔ جس میں کبھی وہ اپنے عمل سے اور کبھی نصیحت سے اور کبھی اپنے دروس سے اثر ڈالتے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو ان معطر صحبتوں سے استفادہ کا ایک طویل اور بابرکت وقت ملا اور یقیناً آپ اپنے ان اکابر علماء کے بہترین اور قابلِ اعتماد ترین شاگرد تھے۔ جس کی گواہی آپ کے عظیم استادوں نے خود بھی پیش کی۔

سمجھدار، مہذب، باہمت اور منتظم شخصیت

کسی شخصیت کے بارے میں اس کے استادوں اور اکابرین کی رائے بہت ہی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ بالخصوص اگر کسی کے بارے میں شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا متبحر عالمِ دین اور تجربہ کار و زیرک جہادی راہنما تعریفی کلمات کہے تو اس سے اس شخصیت کے مقام کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ شیخ عطیۃ رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف جہاں صائب الرائے شخصیت مشہور تھے،

دوسری طرف شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ راست اور نائب بھی تھے۔ شیخ عطیۃ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریکات و شخصیات کو پرکھنے اور ان کی اصلاح اور خرابیوں کی نشاندہی میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے ایک خط میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو کلمات تحریر کیے وہ ناواقف حضرات کے لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ یہ خط شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے امریکیوں کے ہاتھ چڑھا اور اسے بعد میں امریکیوں نے نشر کر ڈالا۔ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس خط میں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

وهناك أخ باكستاني اسمه أحمد فاروق . مسئول السحاب أوردو . وهو رجل فاضل ويعرف العربية بشكل جيد وصاحب إدارة وعقل وثقافة وهمة, ولعلنا ندخله معنا في الشورى هذه المرة.

"ہمارے ہاں ایک پاکستانی بھائی ہیں "احمد فاروق" نامی جو کہ السحاب اردو کے مسئول ہیں۔ وہ ایک فاضل انسان ہیں، عربی زبان کو اچھی طرح جانتے ہیں اور ایک سمجھدار، مہذب، باہمت اور منتظم شخص ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس دفعہ ہم انہیں اپنی شوریٰ میں شامل کر لیں"۔

جہادی مسائل کو سمجھنے کے لیے احمد فاروق کی طرف رجوع کرو!

شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرف ایک دفعہ راقم الحروف نے کچھ ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے حالاتِ حاضرہ، مجاہدین کی حکمتِ عملی اور بالخصوص جہادِ پاکستان کے حوالے سے تنظیم القاعدہ کے مؤقف کو سمجھنے کے لیے ایک سوالنامہ بھیجا۔ یہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت سے کچھ عرصہ قبل کی بات ہے۔ شیخ عطیۃ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوالنامہ کا جواب قسطوں میں دینے کا وعدہ کیا اور پھر خطوط اور آڈیو پیغامات کے ذریعے سے ان سوالات کے جوابات دینا شروع کیے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اُس وقت امریکیوں کے خصوصی ہدف تھے اور ان کے شبہ پر امریکی کئی ڈرون حملے کر چکے تھے، اس لیے ان کی نقل و حرکت مکمل بند تھی اور محض خطوط و رسائل کے ذریعے عام ساتھیوں سے رابطے میں تھے۔ ایسے میں باقی باتوں کے ساتھ ساتھ شیخ عطیۃ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے... شخصی طور پر... جہادی مسائل کو سمجھنے کے لیے جو مشورے دیے، ان میں پہلا مشورہ کچھ یوں تھا:

الأول : أدلّك أنت شخصياً على شيءٍ مفيدٍ جداً، ولكن لابد أن تقبله بصدرٍ رحبٍ، وهو أن تجلس مع الأخ أحمد فاروق (سراقة) فإنه من أكثر الإخوة الباكستانيين الذي جلوساً معنا

"پہلی بات: میں آپ کو ذاتی طور پر ایک بہت مفید بات بتاتا ہوں، لیکن ضروری ہے کہ آپ اسے کھلے دل سے قبول کریں، وہ یہ کہ آپ بھائی احمد فاروق (سراقہ) کے ساتھ نشست کریں، انہیں پاکستانی بھائیوں میں سب سے زیادہ ہمارے ساتھ رہنے، بیٹھنے اور

ومخالطة لنا وحديثاً، فهو قد ناقش معنا معظم المسائل المهمة وحتى الصغيرة، وطبعاً هذا راجعٌ إلى أنه يعرف العربية جيدا، وربما لأسباب أخرى.. فالأخ أحمد فاروق موثوق عندنا ومعتَمَد وأرجو أن تجلس معه وتسأله عن كل المسائل وتتحدث معه وهو ينقل لك جزءاً كبيراً من آرائنا وقناعاتنا. وما لا يعرفه هو فحينها تراسلوني فيه.

بات کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے اکثر اہم معاملات میں بلکہ بعض چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی، ہم سے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ ایسا ان کی عربی زبان پر اچھی گرفت ہونے کی وجہ سے ممکن ہوا ہے، یا اس کے اور اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔ پس بھائی 'احمد فاروق' ہمارے نزدیک قابلِ اعتماد اور قابلِ بھروسہ ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھیں گے اور ان سے گفتگو کر کے تمام مسائل کو ان سے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ وہ آپ کو ہماری آراء و افکار کا ایک بڑا حصہ نقل کر دیں گے۔ البتہ جن باتوں کا جواب انہیں نہ معلوم ہوا، تو ان کے حوالے سے پھر آپ مجھے لکھ دیجیے گا۔"

استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ 'عالمی تحریکِ جہاد' کے ایک کارکن، داعی اور راہنما تھے۔ اس لیے اس باب میں قدرے تفصیل سے عالمی تحریکِ جہاد اور اس کے اکابرین و داعیان کا تعارف پیش کیا گیا۔ ساتھ ساتھ اس تحریک اور اس کے اکابرین کے ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق پر بھی روشنی پڑتی رہی۔ اللہ تعالیٰ اکابرینِ امتِ مسلمہ کی ان مساعی و قربانیوں کے نتیجے میں خلافت علی منہاج النبوۃ کو قائم فرمائے اور کفار کی عالمی بالادستی کا مکمل خاتمہ فرمائے، آمین۔

بابِ دھم: منفرد صفات، اخلاق، عادات

ہمارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی صفات، عادات اور اخلاق میں منفرد تھے۔ آپ کی زندگی کے ہر معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ کا اتباع جھلکتا تھا۔ اخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ کریمہ میں وہ اپنے معاصرین میں بڑے ممتاز تھے۔ آپ کی مجلس علم و وقار کی مجلس ہوتی تھی، آپ کی صحبت تقویٰ اور للّٰہیت کا عنوان ہوتی تھی، آپ کے ساتھ گزرے لمحات ایمان کی تازگی کا باعث بنتے تھے۔ ساتھیوں کے ساتھ محبت و شفقت میں ریشم کی طرف نرم اور اللہ کے اعداء سے مقابلے کے وقت فولادی چٹان بن جاتے تھے۔ آپ کی تمام صفات کا احاطہ کرنا تو بہت ہی مشکل کام ہے مگر کتاب کے اِس حصہ میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض خاص صفات و اخلاق اور منفرد عادات کو بیان کیا جائے گا۔

شوقِ جنت

جنت پانے کے لیے ایک دروازے سے گزرنا لازمی ہے

ایک دن فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے:

”ہماری مراد جنت ہے نا؟ ہم اللہ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں نا؟ اور اسی ملاقات ربّانی کے لیے عبادات اور دوسری تکالیف برداشت کرتے ہیں؟ لیکن پیارے! یہ اللہ پاک سے ملاقات اور جنت میں جانے کا ایک ہی راستہ ہے، اور وہ موت ہے۔ اس کے بغیر یہ کسی کو بھی نہیں مل سکتی۔ پس ہماری موت ہی ہماری جنت ہے۔ کیونکہ موت کے بغیر جنت نہیں اور جنت کے بغیر اللہ سے ملاقات ممکن نہیں۔ اس طرح ہمارے لیے ہماری موت ہی، یعنی کہ شہادت ہی مطلوب و مقصود بن جاتی ہے۔ کیونکہ جو اصل مطلوب و مقصود ہے، وہ موت کے بغیر ناممکن ہے۔“

کیوں محروم ہوں میں، اس سعادت سے!

میں نے ان کے آخری ایام میں ایک خط میں ان سے شدت سے کہا کہ آپ محفوظ مقام کی طرف چلے جائیں اور خطرے والی جگہ سے فوراً باہر نکل آئیں۔ جواب آیا:

''میرا خیال کرنے اور میری فکر کرنے پر اللہ آپ سے راضی ہو، لیکن میری جان! ہمارے عرب بزرگوں اور دیگر ساتھیوں کو محفوظ کیے بغیر میں کیسے نکلوں؟ اور مجھے پتہ ہے کہ یہاں یا وہاں شہادت تو مجھے آنی ہی ہے۔ پس کیوں نہ صبر کیا جائے اور استقامت سے اسی راہ میں ڈٹا جائے۔ اللہ نے موقع دیا تو نکل آؤں گا، وگرنہ احدی الحسنیین [1] تو مل ہی جائے گی ان شاءاللہ''۔

اور پھر اپنے محبت بھرے انداز میں یہ شعر تحریر کیا کہ:

اولیس موتي في حیاتي مرة
لم لا یکون ختامها استشهادية

''کیا ایسا نہیں کہ میری موت زندگی میں ایک ہی دفعہ آئے گی؟ پھر کیوں نہ اس زندگی کا اختتام شہادت پر ہی ہو''۔

نفسِ مطمئنہ

مجھے اس سے قبل نفسِ مطمئنہ کا صحیح مفہوم سمجھ نہیں آتا تھا۔ لیکن شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اس اطمینان و سکون کو دیکھ کر سمجھ آیا کہ نفسِ مطمئنہ کسے کہتے ہیں۔ اور راضی و مرضی نفس کسے کہتے ہیں۔ ہر حال میں اپنے رب سے راضی۔ اللہ کے دین کی راہ میں آنے والی مشکلات کو ہنس کر برداشت کرنے والے۔ حالات جوں جوں سخت ہوتے جائیں، رب کی رضا کا سوچ کر سختیاں آسانیوں میں تبدیل ہوتی جائیں۔ جیسا کہ شاعرِ جہاد شہید احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ:

بہاروں سے پہلے جو آنکھوں پہ گزری　　وہ اتنی کٹھن تھی کہ مشکل بیاں ہے
دلوں پر مگر اِک سکینت تھی طاری　　تمہیں کیا خبر، وہ بعید از گماں ہے

پس کیوں نہ اس پیاری ہستی سے رب العزت بھی راضی ہو جبکہ وہ تو رؤف بالعباد ہے۔ اپنے بندوں پر بہت مہربان!

میری خیر ہے

رب سے ملاقات کا شوق اور اس کی محبت و عظمت ہی توکل کی صفت پیدا کرتی ہے۔ اپنی زندگی کے آخری زمانے میں ہمیں ڈانٹ ڈانٹ کر کہتے کہ ڈرون بہت زیادہ تعداد میں اور بہت نیچے اُڑ رہے ہیں، وحشی پاکستانی فوج کے جیٹ طیارے کافی دیر سے چکر لگا رہے ہیں، محفوظ خندقوں اور غاروں میں گھس جاؤ۔ پھر جب تک دیگر بھائی محفوظ خندقوں میں

[1] دو اچھائیوں میں سے ایک، یعنی فتح یا شہادت

چلے نہ جاتے اس وقت تک آپ نہ جاتے۔ ساتھیوں کو محفوظ بنا کر پھر خود بھی خندق میں اتر آتے اور اسی طرح جب خطرے کے ٹلنے کا اشارہ ملتا تو سب سے پہلے خود ہی باہر آکر دیگر بھائیوں کو مطلع کرتے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ آپ تو پہلے خندق میں جائیں تو وہ کہتے کہ ''میری خیر ہے آپ لوگ جلدی اتریں'' یقیناً سچ کہتے تھے۔ انہی کی خیر تھی۔ کیا شہادت سے بڑی بھی ایمان کے بعد کوئی خیر ہے؟

مبارک انسان

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے جس پہلو کو بھی بیان کیا جائے وہ اس میں باکمال تھے، بابرکت تھے۔ آپ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتے اس میں برکت پڑ جاتی۔ کس پہلو کو بیان کروں، وہ ہر پہلو اور زاویہ سے بہت آگے تھے۔ میں نے زندگی میں ان کا بہت پیچھا کیا، تاکہ کسی ایک پہلو میں بھی ان کی گرد تک پہنچ جاؤں، لیکن ناکام رہا۔ وہ بہت آگے تھے، ان کا پیچھا کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نیکیوں میں بہت آگے اور تیز چلتے تھے۔ وہ تو وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنی ''اور اپنے رب کی طرف سے مغفرت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھاؤ''، پر عمل کرتے ہوئے، نیکیوں کی طرف دوڑ لگاتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے ان کے ہر فعل میں برکت تھی۔ وہ پیکرِ برکت تھے۔ جیسا کہ استاذی اور مرشدی عالمِ ربانی، زاہد و عابد مجاہد فی سبیل اللہ، شیخ خالد الحسینان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

''جب انسان عبادات اور اللہ کی قربت والے اعمال کی کثرت کرتا ہے تو اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ پس اللہ پاک اس کے ہر عمل میں برکت ڈال دیتے ہیں، وہ مبارک بن جاتا ہے، یعنی برکتوں والا، جس کام کو کرے اس میں برکت پڑ جائے''۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مبارک تھے۔ شہادت کے مبارک رتبے پر فائز ہوئے۔ اللہ برکتوں والی جنتوں کا انہیں باسی بنائے، آمین۔

نمازیں جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھیں

ابتدائے شباب ہی سے ان کی نمازیں قابلِ رشک تھیں۔ لگتا تھا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ سے محوِ گفتگو ہوتے ہیں۔ نماز پڑھتے پڑھتے کبھی ان کے چہرے پر شدید غم و تکلیف کے اثرات نمودار ہوتے اور لگتا کہ وہ گڑ گڑا رہے ہیں اور کسی کی منتیں کر رہے ہیں اور پھر اچانک کبھی لگتا کہ وہ ایسے خوش ہیں کہ ابھی ہنس دیے، خوشی سے ان کا چہرہ تمتما رہا ہوتا۔ عذاب

کی آیت پڑھ کر غم زدہ اور انعامات والی آیات پڑھ کر وہ خوش ہو جاتے۔ شاید ہی پھر کسی کو اتنا انہاک سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہو۔ ان کی نمازوں میں انہاک کا انکشاف اس وقت ہوتا جب کوئی ان سے ملنے کسی مسجد میں جاتا اور وہ فرض نمازوں کے بعد نوافل میں محو ہوتے۔ ملنے والا بار بار آتا اور دیکھتا کہ نفل ختم ہوئے یا نہیں لیکن وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز نوافل میں مشغول ہوتے۔ پھر جب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت پڑھتا، ان کی نمازوں کے قصے پڑھتا اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی ان سے مطابقت دیکھتا تو بڑا رشک آتا کہ اللہ میری نمازیں بھی ان جیسی کر دیں۔ میں جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا تو ایسا لگتا کہ وہ نماز سے لذت پا رہے ہیں، سکون پا رہے ہیں۔ پھر ان کی اس کیفیت سے یہ سمجھ میں آتا کہ نماز کس طرح بندۂ مؤمن کی قرۃ عین [1] بنتی ہے۔ پھر عین جوانی میں ان کی نمازوں میں ایسی مستی ہوتی تھی کہ لگتا تھا کہ ان کا دل مسجد میں ہی اٹکا رہتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ نمازوں کی یہ کیفیت صرف فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تک محدود نہیں ہوتی تھی۔ جو بھی ساتھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آنا شروع کرتا اور جس کو ان کی صحبت میسر آتی، اس کا پہلا اثر اس کی نمازوں پر ہی نظر آتا۔

قرآنِ کریم سے ان کا تعلق

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا قرآنِ پاک سے تعلق... آہ...! یہ ایک عاشق و معشوق کی داستان ہے۔ ان کا سب سے قریبی دوست قرآن کریم تھا۔ وہ قرآن کے عاشق تھے۔ اسے زندہ کتاب سمجھتے تھے جس میں ہمارے لیے ہر معاملے میں راہنمائی ہے۔ قرآن کی تلاوت وہ حق تلاوتہ [2] کے طریقے پر کرتے تھے۔ ایک ایک آیت پر غور کرتے اور آگے بڑھتے۔ قرآن پڑھتے تو لگتا تھا کہ کسی اور عالَم میں چلے گئے ہیں۔ تلاوت کے دوران سوچتے رہتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کیا کہہ رہا ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ اکثر کاموں سے اور جہادی ملاقاتوں سے فراغت کے بعد ان کا ایک ہی مشغلہ ہوتا اور وہ یہ کہ مصحف اٹھاتے اور تلاوت میں محو ہو جاتے۔ جیسا کہ اس آیتِ کریمہ کی عملی تصویر ہوں کہ:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ [3]　　لہذا جب تم فارغ ہو جاؤ تو (عبادت میں) اپنے آپ کو تھکاؤ۔ اور اپنے پروردگار ہی سے دل لگاؤ۔

---

[1] آنکھوں کی ٹھنڈک

[2] تلاوت کا صحیح حق ادا کرنا

[3] سورة الشرح، آية: ٨،٧

قرآن سے محبت ہی دوستی کا محور

اگر چند ایسے ساتھیوں کی مثال لی جائے کہ جن پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و اعمال کا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا سب سے زیادہ اثر ہوا ہو، تو ان ساتھیوں کی خوبیاں دیکھ کر بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صفات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ممکن ہو گا۔ جب کسی مربی کی صحبت میں آنے اور رہنے سے کسی ساتھی کی نہ صرف یہ کہ تلاوتِ قرآن بڑھ جائے بلکہ وہ ہمہ وقت قرآنِ کریم ہی میں ڈوبا ہوا محسوس ہو، تو ثابت یہی ہوتا ہے کہ دل میں یہ حرارتِ ایمانی بھڑکانے میں کردار اس کے مرشد کا ہی ہو گا۔ اگر اس سارے زمانۂ جہادی میں تین ایسے ساتھیوں کا انتخاب کیا جائے کہ جو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے چال ڈھال سے لے کر گفتار و کردار تک اور اخلاق و آداب میں مماثلت رکھتے تھے، جن کا اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق مرشد و مرید کا تھا اور جن کی تربیت میں ان کے والدین کے بعد سب سے بڑا کردار فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا تھا۔ تو ہمیں تین بھائی اس صف میں بالکل نمایاں نظر آتے ہیں۔

یہ تین نوجوان اسلام آباد ہی کے رہائشی ہیں۔ اپنے ابتدائے عمری سے ہی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ تربیت آ گئے اور اپنی شہادت تک فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ تھام کر جنتوں کی راہوں پر رواں دواں رہے۔ ان تینوں سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و دوستی میں ایک شیخ، مرشد اور مشفق باپ کے تعلق کا گمان زیادہ گزرتا تھا۔ یہ تینوں نوجوان ایسے تھے کہ جس کا بھی ان کے ساتھ وقت گزرا، وہ یہ گواہی دیتا تھا کہ اس نے اپنی زندگی میں ان جیسا دوسرا نہیں دیکھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تین شاگرد و ساتھی، ہشام (جہادی نام حسن) رحمۃ اللہ علیہ، جواد عارف (جہادی نام معوذ مصعب) رحمۃ اللہ علیہ اور محمد حمزہ (جہادی نام عبد الرحمن) شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ہشام رحمۃ اللہ علیہ

ہشام جو کہ ایمان و عمل کا نمونہ اور زمین پر چلنے پھرنے والا زندہ شہید تھا، وہ پہلا نوجوان تھا کہ جس کی تربیت کا کام فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذمہ لیا۔ ہشام ابھی بالکل چھوٹا ہی تھا کہ جب سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس کے گھر میں جا کر نوجوانوں کو درسِ قرآن دیتے تھے۔ اپنے دیگر ہم عمر لڑکوں کے ساتھ ہشام درس کے دوران بھی کھیل تماشے اور بچوں کے ساتھ اودھم مچانے میں مگن رہتا تھا۔ اپنی کم عمری کی وجہ سے وہ ابتدائی دروس میں دلچسپی تو نہیں دکھا سکا مگر اس کی آنکھوں میں ایمانی چمک اس وقت سے عیاں تھی۔ البتہ درسِ قرآن کے دن، مسجد جا کر باجماعت نماز کی پابندی اس کو بھی باقی ساتھیوں کے ساتھ کرنا پڑتی تھی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام پر محنت جاری رکھی۔ محنت بھی کیا تھی؟ قرآن کی

محبت اس نوجوان کے دل میں ڈالنا تھی۔ بالآخر ہشام پر قرآن کا رنگ چڑھ گیا۔ مجھے یہ نہیں پتا کہ یہ سب کیسے ہوا؟ مگر ہوا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت ہی کے طفیل کہ ایک لا ابالی سا بچہ "ہشام" قرآنِ کریم کا عاشق ہو گیا۔ اس کے لیے چند لمحے بھی قرآنِ کریم کی تلاوت کے بغیر گزارنا مشکل ہوتے تھے۔ تجوید سے قرآن سیکھنے پر اتنی توجہ دی کہ اچھے اچھے قاریوں سے بھی خوبصورت طریقے سے قرآن پڑھنے لگا۔ قرآنِ کریم کا کافی حصہ حفظ کر لیا۔ پھر جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے سفر جہاد کا ارادہ کیا تو اس قرآنی حکم پر عمل کرنے کے لیے اس نے لمحہ بھر بھی نہ سوچا بلکہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بالکل ابتداء ہی میں ہجرت کر گیا۔ ابھی سترہ اٹھارہ برس کا ہی تھا تو عسکری تربیتوں کو مکمل کر کے مجاہدین کا استاد بن گیا اور صلیبیوں کے ساتھ ہونے والے معرکوں کی کمانداری کرتا۔ عبادات کا اتنا شائق کہ رات کے جس پہر میں کسی کی آنکھ کھلے تو ہشام مصلے پر بیٹھا ہی نظر آتا تھا، اور دن میں جہادی کاموں میں مستقل مشغول رہتا تھا۔ بالآخر کتاب اللہ کا یہ شیدائی مارچ ۲۰۰۸ء میں ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ وانا وزیرستان میں ایک تربیت کے دوران امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوا۔ شہادت کے وقت ہشام محض ۱۹ برس کا تھا۔

حمزہ رحمۃ اللہ علیہ

حمزہ شہید رحمۃ اللہ علیہ تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا لاڈلا اور سب سے چھوٹا حقیقی بھائی تھا۔ بلا کا ذہین، عبادات کا رسیا اور شہادت کے لیے تڑپنے والی روح تھی۔ ابھی ۱۶ برس کا بھی نہیں ہوا تھا کہ دعاؤں میں شہادت کی تمنا کر کے دھاڑیں مار مار کر روتا تھا۔ اتنی ننھی سی عمر میں محاذوں پر جانے کے لیے مچلتا۔ حمزہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بھی خاص صفات قرآنِ کریم کی انتہائی توجہ سے تلاوت کرنا، ٹھہر ٹھہر کے اور احترام سے تلاوت کرنا، جب بھی فراغت ملے تو قرآن کھول کر بیٹھ جانا تھیں۔ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے نادر صفت اس کی تلاوت کرتے ہوئے جہنم کے تذکروں پر ہچکیاں باندھ کر رونا تھا۔ حمزہ شہید رحمۃ اللہ علیہ حافظِ قرآن بھی تھا اور بہت ہی خوبصورت انداز میں تجوید کا خیال رکھ کر تلاوت کرتا تھا۔ اس لیے بالعموم ساتھی اسی کو امامت کے لیے آگے کرتے، مگر وہ امامت سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتا۔ لیکن جیسے ہی نماز میں تلاوت کرتے ہوئے جنت و جہنم کے تذکرے کی آیات، یا جہاد کے تذکرے کی آیات آتیں تو اس کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی اور پھر نماز مکمل کرنا مشکل ہو جاتا۔ ذہانت اس کو خالقِ کائنات نے ایسی بخشی تھی کہ دینی مسائل ہوں، عالمی صورتِ حال ہو یا ملکی سیاست، اس کی گفتگو ایسی نپی تلی ہوتی کہ سننے والا حیرت سے اس کو تکتا کہ یہ پندرہ سولہ سالہ لڑکا کتنی بڑی بڑی باتیں کرتا ہے۔ بڑوں کا ادب کرنے والا اور جو چیز اسے اچھی لگے، وہ ساتھیوں کو ہدیہ کرنے والا گلشنِ ایمان کا یہ مہکتا

گلاب ننھی سی عمر میں وزیرستان جا پہنچا۔ ابتدائی تربیت سے فارغ ہو کر صلیبیوں سے مقابلے کے لیے خطِ اول پر جا بیٹھا اور صلیبیوں پر راکٹی حملوں میں شریک رہا۔ بالآخر محض سترہ برس کی عمر میں ہی سن ۲۰۰۸ء میں انگور اڈہ کے مقام پر امریکی ڈرون حملے میں شہید ہو گیا۔

جواد عارف رحمۃ اللہ علیہ

ان تینوں میں تیسرا خالقِ کائنات کا بلا مبالغہ 'شاہکار' تھا۔ جواد عارف اس کا نام تھا۔ جہادی نام اس کے معوذ اور مصعب رہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقیقی عارفوں میں سے تھا۔ ابھی چھوٹا ہی سا تھا غالباً ۱۵ برس کا ہو گا کہ ہجرت کر کے جہاد میں شریک ہو گیا۔ علاقائی قرابت کی وجہ سے بچپن سے ہی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ تربیت رہا۔ سنتوں کا شیدائی تھا۔ ذہانت میں اپنے ہم عمر تو کیا بڑے بڑوں سے آگے تھا۔ اعمال میں اتنا بلند کہ گمان ہوتا تھا کوئی بڑے شیخ ہیں مگر وہ محض ۱۷، ۱۸ برس کا تھا۔ قرآنِ کریم سے محبت میں وہ بھی باقیوں سے کم نہ تھا۔ سفر و حضر میں جب کبھی وقت ملتا، حفظِ قرآن میں مشغول ہوتا۔ اس کی نماز ایسی ہوتی کہ جس کی مثال صرف قرونِ اولیٰ کے اسلاف کے تذکروں میں ہی ملتی ہے۔ بلا کا بہادر اور باحوصلہ۔ ابھی ۱۸ برس کا ہی تھا کہ دشمن پر کیے گئے کئی حملوں کی قیادت کی۔ بالآخر ۲۰۱۱ء میں جنوبی وزیرستان کے علاقے اعظم ورسک میں خائن فوج کے ایک ایجنٹ کے ساتھ جھڑپ میں شہید ہوا۔

نورِ ایمان کے ان پیکروں کی مکمل سیرت قلمبند کرنے کا یہاں موقع نہیں۔ اس موقع پر مجھے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا محور، ''قرآنِ کریم سے تعلق'' کی ایک جھلک دکھانا مقصود تھی۔ ان چاروں احباء کی وہ مشترک صفت جو کہ ان کی محبت کی بنیاد تھی، کا تذکرہ مقصود تھی۔ ان سب کی قرآن سے محبت دیدنی تھی۔ یہ سب قرآن کے عاشق تھے۔ ان کی تلاوت میں سوز تھا۔ لگتا تھا کہ یہ تلاوت کرتے وقت دنیا سے باہر نکل جاتے تھے۔ یہ سب تجوید کے ماہر اور خوش الحان تو تھے ہی قرآن کی تلاوت میں وہ سوز رکھتے تھے کہ ساتھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے صد اخواہشمند رہتے تھے۔ چونکہ ان تینوں کو اپنے گھروں اور والدین سے بھی قرآن کی محبت ورثہ میں ملی تھی، اس لیے میرے لیے اس میں فرق کرنا مشکل ہے کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے ان میں قرآن پاک کی یہ بے انتہا محبت ڈالی یا قرآن پاک کی محبت نے ان میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت ڈالی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے تعلق کا بنیادی محور قرآن پاک ہی تھا۔

مشکلات میں قرآن سے راہنمائی لینا

آیاتِ قرآنیہ سے روزمرہ کی زندگی میں سبق لینا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا وطیرہ تھا۔ وہ قرآن کھولتے اور اللہ وحدہ لا شریک لہ کی شان و قدرت بیان کر کے کٹھن ترین حالات میں ہمیں تسلی بھی دیتے اور راہنمائی بھی۔ جب صلیبیوں اور صیہونیوں نے اپنی پاکستانی اتحادی فوج کے ساتھ مل کر القاعدہ برصغیر کے مراکز اور ساتھیوں کو ڈرون طیاروں سے نشانہ بنانا شروع کیا اور ہمارے کتنے ہی بھائی شہید ہو کر ہم سے بچھڑ گئے اور پھر ہمارے محبوب قائد و بزرگ، عزم و ہمت کی چٹان، جبلِ استقامت حاجی ولی اللہ عمران صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر ملی تو غم و حزن میں ڈوب جانا ایک فطری عمل تھا، مجھے ایک خط لکھا، کہنے لگے کہ اس آیت پر غور کریں اور سوچیں کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے:

فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ[1] ”پس پہنچایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم پر غم تاکہ تم آئندہ نہ غم کھاؤ ان چیزوں پر جو تمہارے ہاتھوں سے نکل گئی ہیں اور نہ اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے“

اس آیت میں بھی غم بغم کے نیچے لکیر کھینچی اور کہا کہ ”دیکھیں بھیا! اللہ تعالیٰ، ایک کے بعد ایک غم اس لیے بھیج رہا ہے کہ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہو جائیں اور پھر ہمیں نہ ہی کوئی غم ہو اور نہ ہی پریشانی۔ ہماری دنیا میں دلچسپی بس اللہ ہی کے لیے ہو اور جہاں اور جیسے ہمیں اللہ رکھے، وہیں ہم راضی رہیں“۔ یہ فنا فی اللہ میں مجذوبیت کی کون سی منزل تھی جس پر آپ فائز تھے، یہ مجھ جیسا ناواقفِ سلوک کیا جانے۔ لیکن توحید باری تعالیٰ کی عظمت اور عشقِ الٰہی کی حقیقت، صلیبی بمباریوں تلے ان کی رفاقت سے سمجھ میں آئی۔

ہم نے تو جذبہ سیکھا ہی قرآن سے

سن ۲۰۰۷ء کی بات ہے۔ افغانستان کے بارڈر پر امریکیوں اور امریکی غلام افغان آرمی کے اوپر ایک حملہ کرنے کے لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ افغان آرمی کے کیمپ کے بالکل سامنے ایک سڑک تھی کہ جس پر سے کبھی کبھار عوام کی گاڑیاں گزرا کرتی تھیں۔ کارروائی کے منصوبہ کے مطابق فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو اسی سڑک سے عوام کی گاڑیوں کے انداز میں، کیمپ کے بالکل سامنے سے گزر کر پہاڑی کی اوٹ میں جا کر گاڑی سے اترنا تھا اور پھر گاڑی کو مقامی

[1] سورۃ آل عمران، آیۃ: ۱۵۳

رہبر نے واپس لے جانا تھا۔ الغرض افغان آرمی کے بالکل سامنے سے گزرنا ایک خطرناک عمل تھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ خود گاڑی چلا رہے تھے۔ آپ نے ٹیپ ریکارڈر پر سورۃ الانفال کی تلاوت لگا دی اور غزوہ بدر میں اللہ کی نصرت کی آیات کو سن سن کر اپنی ایمانی ترقی اور جرأت و شجاعت کا سامان کرنے لگے۔ سادہ مزاج مقامی رہبر نے جب یہ دیکھا تو فاروق بھائی سے کہا کہ "بھائی یہ کیوں لگا دیا ہے؟ کوئی جذبے والی چیز لگاؤ!"۔ مقامی ساتھی کا مطلب تھا کہ جنگ پر جاتے ہوئے کوئی رزمیہ ترانے لگانے چاہئیں کہ جس سے جذبات بلند ہو جائیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ: "بھائی! ہمیں تو جذبہ اسی قرآن کریم کی تلاوت سے ملتا ہے" یہ کہہ کر آپ نے مقامی بھائی کی رائے کے احترام میں تلاوت بند کر دی۔

قرآن کو وقت دیجیے

تلاوتِ قرآن میں ان کے انہماک کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ ایک دن مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ تلاوتِ قرآنِ پاک کتنی کرتے ہیں؟ میں نے اوسطاً جتنے اوراق یا حصہ پڑھتا تھا بتا دیا۔ کہنے لگے کہ مقدار یا صفحے پڑھنے کو معیار بنانے سے بہتر ہے کہ آپ وقت کو معیار بنائیں۔ یعنی یہ کہ ایک وقت اپنے لیے مقرر کریں۔ مثلاً آدھا گھنٹہ یا گھنٹا جس میں آپ نے صرف تلاوت کرنی ہے۔ اور اس میں آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر رک رک کر تجوید و خوش الحانی کے ساتھ، ہر آیتِ عذاب الٰہی پر اللہ سے پناہ اور رحمتِ خداوندی کے ہر تذکرے پر اس کا فضل طلب کر کے تلاوت کریں۔ اس کے برعکس اگر آپ اوراق یا مقدار مقرر کریں گے تو پھر آپ جلدی جلدی دس منٹ میں پورا پارا ختم کر کے فارغ ہو جائیں گے۔ جبکہ مطلوبہ طریقے پر شاید آپ گھنٹے بھر میں ہی کچھ رکوع پڑھ سکیں۔ جلدی جلدی پڑھنے سے نہ ہی آپ کے دل میں قرآنِ پاک کی محبت و عظمت بڑھے گی اور نہ ہی اس سے نصیحت پکڑنے کی عادت۔ بے شک تھوڑا پڑھیں لیکن قرآن کے ساتھ وقت زیادہ گزارا کریں۔

مسکراہٹ

فاروق بھائی کے چہرے کی حسین مسکراہٹ بھی ان چیزوں میں سے ایک ہے جس کا پیچھا کرنے کی میں نے بڑی کوشش کی لیکن کہاں وہ اور کہاں میں۔ ان کا مسکرانا اور پھر مسکرا کر 'پیارے' یا 'بھیا' کہنا، ہر کسی کے دل میں ان کو 'پیارا'

بنا دیتا۔ ایک بھائی نے مجھ سے کہا کہ ان کی مسکراہٹ بہت خوبصورت ہے، دلوں کو رام کر لیتی ہے۔ بلکہ ساتھیوں میں ان کی مسکراہٹ ایک اکائی بن گئی اور کسی ساتھی کی مسکرانے کی عادت کو فاروق بھائی کی عادت سے بھی تشبیہ دی جانے لگی۔

جہاں تک میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر چھائی رہنے والی مسکراہٹ محض سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی خاطر تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کی وجہ سے چال ڈھال اور طرزِ گفتگو تک میں سنت کی پیروی کرنے اور اپنے آپ کو سانچۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھالنے کی کوشش کرنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل کوشش ہوتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ:

ما رايت أحدا أكثر تبسما من رسول الله صلى الله عليه وسلم۔　　"میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے (مسکرانے) والا نہیں دیکھا"۔

پس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا محبوب تھا۔ طویل سفروں، انتظامی کاموں اور مشکل حالات کے بوجھ میں دبے ہوئے ساتھی جب اس مسکراہٹ کو دیکھتے تو گویا کہ دوبارہ سے توانائی و سکون اور نیا حوصلہ پا جاتے۔

حلم و بردباری

فاروق بھائی کو اللہ تعالیٰ نے حلم و حوصلہ بھی بہت دیا تھا۔ بڑی سے بڑی بات ہو جاتی مگر وہ کچھ نہ کہتے۔ خود میں نے بھی کیا کم سخت باتیں ان سے کی ہوں گی، "میرے پیارے! بندۂ فقیر کی بھی تو سن لیں!"، جواب میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بس اتنا ہی کہتے۔ آخری دفعہ جب میں ان کی طرف سے سفر کے لیے روانہ ہوا اور بعد میں سفر کے دوران کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ جن کے بارے میں میں نے، اپنی ناواقفیت کی بنا پر، خط لکھ کر ان سے سخت الفاظ میں شکایت کی تو جواب میں لکھتے ہیں: "پیارے بھائی جان! آپ کا خط ملا، جزاکم اللہ خیرا۔ آپ نے بھی دائیں بائیں کی ساری بھڑاس مجھ پر نکال دی، خیر غریبوں کے ساتھ تو یہ ہوتا ہے، اللہ خیر کرے گا"۔ وہ بڑے تھے، جسے کوئی شکایت ہوتی انہی سے کرتا۔ اپنے دل کا غم و غصہ نکالتا لیکن ان کا حلم، سبحان اللہ! وہ ہر کسی کی بات سنتے لیکن مجال ہے کہ ان کا مزاج بگڑے یا وہ کسی اعتراض یا سوال پر غصہ میں آئیں۔

حدیثِ پاک کے مطابق حلم وبردباری دو ایسی صفات ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ:

إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ: الحِلْمُ، وَالأَنَاةُ۔ [1] ”آپ میں دو خصلتیں ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں: حلم اور بردباری“۔

اللہ تعالیٰ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان صفات میں سے وافر نصیب کیا۔ شکایت کرنے والا آپ کے بارے میں جیسی بھی بات کر جائے، محبت اور عاجزی سے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ گفتگو شروع کرتے تو ان کی گفتگو کا انداز ایسا ہوتا کہ شکایت کرنے والے کو اپنی سختی پر شرمندگی ہونے لگتی۔

ہمارے محترم بھائی اور دوست عزم وہمت کی تصویر شہید کماندان خطاب منصور رحمۃ اللہ علیہ [2] ایک دفعہ مجھے کہنے لگے کہ ”ہم تین ساتھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مختلف انتظامی معاملات کے حوالے سے کچھ گلے شکوے کرنے گئے۔ ہم نے کھل کر یہ سب گلے شکوے ان کے سامنے رکھے۔ بعض ساتھیوں نے کچھ باتیں کافی سخت بھی کیں اور بدگمانی پر مبنی اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال ڈالی۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ یہ ساری باتیں خاموشی سے سنتے رہے اور مسکراتے رہے۔ آخر میں

---

[1] سنن ترمذی

[2] ڈیرہ اسماعیل خان سے تعلق رکھنے والے شہید کماندان خطاب عمران منصور رحمۃ اللہ علیہ جرأت واستقامت کی مضبوط چٹان تھے۔ نوعمری میں ہی جہادِ کشمیر کے معسکرات سے جہادی تربیت حاصل کی۔ افغانستان پر صلیبیوں پر ہونے والے ابتدائی بڑے تعارضی حملوں میں کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں شریک ہوئے۔ لال مسجد پر پاکستانی فوج کے وحشیانہ حملے کے بعد شہید بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ڈیرہ اسماعیل خان اور اس کے مضافات میں صلیبی اتحادی افواج کو نشانہ بنانے پر مامور کیا۔ آپ نے اپنے دیگر بھائیوں کے ساتھ صلیبی غلام فوج اور اس کے ذیلی اداروں پر کئی کامیاب حملوں کی منصوبہ بندی کی۔ سن ۲۰۱۳ء میں آپ کی قیادت میں مجاہدین نے ڈیرہ اسماعیل خان کی سنٹرل جیل کو توڑ ڈالا جس کے نتیجے میں درجنوں مظلوم مجاہدین کو رہائی نصیب ہوئی۔ آپ کے اس جرأتمندانہ اقدام نے دشمنوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ مجاہدین کے درمیان محبت بکھیرنے، ساتھیوں کے دلوں کو جوڑنے اور اتحاد کے داعی تھے۔ کماندان فرمان شنواری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد کتیبۂ عبد اللہ عزام کی مسئولیت آپ کے سپرد ہوئی۔ جماعت القاعدہ برصغیر کی تشکیل کے بعد آپ کو قبائل میں جہاد کی عسکری مسئولیت سونپی گئی۔ چنانچہ شمالی وزیرستان آپریشن کے دوران مجاہدین کو منظم کرنے میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شجاعت کے ساتھ ساتھ بلند اخلاق سے بھی نوازا تھا۔ کبھی اپنی ذات کی خاطر اختلاف نہ کرتے۔ اپنے حقوق کو معاف فرماتے اور ساتھیوں کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق اور تواضع نے راقم کو آپ کو گرویدہ بنا دیا تھا اور آپس میں ایک خاص فی اللہ محبت اور اعتماد کا تعلق تھا۔ قبائلی مجاہدین میں خاص طور پر بہت محبوب اور ہر دل عزیز تھے۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کو انتہائی سوز اور خوش الحانی سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شب بیدار شیر صفت مجاہد تھے۔ سن ۲۰۱۷ء میں ایک طویل سفر کے دوران سرزمینِ زابل سے گزرتے ہوئے اپنے تین ساتھیوں سمیت امریکی ڈرون حملہ میں جامِ شہادت نوش فرمائی۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے، آمین۔

انہوں نے کہا کہ کچھ میں بھی عرض کروں؟ پھر ان کا ایک ایک جملہ ہم سب کے دل کی صفائی اور ہمارے دلوں میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور عظمت بڑھانے کا باعث بنا۔ حقیقت میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق بہت ہی عجیب ہیں''۔

ایک دن فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے کہنے لگے: پیارے! کیا آپ کے دل میں میرے ساتھ کوئی ناراضگی ہے؟ میں نے سوچا تکلفاً کہہ رہے ہوں گے۔ لیکن وہ تو کاپی پینسل لے کر نوٹ کرنے بیٹھے تھے۔ بار بار یہی کہتے رہے اور مجھے سوچنے پر مجبور کرتے رہے کہ کوئی ناراضگی ہے یا نہیں؟ مجھے کافی سوچنے سے بھی نہ ملی۔ پھر کہنے لگے کہ چلو مجھ سے متعلق کسی ساتھی سے ناراضگی ہے؟ اس پر بھی کافی اصرار کیا اور جب میں نے دیکھا کہ بتائے بغیر جان نہیں چھوٹے گی تو ایک ساتھی کے بارے میں شکوہ کر ہی دیا۔ فوراً یہ بات نوٹ کر لی۔ ساتھی کی طرف سے خود بھی معافی مانگی اور آئندہ کے لیے اصلاح کا وعدہ بھی کیا۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ جس ساتھی کے بارے میں مجھے شکایت پیدا ہوئی تھی، اس دن کے بعد سے اپنی شہادت تک میرے ساتھ ایسا حسن سلوک کا معاملہ کرتا تھا کہ میں اپنی شکایت پر دل میں شرمندہ ہی ہوتا رہتا تھا۔

اپنی ذات کے لیے غصہ نہیں ہوتے تھے لیکن اگر شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی ہو رہی ہوتی یا کسی اللہ کے ولی یا عالمِ دین کی غیبت یا کردار کشی ہو رہی ہوتی تو پھر وہ جذبات میں آجاتے اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم کے اتباع میں اپنے بھائی کا پیٹھ پیچھے دفاع کرتے۔ غیبت اور وہ بھی علماء کی غیبت یا ان کی تحقیر ان کو سننا گوارا نہیں ہوتی تھی۔ اگر ان کے سامنے ایسا ہوتا تو ان کا رنگ سرخ ہو جاتا اور وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک وہ بولنے والے کی بات رد نہیں کر دیتے۔ البتہ شدید ترین غصہ میں بھی کبھی ان سے کوئی گالم گلوچ والے یا فحش کلمات نہیں سنے گئے۔

زبان کی حفاظت

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دعوت و اصلاح کا کام نیچے اپنے شہر سے کیا تو اس وقت سے ہی ان کی خصوصی توجہ زبان کے غلط استعمال سے خود کو اور اپنے ساتھیوں کو روکنا ہوتا تھا۔ کوئی حرام کلمہ نکلنا تو دور کی بات ہے محض 'لایعنی' گفتگو سن کر ہی ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور ان کے سامنے کسی کو ہلکی بات (loose talk) کرنے کی جرأت بھی نہیں ہوتی تھی۔

آفاتِ لسان میں سب سے زیادہ جس بات کا خیال رکھتے، وہ کسی مسلمان کی غیبت یا کردار کشی سے بچنا ہوتا تھا۔ نا صرف خود بچتے، بلکہ ان کی مجلس میں کسی اور کو بھی ہمت نہیں ہوتی کہ کسی مسلمان کے بارے میں بغیر شرعی ضرورت کے منفی بات کر سکے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک عالمِ دین کے بارے میں، جو کہ پہلے تو وزیرستان میں

ہجرت کی زندگی گزار رہے تھے لیکن بعد میں پاکستان کے شہروں میں جاکر دعوتِ جہاد میں مشغول ہوگئے، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ، ''ان کی مجاہدین سے وفاداری مشکوک ہے، تو ہمیں ان پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے!''۔ اس پر انہوں نے فوراانتہائی سنجیدگی اور خشکی آمیز درشتگی سے جواب دیا کہ ''نہیں میرے علم کے مطابق ایسا نہیں، واللہ اعلم۔ اور میں نے اکابر علماء سے ان کی تعریف سنی ہے اور مشائخ جہاد انہیں اپنے علماء میں سے سمجھتے ہیں''۔ دیکھنے میں تو یہ ایک سادہ سا جملہ ہے۔ مگر ان کے اندازِ محبت کو جاننے والے کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ اس جملے میں ان کی ناراضگی پوشیدہ تھی۔ اور پھر ان کے اس جواب کے بعد مجھے جرأت ہی نہیں ہوئی کہ میں ان عالم دین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی منفی بات ان سے کرسکوں۔ بلکہ ان کا صرف یہی ایک جملہ مذکورہ عالمِ دین کی محبت وعظمت میرے دل میں بٹھا گیا۔

پھر ایک اور محفل میں ایک اور شخصیت کا تذکرہ چل نکلا تو میں نے ان کے بارے میں کچھ سخت بات کردی کہ جس میں مبالغے کا عنصر بھی شامل تھا۔ محفل میں بات آئی گئی ہوگئی اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ لیکن کچھ ہی دن بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا محبت بھرا خط مجھے موصول ہوا۔ اس میں انہوں نے مجھے انتہائی محبت سے ڈانٹا اور میری اس بات پر گرفت کی۔ آپ نے مجھے سمجھایا کہ: ''زبان سے نکلے ایک ایک کلمے کے آپ عند اللہ مسئول ہیں اور اس کا آپ کو جواب دینا ہوگا۔ اور اگر وہ شخصیت اللہ کی محبوب ہوئیں اور اللہ کو ان کی کوئی ادا پسند ہوئی تو آپ کا کل روزِ قیامت کیا بنے گا؟ کیونکہ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ۔ [1] ''جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے گا، وہ مجھ سے جنگ کے لیے تیار ہوجائے''۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید اس مفہوم کی بات لکھی کہ، ''یادرکھیں! لوگوں کے بارے میں کوئی بات یا تبصرہ کرنا آپ کی گواہی ہوتی ہے اور گواہیوں کا معاملہ خطرناک ہے اور اس پر سخت حساب ہوگا، اور گواہی دینے میں غلطی بڑے گناہ کی بات ہے۔ کل روزِ قیامت یہ بہانہ کام نہیں آئے گا کہ محفل کا رنگ دیکھ کر یا اپنی زبان کی روانی کی وجہ سے میں کسی کے بارے میں ہلکی بات کرگیا''۔

[1] صحیح البخاری

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کسی عالمِ دین کی غیبت کا تو تصور بھی نہ ہو سکتا تھا، بلکہ آپ تو کسی اسلام دشمن شخصیت کے بارے میں بھی بغیر ضرورت کے سخت تبصرے کرنے اور زبان کو خراب کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ کے ایک قریبی ساتھی نے بتایا کہ:

''ایک مرتبہ ریڈیو پر خبریں سنتے ہوئے میں نے ایک معروف سیاستدان (جس کی دین دشمنی کسی سے چھپی نہیں ہے) کی برائی بیان کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ٹوکا۔ میں نے کہا کہ یہ شخص تو دین دشمن ہے اور اس کی یہ برائی مشہور و معروف بات ہے۔ کہنے لگے کہ اس کے خلاف بات کرنے کا یا تو یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ اس کی اصلاح ہو، یا یہ ہو سکتا ہے کہ ساتھیوں پر اس کی برائی واضح کی جائے تا کہ وہ اس کے شر سے بچ سکیں، مگر آپ کا ابھی یہ کہنا ان دونوں مقاصد کو پورا نہیں کرتا۔ پس فقط دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے اپنی زبان کو کیوں گندا کرتے ہیں''۔

مذکورہ بھائی نے مزید بتایا کہ اسی غیبت کے مسئلے کی خرابی بیان کرنے کے لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے ایک واقعہ بھی بیان کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ:

''ہم چند ساتھی شیخ ابراہیم المغربی حفظہ اللہ کے ساتھ ایک نشست میں شریک تھے۔ مجاہدین میں سے کسی فرد کی بات چل نکلی جو جہاد کو نقصان پہنچا رہا تھا۔ اس شخص کے بارے میں چند جملے ضرورت سے زیادہ ہی محفل میں ادا ہو گئے۔ شیخ ابراہیم نے باتیں کرتے کرتے اپنے لیپ ٹاپ کی سکرین بند کی اور کڑک کی آواز کے ساتھ سکرین ٹوٹ گئی۔ دیکھا تو لیپ ٹاپ کے اوپر ایک یو ایس بی رکھی تھی اور سکرین بند کرنے سے سکرین پر دباؤ آیا اور وہ ٹوٹ گئی۔ کہتے ہیں کہ ہم سب سناٹے میں آ گئے اور شیخ ابراہیم المغربی حفظہ اللہ اور ہم سب نے استغفار شروع کی اور شیخ نے توجہ دلائی کہ یہ ایک مسلمان کی غیبت کے سبب ہوا''۔

علمائے کرام کا احترام

علمائے کرام کے احترام و اکرام اور ان سے محبت کا رویہ رکھنے پر وہ بہت زور دیتے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ، ''بہت سے ساتھی علمائے کرام کا احترام نہیں کرتے، ان کو ان کے ناموں سے اور محض 'بھائی' کا لاحقہ لگا کر پکارتے ہیں اور ان کے ناموں کے ساتھ عزت و تکریم کے کلمات نہیں لگاتے''۔ بعض ساتھی تو نوعمر علماء کو، محض ''مولوی'' کہتے ہیں۔ کہنے لگے، ''مجھے یہ بالکل مناسب نہیں لگتا بلکہ بدتمیزی لگتی ہے''۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم مولانا تو ضرور کہنا چاہیے۔ کسی نے کہا کہ،

”بھائی! ابھی نئے نئے دورہ حدیث سے فارغ ساتھیوں کو مولانا کہنا عجیب سا لگتا ہے۔ کیونکہ ابھی تو ان میں ناپختگی ہوتی ہے اور مدارس سے فارغ ہونے والوں میں بہت سے محض سند ہی کے حامل ہوتے ہیں“۔ کہنے لگے کہ یہی تو مرض ہے کہ جس کی میں اصلاح کرنا چاہتا ہوں، کہ ہمیں اس بات کا ادراک ہی نہیں کہ علومِ نبوی ﷺ کے وارث کی کیسے عزت کرنی چاہیے۔ وہ جتنا بھی کم یا زیادہ پڑھا ہے اور جتنا بھی عمر یا حیثیت میں بڑا یا چھوٹا ہے، کم از کم ہم [1] جاہلوں سے تو ہر حال میں بڑا ہے اور ہم پر اس کا احترام واجب ہے۔ ہم جتنے بھی پرانے اور سمجھدار سمجھے جائیں لیکن جو علومِ دینیہ کا حامل ہے ہم اس کے برابر نہیں ہو سکتے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ [2]　　”کہو کہ کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر ہیں؟“

قیادت تو حقیقت میں علمائے کرام ہی کا کام ہے

شہادت سے چند ماہ قبل آخری ملاقات میں مجھ سے کچھ یوں کہنے لگے کہ:

”عصری کالجوں کی تعلیم کی وجہ سے بہت سے ساتھیوں کو یہ شعور نہیں کہ قیادت اصل میں علمائے کرام کا کام ہے، اور ہر کوئی اپنے آپ کو قابلِ قیادت و راہنمائی سمجھتا ہے۔ یہ جو فی الحال ہمارے ذمہ بہت سے کام لگے ہوئے ہیں، یہ تو حالات کی سختی، نظامِ کفر کا قہر و جبر اور دیگر رکاوٹوں کی وجہ سے ایک عارضی صورتِ حال ہے۔ ورنہ یہ مسئلہ ہر ساتھی کو سمجھنا چاہیے کہ قیادت اصل میں علمائے کرام کا کام ہے۔ اور یہی ہمارے معاشرے کی تبدیلی کا عملی طریقہ کار بھی ہے کہ ہم قیادت بے دین و لادین طبقے سے چھین کر علمائے کرام کے ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں۔ بھلا جو خود مسائلِ شریعت سے واقف نہ ہو وہ کیسے لوگوں کو چلا سکتا ہے؟ اس لیے ہم ظلم و جبر میں پسے ہوئے علمائے کرام کے ہاتھ میں قیادت تھمانا چاہتے ہیں تاکہ وہ شریعت کے مطابق نظام چلا سکیں“۔

---

[1] عالم ربانی استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کا جاہلوں کے لیے 'ہم' کی ضمیر کا استعمال محض آپ کی تواضع وانکساری تھی۔

[2] سورة الزمر، آية: ٩

باادب بامراد

علمائے کرام اور اکابرینِ جہاد کی شان میں گستاخانہ زبان ان کو بہت چبھتی تھی۔ بعض حضرات علمائے کرام اور امرائے جہاد کو بغیر کسی تعظیمی لقب کے محض نام سے پکارتے تھے۔ میں نے ایک دن از راہِ مذاق آپ کو چھیڑا اور کہا کہ، ''یہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے کہ بڑوں کو ان کے ناموں سے پکارا جائے؟ صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تو روایت کی سند بیان کرتے ہوئے سیدھے سیدھے نام ہی استعمال کرتے ہیں مثلاً عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، یا عن ابن عمر رضی اللہ عنھما وغیرہ وغیرہ۔ وہ کون سے حضرت مولانا اور علامہ شلامہ کے القابات ساتھ لگایا کرتے تھے''۔ یہ سن کر فوراً بھڑک اٹھے۔ کہنے لگے کہ:

''یہ بات کہنے والے شریعت کے مزاج سے ناآشنا ہیں۔ اور بہت سے احادیث کی مخالفت بھی کرتے ہیں''۔ کہنے لگے کہ ''کیا یہ اپنے والد صاحب کا بھی اسی طرح بغیر کسی لاحقے سابقے کے محض نام لے کر ذکر کرتے ہیں؟ کیا انہوں نے یہ حدیث نہیں سنی کہ:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا[1]　　　　''وہ ہم میں سے نہیں کہ جو ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے''

یہ ان حضرات کو کس نے پڑھا دیا کہ اپنے بڑوں کی عزت واحترام نہ کریں؟ پھر حدیث میں تو خاص وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا[2] بھی آیا ہے۔ یعنی کہ ''ہمارے علماء کا احترام کرے''۔''

پھر فاروق بھائی فرمانے لگے:

''کیا ہمارے علمائے کرام اور امرائے عظام کا اتنا بھی حق نہیں کہ ان کا اتنا ادب کریں جتنا اپنے والدین کا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بڑوں کا تو حد درجہ ادب کرتے تھے۔ ان کے آگے نہ چلتے تھے اور نہ ہی بڑے کے بات کرتے ہوئے بولتے تھے۔ اپنے اکابرین کے گھر کے باہر انتظار میں پڑے رہتے لیکن ان کو تکلیف سے بچانے کے لیے دروازے تک نہ کھٹکھٹاتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھائی بھی تھے اور دوست بھی اور بہت سوں کے ہم

---

[1] مسندِ احمد

[2] ایضا

عمر بھی لیکن جہاں بھی کسی نے ان کے امیر بننے کے بعد انہیں یاد کیا، نام کے ساتھ ادب و احترام کا صیغہ ''امیر المؤمنین'' بھی لگا یا۔ یہ بے ادبی کا طرزِ گفتگو کسی دین کے مسئلہ کی وجہ سے نہیں آتا بلکہ دل کی بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔ جب دل میں مرض ہوتا ہے عجب کا، تو وہ بڑوں کا ادب و احترام نہیں کرنے دیتا''۔

تعاون علی البر والتقوی۔ ہر کسی سے تعاون

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا دل بہت کھلا تھا۔ دین اور جہاد کے نام پر ان سے جو بھی کچھ لینے آتا تو جو بس میں ہوتا وہ ضرور کرتے۔ خود اگر مدد کی استطاعت نہ رکھتے تو دوسرے اصحابِ استطاعت کی طرف راہنمائی کر دیتے۔ جہاں بھی دین کے لیے کسی کو مدد کی ضرورت ہوتی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ سب سے اونچا اور بلند ہوتا۔ اللہ نے اس میں برکت بھی دی تھی۔ مجھے نہیں یاد کہ میں نے ان سے اپنی یا کسی اور کی کوئی حاجت بیان کی ہو اور وہ ان کے بس میں بھی ہو اور انہوں نے نہ پوری کی ہو۔ بعض اوقات یہاں تک ہوتا کہ بعض افراد جو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے شدید مخاصمت رکھتے، مگر پھر بھی جب کبھی بھی کسی دین کے کام کے لیے ان کو تعاون کی ضرورت پیش آتی تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سابقہ باتوں کو بھلا کر کھل کر تعاون کرتے۔

دیگر مہاجر مجاہدین کی مدد و نصرت کے لیے بھی ہر دم تیار رہتے تھے۔ جہاں کہیں کسی مجاہد کی غربت یا فقیری کا علم ہوا حسب الاستطاعت اس کی مدد کرتے۔ مقروض بھائیوں کے قرضے اتارنے میں مدد فرماتے۔ کسی بھی خیر کے کام کا علم ہو اور ان کے پاس استطاعت بھی ہو تو اس سے پیچھے نہیں رہتے۔ یہی مزاج ان کے انتظامی مسئولین ساتھیوں میں بھی آیا کہ وہ جہاں بھی رہے قبائلی مجاہدین ہوں یا دیگر مہاجر مجاہدین سب کے لیے ایک سائبان بن کر رہے۔

شہید کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مماثلت

یہ صفت آپ میں اور آپ کے رفیق و دوست بطلِ اسلام، جرأت و شجاعت کی تصویر، صاحبِ زہد و تواضع شہید کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہر کسی سے بلا امتیاز تعاون میں یہ دونوں ہستیاں پاکستانی مجاہدین میں نمایاں تھیں۔ آپ میں اور بدر منصور شہید رحمۃ اللہ علیہ میں بڑی مثالی قربت اور ہم آہنگی تھی۔ جہاد میں کئی معاملات اور سفر و حضر میں آپ اکٹھے رہے۔ شوریٰ کے اجلاسوں میں بھی شہید بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ کی رائے، اکثر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے موافق ہی ہوتی تھی۔ شہید بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بڑا اعتماد کرتے اور وہ بھی ان

پر۔ شہید بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف سن ۲۰۰۶ء میں قائم ہوا۔ ان دونوں کی آپس میں ایسی دوستی اور اعتماد تھا کہ لگتا تھا یہ یک جان دو قالب ہیں۔ آپس میں تعاون و اشتراک اتنا بڑھا کہ بدر منصور بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی انتظامی معاملات سنبھالنے شروع کیے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بدر منصور بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کی دینی و شرعی تربیت کا کام۔ حقیقی اعتبار سے پاکستانی مجموعات میں تعاون و قربت کی اصل مثال، انہیں دونوں شخصیات کی محبت و قربت سے بنی۔

بدر منصور ایک قائدِ جہاد

شہید بدر منصور کا آبائی تعلق صوبہ سرحد کے ضلع ٹانک سے تھا۔ جہادِ کشمیر میں شمولیت کے لیے 'حرکت المجاہدین' نامی تنظیم میں شامل ہوئے۔ عسکری تربیتوں سے فراغت کے بعد امارت کے زمانے میں کابل اور شمالی افغانستان میں کفار کے ایجنٹ شمالی اتحاد کے ساتھ جہاد میں طالبان کے شانہ بشانہ شریک رہے۔ افغانستان پر وحشیانہ امریکی حملے کے بعد لٹے پٹے مہاجرین کی نصرت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ پھر ابتدائی سالوں میں ہی سالارِ مجاہدین خلیفہ سراج الدین حقانی حفظہ اللہ کی صفوں میں شامل ہو کر صلیبیوں کے کئی معرکوں میں شریک رہے۔ آپ حرکت المجاہدین کی طرف سے قبائل اور جہادِ افغانستان میں شرکت کے مسئول رہے۔ قبائل اور بالخصوص وزیرستانی قبائل میں آپ کا ایک بڑا حلقۂ اثر قائم تھا۔ اسی دوران تنظیم القاعدہ کے عرب مجاہدین کے ساتھ مختلف عسکری تربیتوں اور مشترکہ عسکری پلانوں میں شمولیت کی وجہ سے قربت و تعلق بڑھتا گیا۔ عرب بھائیوں کی پاکستانی شہروں میں نصرت کا کام تو وہ پہلے ہی سے کرتے آئے تھے۔ سن ۲۰۰۶ء میں وہ باقاعدہ تنظیم القاعدہ کے مختلف کاموں میں شریک ہونا شروع ہوگئے۔ ۲۰۰۷ء میں جب لال مسجد کا واقعہ ہوا اور پاکستانی وحشی فوج کے خلاف جہاد کا باقاعدہ آغاز ہوا تو کماندان بدر منصور اپنے ساتھیوں سمیت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی باقاعدہ بیعتِ جہاد کر کے تنظیم القاعدہ میں شامل ہوگئے۔ القاعدہ کے اکابرین نے 'عبد اللہ عزام شہید بریگیڈ' کے نام سے ایک مجموعے کو تشکیل دیا اور آپ کو اس کا مسئول مقرر کیا گیا۔ قبائل اور صوبہ سرحد کے ساتھ ساتھ کراچی و پنجاب سے سینکڑوں مجاہدین نے آپ کی اطاعت میں صلیبیوں اور ان کے اتحادیوں کے خلاف جہاد میں عظیم خدمات سرانجام دیں۔ افغانستان میں صلیبیوں پر کوئی بڑا حملہ ہو، قبائل پر ہونے والے وحشی فوج کے کسی ظالمانہ آپریشن سے دفاع ہو یا پاکستانی شہروں میں امریکی غلام فوج اور اس کے ذیلی اداروں پر اہم کارروائی، شہید بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی ان تمام جہادی محاذوں پر صفِ اول میں نظر آئے۔

عجز و تواضع کے ساتھ جرأت و شجاعت مل جائے تو کسی شخصیت کو قائد بنا دیتی ہے۔ بدر منصور ہر پہلو سے ایک قائد تھے۔ محبتیں بکھیرنے والے اور صلح جو طبیعت کے حامل تھے۔ جو ان سے کٹے اس سے جڑتے تھے اور جو انہیں برا بھلا کہے اس کی تعریفیں کرتے تھے۔ خود بھوکے رہتے اور دوسروں کو کھلاتے۔ ایثار و قربانی میں اعلیٰ مثال تھے۔ آپ اپنی انہی صفات کی بدولت محبوب المجاہدین تھے اور اپنے جہادی نام 'بدر' کی طرح چمکتے، روشن اور نور برساتے انسان تھے۔ سن ۲۰۱۲ء میں پاکستانی فوج کے جاسوسی نظام کی مدد سے صلیبیوں نے ایک ڈرون حملے میں انہیں رات کے آخری پہر میں اس وقت نشانہ بنایا جب وہ مصلے پر کھڑے نمازِ تہجد میں مصروف تھے۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے اور جنت الفردوس کے اکابرین میں شمار فرمائے، آمین۔

ایک دفعہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلایا اور کہا کہ "بھیا! بدر منصور بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سوات سے کچھ گھرانے مہاجر ہو کر آئے ہیں۔ بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ پر تو فیملیوں کا بوجھ پہلے ہی بہت زیادہ ہے۔ کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ کچھ فیملیوں کے اخراجات کے لیے ان سے تعاون کریں؟"۔ اس طرح جہاں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی کی کوئی ضرورت کا علم ہوتا تو تڑپ کر اس کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ بھی خدائی خدمتگار تھے۔ جہاں اور جس کسی کو بھی کسی قسم کی ضرورت ہو... چاہے ذاتی ضرورت یا کسی جہادی کام کی ضرورت... بدر بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ کھٹکھٹانے والا خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ خود مجھے بھی کئی بار اس کا مشاہدہ ہوا۔ ایک دفعہ میر انشاہ کے مضافات میں ہم کچھ گھروں کو کرائے پر حاصل کرنے گئے۔ وہاں کچھ ہمسایوں نے اعتراض کر دیا اور پھر مقامی حضرات نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اگر کماندان بدر منصور ہمارے پاس آکر آپ کی سفارش کر دیں تو ہم یہ گھر دے دیں گے۔ اسی رات بدر منصور بھائی بازار میں نظر آ گئے۔ وہ اپنے کسی کام سے روانہ ہو رہے تھے۔ میں نے یہ بات بتائی تو ہنسے اور کہا کہ میرے جانے سے کسی کا کام ہوتا ہے تو بسم اللہ ابھی چلو! فوراً میرے پیچھے موٹر سائیکل پر بیٹھے اور مذکورہ مسئلہ کو حل کر کے آئے۔ بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ تمام مجاہدین کے ساتھ یکساں مدد و تعاون کرنے کی صفت میں بے حد ممتاز تھے۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔

پاکستانی مجاہدین کی قیادتوں میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی بلا مبالغہ سب سے زیادہ محبت و قربت شہید بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی۔ اس کا اظہار آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصیت میں ان الفاظ میں فرمایا:

"اپنے برابر والوں اور دوستوں میں سے شہداء میں سب سے زیادہ محبت بدر منصور بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی، اللہ جنت میں ان کا ساتھ دے۔"

عرب مجاہدین سے خصوصی محبت

اطرافِ عالم کے دور دراز سے آئے ہوئے مہاجرین سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بے حد محبت تھی اور ان کی ہر ممکنہ خدمت کو اپنے لیے واجب سمجھتے تھے۔ کتنے ہی مہاجرین کی ایسے خفیہ طریقے پر مدد کرتے کہ انہیں پتا بھی نہیں چلتا کہ انہیں کون دے رہا ہے۔ عرب مہاجرین کی خدمت کو بڑا اعزاز سمجھتے۔ اور اتنی توجہ اور اہمیت سے شاید ہی کسی نے مہاجرین کی خدمت کا حق ادا کیا ہو جتنا کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ اس خدمت کے لیے وہ باقی تمام کاموں کو مؤخر کرنے کے حق میں تھے۔

عرب مجاہدین اور خاص طور پر اکابر قائدین کو وہ جہاد کا بڑا سرمایہ سمجھتے تھے اور ان کی حفاظت و نصرت کو وہ دیگر کاموں پر مقدم جانتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جہاد کو پورے عالم میں پھیلانے اور اس کے مفاہیم کو امت میں عام کرنے میں اور عالم بھر میں جہادی سفر کو آگے بڑھانے میں، موجودہ زمانے میں سب سے اہم ترین کردار، عرب مجاہدین اور بالخصوص ان کے اکابرین اور علماء کا ہے۔ اس لیے وہ اس سرمایہ امت کی حفاظت اور ان کے کاموں میں معاونت کے لیے وقت، وسائل اور صلاحیتوں کو خرچ کرنا دیگر تمام جہادی مصروفیت سے اہم گردانتے تھے۔

ہر صاحبِ نعمت سے، ہے حسد کیا جاتا!

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے علم و عمل، تحریر و بیان، عالی اخلاق و حوصلہ، بہترین صلاحیتوں اور امراء و مشائخِ کرام کے ان پر اعتماد و قربت کی وجہ سے حاسدین کا ایک ٹولہ وجود میں آیا جس نے ان کی شخصیت کو گرانے اور ان کی کردار کشی کی ہر ممکن کوشش کی۔ ان مذموم کوششوں کا بنیادی مقصد یہی ہوتا کہ کسی طرح عالمی جہاد کی قیادت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے بد ظن ہو کر ان پر اعتماد کرنا چھوڑ دے اور ان سے دور ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے سفید جھوٹ، گھٹیا بہتان، گالم گلوچ سمیت کردار کشی کے ہر ممکنہ ذرائع ان حاسدین نے استعمال کیے مگر کہاں اخلاص و تقویٰ اور قربانی واستقامت کی عظیم چٹان اور کہاں بغض و عناد اور حسد کے گرے ہوئے اخلاق کا حامل طبقہ۔ بھلا سورج کی طرف تھوکنے والا یا چودھویں کے چاند کے نور سے حسد کرنے والا، اپنے چہرے کو داغدار کرنے کے علاوہ بھی کچھ کر پاتا ہے؟

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ:

فَإِنَّ كُلَّ ذِي نِعْمَةٍ مَحْسُودٌ[1] ”ہر صاحبِ نعمت سے حسد کیا جاتا ہے“۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تو ایسی شخصیت تھی کہ اللہ نے انہیں سراپا نعمت بنایا تھا۔ دین و دنیا کی بیشتر نعمتوں سے آپ کو مالا مال کیا تھا۔ ایسے عظیم انسانوں کے مقابلے میں تاریخ کے ہر زمانے میں حاسدین کا طبقہ ضرور پیدا ہوتا رہا ہے۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ واقعہ افک میں جب عفت و پاکیزگی کی پیکر امت مسلمہ کی والدہ سیدہ صدیقہ عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما پر منافقین نے بہتانِ عظیم باندھا تو ان کی عظیم والدہ نے انہیں ان الفاظ میں تسلی دی:

يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَى نَفْسِكِ الشَّأْنَ، فَوَاللَّهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ، إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا[2]

اے بیٹی! تو رنج نہ کر۔ دنیا کا قاعدہ یہی ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبت ہوتی ہے تو حسد کرنے والی عورتیں اس کے ضرر کے درپے ہو جاتی ہیں۔[3]

اسی طرح فاروق بھائی کی جملہ صفات و خوبیاں ان کے لیے حاسدین و مبغضین کا ایک ٹولہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھیں۔ آپ کا گہرا علم، اعلیٰ اخلاق، بہترین انتظامی صلاحیتیں، تقریر و تحریر کا ملکہ، دعوتی کاوشیں، محبوبیت بین الناس، بہترین رفقاء کی معیت، اکابرین کا آپ پر اعتماد اور اہم معاملات میں مصروفیات اور اس طرح کی بہت سی صفات ایسی تھیں جن کی بدولت حسد کے مرض میں مبتلا ہو کر کئی شخصیات آپ کے بارے میں بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پھیلانے کا کام کرتی رہتی تھیں۔ میر انشاہ کے مرکزی بازار میں بہت سے افراد گھومتے رہتے جو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منفی پراپیگنڈوں کے ذریعے بعض ناواقفوں، سادہ لوحوں یا وزیرستان میں نئے تشریف لانے والوں کو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کرنے کا کام کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ خود ہمارے محبوب بزرگ مشفق قائد حاجی ولی اللہ (بھائی عمران صدیقی) رحمۃ اللہ علیہ[4] کے ساتھ بھی پیش آیا۔

---

[1] المعجم الصغير للطبرانی

[2] صحيح البخاری

[3] ترجمہ از کتاب سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

[4] بھائی عمران صدیقی جو کہ مجاہدین میں 'حاجی ولی اللہ صاحب' کے نام سے جانے جاتے تھے، قدیم مجاہدین میں سے تھے۔ آپ نے کمیونسٹوں کی حکومت کے زمانے میں افغانستان میں جہادی تربیت حاصل کی۔ بعد ازاں طالبان کے دور میں افغانستان ہجرت کر گئے۔ شہر کراچی میں دعوتِ جہاد کو پھیلانے میں بنیادی

ہوا کچھ ایسے کہ حاجی ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سن ۲۰۱۲ء میں تقریباً ایک دہائی کے عرصے پر بیتی اپنی قید و بند کی صعوبتیں کاٹ کر اپنے ساتھیوں سمیت میر انشاہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے۔ کراچی کی سینٹرل جیل کے قید خانوں میں آپ تک استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے پر اثر دروس اور بیانات کی صدا پہنچ چکی تھی اور یک گونہ غائبانہ محبت ان کی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے پیدا ہو چکی تھی۔ دوسری طرف فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی دیگر مجاہدین سے حاجی ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کے عظمتِ کردار اور قربانیوں کی داستانیں سن کر ان کا بے حد احترام اپنے دل میں رکھتے تھے اور ان سے ملاقات کے شائق تھے۔ مگر جس وقت حاجی ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میر انشاہ تشریف لائے، اس وقت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بعض کاموں کے سلسلے میں جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا کی طرف عارضی طور پر منتقل ہو چکے تھے۔ چنانچہ اس زمینی فاصلے اور دیگر انتظامی مشکلات کی وجہ سے ان دونوں قائدین کی کچھ عرصے تک ملاقات نہ ہو پائی۔ اس عرصے میں میر انشاہ بازار میں گھومنے والے کئی افراد نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کرنے کے لیے کافی منفی باتیں غلط انداز میں پہنچائیں جس کی وجہ سے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ پریشان ضرور ہو گئے۔ اس پریشانی کا انہوں نے مجھ سے بھی ذکر کیا اور کہا کہ "لوگ تو فاروق کے بارے میں بہت منفی باتیں کرتے ہیں اور میری ملاقات بھی ان سے نہیں ہو پا رہی آپ کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟"۔ میں نے عرض کیا کہ آپ خود بزرگ اور تجربہ کار شخصیت ہیں جب تک آپ کی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہ ہو جائے کسی حتمی رائے تک نہ پہنچیے گا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اتفاق کیا۔ کچھ عرصے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ میر انشاہ تشریف لائے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی ترتیب بنی تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے لیے جانے سے قبل میرے پاس سے گزرے اور مسکراتے ہوئے کہا کہ "فاروق بھائی سے ملنے جا رہا ہوں، اللہ خیر ہی کرے، لوگوں سے بہت کچھ سنا ہے اس کے بارے میں۔ دیکھتے ہیں کیسے شخص ہیں؟" کافی طویل ملاقات کے بعد جب حاجی صاحب واپس آئے تو پھر سیدھے میرے پاس سے ہی گزرے اور مجھے اس ملاقات کی روداد کچھ اس طرح کے الفاظ میں بیان فرمائی:

کردار ادا کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی ان ابتدائی لوگوں میں سے ہیں کہ جنھوں نے ۱۱ ستمبر کے فوراً بعد امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف پاکستان میں جہاد کا آغاز کیا۔ آپ ۲۰۰۲ء میں کراچی سے گرفتار ہوئے اور ۲۰۱۲ء میں ۱۰ سال قید کاٹ کر رہا ہوئے۔ رہائی کے فوراً بعد ہجرت کر کے وزیرستان آئے اور یہاں پر مجاہدین کی قیادت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جماعت القاعدہ برصغیر کے شعبہ تربیت کے مسئول اور شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لازوال استقامت، بزرگانہ شفقت اور اعلیٰ اخلاق کے پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو، آمین۔

''ہماری بھائی فاروق سے ملاقات ہو گئی ہے الحمدللہ۔ وہ کمال کا انسان ہے بھائی! اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے۔ بہت ہی باادب انسان ہے۔ بہت بہت خوشی ہوئی ان سے مل کر اور بہت اعلیٰ انسان لگے۔ جو ان کے بارے میں بازار میں منفی باتیں سنیں تھیں، سب بکواس ہے۔ بھائی! یہ سب حسد ہے حسد، اور کچھ مسئلہ نہیں۔ لوگ اس سے حسد کرتے ہیں۔ وہ تو بہت عظیم انسان ہے''۔

بالکل اسی طرح کا واقعہ ایک صالح عرب نوجوان ابوالبراء الکویتی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آیا۔ ان صاحب کی ذمہ داری تنظیم القاعدہ کی بیعت میں چلنے والے ایک خصوصی پاکستانی گروپ ''کتیبۃ الشھداء'' کی لگائی گئی۔ انہوں نے بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن رکھا تھا، مگر ان سے کوئی ملاقات نہ تھی۔ البتہ بازارِ میرانشاہ میں موجود بعض افراد سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف منفی پراپیگنڈوں نے انہیں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کرڈالا۔ چنانچہ میرے پاس تشریف لائے اور فاروق بھائی کے بارے میں بہت کچھ منفی باتیں کہہ ڈالیں۔ وہ خاموش ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے کبھی فاروق بھائی کو دیکھا ہے یا ملے ہیں؟ فرمایا نہیں، میری ان سے کوئی ملاقات نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: صرف ایک دفعہ ان سے مل لیں پھر اس موضوع پر بات کریں گے۔ اللہ کا کرنا تھا کچھ ہی دنوں میں ان دونوں کی اتفاقاً ملاقات ہو گئی۔ ملاقات کے بعد برادر ابوالبراء رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پاس تشریف لائے۔ جن لوگوں نے انہیں فاروق بھائی کے بارے میں بدگمان کیا تھا ان کے بارے میں غصہ سے کانپ رہے تھے۔ کچھ اس طرح کی بات کہنے لگے:

''فاروق بھائی بہت ہی عظیم انسان ہیں۔ وہ اس جہاد کے داعی اور مربی ہیں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی دینی تربیت کی ہے۔ جہاد کے شعبوں کو منظم کیا ہے۔ اعلیٰ اخلاق پر فائز، انتہائی باادب اور عالمِ دین شخصیت ہیں۔ جبکہ ان کے بارے میں منفی باتیں کرنے والے خود بیکار لوگ ہیں اور کسی کام کے نہیں ہیں۔ جو لوگ ان کے خلاف زبان درازی کرتے تھے ان کو میں نے کہا ہے کہ اللہ سے استغفار کرو اور محاذِ جنگ پر جاکر مجاہدین کی خدمت کرو۔ نہ کہ بازار میں گھوم کر فتنے مچاؤ''۔

یہ جو مشکل فاروق بھائی کو پیش آئی، اگر تاریخ کا مطالعہ کریں تو اکثر داعیانِ دین کو اسی طرح کی مشکلات پیش آتی رہی ہیں۔ خود فخرِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبداللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی اجلی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے کتنے ہی افراد و ادارے کوششیں کرتے رہے۔ یہی معاملہ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ساتھ بھی رہا اور اس سے پیچھے جاتے

جائیں اور قرونِ اولیٰ تک پہنچ جائیں تو پتا چلے گا کہ ہر زمانے میں اکابرینِ امت اور داعیانِ اسلام کے خلاف منفی اور جھوٹے الزامات لگانے والے گروہ معاشرے میں پائے جاتے تھے۔ بات جھوٹے الزامات، کردار کشی اور تہمت درازی کرنے والوں کی ہو رہی ہے۔ باقی غلطیوں سے مبرا تو انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانوں میں کوئی ذات نہیں ہے اور نہ ہی ہم اپنے اکابرین کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں۔ مگر اصلاح اور نصیحت کے طریقوں اور فساد اور افتراء اور بغض و نفرت پھیلانے کے طریقوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایک مطلوب اور محمود کام ہے اور دوسرا مردود اور قبیح فعل ہے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کو لوگ سی آئی اے کا ایجنٹ کہتے تھے، شیخ عبد اللہ عزام کو موساد کا ایجنٹ کہا گیا، سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک شخص نے شیخ عزام رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ سید قطب کی بیٹیاں اسکرٹ پہن کے بازاروں میں پھرتی ہیں، حالانکہ سید قطب کی تو شادی تک نہ ہوئی تھی، شیخ ایمن حفظہ اللہ کو روس کا جاسوس کہا گیا اور امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کو آئی ایس آئی کا ایجنٹ۔ بالکل اسی طرح فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدین کے ٹولے نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی مشرک صوفی، جہاد کا دشمن، پاکستانی جاسوس، سے لے کر موساد کے ایجنٹ ہونے تک کے الزام لگائے۔ ان سازشوں کے پیچھے حسد کارفرما تھا یا دشمنوں کی سازشیں، دونوں ہی ابلیسی ہتھکنڈے ہیں۔ مگر کہنے والے جو بھی کہتے رہیں، اللہ اپنے اولیاء کی محبت خود اپنے ملائکہ کے ذمہ لگا کر اہلِ ایمان کے دلوں میں بھر دیتا ہے اور وہ خود ان کی طرف سے دفاع کرتا ہے۔ اور دیگر غبار و کچرا خود ہی چھٹ جاتا ہے۔ حق و باطل کی کشمکش کو اللہ جل شانہ نے قرآنِ عظیم الشان میں بڑی پیاری مثال سے واضح کیا ہے۔ فرمانِ تعالیٰ ہے:

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ[1]	اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر نالے اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے، پھر بہتے ہوئے پانی نے اپنے اوپر جھاگ کو اٹھایا جو پانی پر بلند ہے اور جن چیزوں کو آگ میں ڈال کر اوپر سے جلاتے ہیں، تاکہ زیور یا کوئی دوسری نفع کی چیز حاصل کریں، اس میں بھی اسی طرح کی جھاگ ہے۔ اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ سو جو جھاگ ہے وہ تو بے فائدہ ہو کر چلا جاتا ہے اور جو

[1] سورة الرعد، آية:١٧

لوگوں کو نفع دیتا ہے، وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

بیان القرآن میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ان دو مثالوں میں دو چیزیں ہیں: ایک کارآمد چیز کہ اصل پانی اور اصل مال ہے، اور ایک ناکارہ چیز کہ کوڑا کرکٹ اور میل کچیل ہے۔ حاصل دونوں مثالوں کا یہ ہے کہ جیسا ان مثالوں میں میل کچیل برائے چندے اصلی چیز کے اوپر نظر آتا ہے، لیکن انجام کار وہ پھینک دیا جاتا ہے اور اصلی چیز رہ جاتی ہے، اس طرح باطل گو برائے چندے حق کے اوپر غالب نظر آوے لیکن آخر کار باطل محو اور مغلوب ہو جاتا ہے، اور حق باقی اور ثابت رہتا ہے''۔

دوسری طرف فاروق بھائی کا حوصلہ اور حلم بھی عجیب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو حوصلہ دیا تھا وہ بھی بس اسی کی دین تھی۔ وہ ان بہتان پردازوں اور جھوٹ و فریب کے مبلغوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آتے۔ ان کی ایذا رسانیوں اور افتراء پردازیوں کا صلہ بھی ادفع بالتی ھی احسن [1] کے عظیم کردار ہی سے دیا کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ ظرف کے اندر ہوتا ہے وہی تو باہر آتا ہے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ایسے افراد جن کے دل میں بیماری گھسی ہوئی ہے، ان کی حتی الامکان اصلاح ہی کرنی چاہیے۔ بعض افراد کہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف محفلوں میں زہر اگلنے کا کام کرتے تھے، ان کو بھی وہ سال ہا سال وظیفے اور گھروں کے لیے خرچہ بھجواتے رہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے رہے۔ وہ یہ نیکی کرتے بھی ایسے تھے کہ اس صاحب کو پتہ تک نہیں چلتا تھا کہ یہ اُن کی طرف سے ہے۔ جب تک یہ معاملہ ان کی اپنی ذات تک محدود رہتا تھا، اس وقت تک تو وہ صبر کرتے رہے اور فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ [2] یعنی کہ: ''آپ ان سے خوبصورتی کے ساتھ درگزر کریں''، کے قرآنی حکم پر عمل پیرا رہے۔

لیکن جب ان مرجفین و مخذلین نے امت کے ماتھے کے جھومر حضرت امیر المومنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ اور قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ جیسے قائدینِ امت اور دیگر قائدینِ جہاد کی ذات پر بھی اسی نوعیت کے الزام لگانے شروع کیے جو

[1] یعنی برائی کو اچھائی کے ذریعے دور کرنا۔

[2] سورة الحجر، آیة: ۸۵

کہ وہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر لگاتے تھے، تو پھر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے افراد کی برائی کو واضح کرنے کی ہدایات دیں اور ان کے شر سے بچاؤ کے اقدامات کیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

''مجاہدین کے بارے میں منفی پراپیگنڈا کرنے والے، افواہیں پھیلانے والے، قیادت پر بہتان لگانے والے، دشمن کے رعب کو دلوں میں بٹھانے والے اور مجاہدین کی خامیاں اور کمزوریاں اچھالنے والے ایسے تمام اشخاص جو کہ مخذلین اور مرجفین کے فہرست میں شامل ہوں، ان کو جہاد میں شریک کرنا بھی فقہائے کرام کے مطابق امیر کے لیے مناسب نہیں ہے''۔

شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

''شرعی مسئلہ اس طرح ہے کہ اگر ایسی صفات والے اشخاص جہاد میں شریک ہونا بھی چاہیں تو پھر بھی انہیں جہاد سے دور رکھنا امیر پر ضروری ہے''[1]۔

پس جب معاملہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے بڑھ کر دیگر اکابرین تک پہنچا تو پھر انہوں نے ایسی صفات کے حامل افراد والے گروہ سے مکمل مقاطعہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

اور پھر ہوا بھی یہ کہ جن افراد نے سب سے پہلے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر طعن و تشنیع کا دروازہ کھولا تھا، بالآخر اس گروہ کے اکثر افراد اکھٹے ہو کر اہلِ غلو و فساد، تکفیریوں اور مسلمانوں کے قتل پر فخر کرنے والے گروہ 'داعش' میں شامل ہوگئے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ جہاد اللہ کے دین کی بلند ترین چوٹی ہے جس میں اللہ خبیث مال نہیں چھوڑتا۔ وہ ضرور تمحیص کی چھلنی لگاتا ہے اور اس کے ذریعے سے ہر کچھ عرصہ کے بعد جہاد میں سے جو اللہ کو ناپسند ہوں، انہیں دور کر دیتا ہے۔ اللہ ہمیں اپنی عافیت میں رکھے اور گمراہی سے بچائے، آمین۔ تب آپ نے 'مجاہدین کو درپیش ایک اہم فتنہ' نامی اپنے ایک مضمون میں مجاہدین کے درمیان فتنہ بنانے والے اس داعشی گروہ کی گمراہیاں واضح کرنے کے بعد لکھا:

[1] في ظلال سورة التوبة۔ از شیخ عبداللہ عزام

"نیز یہ بھی بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ایک بدعتی فکر ہے اور اس فکر کے حامل، دین میں غلو کی اس خطرناک بدعت میں مبتلا ہیں جس سے نبیٔ اکرم ﷺ نے بہت سی احادیث میں خبردار فرمایا اور جسے آپ ﷺ نے سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب قرار دیا۔ واضح رہے کہ اہلِ بدعت میں سے جو لوگ اس بدعت کی طرف باقاعدہ دعوت دیتے ہوں اور دیگر مسلمانوں کو اس کی طرف بلاتے ہوں ان سے تعامل کے حوالے سے شریعت نے کچھ واضح ہدایات دی ہیں۔ ان میں سے سب سے نمایاں اور متفق علیہ ہدایات یہ ہیں کہ بدعت کے داعیوں کے ساتھ نہ تو بیٹھا جائے، نہ ان کے قریب رہا جائے، نہ ان کو سلام کیا جائے، نہ ان سے بات کی جائے، نہ ان کی بات سنی جائے، نہ ان کی کتب پڑھی جائیں، نہ ان کی دعوت قبول کی جائے، نہ ان کا کھانا کھایا جائے، نہ ان کی عیادت کے لیے جایا جائے اور نہ ان کو احترام دیا جائے۔ البتہ ایسے اہلِ علم جو ان کے دلائل رد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں وہ اگر ان کی اصلاح کرنے یا ان کا باطل ہونا واضح کرنے کے لیے ان کے ساتھ بیٹھیں تو حرج نہیں۔"

قناعت واستغناء

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کے لیے کم سے کم پر قانع ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قانع بھی تھے اور مستغنی بھی۔ لوگوں کو بہت دیتے لیکن خود اپنی جان پر بہت کم خرچ کرتے۔ ان کے پاس صرف تین جوڑے کپڑے ہوتے تھے۔ شدید گرمیوں میں جون جولائی کے مہینوں میں موٹا کھدر کا لباس پہن کر رکھتے۔ اس طرح جب بھی ملیں ایک ہی لباس میں نظر آتے۔ ادارہ السحاب کے ایک ذمہ دار ساتھی سے میں نے از راہِ مزاح کہا کہ "تمہارے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تو ویڈیو میں بڑے لشکے دار کاٹن پہن کر نظر آتے ہیں"۔ تو وہ بھائی کہنے لگا کہ "وہ تو کاٹن کی صرف ایک قمیض ہے جسے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ صرف بیان ریکارڈ کرواتے وقت پہنتے ہیں، کیونکہ علمائے کرام کہتے ہیں کہ داعی کو دعوت دیتے وقت اور اہم مجلس کرتے وقت اپنے لباس اور ہیئت کو پروقار رکھنا چاہیے اور رسولِ اکرم ﷺ بھی ایسے مواقع پر بعض اوقات خصوصی لباس پہنا کرتے تھے، باقی عام حالات میں تو ان کے پاس وہی دو کپڑے ہیں جو وہ عموماً زیبِ تن کرتے ہیں۔"

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری مہاجرت کی زندگی میں بیت المال سے کفالہ نہیں لیا۔ آپ اپنے ذاتی مال سے اپنے گھر کا خرچہ انتہائی سادگی اور فقیرانہ طرز پر چلاتے تھے۔ آپ کی بیوہ محترمہ نے بیان فرمایا کہ:

”آپ کے بھائی اپنے ذاتی مال ہی سے (گھر کا) خرچ چلاتے رہتے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کے پاس موجود خرچ بالکل ختم ہو گیا مگر کسی سے لینا انہیں گوارا نہ تھا اور بیت المال سے لینے کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ ایک مرتبہ جب ذاتی مالی حالات خاصے مخدوش ہو گئے... پے در پے سفر اور مستقل گھر کے نہ ہونے کی وجہ سے اور پھر سفر میں جہاں کسی کے پاس رہتے وہاں اپنی ذات پر ہونے والا خرچ اسے ادا کرتے... تو میں نے کہا کہ بیت المال سے قرض لے لیتے ہیں مگر وہ بالکل تیار نہ ہوئے اور کہا کہ اگر لینا ہی پڑا تو کسی صاحبِ حیثیت مجاہد سے ذاتی طور پر لے لوں گا، مگر بیت المال سے ہرگز نہیں لوں گا۔ ایک دفعہ ان کی ذاتی ملکیت کے کچھ پیسے ان کے پاس آئے۔ اس میں سے ایک لاکھ فوراً بیت المال میں ڈالا اور کہا کہ بیت المال کے حسابات میں کچھ نہ کچھ اونچ نیچ تو ہو ہی جاتی ہے، یہ ہے تو بہت کم مگر اس کے کفارے کے طور پر ہے، اللہ قبول کر لیں“۔

قائدینِ جہاد کی قناعت و سادگی

اسی طرح ایک دن فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مجھے بتانے لگے کہ عظیم عالم و مدبر، امیر جہاد حضرت شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ:

”جب میں (شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ) وزیرستان منتقل ہوا اور مجھے مجاہدین نے رہنے کو گھر تیار کر کے دیا تو اس گھر کی بوسیدگی اور تنگی کی وجہ سے دل میں خیال آیا کہ اس سے بہتر گھر بھی تو مل سکتا تھا اور شاید کہ ساتھیوں نے میرے گھر کی تلاش اور تیاری کا حق نہ ادا کیا ہو“۔ شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر ایک دن میں اپنے امیر اور خراسان میں جہاد کے قائد اور پورے قبائل کو آپس میں ملا کر جہاد کے لیے اٹھانے والے عابد و زاہد قائدِ جہاد شیخ مصطفیٰ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کے گھر گیا۔ شیخ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت تھیں کہ ان کے ایک رقعہ پر وزیرستان کے کئی گھرانے اپنے گھروں کو آدھا کر کے اور اپنے عالیشان حجروں کو فارغ کر کے مہاجرین کو ان میں بسا لیا کرتے تھے۔ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اس عظیم قائد کی فقر و سادگی اور ان کے بوسیدہ گھر... جو دراصل بکریوں کے استعمال کا کمرہ تھا، جسے صاف کر کے رہائش کے قابل بنایا تھا اور اس کی ایک دیوار انتہائی شکستہ حال تھی... کی حالتِ زار دیکھی تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی اور مجھے احساس ہوا کہ میں تو بہت بہتر گھر میں رہ رہا ہوں“۔

اس واقعہ کا ذکر کرنے کا یہاں مقصد یہ ہے سنتِ نبوی ﷺ کی اتباع میں قناعت اور درویشانہ زندگی گزارنا، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے شاید اپنے انہی اکابرین کی صحبت ہی سے سیکھا تھا۔

قبائلِ وزیرستان نے مدد و نصرت کا حق ادا کیا

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ امت کے ان عظیم قائدین کی فقر و درویشی اختیاری تھی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے قبائلِ خراسان میں ان عظیم انصاروں کی بدولت کہ جنہوں نے انصارِ مدینہ رضی اللہ عنہم کی یادیں تازہ کر دیں تھیں، مجاہدین کو ہر قسم کی سہولیات اور یہاں تک کہ آسائشیں مہیا کر رکھی تھیں۔ بلکہ بعض تو ایسی نعمتیں جو کہ عام شہروں کی زندگی میں بھی نہیں ملتیں، ہمارے انصار بھائی ہمارے لیے مہیا کرتے تھے۔ یہ قبائل کے غیور مسلمانوں کی عظمت تھی کہ وہ اپنے مہاجر بھائیوں کی خدمت میں وہ تکلف کرتے اور ایسی تکالیف برداشت کرتے کہ مادیت سے بھری دنیا میں، پیسے اور اسٹیٹس کے پجاری معاشرے میں رہنے والے ہمارے بھائی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان انصار نے اپنے گھروں کو آدھا آدھا تقسیم کر کے مہاجرین کو اپنے گھروں میں بسایا، اپنے مال میں سے بہترین کو مہاجرین پر لگایا، خود ساری ساری رات جاگتے اور پہرہ دیتے اور مہاجرین کو آرام کی نیند سلاتے، دن میں پہاڑوں پر جا کر لکڑیاں جمع کرتے اور شام میں ان کے ذریعے مہاجرین کے کمروں کو گرم کرنے کا بندوبست کرتے۔ خود بھوکے رہتے، اپنے بیوی بچوں کو سوکھی روٹی یا محض لسی سے کھانا کھلاتے لیکن اپنے دین کے رشتے کے مہمان مہاجروں کی مہمان نوازی بکرے کے گوشت اور دیگر پر تکلف اشیاء سے کرتے۔ خود سردی میں ٹھٹھرتے رہتے لیکن مجاہدین کو گرم نرم بہترین بستر دیتے۔ ڈرون حملوں کی کثرت میں اور ڈرون کی انتہائی نچلی پروازوں میں مہاجرین کا تمام کام اپنے ذمے لیتے، تاکہ مہاجرین کو باہر خطرے میں نہ نکلنا پڑے۔ خطرے کے وقت خود باہر نکلتے جبکہ مہاجرین کو اندر گھروں میں محفوظ رکھتے۔ اللہ ان عظیم انصار سے راضی ہو جو کہ انصارِ مدینہ کی طرح وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[1] کی عملی تصویر تھے۔ رب العزت ان عظیم ہستیوں سے راضی ہو۔ اللہ ان کو دنیا و آخرت میں وہ بدلہ وصلہ دے کہ جو اس کی عظیم شان کے لائق ہے۔ جبکہ امت کے ان عظیم سپوتوں کا شعار تو یہ ہوتا تھا کہ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا[2]۔

---

[1] اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔ سورة الحشر، آية: ٩

[2] ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔ سورة الانسان آية: ٩

یہاں قارئین کی دلچسپی کے لیے اور ان کو انصارِ وزیرستان کی مجاہدین ومہاجرین سے محبت کی ایک جھلک دکھانے کے لیے، ایک ایمان افروز واقعہ کا تذکرہ پیش ہے۔

ہمیں بس تمہاری دعا چاہیے!

یہ غالباً ۲۰۰۸ء کے موسمِ گرما کی بات ہے۔ وانا وزیرستان کے علاقے 'سپین' میں پاکستانی فوج نے اچانک ایک آبادی پر چھاپہ مارا۔ کئی گھروں کو مسمار اور ان کے تقدس کو پامال کیا۔ عوام کو سڑک پر جمع کیا اور قطار میں کھڑا کر کے گولیوں سے بھون ڈالا۔ ان عوام کی جان بخشی کی سفارش کے لیے ایک مقامی ڈاکٹر آگے بڑھا تو طاقت کے نشے میں چور ان مست وحشی درندوں نے اس کو بھی ڈھیر کر دیا۔ اُس موقع پر اِس متکبر و ظالم، خائنِ دین وملت فوج کو سبق سکھانے کے لیے مجاہدین کے قائدین نے ہم کچھ ساتھیوں کو وزیرستان کے ایک دور دراز کے پہاڑی سلسلے میں دشمن پر کارروائیوں کی منصوبہ بندی کے لیے روانہ کیا۔

میرے لیے قابلِ فخر بات یہ ہے کہ اس سفر میں ہمارے ہمراہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ ساتھی معوذ (جواد عارف) شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ الغرض سفر کے دوران شدید بارش ہوگئی اور جب ہماری گاڑی ایک بڑے دشوار گزار پہاڑی نالے سے گزرنے لگی تو نالہ چڑھ چکا تھا اور بارش کی وجہ سے اس میں پانی معمول سے کچھ زیادہ تھا۔ ہمیں گاڑی چلانے میں دشواری محسوس ہونے لگی لیکن پھر بھی ہم آہستہ آہستہ گاڑی کو نالے میں آگے بڑھانے لگے۔ اتنے میں دور سے کچھ لوگ، بھاگتے ہوئے، ہماری طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیے۔ وہ بھاگ بھی رہے تھے، ہاتھوں سے ہمیں رکنے کا اشارہ بھی کر رہے تھے اور چیخ وپکار کر کے بھی ہمیں روکنا چاہ رہے تھے۔ انہوں نے قریب آکر ہماری گاڑی کو گھیر لیا اور کہا کہ آگے نہ جائیں، کیونکہ نالے میں پانی زیادہ ہونے کے سبب آگے جانا ممکن نہیں۔ ہم نے اصرار کیا کہ ہم اس راستے سے واقف ہیں اور پانی بھی بہت زیادہ نہیں ہے اور ہمیں رات تک اپنی منزل پر بھی پہنچنا ہے۔ اس پر اُن مقامیوں نے اپنے روایتی ڈرامائی انداز میں نالے کی ہیبت ناک تصویر کھینچی اور کہا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی اس نالے میں آگے جا سکے۔ مجبوراً ان کے اصرار کے آگے شکست کھا کر اور ان کے تجربے کی فوقیت کو سمجھ کر ہم نے ان کی میزبانی میں رات گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہماری رضامندی کا سن کر ان مقامیوں کے چہرے کِھل اٹھے۔ اور انہوں نے فوراً اونچی اونچی آواز میں چلّا کر اپنے رشتہ داروں اور بچوں کو بلانا شروع کر دیا کہ یہ ہمارے رات کے لیے مہمان ہیں اور ان کا اکرام شروع کرو۔ دیکھتے ہی دیکھتے چہار جانب سے انکے ڈھیروں ڈھیر بچے نمودار ہوئے اور ہمارے سامان کو اپنے کندھوں پر لاد کر

آگے آگے چلتے ہوئے ہمیں اپنے حجرے میں لے گئے۔ اب فوری طور پر انہوں نے ہمارے اکرام کے لیے بکرا ذبح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہم ان کے اس فیصلے میں مزاحم ہوئے کہ بھائی! بکرا ذبح کرنا ضرورت سے بڑھ کر ہے اور جو دال دلیا پکا ہے ہم وہی کھائیں گے۔ لیکن وہ کہاں ماننے والے تھے۔ لیکن آج ہم نے بھی جھگڑے کی ٹھانی تھی اور کبھی علامتی سختی اور کبھی منت سماجت کر کے ان کو بکرا ذبح کرنے سے روکتے تھے۔ جب یہ جھگڑا طول پکڑ تا گیا تو بالآخر ایک بڑی عمر کے تجربہ کار ساتھی کو منصف بنایا گیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ بکرے کی جگہ دو عدد دیسی مرغے ذبح کیے جائیں۔ خیر، اس فیصلے پر فریقین راضی ہوئے۔ رات کو ہماری ضیافت اتنی شاندار تھی کہ آج بھی اس کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ اکرام کی انہوں نے حد کر دی۔ بوٹیاں توڑ توڑ کر ہمارے آگے رکھتے اور ہمارے سیر ہونے کے بعد بھی زبردستی بوٹیاں ہمارے منہ میں ٹھونستے۔ کھانے کے بعد زبردستی ہماری ٹانگیں پکڑ کر دبانی شروع کیں۔ ہمارے بیگ ٹٹول ٹٹول کر اس میں سے میلے کپڑے تلاش کرتے تاکہ انہیں راتوں رات دھو دیں۔ الغرض جب صبح ہوئی اور ہم نے پر تکلف ناشتے کے بعد روانگی کی تیاری کی اور نالے کی طرف نظر ڈالی تو ہمارے چہرے اتر گئے کیونکہ نالہ میں تو پانی کا جوش اسی طرح موجود تھا بلکہ شام سے بھی زیادہ لگ رہا تھا۔ اس پر وہی مقامی افراد اپنے اسی روایتی ڈرامائی انداز میں کہنے لگے کہ "نالے میں رستہ بالکل صاف موجود ہے، کوئی مسئلہ ہی نہیں، گاڑی آرام سے چلی جائے گی"۔ ہم نے حیرانگی سے ان کے چہروں کی طرف دیکھا اور گویا ہوئے کہ "کل شام پانی تو اس سے بھی کم تھا اور آپ کہتے تھے کہ جانا ممکن نہیں ہے اور ابھی پانی بڑھا ہوا لگ رہا ہے اور اب آپ کہتے ہیں کہ راستہ موجود ہے، یہ کہاں کی منطق ہے؟"۔ اس پر صلیبی جنگ میں اسلام کے ہراول دستہ کے ان مسلمانوں نے معصومانہ سا چہرا بنا کر کہا کہ "راستہ تو شام میں بھی موجود تھا لیکن ہم نے تو آپ کو اپنا مہمان بنانا تھا اس لیے شام کو آپ کو روکا تھا!"۔ اور اس سب کے بعد ان کا ایک ہی شعار تھا کہ لا نرید منکم جزاءا ولا شکورا۔ صرف ایک بات پر اصرار تھا کہ ہمارے لیے اور ہمارے گھر بار کے لیے دعا کرنا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ، وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ، وَلِأَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ، وَاغْفِرْ لِنِسَاءِ

"اے اللہ انصار کی مغفرت فرما۔ ان کے بچوں کی مغفرت فرما، ان کے بچوں کے بچوں کی مغفرت فرما، اور مغفرت فرما انصار کی خواتین کی، ان کے بچوں کی خواتین کی اور ان کے بچوں کے بچوں کی خواتین کی"۔

الْأَنْصَارِ، وَلِنِسَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ، وَلِنِسَاءِ
أَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ[1]۔

دل سے ہمارے بھی یہی دعا نکلتی ہے ان قوموں کے لیے، جنہوں نے صرف لا الہ الا اللہ کے رشتے کی وجہ سے ایک ایسی دنیا میں کہ جس میں ہر کوئی اپنی ذات کی ترقی کے پیچھے بھاگ رہا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ کو زندہ کیا۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے عشرت کدہ کا نقشہ

اتنی تفصیل سے یہ واقعہ ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا تھا کہ ان عظیم انصاروں کی خدمتوں اور قربانیوں کی بدولت قبائل میں مجاہدین کو ہر قسم کی سہولت میسر تھی۔ لیکن اپنے اختیار سے اور وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کی صفت پر عمل پیرا ہونے کے لیے، امیر المجاہدین شیخ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ انتہائی فقر و عسرت کی زندگی گزارتے تھے۔ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعے کو سننے کے بعد میرے دل میں اِس عظیم قیادت کی محبت و عقیدت تو بڑھی ہی مگر میرے خانہ دل میں اپنے محبوب مربی و استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اس وقت بہت بڑھ گئی جب میں نے ان کے ''عشرت کدے'' میں ان کے اپنے کمرے کو دیکھا۔

بلا مبالغہ خفیہ اداروں کے ٹارچر سیل کی کوٹھڑی بالعموم اس سے کشادہ ہوتی ہے۔ اس کمرے میں اگر چوڑائی میں کوئی لیٹے تو ٹانگیں پھیلا نہیں سکتا اور لمبائی بھی اس سے بہت زیادہ نہیں تھی۔ کمرے میں داخل ہو کر پہلے تو میں یہ سمجھا کہ شاید اس کمرے کی دیواروں میں کوئی دروازہ ہو گا جس سے ہم اس سے متصل کسی اور کمرے میں داخل ہوں اور وہ اصل کمرا ہو گا اور یہ اس کی ڈیوڑھی ہو گی، لیکن ایسا کوئی دروازہ وہاں موجود نہیں تھا۔ آپ کے حجرہ کو دیکھ کر سیرتِ پاک کی کتابوں میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کا تذکرہ پڑھا تھا، وہ تازہ ہو گیا۔

فاروق بھائی کے معتمدِ خصوصی استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے بتایا کہ:

''شیخ ابو یحییٰ لیبی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابراہیم المغربی حفظہ اللہ کو میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں ایسے وقت لے گیا جب فاروق بھائی اور ان کے اہل خانہ گھر پر نہیں تھے، شیخ ابراہیم حفظہ اللہ نے معنی خیز انداز میں شیخ ابو یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے

[1] مسندِ احمد

کہا "یہ فاروق کا کمرہ ہے"، شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ نے کمرے کا حجم اور کیفیت دیکھی، آپ کی آنکھیں چمکیں اور اس انداز میں الحمدللہ کہا کہ جیسے شکر ادا کر رہے ہوں کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ اپنے ایسے بندوں کا ساتھ عطا کیا ہے"۔

یقین اور صبر، امامت کی دو شرائط

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور جنت پر ایمان کے بغیر اتنی قناعت و استغنا کی زندگی بسر کرنا مشکل تھا۔ یہ تو اللہ کی نعمتوں پر یقین اور تقویٰ ہی ہوتا ہے جو کہ تنگ ترین حالات میں بھی انسان کا ساتھی بن جاتا ہے اور اس کے لیے مصائب کو جھیلنا آسان کر دیتا ہے۔ پھر اللہ پر یقین کے ساتھ اگر صبر کی نعمت بھی ملی ہوئی ہو تو اسی کو تو دین میں امامت کہتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ [1]

"اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو، جب انہوں نے صبر کیا، ایسے پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔"

صبر اور یقین سے دین میں امامت ملتی ہے۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر یقین، جنت کی نعمتوں اور جہنم کی سختیوں و عذاب پر یقین، اللہ پاک کی طاقتوں اور ان کی نصرت پر یقین، جہاد کے راستے کی حقانیت پر یقین، صلیبی آلہ کار فوج کے کفر اور اس کے خلاف جنگ کے برحق ہونے پر یقین، شہادت کی مٹھاس پر اور اس کے ثواب پر یقین۔ الغرض اللہ کی آیات پر یقین کے جتنے پہلو بھی تھے، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اسی یقین کو آگے بڑھانے کا کام کرتی تھی۔ لوگ تھکتے تھے۔ وہ تھکتے نہیں تھے۔ لوگ مایوسی کا شکار بھی ہوتے۔ وہ مایوسوں کو تھام کر دوبارہ تر و تازہ کر دیتے۔ انہیں یقین تھا کہ ہماری منزل، اسلام کی کامیابی، لازمی ملے گی اور اسی راستے پر چل کر اللہ کی رضا ممکن ہے۔ وہ فرعون اور نمرود اور ابو جہل کی ریاستوں کے خاتمے پر اور انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں کی کامیابی پر یقین رکھتے تھے، غرض انہیں اللہ تعالیٰ کی، اللہ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، ہر بات پر یقین تھا۔ اور غالباً یہ اطمینانِ قلبی اور یقین ان کے قرآن پاک میں انہماک اور اس کی تلاوت کی کثرت سے حاصل ہوا تھا۔

[1] سورة سجده، آية: ۲۴

امامت کی شرطِ ثانی: صبر

امامت کے دوسرے حصہ 'صبر' میں بھی وہ بہت ہی آگے تھے۔ راستے کی مشکلات پر صبر، منزل کے دور اور راستے کے طویل ہونے پر صبر، محبوب ترین بھائیوں کی شہادت اور گرفتاریوں پر صبر، بھوک وپیاس اور سردی وگرمی پر صبر، سہولیات کی عدم فراوانی پر صبر، اپنے پیاروں سے فراق پر صبر، دشمن کی طرف سے اذیتوں پر صبر، دن رات کے حملوں اور بمباریوں میں صبر، جنگ میں دشمن سے مقابلے کے وقت صبر، حق تلفی کرنے والے کی حق تلفی پر صبر، کم ظرفوں اور بے ادبوں کی بے ادبی وگستاخی پر صبر، قرآن کی تلاوت اور علمِ دین میں صبر، امیر کی طرف سے سخت اور ناگوار گزرنے والے احکامات پر صبر، جنگی حالات میں حفاظتی تدابیر کے طور پر اپنے آپ کو فی سبیل اللہ محصور کر لینے پر صبر، معدے، دانت اور کمر کی شدید تکلیف پر صبر۔ الغرض صبر کے جتنے بھی زاویے ڈھونڈ کر لائیں اور اس میں انہیں پرکھتے جائیں تو وہ صبر کے باب میں بھی سب سے آگے نظر آتے ہیں۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث پر بہت یقین تھا اور اس کی وہ دوسروں کو نصیحت بھی کرتے تھے کہ:

وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ[1] "جو صبر کرنا چاہتا ہے اسے اللہ صبر دے دیتا ہے"۔

ان کے لیے یہ بہانہ قابلِ قبول نہ تھا کہ کوئی کہے کہ مجھ میں صبر نہیں۔ وہ کہتے تھے کہ جو صبر کرنا چاہتا ہے اللہ اسے صبر دے ہی دیتا ہے۔ پھر ان کے اکثر خطوط میں یہ حدیث کا ٹکڑا ضرور ہوتا تھا کہ:

وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ[2] "جان لو! نصرت (فتح) صبر کے ساتھ ہی ہوتی ہے"۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ کی مدد وفتح، صبر کے 'ساتھ' ہی ہے یہاں عربی کا لفظ مع الصبر یعنی صبر کے ساتھ ہے نہ کہ بعد الصبر یعنی صبر کے بعد۔ پس جو صبر کرتا ہے اس کے صبر کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی شروع ہو جاتی ہے، اور اس کے ساتھ اللہ کی محبت ومعیت ہونے کی وجہ سے جو سکینت ملتی ہے، وہی اس کی ابتدائی نصرت بن جاتی ہے۔

الذین آمنوا وھاجروا

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا گھر بار اللہ کے دین کے لیے چھوڑا اور ارض خراسان کی طرف ہجرت کر گئے۔

---

[1] صحیح البخاری

[2] المعجم الکبیر للطبرانی

ساتھ ساتھ آپ سنتِ ہجرت کے بڑے داعی بھی تھے۔ وہ اس نظریہ پر کاربند تھے کہ جہاد ہجرت کیے بغیر نہ ہی صحیح طرح سمجھ میں آتا ہے اور نہ ہی انسان جہاد میں صحیح اور مطلوب کردار ادا کرسکتا ہے۔ پھر شیخ عبداللہ عزام شہیدؒ کی طرح، ان پر بھی کسی وقتی بڑے فائدہ کے بجائے ایک راسخ العقیدہ، دین پر مر مٹنے والی نسل تیار کرنے کا کام سوار تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ ہجرت کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ دوسری طرف ان کے سامنے دعوت و اصلاح کی خطۂ ہند کی سب سے بڑی اور مبارک تحریک، حضرت سید احمد شہیدؒ کی 'تحریک المجاہدین' تھی۔ وہ حضرتِ سیدؒ کو اپنا قائد و راہنما سمجھتے تھے اور معاصر جہادی تحریک کو اسی تحریک کا تسلسل سمجھتے تھے۔ سید احمد شہیدؒ نے بھی ہجرت کی راہ کو اختیار کیا اور خراسان کی طرف مہاجر ہوئے۔ آپؒ کی ہجرت و جہاد ہی کی بدولت، اسلام کی ایک بڑی اصلاحی و تجدیدی تحریک قائم ہوئی، جس کی برکت آج تک جاری و ساری ہے۔ فاروق بھائیؒ بھی ہجرت ہی کو جہاد اور دفاعِ امت کا فطری طریقہ سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ غیر مہاجر مجاہد اپنا سب کچھ دین پر نہیں لگا پاتا اس لیے وہ یکسو ہو کر جہاد اور فنونِ جہاد کو نہیں سیکھ پاتا۔ وہ سیرت سے بھی ہجرت اورمہاجرین کی اہمیت بیان کرتے تھے۔ جہادِ روس کے بعد جہاد کو جاری رکھنے میں بھی انہیں مہاجرین کا کردار اہم سمجھتے تھے کہ، جنہوں نے اُس وقت خراسان کی طرف اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی تھی اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے تھے۔

انقلابی نسل کی تیاری

فاروق بھائیؒ عرب مجاہدین سے بہت محبت کرتے تھے اور اس کی وجہ ان کا جہاد کے تقریباً ہر پہلو میں عظیم کردار اور جہاد کے ہر فن میں ان کی مہارت تھی۔ وہ عرب مجاہدین کے جہاد میں برکت کو ان کی ہجرت اور ترکِ وطن کا ثمرہ ٹھہراتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اہلِ پاکستا ن کو بھی اس شرف سے پیچھے نہ چھوڑا جائے۔ وہ پاکستان کے نوجوانوں میں صالحیت اور صلاحیت کے اعتبار سے بہترین کو چن کر دارالہجرت میں مقیم کروا کر، دین کی سربلندی کے منصوبوں کے لیے ہمہ وقت مشغول کرنا چاہتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ "طویل عرصے تک جہادی میدانوں میں رہنے اور دنیا کے تعیشانہ اور مادہ پرستانہ ماحول سے نکل کر خالص اسلاف کے طرزِ زندگی اختیار کرنے سے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت نکل جائے گی۔ وہ فنا فی الدین ہوجائیں گے۔ ان کے دلوں سے طواغیت اور حکمرانوں کا خوف نکل جائے گا۔ وہ جہاد کے عسکری علوم کے ماہر بن جائیں گے۔ غرض اگر ہمارے ہاتھوں سے ایک ایسی نسل تیار ہوجائے تو ہم کامیاب ہیں۔ ہم نے اپنا کام کردیا۔ اس کے بعد ہمارے

ہاتھوں سے تیار اس نسل کی باری ہوگی۔ اور وہ اس عقیدہ و نظریہ کو اپنے اپنے علاقوں میں پھیلائیں گے"۔

بعض ساتھی کہتے تھے کہ: "اس طرح ہجرت کرنے سے ساتھی نظامِ حکومت کی نظروں میں آجاتے ہیں اور دوبارہ واپسی کے راستے ان پر بند ہوجاتے ہیں"۔ لیکن استادؒ پر امت کی ایک عظیم نسل کی تیاری سوار تھی۔ وہ حالات کو زمانے کا الٹ پھیر سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ زمانہ ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ حالات بدل جاتے ہیں۔ اللہ پاک جس طرح رات دن کو بدلتا ہے، موسموں کو بدلتا ہے، اسی طرح بادشاہوں اور حکومتوں کو بھی پلٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اس لیے ایک اندیشہ کی وجہ سے ہم اپنا اصل کام نہیں ترک کرسکتے۔ وہ صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے والی، ایمان و تقویٰ، شجاعت و سخاوت، پہاڑوں سے ٹکرا جانے کی ہمت والی، اور صبر کے مفہوم سے آشنا ایک نسل تیار کرنا چاہتے تھے جو کہ زمانے کے امام بن سکیں۔ اور امت کی کشتی کو اس منجھدار سے نکال سکیں۔ وہ شیخ عبداللہ عزامؒ کی طرح اس نسل کے مربی تھے۔ وہ تزکیہ و اخلاق کے بیانات کے ذریعے اس نسل کو احسان سکھاتے تھے، اپنے شرعی دورات کے ذریعے عقائد اور فقہ الجہاد سمجھاتے تھے۔ دنیا کے نظام اور کفری افواج کی حقیقت سمجھا کر ان کے فہم و ادراک کو مضبوط کرتے تھے۔ رسولِ اکرمﷺ کی سنتیں اور صحابہ کرامؓ کی باتیں سناتے تھے تاکہ جہاد میں تربیت پانے والی نسل اپنی بنیاد سے جڑی رہے۔ صبر و توکل سکھاتے، رضا بالقدر سکھاتے۔ الغرض وہ چاہتے تھے کہ پاکستان کے ہر خطے سے نکل کر آنے والے یہ ہیرے، قبائل کی سخت زندگی میں صبر کے امتحانوں سے گزر کر اس قابل بن جائیں کہ وہ دین کے امام بن جائیں، داعی بن جائیں اور پھر جب موقع ملے اپنے اپنے معاشروں میں غلبۂ دین کی تحریکات کھڑی کریں۔

غلامانہ اثرات سے نکلنا

فاروق بھائیؒ کہتے تھے کہ نیچے شہروں کی معاشرت میں رہتے ہوئے بہت سے حقائق کو سمجھنا تقریبا ناممکن ہوتا ہے۔ مغربی نظام کی حقیقت سمجھنا اور اس کے ہمارے معاشرے پر برے اثرات کا ادراک حاصل کرنا، کفار کا ہمارے ممالک پر غلبہ اور اس کے مظاہر کی پہچان کرنا، کفار کی تہذیب سے نفرت اورجرأت و شجاعت کا پیدا ہونا، ملامت کی پرواہ کیے بغیر اپنے دین پر اعتماد بننا، وغیرہ وغیرہ، سمیت بہت سے مشکل موضوعات اور مسائل، محض آزاد فضا میں سانس لینے اور دین کے لیے ہجرت کرنے کی برکت سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ علامہ ابنِ خلدونؒ نے بنی اسرائیل کے انکارِ جہاد کا کیا ہی خوب تجزیہ کیا ہے! بنی اسرائیل جو کہ ایک طویل عرصے سے فرعون کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اللہ کی مدد اور اللہ کے نبی موسیٰؑ کے معجزات کا

مشاہدہ کیا۔ مگر پھر بھی جب اللہ نے جہاد کا حکم دیا تو اپنی پست ہمتی کی وجہ سے موسیٰؑ کو انکار کر بیٹھے اور کہا کہ:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ[1]　"(اگر ان سے لڑنا ہے) تو بس تم اور تمہارا رب چلے جاؤ، اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں"۔

اس کے بعد اللہ نے ان کو صحرا میں بھٹکنے کا عذاب دیا۔ چالیس سال تک صحراء میں ان کے بھٹکنے سے، تکلیفات اور صعوبات کی زندگی کے عادی ہونے سے ایک ایسی نسل تیار ہوگئی کہ جس کی ہمت بھی بلند تھی اور ارادہ بھی پختہ، پس اس کے بعد انہوں نے جہاد کیا[2]۔ اسی طرح آج کے دور میں بھی ہجرت و جہاد کے سخت مراحل سے گزرنے والی نسل، معاشرے کی تبدیلی اور دنیا کی حکومتوں سے ٹکرا جانے کا کٹھن کارنامہ سرانجام دے سکتی ہے۔ محض شہروں میں ہی رہ کر خالی دعوت دینے سے شاید یہ کام ممکن نہ ہو پائے۔

اسی مقصد کے لیے فاروق بھائیؒ مجاہدین کی ایک صالح جماعت، ہجرت و رباط کی زندگی میں تیار کرنا چاہتے تھے۔ ایک ایسا گروہ کہ جس کے دل و دماغ سے غلامانہ ذہنیت کے جراثیم کھرچ دیے جائیں، معاشرے میں موجود سیکیوریٹی اداروں کا خوف اور رعب ان کے افکار کو متاثر نہ کرتا ہو اور وہ ہر وقت و لحظہ اپنی جان و مال سب کچھ دین کی راہ میں لٹانے کے لیے مستعد بیٹھا ہو۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ فاروق بھائیؒ کی یہ فکر تھی کہ سارے معاشرے کو قبائل یا افغانستان میں لا بٹھایا جائے۔ نہیں، بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ ہمارے معاشرے کے چند، بہترین صلاحیت والے، متقی افراد اگر ہجرت کر کے معاشرے میں نفاذِ دین کی بنیاد بن جائیں اور ان کی ہجرت کرنے سے مجاہدین کے مختلف شعبہ جات کا نظام چل پڑے تو پھر سب کو یہاں ہجرت کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر ابتداء میں کسی تحریک کے بنیادی ایندھن بننے کے لیے کئی چراغوں کو جلنا پڑتا ہے۔ جن کے جلنے کی تپش سے پھر باقی معاشرے کا جمود ٹوٹتا ہے اور نفاذِ دین کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

ایک پاکیزہ نسل کی تیاری

الغرض فاروق بھائیؒ کی ایک دہائی سے زیادہ کی کوششوں سے ایک ایسی نسل تیار ہوئی جو کہ ہجرت و جہاد و صبر کی بھٹیوں سے گزر کر کندن ہوچکی تھی۔ فاروقِ بھائیؒ کے زیرِ تربیت ساتھی

---

[1] سورة المائدة، آية: ٢٤

[2] ماخوذ از مقدمۃ ابنِ خلدون

پورے ارض جہاد میں منفرد تھے۔ جس نے ان کی صحبت میں وقت گزارا، وہ جہاں جاتا اپنی خوشبو ضرور بکھیرتا۔ اپنے اس کام پر وہ بہت مطمئن تھے۔ کہتے تھے کہ ہم اپنا کام کافی حد تک کر چکے ہیں۔ اگر ہمارا ایک ساتھی بھی باقی رہا، تو ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔ وہ لازماً اس نظریہ کو جو اس نے ہم سے سیکھا ہے، اسے دنیا میں پھیلائے گا۔ جو آگ اور تڑپ اس نے ان سینوں سے حاصل کی ہے، وہ ضرور کبھی نا کبھی رنگ تو لائے گی۔ اس طرح وہ اس نسل سے، جو ان کی محنتوں اور خونِ جگر جلا کر تیار ہوئی تھی، بہت محبت کرتے تھے۔ اس کی حفاظت کو ہر چیز پر مقدم کرتے تھے۔ کم ہی جہادی مسئول ان جیسے دیکھے ہیں جو کہ اپنے ساتھیوں کی حفاظت کا اتنا خیال رکھتے تھے۔ اپنی آخری خطوط میں بھی ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ :

"ہماری پہلی ترجیح قبائل و خراسان میں موجود ہمارے core (بنیادی) ساتھیوں کی حفاظت ہونی چاہیے، وہ جو اِن کٹھن حالات میں ہمارے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں اور سال ہا سال میدانِ جہاد میں گزار چکے ہیں۔ میں صرف ذمہ داران کی نہیں، یہاں بکھرے عام ساتھیوں کی بھی بات کر رہا ہوں۔ اُن کو محفوظ بنانا ہمارا پہلا کام ہے۔"

فاروق بھائیؒ سمجھتے تھے کہ موجودہ زمانے میں جہاد میں اصل اہمیت زمین یا اسباب کی نہیں، بلکہ عقیدے پر کاربند افراد کی ہے۔ اصل اہمیت اُن افراد کی ہے کہ جن میں اس نظریہ اور عقیدہ کو دنیا میں غالب کرنے کی تڑپ ہے۔ اگر ہمارے ساتھی جہاد پر قائم رہیں اور وہ استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہیں تو جتنی بھی زمینیں اور علاقے ہم سے چھن جائیں، پھر بھی کامیاب بالآخر ہم ہی ہوں گے۔

اطاعتِ امیر میں اسوہ

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ موجودہ زمانے میں مجاہدین میں اطاعتِ امراء کے حوالے سے بہت سستی پائی جاتی ہے۔ اس کمی کی وجہ سے جہاں جہاد میں نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں وہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ ویسے بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ عملِ جہاد میں شریعت کی کسی مخالفت کو قطعاً برداشت نہیں کرتے تھے۔ انہی مخالفتوں میں سے ایک امیر کی اطاعت میں کمزوری کرنا ہوتا ہے۔ احادیث میں امیر کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت بتلایا گیا ہے اور امیر کی نافرمانی کی اللہ کی نافرمانی سے تعبیر کی گئی ہے۔

ہمیں یاد ہے کہ ایک دفعہ ۲۰۰۷ء میں ہم فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ امریکی کٹھ پتلی افغان آرمی کے ایک کیمپ پر حملے کی نیت سے گئے۔ ایک رات کئی گھنٹے پیدل چل کر ہمیں کارروائی کے بغیر واپس آنا پڑا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس کارروائی کے امیر نہیں تھے۔ اگلے دن صبح فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مجاہدین کو بٹھا کر امیر کی اطاعت کا شرعی مسئلہ اور اس کی تفاصیل بیان کیں۔ آپ نے ساتھیوں کو تنبیہ کی کہ رات کو جب چلتے ہوئے امیر نے خاموش رہنے کا کہا تو اس وقت جو ساتھی بول رہے تھے، انہوں نے شرعاً بہت غلط کام کیا، اسی طرح جب امیر نے رات کو روشنی چلانے سے منع کیا تو پھر کسی نے کیوں روشنی چلائی؟ اسی طرح وہ محبت اور سختی دونوں انداز میں ساتھیوں کو سمجھاتے رہے کہ یاد رکھو! جہاد میں امیر کی اطاعت کرنے میں ہی اجر پوشیدہ ہے اور امیر کی مخالفت میں سخت گناہ کا اندیشہ ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مثالیں دے دے کر امیر کی اطاعت کی خلاف ورزی کی شکلیں ساتھیوں پر واضح کیں اور ان سے بچنے کی نصیحت کی۔ یہ بھی بتایا کہ امیر کی اطاعت ایسے ہی امور میں کرنا ضروری ہے جو شریعت میں جائز ہیں۔ مجھے آج بھی ان کی وہ نصیحت کانوں میں گونجتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

جس زمانے میں شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ خراسان میں جماعت القاعدہ کے امیر تھے تو مجھ سے پوچھا کہ شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رابطہ رکھتے رہتے ہیں؟ میں نے قدرے بے نیازی سے کہا کہ "ہاں سلام دعا کا تعلق چلتا رہتا ہے اور جہاں تک کاموں کا تعلق ہے، انہوں نے کبھی ہمیں کوئی کام کہا ہی نہیں اور نہ ہی ہمیں کوئی ضرورت پڑی، اس لیے کوئی خاص تعلق نہیں ہے"۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد بڑی شفقت سے مجھے سمجھایا کہ "دیکھیں! امیر کی اطاعت کا مطلب اپنے آپ کو اس کے سپرد کرنا ہوتا ہے۔ آپ نے منہ سے تو اطاعت کے کلمات بول دیے ہیں مگر جب اپنے آپ کو ان کے کلی سپرد نہیں کیا تو وہ کیسے آپ کو احکامات بھیجیں گے؟" پھر کہنے لگے کہ "ابتداء آپ ہی کو کرنی ہوگی! آپ امیر کو اعتماد دلائیں گے تو اس کو بھی اعتماد ہوگا اور وہ آپ سے کام لے گا اور اگر آپ خود ہی دور رہنا پسند کریں گے تو وہ بھی آپ سے دور رہے گا۔ الغرض امیر سے مضبوط تعلق اور اعتماد کے بغیر جہاد کا کام آگے نہیں چل سکے گا، اس لیے آپ اپنے امراء سے مضبوط تعلق رکھیں!۔" فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس نصیحت کا بہت فائدہ ہوا اور انہی کے اصرار اور تعاون کی وجہ سے شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہ سے میرا مضبوط رابطہ قائم ہوا۔

یہ باتیں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی اطاعت کے مطالبے کے لیے نہیں تھیں بلکہ وہ خود بھی اپنے امراء کی اطاعت کرنے میں اسوہ تھے۔ حالانکہ وہ خود ایک بڑے جہادی مجموعے کے امیر تھے، مگر جب ان کے امراء ان کو کوئی حکم محض

مشورے کے انداز میں بھی بھیجتے تھے تو وہ اپنے تمام کام ملتوی کر کے اپنے امیر کے حکم کو بجالاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ امیر کا مشورہ بھی حکم ہی کی طرح ہوتا ہے۔ بہت دفعہ ہوا کہ ان کا کہیں سفر پر جانے یا کسی فرد سے ملاقات کا ارادہ ہوتا مگر محض امراء کے منع کرنے یا ان کی طرف سے بھیجی گئی ہدایات کی مخالفت کے اندیشے سے وہ اپنا ارادہ ترک کر دیتے۔ اپنے اس عمل میں بھی وہ اپنے معاصر اکثر امراء سے منفرد تھے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ان کی اطاعت کی روش کے پیچھے کسی مفاد کی خواہش یا کسی دنیاوی خوف کا امکان تک نہ تھا۔ اللہ نے انہیں وہ سب کچھ دیا تھا کہ جس کو چاہنے کی کوئی خواہش کر سکتا ہے۔ انہیں لوگوں سے فائدہ کے حصول کی خواہش سے ہمیشہ بے نیاز ہی میں نے پایا۔ وہ صرف شریعت کے حکم کو اچھی طرح پورا کرنے کی خواہش کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔

شجاعت و دلیری

جہاد فی سبیل اللہ کی قیادت کی ایک نمایاں خوبی شجاعت اور دلیری ہوتی ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت کو دیکھیں تو وہ بھی حکمِ الٰہی کی پیروی میں ہوتی تھی اور اگر ان کی احتیاط کو دیکھیں تو وہ بھی محض حکمِ الٰہی کے اتباع میں ہوتی تھی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ دعوت و ابلاغ کے سالار تھے، اس لیے بالعموم ان کی عسکری صفات کا علم کم ہی لوگوں کو ہوتا ہے اور ان کی دعوتی صفات ہی کی طرف سب کی توجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ عاجز کو بعض میادینِ جنگ میں بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے کی سعادت بخشی۔ جنگوں کے میدان میں بھی وہ سب سے آگے ہوتے تھے اور باقیوں کے لیے نمونہ بنتے۔ یہاں ان کی شجاعت کے چند واقعات بیان کرنا قارئین کی دلچسپی کا باعث بنے گا۔

صلیبی غلام افغان آرمی کے مدے شامی کیمپ پر حملہ

۲۰۰۷ء میں افغانستان کے صوبے پکتیکا کے بارڈر پر قائم امریکی غلام افغان آرمی کے کیمپ پر مجاہدین نے بڑے اسلحہ اور توپ خانے سے ایک منظم حملہ کیا۔ یہ حملہ کافی منصوبہ بندی اور تیاری سے کیا گیا۔ اس کارروائی کی قیادت جہلم

سے تعلق رکھنے والے کماندان فیصل عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ[1] نے کی۔ اس کارروائی کے نتیجے میں دشمن کا کافی نقصان ہوا اور مقامی اطلاعات کے مطابق دس کے لگ بھگ دشمن کے فوجی بھی مارے گئے۔

اس کارروائی میں آر آر ۸۲ ایم ایم[2] توپ کے ایک دستے کی مسئولیت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی۔ حسنِ اتفاق سے میرا انتخاب بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے دستے میں ہو گیا۔ ہم دشمن سے کافی نزدیک تھے اور دشمن کے شدید جوابی ردِّ عمل کا امکان بھی تھا۔ قریب ہی علاقے کا بڑا امریکی کیمپ تھا جہاں سے افغان آرمی کے دفاع میں فوراً مارٹر کے گولوں کی آمد متوقع تھی۔ کارروائی کا آغاز فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے فائر سے ہوا۔ آپ کے فائر کرتے ہی دشمن نے بوکھلا کر گولیوں کی بوچھاڑ کر ڈالی۔ جس پر ساتھیوں کو زمین پر لیٹنا پڑا۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بھی حوصلے سے ڈٹے رہے اور دوسرے ساتھیوں کو ہمت دلا کر گولا فائر کرنے کا طریقہ سکھاتے رہے۔ شدید فائرنگ کے دوران باقی ساتھی تو زمین پر لیٹے رہتے مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے رہ کر توپ کو درست کرتے اور ایک ایک ساتھی کو بلوا کر اس سے گولا فائر کرواتے۔

اس کارروائی میں دشمن کی ریکی (ترصد) کرنے کی ذمہ داری شہید ڈاکٹر سربلند خان زبیر (ابو خالد) رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ آپ کو ایک اونچی پہاڑی پر بٹھایا گیا تھا، جہاں سے وائرلس کے ذریعے سے انہوں نے باقی مجاہدین کو ان کے گولوں کے گرنے کے مقام کے بارے میں بتانا تھا۔ کارروائی کے کچھ دیر بعد ہی امریکیوں نے لہروں کے ذریعے سے ہمارے وائرلیس سسٹم کو جام کرنا شروع کر دیا۔ لہروں کے شور کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہمیں سمجھ نہیں آ رہی تھی جبکہ وہ بتانا چاہ رہے تھے کہ ہمارے گولے کہاں لگ رہے ہیں۔ مجبوراً فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اندازاً ہی گولے چلواتے رہے۔ البتہ تین

---

[1] کماندان فیصل عبد الہادی کا تعلق جہلم سے تھا۔ آپ نے روس جہاد کے آخری زمانے میں افغانستان میں عسکری تربیت حاصل کی۔ بعد ازاں جہادِ کشمیر میں مشغول ہو گئے۔ کشمیری معسکرات میں استاد رہے۔ ۲۰۰۶ء میں وزیرستان ہجرت کر گئے اور پاکستانی مجموعات میں سے ایک مجموعہ کی قیادت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اعلیٰ اخلاق، شجاعت، ذہانت اور سادگی میں منفرد تھے۔ ۲۰۰۸ء میں افغان آرمی کے ایک کیمپ پر حملے کے دوران امریکی بمباری سے شہید ہوئے۔ اللہ آپ سے راضی ہو، آمین۔

[2] RR82mm۔ اس اسلحہ کو مجاہدین کے ہاں 82 کے فارسی ترجمے 'ہشتاد دو' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

چار گولوں کے فائر ہونے کے بعد ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ آواز سنائی دی کہ deadly accurate[1] اور پھر وائرلیس کا رابطہ مکمل منقطع ہو گیا۔

ابھی ہماری طرف سے چند گولے ہی داغے گئے تھے کہ امریکیوں نے آرٹلری کے ذریعے سے بمباری شروع کر دی۔ ہمارے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ بمباری اتنی شدید ہو گی۔ لگتا تھا کہ مارٹر گولوں کی آسمان سے بارش ہو رہی ہے۔ ہر دو قدم پر گولا پھٹتا اور درختوں کی شاخیں ٹوٹتیں مگر اللہ تعالیٰ مجاہدین کو محفوظ رکھتا رہا۔ مجاہدین نے اطمینان سے اپنا کام مکمل کیا اور پھر امیر صاحب کے حکم پر واپسی کا سفر شروع کیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ واپسی کرتے ہوئے جب پہاڑ پر چڑھنا تھا تو ہم دشمن کے کیمپ کی مکمل سیدھ میں، اس کے سامنے آجاتے تھے۔ گو کہ منصوبہ ہی ایسا اختیار کیا گیا تھا کہ ہماری واپسی مغرب کے بعد ہو، تاکہ رات کے اندھیرے میں دشمن ہمیں دیکھ نہ سکے۔ مگر دشمن کو بھی پتا تھا کہ واپسی کا تو ایک ہی راستہ ہے۔ اس لیے وہ تاک کر اسی راستے پر فائر کرنے لگا اور گولے برسانے لگا۔ اس حال میں رینگ رینگ کر ہمیں پہاڑ پر چڑھنا پڑا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر ہمیں حوصلہ دلاتے رہے اور آہستہ آہستہ پیچھے نکالتے رہے۔ ایک مقام پر پہنچ کر وہ رک گئے اور کہا کہ جب تک باقی ساتھی نہیں آجاتے اور سب کی خیریت کی اطلاع نہیں مل جاتی اس وقت تک میں واپس نہیں جاؤں گا۔ بعض بھائیوں نے اصرار کیا کہ واپس چلتے ہیں، یہاں کھڑے رہنے کا کیا فائدہ؟ مگر وہ اس بمباری میں بھی وہیں رکے رہے کہ ایسا نہ ہو کہ ساتھیوں کو ہماری ضرورت پڑ جائے، اس لیے میں واپس نہیں جاؤں گا۔ واپسی کے سفر کے دوران ہی کافی رات ہو گئی۔ بمباری مستقل چلتی رہی اور اس میں فاروق بھائی کے محبوب ساتھی برادر داؤد غوری حفظہ اللہ کے بچھڑ جانے کی اطلاع آئی۔ انہیں کارروائی کی عکس بندی کے لیے دشمن کے قریب ایک پہاڑی پر بٹھایا گیا تھا مگر واپسی پر اندھیرے کے باعث وہ طے شدہ جگہ پر نہیں پہنچ پائے۔ اس وقت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ کیمپ کے قریب جا کر ساتھی کو ڈھونڈنے کے لیے روانہ ہونے کو تیار ہو گئے۔ ساتھیوں نے ان کو روکنا بھی چاہا مگر وہ خود ہی جانے پر بضد رہے۔ مگر اللہ کی شان کہ وہ بھائی خود ہی راستہ ٹٹولتا ٹٹولتا ہم تک پہنچ گیا۔

---

[1] مکمل درست

تیارزہ قلعہ پر پہلا حملہ

۲۰۰۹ء میں وانا میں فوج کے جرائم اور فوج کی حمایت سے ہونے والے ڈرون حملوں میں مجاہدین کی شہادتوں کے بعد، وانا ڈیرہ اسماعیل خان روڈ کے اوپر ایک سکول میں قائم ناپاک آرمی کے تیارزہ نامی کیمپ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اس کارروائی کے امیر محبوب المجاہدین شیخ اسامہ ازمرائے الکینی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

کارروائی میں مجاہدین نے کامیابی سے کیمپ کے داخلی مورچوں کو ختم کیا اور ابتدائی حملہ آور دستہ کیمپ کے اندر داخل ہو گیا۔ ان ابتدائی انغماسیوں[1] میں، جو کہ پانچ افراد تھے، شیخ ازمرائے رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ آپ دیوانہ وار کیمپ کے اندر فائر کرتے ہوئے داخل ہوتے جارہے تھے اور بزدل اور چند سِکوں کی خاطر لڑنے والے فوجی بھاگ بھاگ کر زمین دوز بنکروں میں گھستے جارہے تھے۔ بالآخر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور مزید تین چار ساتھی ایک بنکر کے باہر پہنچ گئے اور اندر موجود فوجیوں کو للکارنے لگے۔ مگر اس وقت تک ان سب کے پاس طویل جنگ کرنے کے بعد، اسلحے کا ذخیرہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک بھائی نے اپنا گرنیڈ بنکر کی طرف پھینکا مگر وہ اتفاق سے اچھل کر باہر ہی گر کر پھٹ گیا۔ اس کے نتیجے میں پانچوں ساتھی شدید زخمی ہو گئے اور پھر مجبوراً انہیں پلٹنا پڑا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی زخمیوں میں شامل تھے۔ آپ کی غالباً ٹانگوں اور کمر پر چھرے لگے تھے۔ اس کارروائی میں آپ نے بالکل فدائیوں کے طرزِ عمل پر جنگ کی۔

تیارزہ کی دوسری جنگ

اس کارروائی کے کچھ عرصے بعد ایک امریکی ڈرون حملے میں محبوب المجاہدین شیخ ازمرائے الکینی رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے۔ آپ کے بعد سعودی عرب کے مجاہد، شیخ فاتح الشہری رحمۃ اللہ علیہ کو تنظیم کی طرف سے عسکری مسئولیت دی گئی۔ شیخ فاتح رحمۃ اللہ علیہ نے آتے ساتھ ہی دوبارہ سے اسی کیمپ پر دھاوا بولنے کا پروگرام بنایا۔ اب منصوبہ میں ایک فدائی ٹرک کا استعمال کرنا بھی طے پایا گیا۔ منصوبہ یوں تھا کہ پہلے رات کی تاریکی میں مجاہدین کیمپ کی دیواروں کے قریب جاکر بیٹھ جائیں گے، پھر ایک فدائی ساتھی بارود سے بھرے ٹرک کو 'دین دشمن فوج' کے کیمپ کی دیوار سے ٹکرا کر پھاڑے گا۔ اس کے بعد حملہ آور مجاہدین قلعہ میں داخل ہو کر باقی ماندہ فوجیوں کا قلع قمع کریں گے۔

---

[1] 'انغماسی' ایسے مجاہد کو کہا جاتا ہے کہ جو دشمن کے بالکل بیچ میں گھس کر، اور اپنی واپسی کے ارادے کو ترک کر کے، حملہ کرتا ہے۔

اس کارروائی کی منصوبہ بندی سے لے کر آخری تیاری کے تمام مراحل میں شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جذبے سے شریک رہے۔ لال مسجد میں معصوم بچیوں کے قاتلوں سے بدلہ لینے کے خیال سے ہی ان پر جوش طاری ہو جاتا تھا۔ کیمپ کے قریب کے گھروں کے مکینوں کو بھی شام کے وقت گھروں سے نکال لیا گیا تاکہ بارود کے دھماکے سے انہیں کوئی نقصان نہ ہو۔ دوسری طرف مجاہدین بھی رات کے اندھیرے میں روانہ ہوگئے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ آگے آگے دوڑتے جاتے تھے اور پچھلے تجربے کی وجہ سے ساتھیوں کی راہنمائی بھی کرتے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے محبوب بھائی معوذ (جواد عارف) رحمۃ اللہ علیہ بھی چل رہے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ چاندنی رات میں جوش و جرأت کی تپش سے دمکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ آپ ساتھیوں کو ذکر کی کثرت کرنے اور گناہوں سے بچنے کی نصیحت کر رہے تھے۔ کارروائی کی قیادت شیخ فاتح الشہری رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے۔ سب کے جذبات بلند تھے اور زبان سے اللہ کے ذکر کے ورد جاری تھے۔

مجاہدین مقررہ وقت پر اپنے طے کردہ مقام تک پہنچ گئے مگر فدائی ٹرک نہیں پہنچا۔ رابطہ کی ذمہ داری بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تھی۔ وہ بار بار شدت سے ٹرک پہنچانے والے بھائیوں سے کہتے کہ جلدی کرو مگر وہ اس میں تاخیر کرتے رہے۔ بعد میں پتا چلا کہ کسی مقامی نے غیر مصدقہ اطلاع دی تھی کہ دشمن کو کارروائی کا علم ہو گیا تھا، اس لیے وہ چوکنا ہے، اسی وجہ سے ٹرک کے بھجوانے کے ذمہ دار ساتھی ٹرک کو نہیں بھجوا رہے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے سامنے مخابرہ[1] پر بھی ساتھیوں کو کہا کہ یہ محض افواہ ہے اور کوئی بات نہیں، آپ ہمت کرو اور اپنا کام کرو، مگر مقامی ساتھیوں نے کارروائی کرنے سے منع کر دیا۔ واپسی پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سخت ناراض تھے کہ ساتھیوں نے ٹرک کیوں نہیں بھیجا۔ بعد میں یہی پتا چلا کہ اس اطلاع میں کوئی حقیقت نہیں تھی بلکہ افواہ تھی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس پر ساتھیوں پر بہت برہم ہوئے۔ اگلے دن کارروائی کا جائزہ لینے کے لیے ایک اجلاس ہوا۔ اجلاس کے ایک شریک نے اپنی سادگی میں کہا کہ رات کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے، جس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ رات کو ہمیں کوئی نقصان ہونے لگا تھا مگر ہمیں اللہ نے اس سے بچا دیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پہلے سے ساتھیوں کی غلطی پر تلملائے بیٹھے تھے۔ فوراً گویا ہوئے کہ "حضرت! خوابوں کے اوپر عسکری فیصلے نہیں ہوتے۔ صاف کہنا چاہیے کہ بعض حضرات ڈر گئے جس کی وجہ سے کارروائی نہیں ہو سکی"۔ سب شرکاء میں جنگ کے جذبے میں سب سے بلند فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے اور کارروائی کے خراب ہونے کا دکھ بھی سب سے زیادہ انہی کو ہوا۔ اس رات ہمیں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیری اور جرأت کا صحیح اندازہ ہوا۔

---

[1] وائرلیس سیٹ

باب یازدھم: دعوتی و ابلاغی کام

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی ممتاز ترین صفت ایک داعیِ دین اور داعی جہاد ہونا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ سال کی عمر سے لے کر اپنی شہادت کی گھڑی تک دعوتِ دین کے فریضہ کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں ایک داعی کی تڑپ تھی اور اس کام کے لیے وہ حقیقت میں اپنی جان کو گھلاتے تھے۔ دعوتِ جہاد کے لیے مختلف انداز و وسائل سے اپنی بات کو پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے اور تمام دعوتی کاموں کے کرنے کے بعد اپنی ساعاتِ نیم شب میں اللہ جل جلالہ کے آگے گڑ گڑا کر اِس دعوت کی قبولیت و مقبولیت کی دعائیں مانگتے۔ میرے خیال میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار، اپنے زمانے کے اردو زبان میں جہادِ فی سبیل اللہ کے سب سے بڑے داعیوں میں کیا جا سکتا ہے۔

استاد جی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی و ابلاغی کام کے تفصیلی بیان کے بغیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کا بیان مکمل نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ تو شہید استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کا سب سے اہم اور سب سے پُر اثر پہلو ہے، اس لیے اس مقام پر ہمیں پوری تفصیل سے شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی و ابلاغی کاموں کو بیان کرنا چاہیے۔

پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ شہید محض جہادِ فی سبیل اللہ کے داعی نہیں تھے، بلکہ اس کے مصلح و مربی بھی تھے اور ایک راہنما بھی تھے۔ اس لیے آپ کا ابلاغی کام فقط جہادِ فی سبیل اللہ کی طرف دعوت دینے پر منحصر نہیں تھا۔ بلکہ مجاہدین کی اصلاح و تربیت کے لیے اخلاقیات و سلوکیات کے موضوعات بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی کاموں کا ایک اہم پہلو ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں مجاہدین کی شرعی تعلیم میں بھی فاروق بھائی کا ایک اہم کردار رہا۔ اس طرح اگر فاروق بھائی کے، جہادِ فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کے بعد کے، دینی دعوت کے پہلوؤں کا احاطہ کیا جائے، تو درج ذیل پہلو نمایاں ہوتے ہیں:

- جہادِ فی سبیل اللہ کی طرف دعوت
- مجاہدین کی تربیت و تزکیہ کے عنوانات پر دعوتی کام
- مجاہدین کی شرعی و فکری تربیت کے لیے ابلاغی کام
- دشمن کے پراپیگنڈوں کے توڑ کے لیے ابلاغی کام

الغرض شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوتِ جہاد کا ہمہ پہلو کام کیا۔ ایک طرف جہاں آپ نے فریضۂ جہاد سے پیچھے بیٹھے حضرات کو دعوت دی، وہیں پر آپ نے خود مجاہدین کو بھی احکامِ دینی اور آدابِ جہاد سکھانے کا کام کیا۔

اکابرین کی ہدایت پر میدانِ دعوت وابلاغ میں

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ابتدائے جوانی سے ہی دعوت الی اللہ میں مصروف رہے ہیں۔ پھر جہاد میں شامل ہونے کے بعد بھی اسی طرح اپنے مراکز میں اور اپنے ساتھیوں اور انصار و معاونین کی حد تک آپ نے انفرادی دعوتی کام جاری رکھا۔ مگر دعوتی کام کے لیے بھرپور ابلاغی کام شروع کرنا اور میڈیا پر آکر آپ کا مسلمانانِ پاکستان کو دعوت دینا، یہ اکابر قیادتِ جہاد کے حکم سے ہی آپ نے شروع کیا۔ ابتداء میں آپ کو اس میں بہت تردد تھا کہ وہ میڈیا پر آکر پاکستان میں دعوتی کام کو سنبھالیں۔ میری ان سے اس حوالے سے بہت دفعہ بات ہوئی مگر وہ اپنے آپ کو نہ ہی مجاہدین کی نمائندگی کے قابل سمجھتے تھے اور نہ ہی اس کے خواہش مند تھے۔ وہ مستقل امراء کے اس حکم کو ٹالتے رہے، یہاں تک کہ قائدِ جہاد رہبر المجاہدین، شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ اور امیر المجاہدین شیخ مصطفیٰ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو واضح اور دوٹوک الفاظ میں، میڈیا میں آکر مجاہدین کی نمائندگی کرنے اور اردو زبان میں جہاد کی دعوت کا بیڑا اٹھانے کا امر کیا۔ ایسی صورت میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس سے پیچھے رہنے کا کوئی راستہ نہ رہا۔ قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے اپنے ایک خط میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو مجاہدین کے میڈیا کو منظم کرنے اور دعوت دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے کے لیے تحریض دلاتے ہوئے فرمایا کہ:

”عوام کے درمیان دعوت پھیلانا بے حد ضروری ہے۔ اسی طرح عوام کے نام مسلسل ایسے بیانات جاری کرنا ضروری ہے جو اس نظام کے ظلم کا پردہ چاک کریں اور یہ واضح کریں کہ اس کا اصل سبب توحید کا عقیدہ چھوڑنا اور شریعت کی عدم حاکمیت ہے۔ اسی طرح دعوت کو لوگوں تک پہنچانا اور عوام کو تحریض دلانا بہت ضروری ہے۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ لوگ کب پھٹ پڑیں گے۔ انقلاب ایک ایندھن کے ڈپو کی طرح ہوتا ہے جو صرف اس بات کا منتظر ہوتا ہے کہ کوئی اس کو چنگاری فراہم کرے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ اس میں چنگاری لگانے کا سامان پھینکتے ہیں اور ایندھن کا یہ ڈپو نہیں پھٹتا اور کبھی کبھار صرف معمولی سی چنگاری فراہم کرنے کی دیر ہوتی ہے کہ پورا ڈپو آگ کے شعلوں سے بھڑک اٹھتا ہے۔ جو کچھ مصر میں ہوا، وہ اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ کوئی یہ نہیں سوچتا تھا کہ ۲۵ جنوری کے مظاہرات اس عظیم دھماکے کا سبب بنیں گے جو بعد میں وقوع پذیر ہوا۔ لہٰذا مسلسل تحریض فراہم کرنا ضروری ہے۔ میں

جب اسکول میں تھا تو انقلابِ فرانس کی تشریح کرنے کے لیے ایک جملہ میں نے یاد کیا تھا: 'ظلم انقلاب کو جنم نہیں دیتا لیکن ظلم کا احساس انقلاب کو جنم دیتا ہے۔' عوامی خطابت ایک ایسا فن ہے جس میں مجاہدین کو مہارت حاصل کرنا انتہائی اہم ہے تا کہ وہ عظیم تصورات کو سادہ الفاظ میں جس کو ہر کوئی سمجھتا ہو، بیان کرنے میں ماہر ہوں، اہلِ بلاغت کے نزدیک اسے آسان اور ناقابلِ رد اسلوب کہا جاتا ہے۔"

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے مزید اپنے ایک خط میں لکھا کہ:

"میں پھر یہی سوال پوچھنا چاہوں گا کہ پاکستانی عوام میں بیداری پیدا کرنے، ان کو تربیت دینے اور انہیں حقائق سے روشناس کرنے میں مجاہدین کا کردار اتنا کمزور کیوں رہا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ ابھی تک دعوتی مواد پر مشتمل دروس کے پے در پے سلسلے سامنے نہیں آئے؟ کیوں ایسے داعی ابھی تک آگے نہیں بڑھے جو دعوت پہنچانے کی خاطر اپنی اصل شناخت کے ساتھ سامنے آئیں؟ یہ داعی اگر شروع میں غیر معروف بھی ہوں تو کم از کم وہ ٹاک شوز کے پست اور کھوکھلے میزبانوں اور سیکولر صحافیوں کی نسبت کہیں زیادہ ٹھوس دلائل سے بات کرنے والے اور درست عقیدے کے حامل تو ہوں گے؛ اوران کی یہی خوبی ان کو آہستہ آہستہ ممتاز کر دے گی۔ مجاہدین ابھی تک ایسے تین یا چار داعی سامنے کیوں نہیں لا سکے جو اپنی حفاظتی ضروریات کی قربانی دے کر اپنی دعوت پہنچائیں اور پاکستانی عوام کے سامنے حقائق کھول کر بیان کریں؟ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ مجاہدین ان میں سے ہر ایک کا ماہانہ ایک بیان نکالیں جس میں وہ حقائق، دستاویزات اور اعداد و شمار کی مدد سے حکومت اور پاکستانی فوج پر نقد کرتے ہوں؟ یاد رکھیے! تبدیلی کے لیے اٹھنے والی کسی بھی جہادی تحریک میں عسکری معرکے سے قبل دعوتی اور فکری معرکہ کھولا جاتا ہے اور پھر ان دونوں میدانوں میں جنگ قدم بہ قدم آگے بڑھتی ہے۔"

امرائے جہاد کے حکم کی تعمیل میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے سن ۲۰۱۰ء سے پاکستان میں دعوت و ابلاغ کی ذمہ داری سنبھالی جبکہ اس سے پہلے بھی آپ کے مختلف دروس و بیانات نشر ہونا شروع ہو گئے تھے۔

استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی و ابلاغی کام کے جائزے کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں پہلے حصہ میں ہم اُن بنیادی نظریات و افکار میں سے بعض کا تعارف پیش کریں گے کہ جو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کا محور رہے۔

دوسرے حصہ میں ہم ان وسائل کا تذکرہ کریں گے کہ جن کو استعمال کر کے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دعوتی و ابلاغی کام آگے بڑھایا۔

الف۔ دعوت کے بنیادی محور

ایک داعیِ دین کی حیثیت سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت دراصل قرآن و حدیث کی طرف بلانے کی دعوت تھی۔ آپ پورے کے پورے دین میں داخل ہو جانے کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے۔ مگر خصوصیت کے ساتھ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ داعیِ جہاد تھے تو جہاد فی سبیل اللہ کے اُن نظریات پر بھی نظر ڈالنی چاہیے کہ جو کہ آپ کے بنیادی موضوعات رہے۔ تمام موضوعات کا احاطہ کرنا تو مشکل ہو گا مگر ان میں سے بعض اور اہم ترین پر یہاں کچھ روشنی ڈالتے ہیں:

جہادِ فی سبیل اللہ میں شرکت کی دعوت دینا

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی کام کا بنیادی نکتہ امتِ مسلمہ کو جہادِ فی سبیل اللہ کی طرف دعوت دینا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم کام کو کرنا چاہتے تھے کہ جسے کرنے کا خود اللہ جل جلالہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ[1]　　"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مومنوں کو جنگ پر ابھاریئے!"

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ تحریض علی القتال کے منصب پر فائز ہوئے تو انہوں نے شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب 'دفاع عن أراضي المسلمين من أهم فروض الأعيان' کا 'ایمان کے بعد اہم ترین فرض عین' کے نام سے ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کو اللہ تعالیٰ نے قبولِ عام عطا فرمایا اور دعوتِ جہاد میں اس کتاب کے ذریعے سے بڑی تیزی آئی۔ کتنے ہی نوجوان جہاد میں شریک ہوئے اور فدائی حملہ کرنے کے مقام تک پہنچے، جنہیں اس کتاب نے جہاد فی سبیل اللہ سے جوڑا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ جہاد کے لیے نکلنا ہمارے اوپر فرض ہے اور بحیثیتِ مسلمان ہمارے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے عائد کیے ہوئے فرض کو بجالائیں۔ آپ امتِ مسلمہ کو دعوتِ جہاد دیتے ہوئے، جہادِ فی سبیل اللہ کے ثمرات گنواتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

---

[1] سورة الانفال، آية: ٦٥

”جہاد، غافل مسلمانوں کی ہدایت کا دروازہ ہے۔ جہاد، خاندانوں اور معاشروں کی معجزانہ اصلاح کا باعث ہے۔ جہاد، کفار کو دعوتِ دین پہچانے کا مؤثر ترین وسیلہ ہے۔ جہاد، ایک بہترین تربیتی مدرسہ ہے۔ جہاد ارضِ جہاد و رباط میں بسنے والوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ جہاد شریعت کے گم شدہ ابواب کے احیاء کا ذریعہ ہے۔“[1]

استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک صوتی بیان میں مسلمانوں کی مقبوضہ سرزمینوں کو واپس حاصل کرنے اور ان میں شریعتِ مطہرہ کا نظام نافذ کرنے تک جہاد کے فرضِ عین ہونے کے مسئلہ کو بیان کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ایک نظر اٹھا کر آج کے حال پر ڈال لیجیے، کوئی مشکل بات نہیں ہے اس نتیجے تک پہنچنا کہ کیا آج جہاد فرضِ کفایہ ہے یا فرضِ عین ہے۔ مسلمانوں کی چپہ بھر نہیں، سینکڑوں مربع میلوں کے حساب سے زمینیں کافروں کے قبضے میں جا چکی ہیں اور آج سے نہیں یہ سلسلہ تو کئی صدیوں سے جاری ہے۔ اُس وقت سے جاری ہے کہ جب سے ہم سے اندلس چھنا اور اندلس سے لے کر مشرقی تیمور تک جو کچھ چھنا، ایتھوپیا سے لے کر فلپائن تک جو کچھ ہم سے چھنا، جب تک وہ کچھ واپس نہیں آجاتا اور جب تک وہاں پر اسلام کی شریعت نافذ نہیں ہو جاتی اس وقت تک جہاد نے فرضِ عین رہنا ہے۔ یہ مسئلہ صرف افغانستان تک، عراق تک، ان چند جگہوں تک محدود نہیں ہے۔ برما کے علاقے ہیں جو کہ کبھی مسلمانوں کے علاقے تھے اور آج کافروں کے قبضے میں ہیں۔ ہندوستان پورا اسلام کے قبضے میں تھا، آج کفار کے قبضے میں ہے، مسئلہ صرف کشمیر کا نہیں پورے ہندوستان کا ہے۔ اسی طرح فلپائن کے کئی علاقے ہیں جو مسلمانوں کے تھے آج کافروں کے قبضے میں ہیں، مشرقی تیمور ہماری آنکھوں کے سامنے چھنا ہے، مسلمانوں سے نکل کر کافروں کے ہاتھ میں گیا ہے، اس کو واپس لینا فرضِ عین ہے، اسی طرح افغانستان واپس چھڑانا فرضِ عین ہے۔ شیشان کو کفار کے قبضے سے چھڑانا فرضِ عین ہے، نصف فرانس تک پورے یورپ کو واپس لینا فرضِ عین ہے، بوسنیا اور اس سے ملحقہ علاقوں کو واپس لینا فرضِ عین ہے، افریقہ کا وہ پورا حصہ بالخصوص جو اس کا شمالی حصہ ہے، جو مسلمانوں کے قبضے میں تھا، اس کو سارے کا سارا واپس لینا

[1] ایک ہاتھ میں تلوار ایک ہاتھ میں قرآن۔ از استاد احمد فاروق

فرضِ عین ہے، جب تک یہ سارے علاقے واپس نہیں آجاتے اور جب تک موسکو دوبارہ سے اسلامی سلطنت کو خراج نہیں دینے لگتا، جب تک اندلس پورا کا پورا واپس نہیں آجاتا، تب تک جہاد فرضِ عین ہے۔"[1]

جہادِ پاکستان کی فرضیت

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی و ابلاغی کام کا بڑا حصہ پاکستان میں جہاد کی دعوت پر مشتمل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جہادِ پاکستان سے بڑی عمیق قلبی وابستگی رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کا محور، وطنِ عزیز پر مسلط فاسد نظام کو گرا کر شریعتِ مطہرہ کے نظام کو نافذ کرنے کی سعی کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دروس کے ذریعے اس بات کو واضح کیا کہ ہمارے حکمران، شریعتِ مطہرہ کے نفاذ سے عملی انکار اور کفار کا اسلام کے خلاف جنگ میں عملی ساتھ دینے کی وجہ سے، کفار کی صف میں شامل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان حکمرانوں کو ہٹا کر صالح و حقیقی مسلمانوں کے ہاتھوں میں باگِ حکومت پکڑانے کے لیے عملی جہاد کرنا ہم تمام پاکستانیوں پر فرض ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیشتر دعوتی و ابلاغی کاموں میں نظامِ پاکستان کے باطل ہونے، اللہ کے دین سے باغی ہونے اور ظالم و فاسد ہونے کو واضح کیا۔

اٹھو اور ظالم کا ہاتھ روکو!

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان پر حاکم فاسد نظام کو ڈھا کر شریعت کے نظام لانے کی دعوت دیتے ہوئے اپنے ایک بیان میں کہتے ہیں:

"وقت آ گیا ہے کہ ہم آنکھیں کھولیں، حقیقت کا سامنا کریں، مغرب کے عطا کردہ فاسد، ظالم اور متعفن نظام کو منہدم کر کے اس کی جگہ شریعت کا وہ عادلانہ نظام نافذ کریں جو محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے... وہ نظام جہاں کوئی انسان کسی دوسرے کا غلام نہیں ہوتا... جہاں عام آدمی سے لے کر خلیفہ تک سبھی اللہ کے قانون کے سامنے یکساں جواب دہ ہوتے ہیں... جہاں سب انسانوں کے جائز شرعی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے... جہاں کمزوروں کا خیال رکھا جاتا ہے... حاجت

[1] صوتی بیان: حتی لا تکون فتنۃ۔ از استاد احمد فاروق

مندوں کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں... جہاں مومنین و صالحین معزز ہوتے ہیں اور فساق، چور، لٹیروں کا حقیقی احتساب ہوتا ہے۔ یہ وہ نظام ہے جس کے نام سے بھی امریکہ، اس کے اتحادی اور اس کے مقامی غلام کانپتے ہیں۔''[1]

جہادِ پاکستان کی نصرت کرو!

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اہلِ پاکستان کو وطنِ عزیز پر قابض فاسد نظام کے خلاف اٹھنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس مقصد کے لیے مسلمانانِ وطن کو تحریض دلاتے ہیں کہ وہ مجاہدین کی ہر ممکنہ نصرت کریں۔ آپ فرماتے ہیں:

''ہم پر لازم ہے کہ ہم خوف و مصلحت کی چادر اتار پھینکیں... اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں دلوں میں کھبتا ہوا یہ سوال پوچھتے ہیں کہ: **أتخشونهم** ؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ **فالله أحق أن تخشوه إن كنتم مؤمنين**، اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔ پس اس ملک کے ہر صاحبِ ایمان کا فرض ہے کہ وہ امریکی غلامی سے نجات اور شریعت کے نفاذ کی اس پاکیزہ جدوجہد میں، اس مبارک جہاد و قتال میں مجاہدین کا پشت پناہ بن کر کھڑا ہو، اپنے گھروں کے دروازے ان کے لیے کھولے، اپنے اموال سے ان کی نصرت کرے، اپنی اولادیں اس راہ میں پیش کرے، دشمنوں کے بارے میں معلومات مجاہدین کو فراہم کرے، اپنے مشوروں، علم اور فنی مہارتوں سے مجاہدین کا ساتھ دے اور اپنی دعاؤں میں مجاہدین کو یاد رکھے۔ اس خطے کے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ مسلمانانِ پاکستان کی گردنوں پر مسلط اس انگریزی نظام کو گرانے میں اپنا مقدور بھر حصہ ڈالے، تاکہ گزشتہ دس سالوں میں دنیا بھر کے مہاجر مجاہدین کے ساتھ، عرب و عجم سے آئے ہوئے مہمانوں کے ساتھ، ہماری زمین پر جو زیادتیاں ہوئیں، جو ایذاء انہیں پہنچی ہیں، اس کی تلافی کی کوئی صورت بن سکے۔ اور یہ سرزمین پھر سے تمام عالم کے مسلمانوں کے لیے، ہر خطے کے مجاہدین کے لیے، یہود و نصاریٰ کے خلاف عالمی جہاد کے لیے ایک محفوظ مرکز اور پناہ گاہ کا کام دے سکے۔''[2]

---

[1] پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں۔ صوتی بیان از استاد احمد فارق

[2] پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں۔ صوتی بیان از استاد احمد فارق

جہادِ پاکستان، جہادِ افغانستان کا تتمہ ہے

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں تھی کہ جہادِ افغانستان اور جہادِ پاکستان باہم مربوط جہاد ہیں۔ آپ سمجھتے تھے کہ پاکستانیوں کے لیے امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ اور طالبانِ عالی شان کی مدد و نصرت کرنے کا سب سے اہم راستہ پاکستانی فاسد نظام کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ وہ فاسد نظام کہ جو ہر موقع پر افغانستان کے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپتا ہے اور دین و ملت سے خیانت کرتا ہے۔ آپ سمجھتے تھے کہ پاکستانی دین دشمن فوج کے خلاف کامیاب جہاد کرنے سے ہی افغانستان میں ایک مضبوط اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہو سکتا ہے۔ آپ امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ کے نائب ملا عبید اللہ اخند کی پاکستانی عقوبت خانوں میں شہادت کے اندوہناک واقعہ کے تناظر میں اپنے بیان میں فرماتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ فوجی جرنیل افغانستان میں جہاد کرنے والوں کے لیے بھی دل میں اتنا ہی کینہ رکھتے ہیں جتنا پاکستان میں جہاد کرنے والوں کے لیے۔ ان کو پاکستان یا اس کی سلامتی سے کوئی غرض نہیں، پاکستان کے عوام کے دین و دنیا کی بھلائی کی بھی انہیں کچھ فکر نہیں۔ ان کی دشمنی تو ہر اس شخص سے ہے جو اللہ کے سوا کسی کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہ ہو اور فرنگی کے قانون اور جمہوریت کے باطل نظام کی جگہ تنہا اللہ جل جلالہ کا قانون ہی اللہ کی زمین پر نافذ کرنے کے لیے کوشاں ہو۔ پس مجاہد چاہے افغانی ہو، یا پاکستانی، عرب ہو یا شیشانی، سبھی کو یہ جرنیل اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور آقا امریکی ہو یا برطانوی، چینی ہو یا روسی، سبھی کافروں کا دم بھرنا، سبھی کے مفادات کا تحفظ کرنا یہ فوج اپنا فرضِ منصبی گردانتی ہے۔“[1]

آپ ملا عبید اللہ اخند رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستانی سیکورٹی اداروں کے ہاتھوں شہادت کے واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”اس واقعے میں یہ سبق بھی پوشیدہ ہے کہ پاکستان کا جہاد افغانستان کے جہاد ہی کا تتمہ اور اس کا ممد و معاون ہے، کیونکہ جب تک پاکستان کی فوجی و سیاسی قیادت کا زور توڑ نہیں دیا جاتا اور فرنگی کے اس قابلِ نفرت نظام کو اکھاڑ پھینکا نہیں جاتا، تب تک یہ نظام افغانستان میں ایک خالص شرعی امارت کے قیام کے عمل میں رکاوٹیں ڈالتا رہے گا اور امارتِ

[1] ملا عبید اللہ اخند رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر بیان۔ از استاد احمد فاروق

اسلامیہ افغانستان کی راہ میں روڑے اٹکاتا رہے گا۔ پس پاکستان میں اس نظام کی جڑوں پر لگنے والی ہر ضرب دراصل افغانستان کے جہاد کی تقویت کا باعث اور اس کی پشت سے اس کے دفاع کا ذریعہ ہے۔"[1]

استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ جہادِ پاکستان دراصل جہادِ افغانستان کے لیے تقویت کا باعث ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پاکستانی فوج اور سکیورٹی اداروں پر تابڑ توڑ حملوں کے بعد ہی سے پاکستانی نظام اس بات کے لیے مجبور ہوا کہ افغانستان کے مجاہدین سے صرفِ نظر کرے۔ اس طرح جہادِ پاکستان، جہادِ افغانستان کی مدد کا باعث بنا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں کہ:

"مجاہدین کی طرف سے پاکستان کا محاذ کھولنے کے فیصلہ سے امارتِ اسلامیہ کو کمزور کرنے کی، پاکستانی فوج کی اس پوری جدوجہد کے سامنے پہلی مرتبہ بند باندھا گیا ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ دو اڑھائی سال بعد آج ہم پہلی مرتبہ اس سطح پر کھڑے ہیں کہ پاکستانی نظامِ حکومت کو بنیادی فکر اس بات کی لاحق ہے کہ کراچی، لاہور، پنڈی اور اسلام آباد میں اس کے خفیہ اداروں کے مراکز کو، اس کے فوج کے مراکز کو، اور اس کے اعلی افسران کو نشانہ بنانے کا سلسلہ کسی طرح بند ہو جائے۔ اِس کو اتنی زیادہ مار اپنے ملک کے اندر پڑی ہے کہ اب یہ فکر، وقتی طور پر، اس کے ذہن سے محو ہو گئی ہے کہ کسی طرح امارتِ اسلامیہ افغانستان کا راستہ روکا جائے۔ الحمدللہ سب ہی اس بات پر شاہد ہیں کہ پچھلے دو سالوں میں کس طرح تیزی سے افغانستان کے کام کو راحت ملی ہے اور کس طرح وہاں جہاد میں تیزی آئی ہے۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہاں جنگ کھولنے سے وہاں سے توجہ ہٹتی ہے۔ توجہ ہٹتی نہیں، بلکہ پاکستانی فوج کے خلاف جہاد سے افغانستان میں جہاد کو تقویت ملتی ہے اور اس کی کمر اور پشت محفوظ ہوتی ہے۔ یہ ہدف، اللہ کے فضل و احسان سے پوری طرح حاصل ہوتا محسوس ہو رہا ہے۔"[2]

پاکستانی فوج کے خلاف دعوتِ جہاد

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے فوج کا ماحول کوئی اجنبی نہیں تھا۔ ان کا تعلق ایک ایسے خطے سے تھا جو کہ فوج کی قیادت

---

[1] ایضاً

[2] پاکستان میں جہاد کیوں۔ از استاد احمد فاروق

تیار کرنے والا خطہ کہلاتا ہے۔ جہاں ہر کسی کی بچپن سے ہی فوج کے ماحول سے آشنائی، معاشرے میں موجود ڈھیروں ڈھیر فوجیوں کے ذریعے سے ہو ہی جاتی ہے۔ پھر کیڈٹ کالج میں تعلیم نے بھی ان کو فوج اور فوجیوں کے نظریات اور ان کی زندگی کے انگریزی اقدار کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع دیا جس کی وجہ سے ابتداء ہی سے ان کا یہ نظریہ پختہ تھا کہ ''یہ فوج جس کسی کی بھی ہو، کم از کم اسلام اور مسلمانوں کی نہیں ہے''۔

ہر فساد کی ذمہ دار فوج ہے

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ حقیقت بھی واضح تھی کہ پاکستان پر عملی حکومت فوج ہی کرتی ہے۔ وہ سیاست دانوں کو فوج کا خادم تو ضرور سمجھتے تھے مگر مسلمانوں کا اصل دشمن اور سانپ کا سر اسی فوج کو سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ فوج ہی تو ہے جو کہ امریکہ، برطانیہ اور مغرب سے دفاعی اتحاد اور تجارتی معاہدات کرتی کرواتی ہے۔ فوج ہی جنگ و امن اور صلح کی پالیسی بناتی ہے اور بعد میں سیاستدان محض دستخط کرنے کے لیے ایک نمائشی تقریب کے لیے بلائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے اکثر ممالک میں فوج ہی براہ راست مغرب کے لیے خدمات سرانجام دیتی ہے اور وہی صلیبی صیہونی مفاد کی اراضیٔ اسلامیہ میں حقیقی پاسدار ہوتی ہے۔ مصر، الجزائر، عراق، لیبیا اور وطنِ عزیز پاکستان سمیت کتنے ہی مسلمانوں کے بلاد ہیں جہاں پر اصل طاقت اور حاکم فوج ہی ہوتی ہے۔ کون ہے جو شریعت کی ہر آواز کو دباتی ہے، کون ہے جو نظامِ کفر کی اصل پاسدار ہے، کون ہے جو کہ سمندر میں امریکی بیڑے، خشکی میں امریکی و نیٹو سپلائی اور فضاء میں امریکی فضائیہ کی محافظ اور مددگار ہے۔ کس نے مشرقی پاکستان کو توڑا، کون ہے جو کہ بوری بند لاشوں اور جعلی مقابلوں کے کھیل کا بانی ہے، کون ہے جو کہ ملک کے معصوم و شریف نوجوانوں کو لاپتہ کرتی ہے، کون ہے جو کہ ملت کے وسائل کا ۹۰ فیصد دفاع کے نام پر کھا کر باقی ماندہ قوم کی اکثریت کی غربت و فقر کا باعث بنتی ہے۔ کون ہے کہ جس کی ثقافت ناچ گانا، ڈھول باجے، لڈی ڈالنا، محفلوں میں خواتین کے ہمراہ رقص کرنا، اپنی بیگمات کا اپنے ہم منصب کے ساتھ جڑ کر بیٹھنے پر فخر کرنا، الغرض بے شرمی اور بے حیائی کی ہر علامت کا موجد اور محافظ کون ہے؟ کون ہے کہ جو اپنے علاوہ باقی سب عوام کو بے وقوف اور 'بلڈی سولین' سمجھتی ہے۔ خود کو وطن اور ملک سمجھتی ہے اور اپنے مفاد کو ملک کا مفاد قرار دے کر جو لوٹنا چاہے لوٹ لیتی ہے۔ کون ہے جو کہ عوام کا پیسہ لوٹتی ہے اور اسی کے بل بوتے پر پھر اپنے ہی ملک کو اجاڑتی ہے۔ وہ کون سا وحشی درندہ صفت ادارہ ہے جسے شرافت اور تہذیب سے نہ بات کرنی آتی ہے اور نہ ہی عمل۔ اس کے ہر عمل سے مسلمانوں کے

مقابلے میں تکبر اور غرور نظر آتا ہے۔ الغرض بلادِ اسلامیہ میں عموماً اور وطن عزیز پاکستان میں خصوصاً، اس سب فساد اور بگاڑ کی ذمہ دار اور محافظ مسلح افواج ہی ہیں۔

استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ پاکستانی فوج اور سیکوریٹی اداروں کے جرائم گنواتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''وقت آگیا ہے کہ باتیں کردار میں اور جذبے عمل میں بدل جائیں۔ پاکستانی فوج اور خفیہ ادارے اس ملک کے مسلمانوں کے ماتھے پر ایک نہایت بد نما اور غلیظ داغ ہیں۔ یہ یہاں بسنے والے مسلمانوں کے محافظ نہیں، ان کے خون کے پیاسے، ان کے اموال کے دشمن اور ان کی عزتوں کے لٹیرے ہیں۔ انہیں جب کبھی بھی موقع ملا ہے انہوں نے اپنے فرنگی آقاؤں کی خاطر مسلمانوں کا خون بہایا ہے۔ یہی وہ بدبخت ہیں جنہوں نے بنگال میں ہزارہا مسلم خواتین کی عزتیں لوٹیں، قطار میں کھڑا کر کر کے بنگالی نوجوانوں کو گولیوں سے بھونا، ڈھاکہ سمیت کتنے ہی شہروں پر بھاری توپ خانے سے گولہ باری کی... انہیں نے بلوچستان کے مسلمانوں پر جیٹ طیاروں، ہیلی کاپٹروں، توپ خانے سمیت ہر وہ اسلحہ استعمال کیا جو کسی بھی روایتی فوج کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے... انہیں نے قبائلی علاقہ جات کی ایمانی غیرت وحمیتِ ایمانی مٹانے کے لیے اپی فقیر رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے لے کر آج تک کتنی ہی بار قبائل پر لشکر کشی کی اور ان علاقوں کو تاراج کر ڈالا... انہیں نے مالاکنڈ و سوات کی وادی سے اٹھنے والی نفاذِ شریعت کی آواز دبانے کے لیے گزشتہ تیس سال میں ہر کچھ عرصے بعد ظلم و فساد اور قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا کہ جس کی نظیر ماضی قریب کی تاریخ میں ڈھونڈنا مشکل ہے... انہیں نے لال مسجد میں مسجد کی حرمت پامال کی، قرآنِ عظیم الشان کی حرمت پامال کی، علماء و طلبائے دین کو قتل کیا، معصوم باحجاب بہنوں کا لہو بہایا... انہیں نے اپنی ہی قوم کی ایک باعفت بیٹی، عافیہ صدیقی کو ان کے معصوم بچوں سمیت کافروں کے ہاتھ بیچ ڈالا... انہیں نے ملا عبد السلام ضعیف، استاد یاسر، ملا عبد اللطیف حکیمی اور ملا برادر سمیت امارتِ اسلامیہ افغانستان کے متعدد مرکزی ذمہ داران کو گرفتار کیا... اور یہی وہ بدبخت ہیں کہ جنہیں جب موقع ملا انہوں نے مسلمانانِ پاکستان کی پناہ میں رہنے والے مہاجر مجاہدین کو اپنے فرنگی آقاؤں کی رضا کی خاطر گرفتار و شہید کیا۔''[1]

[1] شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر بیان۔ از استاد احمد فاروق

چہرے نہیں، نظام بدلو!

آپ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بات واضح تھی کہ مسئلہ بحیثیتِ مجموعی نظام کا ہے نا کہ محض چند افراد کا۔ لہٰذا جب تک انگریز کے لگائے ہوئے اس شجرۂ خبیثہ کو جڑ سے نہیں اکھاڑا جاتا، اس وقت تک نفاذِ دین کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''پس یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسئلہ کسی فوجی قیادت کی تبدیلی کا نہیں، کچھ جرنیل ہٹانے، کچھ لانے سے بھی مسئلہ نہیں حل ہوتا... مسئلہ چہروں کی نہیں نظام کی تبدیلی کا ہے۔ جب تک یہ ادارہ بحیثیت ادارہ، کلازوِٹ اور دیگر کافر مفکرین کے کفریہ اصولوں پر کھڑا ہے، جب تک اس کا نظریہ وعقیدہ توبہ وانفال کی قرآنی سورتوں اور جہاد و سیر کے ابوابِ حدیث کی بجائے انگریزوں کی کتب سے اخذ کیا جارہا ہے، جب تک اس کی تربیت انگریز کے عطا کردہ نہج پر، اسی کی قائم کردہ اکیڈمیوں میں ہورہی ہے، تب تک اس ادارے سے مسلسل ایسے سپاہی و افسر تیار ہوتے رہیں گے جو وطن کو دین پر، تنخواہ کو ایمان پر، پروموشن کو غیرت پر اور افسر کے حکم کو اللہ کے حکم پر ترجیح دیتے رہیں گے اور اس امت کو ہر نازک موقع پر اسی طرح نقصان پہنچاتے رہیں گے، جیسے ان کے آباؤاجداد نے خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے موقع پر اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے سقوط کے موقع پر پہنچایا۔''[1]

یہ فوج، فرنگی کی ہندوستانی فوج کا تسلسل ہے

استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ پاکستانی مسلمانوں کو یہ حقیقت بھی یاد کروانا چاہتے تھے کہ پاکستانی فوج تو دراصل انگریز کی ظالمانہ فوج ہی کا تسلسل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر اپنا معرکۃ الآراء تحقیقی مقالہ ''یہ کس کی فوج ہے؟'' کے نام سے تحریر کیا۔ اس مقالہ نے پاکستانی معاشرے میں اس ناپاک فوج کے کردار و عمل کی تاریخ کو واضح کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھی گئی یہ تحریر، ان کے تاریخ کے وسیع مطالعہ اور مطالعہ کی روشنی میں درست تجزیہ کرنے اور اسباق اخذ کرنے کی صلاحیتوں کی دلیل ہے۔ یہ کتاب برصغیر میں انگریز کے ہاتھوں تشکیل پانے والی فوج کی بھیانک تاریخ کی وضاحت کرتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ انگریزوں کے ظاہری طور پر پاکستان کو آزاد کرنے کے بعد بھی اس کی یہ فوج اپنے آقا کی حقیقی خوشنودی کے حصول کے لیے کوشاں ہے۔ ''یہ کس کی فوج ہے'' کا انصاف سے اور کھلے دل سے

[1] شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر بیان۔ از استاد احمد فاروق

مطالعہ کرنے والا ہر شخص، نفاذِ دین کے لیے اٹھنے والی ہر تحریک کو وحشت و درندگی سے قلع قمع کرنے کے، فوج کے اصل محرک کو سمجھ جاتا ہے۔ مطالعہ کرنے والا حیران رہ جاتا ہے کہ کیسے ایسے افراد جو کہ مسلمانوں ہی کی اولاد ہیں اور بظاہر اسلام کی بعض عبادات کو ادا بھی کرتے ہیں، مگر اس کے باوجود جو بھی اسلام کے نفاذ کی سنجیدہ کوشش کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دین واسلام کی روشنی میں ہی سلطنت کو چلایا جائے، یہ فوج حرکت میں آتی ہے اور شرم وحیاء کی ہر صفت سے عاری ہو کر ایسی ہر تحریک کی بیخ کنی کرتی ہے۔ مگر جب وہ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس فوج کی بنیاد خود انگریز نے ڈالی ہے، اور اس کے نصاب، تربیت اور خمیر میں انگریز اور اس کے قانون سے وفا اور اسلام اور اس کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالنا رکھ دیا ہے، تو پھر اس کی حیرت ختم ہو جاتی ہے۔ اس فوج کی مثال تو اس سافٹ وئیر جیسی ہے کہ جس کا بنانے والا اسے خاص مقصد کے لیے بنائے۔ جیسے کہ حساب کتاب کرنے والا سافٹ وئیر حساب کتاب ہی کرے گا اور اسی طرح تصویر چلانے والا سافٹ وئیر تصویر ہی چلائے گا۔ پس پاکستانی فوج، ایک ایسا سافٹ وئیر ہے کہ جس کا بنانے والا انگریز ہے اور اس نے اس سافٹ وئیر کی پروگرامنگ میں ہی انگریز اور اس کے قانون کا دفاع اور اسلام کے غلبہ کو روکنا رکھا ہے۔ پس تاریخ کے طالب علم کو اس فوج کے نہ ہی انگریز کی قیادت میں جزیرۂ عرب میں جنگیں کرنے پر حیرت ہوتی ہے اور نہ ہی اردن میں فلسطینی مہاجر کیمپوں پر کی گئی بمباری سے، نہ ہی لال مسجد میں ہزاروں طلباء وطالبات کو بھون دینے پر حیرت ہوتی ہے اور نہ ہزاروں بنگالی خواتین کی عصمت دری پر، نہ سوات میں ننھے بچوں کو قطار میں کھڑا کر کے گولیوں سے بھون ڈالنے کے عمل پر حیرت ہوتی ہے اور نہ ہی جعلی مقابلے میں مسلمانوں کو محض اپنی دہشت بٹھانے کے لیے مار کے پھینکنے کا عمل جان کر حیرت ہوتی ہے۔ تاریخ کے طالب علم کو حیرت تو اس وقت ہوتی اگر یہ فوج یہ سب کچھ نہ کرتی۔ انہونی بات تو یہ ہوتی کہ یہ فوج اس کا الٹ کرتی۔ پس جس مقصد کے لیے اس فوج کو انگریز نے ڈیڑھ صدی قبل تیار کیا تھا، ٹھیک اسی مقصد کو آج تک یہ فوج بخوبی پورا کر رہی ہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس مقالے میں فوج کے جرائم کی فہرست بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

”ان واقعات کے میڈیا پر آجانے کے بعد کئی اصحابِ علم و دانش اور تجزیہ نگار و مبصرین نے یوں حیرت کا اظہار کیا، گویا فوج کے ہاتھوں ایسے جرائم کا ارتکاب کوئی انہونا امر تھا۔ یقیناً اس خطے، بالخصوص پاکستانی فوج کی تاریخ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا شخص بھی اس اظہارِ حیرت پر، حیرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔“[1]

فوج کے نچلے طبقے کو دعوت

مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ یہ حقیقت بھی سمجھتے تھے کہ فوج کی اعلیٰ قیادت، اس کا اونچا آفیسر طبقہ، ہی اصل میں وہ ناسور ہے کہ جو انگریز سے وفاداری پر آج تک کاربند ہے۔ اس کے جرنیل اور اعلیٰ افسران ہی دراصل امریکہ اور یہود کی زیرِ سرپرستی، اسلام کے خلاف جنگوں میں اہم فیصلے اور بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے آپ کی خواہش تھی کہ جنگوں کے ایندھن بننے والے نچلے سپاہیوں کے طبقے میں یہ دعوت عام کی جائے کہ وہ اپنے جرنیلوں سے بغاوت کریں اور دینی حمیت و غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے قتلِ عام کرنے کے ان کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فوج کے نچلے طبقے کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ:

”میں اس موقع پر پاکستانی فوج کے سپاہیوں اور نچلی سطح کے افسروں سے بھی یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ کیا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ وہ کیسے رذیل لوگوں کی قیادت کو قبول کیے بیٹھے ہیں جنہیں اسلام سے، محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے کوئی ادنیٰ تعلق نہیں؟ کیا پاکستان کی پوری فوج، اس کا ہر ہر سپاہی اور افسر افغان مجاہدین کے ساتھ کیے جانے والے اس ظلم پر راضی ہے؟ کیا اس فوج کا ہر فرد امریکہ کے خلاف لڑنے والوں کو اپنا بھی دشمن سمجھتا ہے؟ کیا اسلامی نظام لانے کی خواہش ہر فوجی کے نزدیک ہی اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر کیوں نہیں فوج کا یہ نچلا طبقہ اپنی گردنوں پر مسلط اس بدبخت قیادت کو اٹھا باہر کرتا؟ کیا فوج کا یہ نچلا طبقہ اللہ کے عذاب سے زیادہ کورٹ مارشل سے ڈرتا ہے؟ کیا اللہ کے حکم سے زیادہ افسر کے حکم کو لائقِ اطاعت سمجھتا ہے؟ کیا اللہ کی بجائے فوج کو اپنا

[1] یہ کس کی فوج ہے۔ از استاد احمد فاروق

رازق سمجھتا ہے؟ یاد رکھیے! کہ جو رب آپ کو ماں کے پیٹ میں رزق پہنچاتا تھا، وہ اب بھی اپنے بندوں تک رزق پہنچانے پر قادر ہے، لیکن کوئی اس پر توکل کرتے ہوئے اس کا بندہ بننے پر تو تیار ہو![1]"

فرعونیوں کے بیچ میں اہلِ ایمان

یہاں اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ فوج کے 'کفار کا لشکر' ہونے سے ان عظیم ہستیوں کی تنقیص لازم نہیں آتی کہ جو کہ فوج میں ایسے رہے کہ جیسے کہ فرعون کے دربار میں ایک مومن درباری تھا۔ ایسے فوجی حضرات کہ جنہوں نے اس لشکرِ کفر میں رہتے ہوئے اسلام کی نصرت کی، مجاہدین اور مہاجرین کو اپنے گھروں میں پناہیں دیں، فوج کے افسران اور صلیبی خادموں کو ختم کرنے کے لیے مجاہدین کے ساتھ تعاون کیا، فوج کا تختہ الٹ کر اور بغاوت کر کے اصلاح کی کوششیں کی، فوج کے جرائم کو آشکار کیا؛ ایسے تمام افراد تو جہاد کا ہراول دستہ ہیں اور اہلِ ایمان کے دلوں کی ٹھنڈک ہیں۔ یہ تو وہ ہستیاں ہیں کہ جن کو اللہ نے اپنی نشانیاں اور غیبی نصرت بنایا۔ اللہ رحیم و کریم سے ہم ان کے اجرِ عظیم، دوگنے جہاد کا ثواب ملنے اور بلند درجات کی دعا کرتے ہیں۔ ایسے افراد میں لیفٹیننٹ جنرل شاہد عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ، لیفٹیننٹ جنرل مظفر حسین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی رحمۃ اللہ علیہ، بریگیڈیئر مستنصر باللہ رحمۃ اللہ علیہ، میجر عادل عبد القدوس شہید رحمۃ اللہ علیہ، میجر ڈاکٹر طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ، پاکستانی بحریہ کے افسران ذیشان رفیق شہید رحمۃ اللہ علیہ اور اویس جاکھرانی شہید رحمۃ اللہ علیہ، ان کے بحریہ میں موجود سینکڑوں ساتھی، دشمنِ اسلام 'پرویز' پر حملہ کرنے میں مجاہدین سے تعاون کرنے والے فضائیہ کے بیسیوں اہلکاروں سمیت سینکڑوں ایسے گمنام مجاہدین شامل ہیں کہ جو اپنے اخلاص اور غلبۂ دین کے لیے جہاد کرنے کے جذبہ کی بدولت اس صلیبی فوج کے اندر رہتے ہوئے بھی دین کی نصرت کا حق ادا کرتے رہے۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان جیسے افراد کو دین کی نصرت کے لیے مزید بڑھا دے، آمین۔

پاکستانی بحریہ میں دعوتِ جہاد کا پھیلنا

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی و ابلاغی کاموں کی برکت سے پاکستانی فوج کے اندر بھی دعوتی کام تیزی کے ساتھ پھیلا۔ آپ کے دردِ دل سے کہے ہوئے کلمات کفار کی صفوں میں کھڑے فوجیوں کے دلوں میں نورِ ایمان کی تپش بڑھانے کا

[1] ملا عبید اللہ اخند رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر بیان

باعث بن گئے۔ کتنے ہی فوجیوں نے اپنے اس عمل سے توبہ کی اور فوج سے الگ ہوگئے اور بہت سوں نے کفار کی حامی و مددگار اس فوج کے خلاف جہادِ فی سبیل اللہ میں شمولیت اختیار کی۔

پاکستانی بحریہ کے اندر دعوت پھیلنا اس کی ایک مثال ہے۔ پاکستانی بحریہ کے سینکڑوں آفیسروں اور سپاہیوں پر، فاروق بھائی کی تحریریں اور تقریریں سننے سے، نا صرف فوج کی حقیقت واضح ہوئی بلکہ اپنی سابقہ زندگی کے کفارے کے طور پر وہ اس فوج کے خلاف جہاد میں فدائی حملے کرنے اور امریکہ کے خادم، اپنے بڑے افسران کو صفحہ ہستی سے مٹانے کو تیار ہوگئے۔ پاکستانی بحریہ کے اندر موجود ان نیک دل افسران نے بارہا فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پیغامات بھیجے کہ پاکستانی بحریہ کی قیادت کو ختم کرنا ہمارے لیے بالکل آسانی سے ممکن ہے۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قیادت کے مشورے سے انہیں امریکہ اور بھارت کی بحریہ پر حملہ کرنے کے حکم دیا۔ اسی مقصد کے لیے اسلام کے ان شیروں نے کفن باندھ کر اور مجاہدین سے عہدِ بیعت کر کے پاکستانی بحریہ کے جہاز "پی این ایس ذوالفقار" کو اغوا کرنے کی کوشش کی اور اسی کوشش کے دوران اس کارروائی کے روحِ رواں لیفٹیننٹ ذیشان رفیق اور سیکنڈ لیفٹیننٹ اویس جاکھرانی نے فدائی حملہ کر کے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

شہید لیفٹیننٹ ذیشان رفیق رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین کو بتایا کہ:

"جب ۲۰۱۱ء میں کراچی کی مہران بیس پر مجاہدین نے حملہ کیا تو ہماری تعیناتی مہران بیس کے قریب ہی تھی،... ہم نے اور ہمارے دیگر افسران نے قریب سے اس جنگ کو دیکھا۔ چند نوجوان اس بے جگری سے دنیا کی ساتویں بڑی فوج سے جنگ کر رہے تھے۔ اس کو دیکھ اور سن کر ہم حیران رہ گئے۔ دوسری طرف ہمارے افسران اور سپاہیوں کی بزدلی بھی ہماری پریشانی میں اضافہ کرتی رہی۔ بالآخر ہم نے اور ہمارے دوست بیسیوں افسران نے یہ طے کیا کہ ہم ان حملہ آوروں کے حملے کا مقصد سمجھنے کے لیے ان کی قیادت کے نظریات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر ہم نے انٹرنیٹ کے ذریعے سے استاد احمد فاروق کے دروس ڈاؤنلوڈ کیے۔ استاد جی کے دروس سننے سے ہم پر تمام حقیقت واضح ہوگئی، ہمیں سمجھ آگیا کہ ہم تو امریکیوں کی حفاظت پر مامور ایک ادارے کے ملازم ہیں اور اس طرح اسلام کے خلاف جنگ کا ہراول دستہ ہیں۔ پھر ہم نے قائدِ جہاد مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو ہماری آنکھیں مزید کھل گئیں۔ یہ بات سمجھتے ساتھ ہی ہم نے اور ہمارے سینکڑوں ساتھیوں نے نہ صرف فوج کی اس نوکری کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا بلکہ کفر کی اس اتحادی فوج کے خلاف جہادِ فی سبیل اللہ کے لیے مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا فیصلہ بھی کیا۔"

اسی طرح نیوی ڈاکیارڈ میں شہید ہونے والے بطلِ اسلام شہید سیکنڈ لیفٹینینٹ اویس جاکھرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ:

"جب مجھے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دروس سن کر فوج میں شمولیت کے اپنے جرم کا احساس ہو گیا، تو میں نے فوج کی ملازمت ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر مجھے میرے ایک عزیز حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ نوجوان بحریہ کی افسری کو ترک کرنا چاہتا ہے، اس کو سمجھائیے! حضرت مفتی صاحب نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ: "پاکستانی بحریہ، امریکی بحریہ کے سمندروں میں اتحاد کا حصہ ہے اور ۲۰۰۱ء سے تو خاص طور پر اس کا اصل کام امریکہ کے مفادات کی پانیوں میں حفاظت کرنا ہے۔ ساتھ ساتھ افغانستان میں امریکی رسد کو سمندروں میں حفاظت فراہم کرنا بھی پاکستانی بحریہ ہی کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح حفاظتی مشن پر خلیج کے پانیوں میں بھی امریکہ کے مفادات کے لیے بحریہ کے جہاز متعین ہوتے رہتے ہیں،... میری یہ گفتگو سن کر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ بہت حیران و پریشان ہوئے اور تعجب سے مجھ سے پوچھا کہ: "کیا واقعی پاکستانی بحریہ بھی سمندر میں امریکی اتحاد کا حصہ ہے؟" میرے سر ہلانے پر انہوں نے واضح الفاظ میں مجھے فرمایا کہ "اگر جو آپ نے بتایا وہ درست ہے کہ پاکستانی بحریہ، سمندروں میں امریکہ کے دفاع کا کام کرتی ہے، تو آپ کے لیے اس کی ملازمت قطعاً جائز نہیں"۔

حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ سن کر، شہید اویس جاکھرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بحریہ سے استعفیٰ دیا اور غیرتِ دینی سے سرشار بحریہ کے اپنے دیگر افسران بھائیوں کی نمائندگی کرنے کے لیے وزیرستان آکر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مجاہدین کو منہجِ اعتدال پر قائم رکھنا

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ابلاغی اور دعوتی کام کا ایک اہم حصہ مجاہدین کو افراط و تفریط سے بچانے اور ان کو اہلِ سنت و الجماعت کے منہجِ اعتدال کی دعوت پر مشتمل تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شرعی دورہ جات، اپنے دروس و بیانات اور تحریر کے ذریعے سے مجاہدین کو شریعت کی حدود کی پاسداری کرنے اور کافروں پر سخت ہونے کے ساتھ ساتھ اہلِ ایمان سے نرمی اور محبت کرنے کا سبق بھی سکھایا۔

خونِ مسلم کی حرمت

آپ رحمۃ اللہ علیہ جہادی کارروائیوں کے دوران عام مسلمانوں کے نقصان سے تساہل و تغافل کا رویہ رکھنے کی سختی سے مذمت کرتے۔ آپ مجاہدین کو مسلمان کے خون بہانے کے گناہِ عظیم سے ڈراتے اور اس سلسلے میں ہر وسیلہ اختیار کر کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے۔ آپ کے لیے اس بات پر خاموش رہنا ممکن نہ تھا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا شائبہ بھی محسوس ہو۔ آپ ہر اس گروہ سے برأت کا اظہار کرتے تھے کہ جو مسلمانوں کا خون کرنے پر فخر کرے اور خونِ مسلم کی حرمت کا احترام نہ کرے۔

جب ۲۰۱۳ء میں مردان کے علاقے شیر گڑھ میں ایک جنازہ پر دھماکہ ہوا، جس میں بیسیوں عام مسلمانوں کی جانیں جانے کی اطلاع موصول ہوئی، تو عام مسلمانوں کے اس بہتے لہو نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے چین کر ڈالا۔ آپ نے پرزور الفاظ میں ایسی کارروائیوں کی مذمت کی اور ببانگِ دہل ایسے اعمال سے اپنی برأت کا اعلان کیا۔ ایسا کرنے سے آپ کو بعض شریر افراد کی طرف سے دھمکیاں بھی ملیں، مگر آپ اپنے اس مؤقف پر قائم رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سانحہ کے موقع پر مجاہدین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"یقیناً اس ظلم کو ظلم کہنا اور اسے روکنے میں اپنا کردار ادا کرنا ہم سب کا فرض ہے! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اللہ کی تلوار، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے فعل سے بھی برأت کا اظہار کر دیا جب ان کے ہاتھوں کسی مسلمان کا خون بہا... اتنے مسلمانوں کی مظلومانہ شہادت، اتنے خاندانوں کے اجڑنے، اتنے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے پر کیسے خاموش رہ سکتے ہیں؟ یقیناً آپ سب دل کی گہرائیوں سے ان افعال سے نفرت کرتے ہیں... پس اس نفرت و برأت کا بھرپور اظہار کیجیے تاکہ دنیا پر آپ کا مؤقف واضح ہو جائے اور اہلِ ایمان جان جائیں کہ آپ ایسے ہر عمل سے بری ہیں۔"[1]

اسی طرح جب ۲۰۱۰ء میں پاکستان کے بازاروں اور تعلیمی اداروں پر پے در پے ظالمانہ حملے ہوئے اور ان کے ذمہ دار افراد کا مجاہدین سے منسوب بعض گروہوں سے تعلق کا انکشاف ہوا تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ بہت بپھر گئے۔ آپ نے ایک ملاقات میں مجھ سے کہا کہ: "یہ وحشیانہ کام منکرات ہیں، ہمیں نہی عن المنکر کرنا پڑے گا اور اس کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہونا پڑے گا، نہی عن المنکر کرتے ہوئے شہید ہو جانا بڑے اعزاز کی بات ہے، اگر ہم نیٹو کے پچاس کے برابر

[1] شہدائے شیر گڑھ بھی ہمارے شہداء ہیں۔ از استاد احمد فاروق

ممالک سے جنگ کر سکتے ہیں تو کسی ایسے گروہ سے بھی جنگ کرنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے جو کہ شریعت کی حدود کو توڑنے سے نہیں رکتا۔''

استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ نے خونِ مسلم کی اہمیت اور اس حوالے سے اپنی فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی ایک تحریر میں لکھا ہے کہ:

''ہم مسلمانوں کے خون کی ایک ایک بوند کے بارے میں بھی انتہائی فکر مند اور درد مند ہیں۔ ان کا جو خون ناحق و ظلماً بہایا جاتا ہے، ہمیں اس کے ہر قطرے پر دکھ ہوتا ہے۔ ہم گھروں سے مسلمانوں کی حالت زار پر ہی تڑپ کر نکلے ہیں۔ ان کے دین، عزت و آبرو اور ان کے مال کے دفاع کی خاطر نکلے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ مسلمان کے خون کی حرمت قطعی ہے۔ اور یہ قطعیت آفتاب کی طرح روشن و بے غبار دلائل قطعیہ کے ساتھ ہی زائل ہو سکتی ہے۔ ہم خونِ مسلم کو بودی اور کمزور دلیلوں کے ذریعے حلال جاننے یا مسئلہ تترس میں معتمد اہل علم کی کتب میں مذکور شرعی اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے وسعت دینے یا بغیر دلیل و برہان کے ان کے سر الزامات منڈھ دینے کے طرزِ عمل سے شدت کے ساتھ خبردار کرتے ہیں۔ نہ ہی ہم یہ جائز سمجھتے ہیں کہ کسی مسلمان کو اس وجہ سے باغی قرار دے کر اس سے قتال کیا جائے کہ وہ کسی جہادی جماعت سے الگ ہو گیا ہے۔''[1]

تکفیرِ مسلم میں احتیاط

خونِ مسلم کی حرمت کے حساس مسئلہ کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ مسلمان کو سطحی دلیلوں کی وجہ سے کافر قرار دے دینے سے بھی سختی سے روکتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی مسلمان کو اس کے اعمال کی وجہ سے کافر قرار دینا بہت ہی نازک اور حساس مسئلہ ہے۔ اس لیے اس مسئلہ میں جہادِ فی سبیل اللہ کے بڑے بڑے علماء سے مسئلہ پوچھے بغیر خود سے ہی تکفیر شروع کر دینا بہت بڑے فتنہ کا باعث بن جاتا ہے۔ آپ مجاہدین سے منسوب بعض نادانوں کا تکفیر جیسے خطرناک مباحث میں غیر ذمہ دارانہ رویہ دیکھ کر بہت کڑھتے تھے اور ان کی اصلاح کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عربی زبان میں لکھے ہوئے شاہکار مضمون ''فالنكن كالنحلة''، جس کا اردو ترجمہ ''ہم سراپا خیر بن جائیں'' نام سے کیا گیا ہے، میں لکھتے ہیں کہ:

[1] ہم سراپا خیر بن جائیں۔ از استاد احمد فاروق

’’ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کفر کا فتویٰ بہت ہی اہم حکمِ شرعی ہے کیونکہ اس میں اسلام اور شعائر اسلام کا تحفظ ہے۔ اس سے کفر و اسلام میں فرق واضح ہوتا ہے۔ یہ اسلام اور کفر کے درمیان معمولی تلبیس اور اختلاط سے بھی روکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تکفیر میں غلو ایک خطرناک معاملہ ہے جس میں ہم شدید احتیاط پر زور دیتے ہیں اور اس مسئلے میں سلف صالحین جیسا محتاط رویہ اپنانے کی تاکید کرتے ہیں۔ یہ بھی ناممکن ہے کہ ہم ان احکام کو محض حسابی اصولوں کے سپرد کر دیں کہ ہر شخص خواہ وہ علوم شرعیہ کی ابجد سے بھی واقف نہ ہو، ان میں غور و فکر کرے... ان مسائل میں ہر نووارد طالبِ علمِ دین بھی گفتگو کرے... جس پر چاہے، جیسے چاہے ان احکام کو منطبق کرتا چلا جائے... اور جن شرعی ضابطوں کی اہلِ علم نے وضاحت کی ہے، ان کو کام میں نہ لائے۔ اسی وجہ سے ہم کفر کے فتوے کے بارے میں مطلوب احتیاط وضوابط اختیار کرتے ہیں... جس پر بعض غلو سے کام لینے والوں نے ہمیں مرجئہ ہونے کا الزام دیا، اسی طرح اہلِ ارجاء ہمیں اس طرزِ عمل پر غلو اور تشدد اپنانے کا الزام دیتے ہیں... ہم اس بہتان اور جھوٹ پر اللہ ہی سے شکایت کرتے ہیں۔‘‘[1]

اہلِ غلو سے برأت

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ’غلو فی الدین‘ کو مجاہدین کے لیے مہلکات میں سے سمجھتے تھے۔ آپ جس طرح یہ بیان کرتے تھے کہ حدیث کے مطابق پچھلی قوموں کی تباہی غلو کی وجہ سے ہوئی، وہیں یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ماضی قریب میں الجزائر، پاکستان اور پھر عراق وغیرہ میں مجاہدین کے اندر غلو و شدت کے مرض کی وجہ سے جہادِ فی سبیل اللہ کو کیا کیا نقصانات پہنچے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ کفار اور ان کے ساتھیوں کے ظلم و وحشت کے ردِ عمل میں بعض اوقات مجاہدین میں بھی تشدد کی فکر رائج ہو جاتی ہے۔ آپ ایسی فکر کو عاقبت کے لحاظ سے جہاد کے لیے نقصان دہ تصور کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کفار و منافقین کے ظلم و ستم کے جواب میں ہم تو اسلام کے اعلیٰ اخلاق کو نہیں ترک کر سکتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجاہدین کو شیخ عطیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ کی تلقین کرتے تھے، کیونکہ ان کی کتابوں اور مضامین میں مجاہدین کو غلو سے بچنے اور حد سے بڑھے ہوئے تشدد سے رکنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ خاص طور پر شیخ عطیہ کے خوارج عصر کے نظریات کے خلاف لکھے گئے مضمون ”جؤاب سؤال في جهاد الدفع“ اور شیخ عطیہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے الحسبہ فورم کو دیے گئے حکمت و دانش سے بھرے انٹرویو کے مطالعہ کی نصیحت کرتے۔

[1] ہم سراپا خیر بن جائیں۔ از استاد احمد فاروق

سن ۲۰۱۳ء میں عراق و شام میں 'الدولۃ الاسلامیہ' نامی گروہ المعروف بہ 'داعش' نے وسیع علاقے پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی اس گروہ کی طرف سے مجاہدین کو قتل کرنے اور ان کے اموال لوٹنے، اپنے تمام مخالفین کو کافر قرار دینے، ان کی بیعت نہ کرنے والے مجاہدین کو قتل کرنے، علمائے امت و اکابرین کی تذلیل و اہانت کرنے سمیت کئی ایسے افعال سرزد ہونے لگے کہ جو ان کے اہلِ سنت والجماعت کے منہجِ اعتدال سے ہٹنے پر دلالت کرتے تھے۔ اس موقع پر پہلے پہلے علمائے امت اس گروہ کی اصلاح پر متوجہ ہوئے، مگر جب اس گروہ کی کیفیت اس مصرع کے مطابق ہونے لگی کہ 'مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'، تو قائدینِ جہاد نے اس گروہ سے کلی برأت کے ساتھ ساتھ اس کے عقائد و نظریات پر مفصل رد کرنا شروع کیا، تاکہ مجاہدین کو اس فتنے اور اس کے خدوخال سے ہوشیار کیا جا سکے۔

اس موقع پر دیگر اکابر علمائے جہاد کے ساتھ ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے مجاہدین کے اندر اس گروہ کے نظریات کی اصلاح کرنے کا کام شروع کیا۔ اسی مقصد کے لیے آپ نے اپنا مشہور عربی زبان میں مقالہ ''فالنكن كالنحلة'' تحریر کیا، جسے عرب دنیا میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور شام کے علماء نے بھی حکمت و بصیرت سے بھرے اس مقالہ کے مطالعہ کی مجاہدین کو نصیحت کی۔ اسی طرح آپ نے اردو زبان میں بھی مجاہدین کو داعش نامی فتنہ سے خبردار کرنے کے لیے اور امتِ مسلمہ کے سامنے اس گروہ سے برأت کے اظہار کے لیے متعدد مضامین لکھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ تھا کہ داعش محض ایک گروہ کا ہی نام نہیں، بلکہ یہ ایک فکرِ غلو ہے جس کا شکار کبھی بھی کوئی جماعت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس فکر کا علاج اپنی صفوں میں کرتے رہنا اور تمام مجاہدین کو اہلِ سنت کے عقائد و نظریات سے پختہ جوڑ کر رکھنا، یہ قیادت کا کام ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مضمون میں 'داعش' نامی گروہ کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''عزیز بھائیو! نہایت دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ امت کی تاریخ کے اس نازک موڑ پر 'دولہ اسلامیہ فی العراق والشام' نامی جماعت کی قیادت اپنے بانیوں کی پاکیزہ راہ کو چھوڑ کر صریح گمراہی اور انحراف کے رستے پر چل نکلی... اور یہ گمراہی

اس قدر بڑھی کہ تمام مصلحین کی کوششیں ناکام ہو گئیں... معاملات سدھارنے کے سارے رستے مسدود کر دیئے گئے... اور ہر آنے والے دن کے ساتھ فساد بڑھتا چلا گیا۔"[1]

استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ اپنے مضمون میں 'داعش' نامی گروہ کے جرائم گنواتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے متفقہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں نیا امیر کھڑا کیا، تکفیر کے مسئلہ میں غلو کیا، خونِ مسلم کے معاملے میں شدید لاپرواہی برتی، اپنی بیعت سب پر لازم کر دی، اپنی جماعت کے مخالفین کا خون بہانا جائز قرار دیا، اکابرینِ جہاد کی تحقیر و تذلیل کی، تمام معروف و معتبر علمائے جہاد کے فتاویٰ سے روگردانی کی، عام مسلمانوں سے ولایت کے رشتے کے بجائے حقارت کا رویہ رکھا اور خود کو ساری امت سے افضل جانا، تنظیمی تعصبات میں مبتلا ہو کر مجاہدین کی وحدت کو توڑا، مجاہدین کو فروعی اور مسلکی تعصبات میں الجھا کر ان کی وحدت کو توڑا اور ادب و اخلاق کے دینی معیار کی یکسر مخالفت کی ہے۔ آپ اپنے مضمون میں یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ 'داعش' نامی گروہ کا شمار، اہلِ سنت والجماعت کے نظریات سے ہٹنے کی وجہ سے اہلِ بدعت میں سے ہوتا ہے، اور اہلِ بدعت سے عام مسلمانوں کو 'ہجر' یعنی دوری کا تعلق رکھنا چاہیے۔

اسی طرح استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضمون 'ہم سراپا خیر بن جائیں' میں مجاہدین کے نظریات کا خلاصہ پیش کیا ہے کہ جو انہوں نے مشائخ و علمائے جہاد سے براہ راست سیکھے ہیں۔ نظریاتِ جہادیہ کے یہ درخشندہ پہلو اہلِ سنت والجماعت کے عمومی منہج کا نچوڑ ہیں اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ انہی نکات کی طرف تمام مجاہدین کو جمع ہونے کی دعوت دیتے تھے۔ ان نکات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

1. امت مسلمہ کے ساتھ عجز و انکساری سے پیش آنا، تمام مسلمانوں کے ساتھ مل کر باہم یکجا ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کی تائید کے بعد، ان کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔
2. مسائلِ تکفیر میں غلو اور تفریط سے پرہیز کرنا۔
3. علمائے کرام کی قدر پہچاننا اور اہلِ علم اور اہلِ جہاد کے درمیان کسی بھی دوری کو ختم کرنے کی کوشش کرنا۔
4. مسلمانوں کے خون کی حرمت کا شدت سے خیال رکھنا اور کمزور دلائل کی بنیاد پر اس معاملہ میں گفتگو کرنے سے ڈرنا۔

---

[1] مجاہدین کو درپیش ایک اہم فتنہ۔ از استاد احمد فاروق

5. امت کے موجودہ دگرگوں حالات کی رعایت کرتے ہوئے، مسلمانوں کے ساتھ نرمی کرنا اور انہیں دعوت دینے میں تدریج اختیار کرنا۔
6. امت کو اہم اور بنیادی نکات پر مجتمع کرنا، جس میں سرفہرست امریکیوں اور یہودیوں سے قتال کرنا ہے۔
7. دعوتی امور کی اہمیت کو سمجھنا اور عملِ جہاد کے ساتھ اس کے ناگزیر تعلق کو جاننا۔
8. مجاہدین میں اہتمام کے ساتھ سیاستِ شرعیہ کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا۔
9. اختلاف کرنے کے شرعی آداب کو اپنانا۔
10. معاشرے میں شریعتِ مطہرہ کے نفاذ کی کوشش کے ساتھ ساتھ اپنی اندرونی صفوں میں اس کے احکامات کو اپنانے کا التزام کرنا۔
11. حاکم کے انتخاب میں شوریٰ (مشورے) کو لازم پکڑنا، جس میں مطلوبہ شرائط موجود ہوں، اور یہ حق امت سے نہ چھیننا۔
12. مقدور بھر وسائل اور ضروری تمکین اور شوکت حاصل ہونے سے پہلے امارت و سلطنت کے اعلان میں جلدی نہ کرنا۔
13. جماعتی تعصب اور شخصیات سے عقیدت میں غلو اختیار کرنے سے بچنا۔
14. علمائے اہل سنت کے مابین علمی اختلافات کو میدان جہاد میں زیر بحث لانے سے گریز کرنا۔
15. نیکی کے کاموں میں امیر کی اطاعت کا التزام۔
16. امارت اسلامیہ افغانستان کے گرد جمع ہونا اور قول و عمل سے اس کی تائید و نصرت کرنا۔
17. تزکیہ نفس اور اصلاح قلب کا اہتمام کرنا۔[1]

[1] ہم سراپا خیر بن جائیں۔ از استاد احمد فاروق

آدابِ جہاد و اصلاحِ اعمال

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی و ابلاغی کام کا ایک نمایاں حصہ مجاہدین کو جہادِ فی سبیل اللہ کے شرعی آداب کی تعلیم دینے پر مشتمل تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ جتنا ہم جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع کریں گے اتنا ہی ہم فتح و نصرت سے قریب ہوں گے۔ وہ مجاہدین کو ہر ایسے رویہ اور عادت سے بچانے کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ ظاہری اعمال کی اصلاح کی کوشش میں لگے رہتے، بلکہ عمومی مجاہدین کی اصلاحِ باطنی و تزکیہِ نفس کی طرف بھی متوجہ رہتے تھے۔

استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں خوفِ آخرت، صبر و استقامت، صدق، حمد و شکر، جہاد کی تیاری، شہادت کے فضائل، اللہ کے وعدوں پر یقین وغیرہ کے عنوانات سے دروس دیے، وہیں اصلاحِ قلوب، ترکِ گناہ، اصلاح نیت جیسے اصلاحی موضوعات پر بھی توجہ رکھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اصلاحِ قلب کے حوالے سے اپنے ایک درس میں فرماتے ہیں:

''بہت بڑے بڑے لوگ بھی پھسل گئے، ماضی قریب میں بھی اور ماضی بعید میں بھی، اس لیے کہ دلوں کے اندر کچھ مرض موجود تھے۔ پیارے بھائیو! بات کانپنے والی ہے، ہر انسان کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اس معاملہ کے اندر، اور ہر انسان کو اپنے دل کی فکر کرنی چاہیے۔ دنیا اس کو کچھ بھی سمجھتی ہو، اس کو مجاہد سمجھتی ہو، اس کو عالم سمجھتی ہو، اس کو صالح سمجھتی ہو، لیکن اس کے قلب میں کیا امراض ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں یا وہ خود۔ اگر ان کی طرف توجہ کرے گا تو ان کا علاج کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ خود غافل رہے گا تو ان امراض کو پکڑنا آسان نہیں ہوتا۔ انسان کا نفس دھوکہ باز ہے، شیطان کو تو اللہ پاک کہتے ہی ''غرور'' ہیں یعنی کہ 'مجسم دھوکہ'۔ تو یہ سارے دھوکہ باز ہیں جو آپ کو آپ کے دل سے ہٹاتے ہیں۔ آپ کے دل سے آپ کی توجہ پھیرتے ہیں اور ایسے کاموں میں لگاتے ہیں کہ جس سے دل کی طرف انسان نہ جانے پائے۔ دل کی طرف جانے کے تین بنیادی راستے ہیں؛ ایک سماعت، ایک بصارت اور ایک زبان یا گویائی، یہ تین بنیادی راستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ''بے شک سماعت، بصارت، دل، سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔[1]''

آپ رحمۃ اللہ علیہ، اپنے ایک درس میں اللہ پر توکل اور اس کے وعدوں پر یقین رکھنے کے تناظر میں فرماتے ہیں کہ:

[1] قلب کی حفاظت۔ از استاد احمد فاروق

''توکل اسی چیز کا نام ہے کہ ہر حال میں نگاہیں اللہ کی طرف جمی ہوں، اسباب ہوں یا اسباب نہ ہوں، اور اسباب چھن جانے کے بعد انسان مایوسی کا شکار نہ ہو، بلکہ یہی سمجھے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ آج بھی اللہ تعالیٰ کو ہم راضی کر لیں اور اللہ تعالیٰ جس لمحے فیصلہ فرمادیں تو اللہ کے حکم کو کیا کوئی روک سکتا ہے؟ اللہ کسی کو اٹھا کر پٹخنے کا فیصلہ کر دیں، اللہ کسی نظام کو، کسی سلطنت کو برباد کرنے کا فیصلہ کر دیں، اللہ کسی تین چار بندوں پر مشتمل گروہ کو بھی غالب کرنے کا فیصلہ کر دیں، کیا کوئی چیز ہے کہ جو اللہ کے اس فیصلہ کو روک سکتی ہے؟ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ اللہ جس کو فضل دینا چاہے کوئی نہیں روک سکتا اس کو، لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ اللہ تعالیٰ جو فیصلہ فرمادیں اس کے اوپر پھر کسی اور کا فیصلہ نہیں آسکتا۔ تو اللہ کی قضاء، اللہ کی قدر، اللہ کی مشیت، اللہ کا حکم، اللہ کا فیصلہ ہر چیز پر غالب ہے۔ ہم پہلے بھی اُدھر ہی دیکھتے تھے اور اب بھی اللہ کی طرف ہی دیکھتے ہیں اور سخت سے سخت حالات میں بھی بالکل دیوار کے درمیان پیس بھی دیے جا رہے ہوں، اُس وقت بھی اسی طرح یقین قائم ہوتا ہے کہ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ تو جس کو چاہے گا دے دے گا سلطنت اور جس کو چاہے گا اس کے پیروں سے سلطنت چھین لے گا۔''[1]

ب۔ دعوت وابلاغ کے وسائل

اس سے قبل کے ہم فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ابلاغی وسائل کی تفصیلات میں جائیں ہم پہلے ان منبروں کا تعارف بیان کرنا پسند کریں گے کہ جن کو قائم کر کے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دعوت کو امتِ مسلمہ تک پہنچایا۔ ان نور کے منابر کی فہرست کچھ یوں ہے:

الف۔ ادارہ السحاب اردو

سن ۲۰۰۷ء سے اپنی شہادتِ باسعادت تک، اس ادارے کی نگرانی کی ذمہ داری فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر ہی تھی۔ اس منبر کے ذریعے آپ نے جہاں بیسیوں جہادی ویڈیوز کی تیاری و نگرانی کا کام کیا، وہیں یہ منبر آپ کے صوتی دروس و بیانات کو نشر کرنے کا کام بھی کرتا رہا۔ بعد ازاں اسی ادارے کا نام 'ادارہ السحاب برصغیر' رکھا گیا۔

[1] اللہ کے وعدوں پر یقین۔ از استاد احمد فارق

ب۔ ادارۂ حطین

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب سے اپنے جہادی مجموعے کی قیادت سنبھالی، اس کے بعد مجاہدین کی راہنمائی کے لیے مختلف کتابچوں کے نشر کا کام اس ادارہ سے لیا گیا۔ جہادِ فی سبیل اللہ کے متعلق کئی مفید موضوعات پر اس ادارے سے مضامین اور کتابیں نشر ہوتی رہیں۔ اسی طرح مجلہ حطین میں چھپنے والے خاص مضامین کو بھی علیحدہ سے کتابی شکل میں اس ادارہ سے نشر کیا جاتا رہا۔

ج۔ مجلہ حطین

اس مجلہ کا اجراء ۲۰۰۶ء میں قائدِ جہاد شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بعد میں سن ۲۰۰۷ء میں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علیحدہ ہونے کے بعد سے لے کر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت تک اس مجلہ کی ادارت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ذمہ رہی۔ اس عرصے میں مجلۂ حطین کے کل آٹھ شمارے شائع ہوئے۔ یہ مجلہ پاکستان کے سنجیدہ علمی طبقے میں کافی مقبول ہوا۔ اپنے انداز استدلال اور علمی معیار کے حساب سے یہ مجلہ جہادی دعوت کے لیے ایک معیار بن گیا۔ یہ مجلہ چونکہ تفصیلی مقالوں پر مشتمل ایک رسالہ ہوتا تھا، اس لیے اس کے نشر کرنے کے لیے کسی وقتی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

علاوہ ازیں مجلہ 'نوائے افغان جہاد' اور انٹرنیٹ پر چلنے والے کئی فورم اور ویب سائیٹوں کے ذریعے بھی آپ کی دعوت پھیلتی رہی۔

فاروق بھائی نے دعوت و ابلاغ کے کام کے لیے اپنے زمانہ میں موجود تمام جائز ذرائع کا کماحقہ استعمال کیا۔ آپ نے اپنی تدبیر و تنظیم کی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے ایک منظم انداز میں دعوتی امور کو سرانجام دیا۔ آپ کے تمام اعمال میں آپ کی 'اتقان[1]' کی صفت بھی نمایاں رہی۔ آپ کے ابلاغی وسائل واسباب کا ذکر کیا جائے تو ان کی فہرست کچھ یوں بنتی ہے۔

1. کتابیں ومضامین
2. تراجم

---

[1] بہترین طریقہ سے کام کرنا

3. دروس وبیانات

4. جہادی ویڈیوز

5. دعوتی خطوط

اب ان تمام ابلاغ کاموں کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ ان فہرستوں میں تمام ابلاغی کاموں کا احاطہ شاید ممکن نہ ہو پائے۔ اس لیے اہم اہم کاموں ہی کا ذکر کیا جائے گا۔

کتابیں ومضامین

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر کتابیں اور مضامین تحریر کیے، جن میں سے بعض مجلہ حطین میں شائع ہوئے اور بعض ادارہ حطین کی طرف سے علیحدہ سے کتابچہ کی شکل میں بھی شائع ہوئے۔ ان کتابوں اور مضامین کی فہرست کچھ اس طرح ہے۔

1) ''یہ کس کی فوج ہے''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس تفصیلی کتابچے میں پاکستانی فوج کے انگریز کی فوج کے ہی تسلسل ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ساتھ فوج کے ظلم و ستم کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ کتاب کے دوسرے حصہ میں بلوچستان کے مسئلہ پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بلوچ قوم کی دینی حمیت کی وجہ سے انگریز اور اس کی وارث پاکستانی آرمی نے ہمیشہ سے بلوچ اقوام کا استحصال ہی کیا۔

2) ''شیطانی مثلث''۔ یہ کتاب دراصل ایک انگریز مصنف کی کتاب The Garrison State کا ترجمہ و تلخیص ہے۔ ساتھ ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے فوائد نے اس کتاب کی اہمیت کو بڑھا دیا ہے۔ یہ کتاب وضاحت کرتی ہے کہ کس طرح برصغیر کے بعض طبقات نے انگریز کی خدمت کی۔ ساتھ ساتھ یہ کتاب پاکستانی فوج کی ہندوستانی انگریزی فوج کی کوکھ سے جنم لینے کی تاریخ کو بھی بیان کرتی ہے۔

3) ''ہم سراپا خیر بن جائیں''۔ یہ مضمون استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں ''فالنكن كالنحلة'' کے نام سے تحریر کیا تھا۔ یہ کتابچہ جہاں جماعت القاعدہ کا نظریہ اور منہج بیان کرتا ہے، وہاں غلو پسند گروہوں سے اختلاف کو بھی بیان کرتا ہے۔

4) ”پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے“۔ یہ کتابچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شہادت سے چند روز قبل ہی مکمل کیا۔ اس کتابچہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے پاکستان میں جہاد جاری رکھنے کی شرعی، ایمانی، عسکری، اخلاقی اور عقلی دلائل بیان کیے ہیں۔

5) ”مجاہدین کو درپیش ایک اہم فتنہ“۔ الدولۃ الاسلامیہ نامی گروہ سے مجاہدین کے اختلاف اور اس گروہ سے اظہار برأت کے لیے یہ مضمون لکھا گیا۔

6) ”یہی ہمارا راستہ ہے“۔ موخر الذکر گروہ کے مقابل مجاہدین کے منہج کی وضاحت کے لیے یہ مضمون تحریر کیا گیا۔

7) ”دشمن کے خلاف تیاری 'اعداد' کی شرعی حیثیت“

8) ”امنیت“ اور ”کیا امنیت (احتیاطی تدبیر) توکل کے منافی ہے؟“۔ اس تفصیلی مضمون میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امنیت یعنی کہ 'احتیاطی تدابیر اختیار کرنے' کی شرعی حیثیت اور اہمیت بیان کی ہے۔

9) ”اور فتح کی خبریں آنے لگیں“۔ اس مضمون میں مجاہدین کی فتوحات اور کفار کی شکست کی علامتیں بیان کی گئی ہیں۔

10) ”چہروں کی نہیں کفری نظام کی تبدیلی مقصود ہے!“

11) ”کیا آپ اس جنگ میں پرچمِ شریعت تلے کھڑے ہیں؟“

12) ”کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی پست ہمتی اور مرعوبیت کے اسباب اور ان کا علاج“

13) ”جہادِ فی سبیل اللہ میں شرکت وتعاون کے چالیس طریقے“

14) ”چین ایک 'دوست' ملک؟“۔ اس مضمون میں چین کی اسلام سے دشمنی اور ایغور نسل کے مسلمانوں پر ان کے ظلم وستم کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

15) ”اہلِ پاکستان؛ فیصلہ کن دوراہے پر“۔ اس مضمون میں پاکستانی مسلمانوں کو شریعتِ مطہرہ کی برکات سے آگاہ کیا گیا ہے۔

16) ”وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا“۔ یہ مضمون جہاد کے پورے عالم میں پھیل جانے اور عرب دنیا میں بیداری کی لہر کے تناظر میں لکھا گیا۔

17) ”خراسان کے جہاد میں اللہ کی نشانیاں“

18) ”جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے! شیخ سعید (مصطفی ابو یزید) رحمۃ اللہ علیہ“

19) جہادی منہج کو مرتب کرنے کے لیے ایک تفصیلی کتاب شروع کی جو مکمل نہ ہو پائی۔ البتہ اس کا خام مسودہ کافی حد تک تیار ہو چکا تھا۔

20) ”شمشیرِ بے نیام“۔ یہ کتاب جہادِ پاکستان کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے شیخ ابو یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالبہ پر تحریر کی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی اس کا ترجمہ مولانا محمد علی صدیقی (عبد الصمد) شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور اس میں ضمیمہ کا اضافہ فاروق بھائی نے کیا۔ کتاب کا عربی نام ”حد السنان في قتال حکومة و جیش باکستان“ ہے۔

21) ایک ہاتھ میں تلوار ہے ایک ہاتھ میں قرآن (نوائے افغان جہاد کے لیے مضمون)

تراجم

شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد میں شامل ہوتے ساتھ ہی پہلا کام عربی زبان سے اردو میں جہادی کتب، مضامین اور دروس کے ترجمے کا کیا۔ آپ کے کیے گئے بعض تراجم کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1) ”اے اللہ صرف تیرے لیے!“ اور ”صلیبی صیہونی فساد اور عالمی تحریکِ جہاد“۔ یہ دونوں کتابچے محسن الامت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کے بعض دروس کے ترجمے پر مشتمل ہیں۔

2) ”اشتہاری مجرموں کی فہرست مرتب کیجیے!“۔ یہ دراصل شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون ”قوائم محمد بن مسلمة“ کا ترجمہ ہے۔

3) ”خلافت کن صفات کے حامل لوگوں کے ہاتھوں قائم ہوتی ہے؟“۔ یہ مضمون شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے درس ”الخلافة:کیف ومتی؟“ کا ترجمہ ہے۔

4) ”جہاد کی فضیلت کے بقدر، احکاماتِ جہاد کا علم بھی حاصل کیجیے“۔ یہ مضمون شیخ ابو ولید الانصاری حفظہ اللہ کے مضمون ”فقه الجهاد علی قدر فضله“ کے ترجمے پر مشتمل ہے۔

5) ”ایمان کے بعد اہم ترین فرض عین“۔ یہ شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب ”دفاع عن أراضی المسلمین من أهم فروض الاعیان“ کا ترجمہ ہے۔

6) ”شریعت یا شہادت“۔ یہ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پاکستان میں جہاد کے اعلان کا ترجمہ ہے۔

7) ”مجاہدین کے لیے جہادی عمل سے متعلق عمومی ہدایات“۔ یہ قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی ہدایات ”التوجیهات العامة للعمل الجهادي“ کا ترجمہ ہے۔

8) ”نصرت اسلام کی پکار“۔ یہ شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی تحریر ’وثیقة نصرة الإسلام‘ کا ترجمہ ہے۔

دروس وبیانات

دروس

1. النبي أولىٰ بالمؤمنين من أنفسهم
2. سلسلۂ دروس حدیث، توحید باری تعالیٰ (۲۴ دروس)
3. سلسلۂ دروس سورۃ الانفال
4. اپنے دین پر فخر کیجیے!
5. اعداد اور نصرتِ الٰہی
6. اللہ کے وعدوں پر یقین کیجیے!
7. بے مقصدیت اور اس کا علاج
8. جہاد کی قبولیت کی شرائط
9. شہادت کی قبولیت کی شرائط
10. حتیٰ لاتکون فتنه
11. حقیقت دنیا اور آخرت
12. حمد اور شکر
13. شہادت اور صبر

14. صبر ایک عظیم عبادت
15. صدق کی حقیقت
16. قلب کی حفاظت
17. مسلمان خاتون سے قرآن کو مطلوب کردار

بیانات

1. 'پاکستان میں جہاد کیوں؟'، ۲۰۱۰ء میں ادارہ السحاب کے ساتھ استاد احمد فاروق کا انٹرویو۔
2. 'وہ پہنچے بارگاہِ حق میں کتنے سرخرو ہو کر'، ۲۰۱۱ء میں شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر بیان۔
3. 'شہید ہو کے ہاں مگر نشاط دل میں بھر گیا'، ۲۰۱۲ء میں شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر تعزیتی بیان۔
4. ۲۰۱۲ء میں کماندان بدر منصور رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر تعزیتی بیان۔
5. ''قومی مفاد' اور 'ملکی سلامتی' کی قربان گاہ پر ایک اور چڑھاوا!'، ۲۰۱۲ء میں نیٹو اور امریکی افواج کی رسد کی بحالی کے پس منظر میں بیان۔
6. 'برما۔ امتِ مسلمہ کے سینے پر ایک اور زخم'، جنوبی ایشیا میں مسلم اقلیتوں کی نسل کشی کے پس منظر میں ۲۰۱۲ء میں دیا گیا بیان۔
7. 'پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمین!'، ۲۰۱۲ء میں پاکستان کے جاری سیاسی بحران اور نئے وزیر اعظم کے انتخاب کے تناظر میں بیان۔
8. 'عجیب شخص تھا کہ جو قلم کی لاج رکھ گیا'، ۲۰۱۲ء میں مولانا نصیب خان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سانحے پر بیان۔
9. 'قرآن کی پکار'، ۲۰۱۲ء میں افغانستان میں امریکی فوجیوں کے ہاتھوں قرآن پاک کی بے حرمتی کے تناظر میں اہل پاکستان کے نام پیغام۔
10. ۲۰۱۲ء میں امارت اسلامیہ افغانستان کے راہنما ملا عبید اللہ اخند رحمۃ اللہ علیہ کی آئی ایس آئی کے عقوبت خانوں میں شہادت پر بیان۔
11. 'پاکستان؛ مسائل اور حل'، ۲۰۱۳ء میں پاکستان کی سیاسی و معاشی صورتحال پر دیا گیا بیان۔

12. 'معرکۂ اسلام وجمہوریت میں فتح حق کی ہوگی!'، ۲۰۱۳ء میں مولانا ولی الرحمٰن محسود رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اور انتخابات کے تناظر میں بیان۔
13. 'حاجی شریعت اللہ کی زمین پر اللہ کی شریعت سے بغاوت؟'، ۲۰۱۳ء میں دینی جماعتوں کے خلاف حکومتی کریک ڈاؤن کے تناظر میں بنگلہ دیشی عوام کے نام پیغام۔
14. 'لہو میں بھیگی ایک اور عید مبارک ہو'، ۲۰۱۴ء میں ضربِ عضب کے دوران عید کے موقع پر بیان۔
15. 'اب ہی تو قتال کا وقت آیا ہے'، ۲۰۱۴ء میں آپریشن ضرب عضب کے تناظر میں دیا گیا بیان۔
16. ۲۰۱۴ء میں شیخ عمران علی صدیقی (حاجی ولی اللہ) رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر تعزیتی بیان۔

جہادی ویڈیوز

ادارہ السحاب اردو کے ذریعہ شائع ہونے والی تقریباً تمام ویڈیوز کے نشر کرنے، ان کے مضمون کو تحریر کرنے اور طویل دستاویزی فلموں کا سکرپٹ لکھنے کی ذمہ داری بھی شہید فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے نبھائی۔ ذیل میں ہم اہم دعوتی موضوعات کے اعتبار سے بعض اہم ترین ویڈیوز کی لسٹ پیش کرتے ہیں جو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زیرِ ادارت نشر ہوئیں۔

- 'امام برحق'، غازی عبد الرشید رحمۃ اللہ علیہ اور لال مسجد پر دستاویزی فلم (۱۴۲۹ھ)
- 'پاسبانِ حرم' (شہداء قائدین پر تعارفی افلام کا سلسلہ؛ تین افلام، استاد محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ) (۱۴۲۹ھ)
- 'سات سالہ صلیبی جنگوں کے نتائج'، امریکہ کی عالم اسلام کے خلاف جنگ کے سات سال پورے ہونے پر مرکزی ادارہ السحاب کی دستاویزی فلم کا ترجمہ (۱۴۲۹ھ)
- 'پھر سے غزہ کی تباہی کی ہمیں تاب نہیں'، غزہ پر اسرائیلی حملے کے تناظر میں مرکزی ادارہ السحاب کی دستاویزی فلم کا ترجمہ (۱۴۳۰ھ)
- 'مغرب کا تاریک مستقبل'، ۲۰۰۷ء میں امریکہ میں آنے والے اقتصادی بحران کے تناظر میں مرکزی ادارہ السحاب کی دستاویزی فلم کا ترجمہ (۱۴۳۰ھ)

- ’کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا‘، دنیا بھر میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم بالخصوص پاکستانی فوج کے مظالم پر دستاویزی فلم (۱۴۳۱ھ)
- ’یہ جہاد فرضِ عین ہے! پھر تردد کیسا؟‘، ۲۰۱۰ء میں افغانستان میں امریکی سی آئی اے کے مرکز پر فدائی حملہ کرنے والے اردنی مجاہد کی وصیت کا ترجمہ (۱۴۳۱ھ)
- ’بتاؤ تم کس کا ساتھ دو گے؟‘، پاکستانی فوج کے جرائم کے حوالے سے دستاویزی فلم (۱۴۳۳ھ)
- ’جاء الحق وزھق الباطل‘، کفار کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے دستاویزی فلم (۱۴۳۳ھ)
- ’شریعت یا جمہوریت؟‘، جمہوریت کی حقیقت واضح کرنے کے لیے کم دورانیے کی دستاویزی فلموں کا سلسلہ

دعوتی خطوط

علمائے کرام کے لیے خطوط

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے تنظیم القاعدہ کے پاکستان میں دعوتی مسئول کی حیثیت سے پاکستان کے اکابر علمائے کرام اور معاشرے کے اہم افراد کو دعوتی خطوط بھیجے۔ آپ کے ان خطوط کا بالعموم مثبت جواب آیا اور علمائے کرام نے آپ کے جذبات کی قدر فرمائی۔ آپ کے ان خطوط سے جہاں آپ کی دعوتی صفات کا اظہار ہوتا ہے، وہیں آپ کے علمائے کرام سے احترام و محبت کے رویہ کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اس سلسلے کے کئی خطوط آپ کی طرف سے بھجوائے گئے جن میں سے بعض تفصیلی اور بعض مختصر ہوتے تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے یہ خطوط جہاں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور دلی تڑپ کو واضح کرتے ہیں، وہیں اپنے اندر حکمت و دانش اور آدابِ دعوت کے گوہر سموئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا فقط نمونہ کے طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بھیجے گئے ایک خط کو اس کتاب میں شامل کیا جاتا ہے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو بھیجا گیا ایک خط

بسم اللہ الرحمان الرحیم

ربیع الثانی، ۱۴۳۳ھ

محترم جناب مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی خدمت میں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ یہ خط آپ کو بہترین ایمانی وجسمانی صحت کی حالت میں پائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علمی مشاغل میں، آپ کے اوقات واعمال میں، آپ کے اہل وعیال اور اموال میں مزید برکت عطا فرمائیں، آپ کو ہر قسم کے ظاہری وباطنی شرور سے محفوظ رکھیں، آپ کے اعمالِ صالحہ ومساعیٔ جمیلہ قبول ومنظور فرمائیں اور ہم سے اور آپ سے راضی ہو جائیں، آمین!

محترم مفتی صاحب!

آج، ماہِ ربیع الثانی ۱۴۳۳ ہجری میں، بندۂ فقیر آپ سے ان سطور کے ذریعے مخاطب ہونے کی جسارت کر رہا ہے۔ مطلوب تو بلاشبہ یہی تھا کہ ہم خود آپ کی خدمت میں چل کر حاضر ہوتے، آپ کے قدموں میں بیٹھ کر دعائیں، نصائح اور ہدایات لیتے، مساجد ومدارس کے نورانی ماحول میں بیٹھ کر دل کی زندگی کا کچھ سامان کرتے، لیکن اللہ کی ذات گواہ ہے کہ دل میں اس کی شدید خواہش کے باوجود ہمارے حالات ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتے۔ اس زمانے میں اللہ کا نام لینا اور تنہا اللہ جل شانہ کے احکامات کی سربلندی کا خواب دیکھنا ایسا جرم بن چکا ہے کہ جس کی پاداش میں اللہ کے عاجز وکمزور مجاہد بندوں کو پہلے شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف رخ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور وہاں بھی ان کے سر پر ڈرون طیارے اور ان کے تعاقب میں جدید ترین ساز وسامان سے لیس زمینی فوجیں ان کا پیچھا کرتی ہیں اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کرتی ہیں۔ یہ تو اللہ کا فضلِ خاص ہے کہ وہ قید کی چھوٹی سی کوٹھڑی میں بھی کسی مجاہد کو سکون وطمانیت عطا کر دے اور ساری دنیا کی نعمتوں کے میسر ہونے کے باوجود کسی بد دین وکافر کو "معیشۃً ضنکا" میں مبتلا کر دے۔ اسی لیے اس تنگی میں بھی عجب فراخی ہے، اس ہجرت کی زندگی میں بھی ایک عجیب سا قرار ہے اور اس تعب ومشقت میں بھی

ایک لذت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دورِ فتن میں ایمان پر ثبات دیں اور ایمان ہی پر خاتمہ نصیب فرمائیں، آمین! پس آپ ہمارا عذر قبول کیجیے اور مجاہدین پر سے تنگی دور ہونے اور دشمن کا زور ٹوٹنے کی دعا بھی کیجیے۔

میرے محترم مفتی صاحب!

ایک عرصے سے خواہش تھی کہ اپنے دل کے جذبات واحساسات کسی مناسب ذریعے سے آپ تک پہنچا پاؤں، لیکن کوئی سبیل نہ بن پائی۔ ہمیشہ یہی خیال آڑے آگیا کہ کسی انجان فرد کے ہاتھ خط چلا بھی گیا تو شاید آپ اعتماد نہ کریں اور جواب نہ دیں۔ اب تلاشِ بسیار کے بعد بالآخر ایک دروازہ کھلتا نظر آیا تو اللہ سے مدد مانگ کر یہ چند سطور آپ کی نظر کر رہا ہوں۔

میرے محترم بزرگ وشفیق سرپرست!

آپ کی تصنیفات کے مطالعے کے ذریعے آپ کی بالواسطہ شاگردی کا اعزاز بندۂ فقیر کو حاصل ہے۔ ترمذی شریف کی شروحات (درسِ ترمذی اور تقریرِ ترمذی) دونوں کے چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کیا ہے۔ تکملۂ فتح الملہم کا تو بالاستیعاب مطالعہ کرنے کی توفیق ملی اور جہاد اور امارت کے ابواب تو بطورِ خاص بہت توجہ سے پڑھے اور بہت نفع بھی ہوا۔ اب بخاری شریف کی شرح انعام الباری بھی دیکھنا شروع کی ہے۔ کتاب العلم کا کچھ حصہ نگاہ سے گزرا ہے۔ اسی طرح اصلاحی خطبات، جہانِ دیدہ، سیاستِ شرعیہ، تقلید کی شرعی حیثیت سمیت کئی کتب کے مطالعے کا موقع بھی ملا۔ بغیر کسی ریاء و تصنع کے عرض کرتا ہوں کہ یقیناً ذاتی طور پر میرے لیے یہ کتب بہت نفع کا باعث رہیں، اور بالخصوص فتح الملہم کے مطالعے سے تو ہر بار ہی دل کو ایک عجیب انشراح سا محسوس ہوا۔ میں اپنے مجاہد ساتھیوں کو روزمرہ زندگی کے آداب سے متعلق کئی ابواب، نیز جہاد وامارت کے ذیل کی کئی اہم بحثیں فتح الملہم ہی سے پڑھاتا ہوں۔ یقیناً اس تصنیف کو علمائے ہند کی طرف سے لکھی گئی عمدہ ترین شروحاتِ حدیث میں شمار کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے امت کے نفع اور آپ کے رفعِ درجات کا ذریعہ بنادے، آمین!

محترمی ومکرمی!

اس خط کا بنیادی مقصد یہی عرض کرنا تھا کہ میڈیا اور بعض فتنہ پرور لوگ قبائلی علاقہ جات تا سوات بکھرے مجاہدین کے بارے میں جو منفی تصویر پیش کرتے ہیں، بعض اوقات براہِ راست رابطے کی کمی کے سبب بعض اہلِ علم بھی اسی تصویر

کی تصدیق کر بیٹھتے ہیں۔ یقیناً اس میں بھی کوتاہی ہماری ہی ہے کہ ہم کماحقہ ربط نہیں رکھ پاتے، لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا، کہ ہم جن سخت حالات سے دس سال سے گزر رہے ہیں، اس میں علماء سے مضبوط ربط قائم کرنا ہمارے لیے ایک کٹھن کام ہے۔ پھر بھی گزشتہ چند سالوں میں اس ربط کو بہتر بنانے پر توجہ دی ہے اور الحمدللہ ملک کے کئی نمایاں علماء کی دعائیں و تائیدات حاصل کی ہیں۔ آپ سے خط وکتابت بھی اسی سلسلے کا ایک جزو ہے۔

ہماری بنیادی درخواست تو یہ ہے کہ ہمیں اپنے سے جدا نہ سمجھیے۔ ہم آپ ہی کے فرزند ہیں۔ آپ منبر و محراب کے ذریعے جس شریعت کے احکامات امت تک پہنچا رہے ہیں، انہی احکام کی سیادت و سطوت بالفعل قائم کرنے کے لیے ہم کوشاں ہیں، اور اصل توفیق دینے والی ذات تو رب تعالیٰ ہی کی ہے۔ معاذ اللہ، ہم کسی دشمنِ دین و وطن کے آلہ کار نہیں، نہ محض جذبات و جوش پر چلنے والا کوئی فساد کا خواہاں ٹولہ۔ ہماری دعوت و مقاصد بالکل عیاں ہیں، ہم وہی دعوت لے کر اٹھے ہیں جو سید احمد شہید رحمہ اللہ اور شیخ الہند رحمہ اللہ کی دعوت تھی۔ ہماری نظر میں پاکستان اپنے قیام کے ۶۵ سال بعد بھی فرنگی کے آلہ کاروں سے آزاد نہیں ہو سکا اور یہاں اسلام کی کوئی ایک حد نافذ نہیں ہو سکی۔ ہمارا مقصود بس یہی ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام آجائے۔ اور انتشار، قومی و لسانی تعصبات، گوناگوں معاشی و سیاسی مسائل کا شکار یہ ملک جس کلمے کے نام پر لیا گیا تھا، وہی کلمہ یہاں نافذ ہو جائے۔ اس شرعی نظام کے نفاذ کے مطالبے کی پاداش ہی میں ہمیں ہمارے گھروں سے بے گھر کیا گیا، ہمارے قبائلی بھائیوں کی بستیوں کی بستیاں مسمار کر دی گئیں، پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں کی جیلوں میں ہمارے ساتھیوں اور حتیٰ کہ ہمارے علماء و داعی حضرات کو برہنہ کر کے بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا، ہماری خواتین تک کو اس ظلم سے معاف نہ رکھا گیا اور وہ بھی جیلوں میں اذیتوں اور بے حرمتی کا نشانہ بنیں، ہمیں پناہ دینے والے علاقوں کی مساجد کو سینکڑوں کی تعداد میں شہید کیا گیا، ڈرون حملوں میں ہمارے شکار کے لیے امریکہ سے پورا تعاون کیا گیا، ایک طرف سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ہم پر اپنی ٹیکنالوجی آزمائی تو دوسری طرف سے اس ملک کی افواج نے بھارت کو اپنا پسندیدہ ملک قرار دے کر، فوجیں اس کی سرحد سے ہٹا کر ہمارے تعاقب پر مامور کر دیں۔ آج حال یہی ہے کہ ہمارے ساتھ اصحابِ کہف والا ہی معاملہ کیا جا رہا ہے کہ:

إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا

دو ہی رستے چھوڑے جا رہے ہیں، یا تو فرنگی کے مسلط کردہ حکمران طبقے کی ملت میں، ان کے قومی دھارے میں واپس آ جائیں یا پھر جان سے ہاتھ دھونے کے لیے تیار رہیں۔ لیکن ان شاء اللہ جس رب نے اب تک استقامت دی ہے اور ہر نازک موقع پر نصرت فرمائی ہے، وہ آگے بھی ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ جس نے امریکہ کی ناک عراق میں خاک میں ملائی ہے ان شاء اللہ وہ امریکہ اور اس کے تمام مقامی وعالمی اتحادیوں کو خراسان میں بھی شکست دے گا۔

آپ سے بس یہ درخواست ہے کہ ہمیں اپنی دعاؤں سے محروم نہ کریں۔ دل میں ہمارے لیے کوئی وسوسے ہوں تو ان کو دور کر لیجیے، ہم آپ کے فرزند وشاگرد ہیں اور ان شاء اللہ وقت یہ ثابت کرے گا کہ اس خطے میں علمائے کرام اور اہلِ دین کا اصل حفاظتی حصار، اللہ کی تائید کے بعد، یہی مجاہدین ہیں۔ نیز ہماری درخواست ہو گی کہ ہمیں ہر شے سے بڑھ کر علمی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ ہمارے سامنے ایسے پہاڑ جیسے شرعی مسائل کھڑے ہوتے ہیں جن کا جواب دینے کے لیے علماء کی لجان[1] بھی بیٹھنے سے کانپیں۔ ہمیں ان مسائل کے حل میں آپ کی علمی راہنمائی درکار ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ آپ حضرات کے سینے ہمارے لیے کھول دے اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے، آمین!

یہ جہادی تحریک آپ ہی کی تحریک ہے۔ اس میں جہاں کوئی خامی، نقص، کمزوری دیکھیں تو ہمیں اپنا سگا بیٹا سمجھ کر ٹوکیں، ہماری اصلاح کریں اور کان سے پکڑ کر سرزنش کریں۔ ان شاء اللہ آپ ہمیں اللہ کی حدود کے سامنے رک جانے والا پائیں گے۔ اللہ رب العزت آپ کے علم، مال، اولاد، اوقات اور اعمال، سبھی میں برکت نصیب فرمائیں اور ہر شر سے آپ کی حفاظت فرمائیں، آمین!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم العلماء والمجاہدین

احمد فاروق

[مسؤولِ دعوت وابلاغ برائے پاکستان، جماعة قاعدة الجهاد]

[1] کمیٹیاں

باب دوازدھم: شہادتِ باسعادت

اکابر اولیائے امت کی طرح فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی آخری زمانہ، ان کے ایمانی جذبات اور روحانی ارتقاء کے عروج کا زمانہ تھا۔ آپ کو اپنے سفر آخرت پر روانگی کا یقین سا ہو چکا تھا۔ اس عرصے میں انہوں نے کئی ایسے اشارے دیے کہ جس سے ان کے کاموں کے مکمل ہو جانے اور اگلے جہان کی طرف جانے کے وقت کے نزدیک ہونے کا گمان گزرے۔ آپ کا قصہ شہادت شمالی وزیرستان پر ہونے والے ظلم و وحشت سے بھرے خائنِ دین و ملت آرمی کے آپریشن سے شروع ہوتا ہے۔

آپریشن ضربِ عضب

جون ۲۰۱۴ء میں شمالی وزیرستان میں پاکستانی فوج نے امریکیوں کے تعاون و مدد سے بڑے آپریشن کا آغاز کر دیا۔ بازاروں اور گھروں پر گرجتے جیٹ طیاروں سے منوں وزنی گولے برسائے گئے۔ ساتھ ساتھ پورے شمالی وزیرستان کی مقامی آبادی کو اپنا علاقہ چھوڑ کر بنوں اور مضافاتی اضلاع کی طرف نقل مکانی کا حکم دیا گیا۔ شمالی وزیرستان کی آبادی کے ایک بڑے حصہ نے پاکستانی فوج کی طرف سے مہیا راستہ پر ذلیل ہو کر گزرنے کے بجائے افغانستان کے پہاڑوں میں جا کر ہجرت کی زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا، جبکہ باقی آبادی ایک ماہ کے عرصے میں آہستہ آہستہ کر کے لٹی پٹی حالت میں پاکستان کے دیگر اضلاع کی طرف منتقل ہو گئی۔

صلیبیوں اور ان کے آلہ کاروں کی حکمتِ عملی

شمالی وزیرستان میں ہونے والے آپریشن کا منصوبہ امریکی اور ان کی غلام پاکستانی آرمی نے مل کر بنایا۔ منصوبے یہ تھا کہ سب سے پہلے وزیرستان کی آبادیوں پر وحشی فضائی بمباری کی جائے گی۔ بمباری کی شدت کی وجہ سے قبائلی عوام ترکِ مکانی پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس طرح علاقہ خالی ہونے سے مجاہدین عوامی حمایت اور ان کی پناہ سے محروم رہ کر تنہا ہو جائیں گے۔ دوسری طرف آپریشن کا اعلان کر کے ایجنسی میں طویل کرفیو نافذ کر دیا جائے گا اور بنوں کی طرف سے زمینی حملہ شروع کیا جائے گا، جس کی وجہ سے شمالی وزیرستان میں چاروں طرف پھیلے ہوئے مجاہدین آہستہ آہستہ سمٹ کر افغانستان کے بارڈر کی طرف کے پہاڑی علاقوں میں سمٹنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اس طرح ایک محدود علاقہ میں مجاہدین کے سمٹنے کے بعد امریکہ کے لیے القاعدہ کی قیادت کو ڈھونڈنا آسان ہو جائے گا اور پھر امریکہ القاعدہ اور دیگر مجاہدین کی قیادت کو چن چن کر ڈرون طیاروں سے نشانہ بنا سکے گا۔

مجاہدین کی حکمتِ عملی

کسی بھی گوریلا تحریک میں وسائل کے اعتبار سے کمزور گروہ کا کسی ملک کی رسمی (regular) آرمی سے دوبدو مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ چھاپہ مار جنگ کا یہ اصول ہے کہ جب دشمن پھیلتا ہے تو مجاہدین سکڑ جاتے ہیں اور جب دشمن کے طوفان کی گرد بیٹھ جاتی ہے اور وہ علاقوں پر قبضہ مستحکم کر کے مطمئن ہو جاتا ہے تو پھر گوریلا مجاہدین کا دور شروع ہوتا ہے۔ وہ اپنی کچھاروں سے نکلتے ہیں اور دشمن کی ایک ایک رگ پر حملہ کرتے ہیں۔ دشمن کے بڑے حملوں کے وقت زمین کے دفاع کے لیے ڈٹ جانا چھاپہ مار جنگ کے اصولوں کے خلاف ہے۔ بلکہ پیچھے ہٹ کر، اپنے وسائل کو بچاتے ہوئے، پینترا بدل کر وار کرنا شروع سے ہی کامیاب قائدین کی حکمتِ عملی رہی ہے۔ غیر روایتی جنگ کی تمام تاریخ اس کی گواہ ہے اور خصوصاً موجودہ زمانے میں جہادِ افغانستان میں طالبانِ عظیم الشان کا امریکی حملے کے وقت پسپائی اختیار کرنا اور پھر دوبارہ صف بندی کر کے گوریلا جنگ شروع کرنے پر، اللہ کی مدد سے آج اٹھارہ برس کے بعد طالبان اپنے سابقہ دور سے بھی زیادہ قوی اور مستحکم ہیں اور افغانستان کے دو تہائی علاقے پر حاکم ہیں۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ دشمن کے حملے کے وقت بالکل بھی جواب نہیں دیا جاتا۔ بلکہ ایک دم پسپائی کی بجائے آہستہ آہستہ دشمن کو نقصان پہنچاتے ہوئے پسپائی اختیار کی جاتی ہے۔ اس کو علومِ حرب کی زبان میں ”باتدبیر پسپائی“ (Tactical withdrawal) کہا جاتا ہے، یعنی جنگ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف ہٹنا۔ یہ عمل بھی اسی وقت ممکن ہوتا ہے کہ جب مجاہدین کی کمر کی طرف طویل پہاڑی سلسلہ یا محفوظ علاقے موجود ہوں۔ تدبیر کے ساتھ پسپائی کے دوران دشمن کے اوپر بھاری اسلحہ کی گولا باری، اس کے قافلوں پر گھات لگانے، اس کی گاڑیوں کو مائنوں سے اڑانے اور نشانہ باز بندوقوں سے اس کے سپاہیوں کو گھائل کرنے کا کام کیا جاتا ہے۔ ساتھ ساتھ پیچھے ہٹ کر دشمن کو یہ موقع دیا جاتا ہے کہ وہ علاقہ کی وسعت میں گھستا چلا جائے اور یوں مجاہدین کے پھندے میں پھنستا چلا جائے۔ اسی پھندے میں پھنسی ہوئی فوج کی بالآخر حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ حملہ تو اپنی مرضی سے کرتی ہیں مگر بعد میں اپنی مرضی سے لوٹنا اس کے بس میں نہیں ہوتا۔

مجاہدین کی دفاعی سرگرمیاں

وزیرستان آپریشن کے موقع پر مجاہدین نے بھی انہی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ پر توکل کرتے ہوئے امریکہ کی پجاری فوج سے دفاعی حکمتِ عملی کا منصوبہ بنایا۔ منصوبہ کے مطابق مجاہدین کی ایک تعداد وزیرستان کے مشرقی علاقوں میں فوج پر چھاپہ مار کارروائیوں کے لیے مقرر کی گئی۔ ان علاقوں کا مرکز 'میر علی' تھا جہاں پر ایک طرف یہ مجاہدین فوج کے قافلوں پر گھات لگانے اور بارودی سرنگیں پھاڑنے میں مصروف ہوئے تو دوسری طرف مجاہدین کے سامان اور فیملیوں کی باحفاظت مغرب میں افغان بارڈر پر موجود کہساروں کی طرف منتقلی کا بندوبست بھی کرنے لگے۔ آپریشن کے شروع ہونے کے تقریباً دوماہ تک میر علی، خیسور، سپین وام کے علاقوں میں فوج کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

بعد ازاں علاقے سے عوام کے انخلاء کے بعد ان مجاہدین کو بھی مغربی بارڈر کے علاقے میں بلوا لیا گیا۔ یہاں پر مجاہدین نے دیگون کے علاقے میں دفاعی مراکز قائم کیے اور انصار و مہاجرین نے مل کر انگریز کی پجاری فوج سے دفاعی جنگ کرنا شروع کی، مگر اسی دوران امریکہ نے پاکستانی فوج کی جاسوسی خدمات کے نتیجے میں مہاجرین کے جنگی مراکز کو ڈرون حملوں سے نشانہ بنایا۔ یہ ڈرون حملے عرب مجاہدین اور برصغیر کے مجاہدین کے مراکز پر ہوئے جن میں مہاجرین کی زمینی قیادت کے بعض افراد شہید ہو گئے، جن میں تنظیم القاعدہ کے ایک عسکری ذمہ دار شہید مہدی کردی رحمۃ اللہ علیہ، شہید تاج مکی رحمۃ اللہ علیہ اور پاکستانیوں میں کراچی کے انجینئر سہیل رحمۃ اللہ علیہ، گجرات کے عزام رحمۃ اللہ علیہ اور کشمیر کے استاد انجینئر حافظ سعد رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی مجاہدین شامل ہیں۔

امریکی ڈرون کی اس کے بعد بہت کثرت ہو گئی اور پے درپے کئی ڈرون حملے شروع ہو گئے اور امریکہ نے اس آپریشن کے اپنے بنیادی ہدف، مجاہدینِ القاعدہ کے مراکز اور ذمہ داران کو نشانہ بنانا شروع کیا۔

ایسے مرحلے پر تنظیم القاعدہ کی قیادت نے یہ فیصلہ کیا کہ وحشی ڈرون کی بمباری سے بچنے کے لیے بہتر ہے کہ اپنے ساتھیوں، قیادت اور وسائل کی بڑی تعداد کو افغانستان اور پاکستان کے دیگر محفوظ علاقوں میں منتشر کیا جائے۔ جبکہ دفاعی جنگ کے لیے ساتھیوں کا ایک عسکری دستہ وزیرستان میں موجود رہے جو کہ مقامی بھائیوں کے ساتھ اس جنگ میں شریک رہے۔

یہ ایک بڑا صبر آزما اور طویل کام تھا۔ سینکڑوں، ہزاروں مجاہدین کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ وزیرستان سے باحفاظت نکالنا، جبکہ جگہ جگہ پر فوج کے گھات میں بیٹھنے کی اطلاعات ہوں اور فضا میں امریکی ڈرون، میزائل لگائے، وار

کے لیے تیار گھوم رہا ہو۔ دوسری طرف مجاہدین کے سامان و اسلحہ کے ذخائر کو بھی محفوظ علاقوں تک منتقل کرنا بھی ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ اسی عظیم کام کے دوران مجاہدین کے مشفق بزرگ، استقامت و جرأت کی چٹان کراچی کے حاجی ولی اللہ عمران صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے رفقاء کے ساتھ وزیرستان سے نکلتے ہوئے امریکی ڈرون حملے میں شہید ہو گئے۔

شیرِ خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ والا کردار

سفرِ ہجرت میں رسول سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب شیرِ خدا، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑا، تاکہ وہ پیچھے کے کاموں اور امانتوں کو حق دار تک پہنچا کر، بعد میں مدینہ آئیں۔ حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ایک طرح کا فدائی عمل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی جان پر کھیل کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ ہجرت کو باحفاظت کروانے میں مدد کی، اس طرح آپ کا یہ کردار تاقیامت باہمت و باحوصلہ نوجوانوں کے لیے نمونہ بن گیا۔ جنگ کے اس خاص موقع پر ہمارے محبوب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ والے کردار کو نبھایا۔

تنظیم القاعدہ کی قیادت نے مجاہدین، ان کی فیملیوں اور ان کی قیادت کے جنگ کے علاقے سے محفوظ انخلاء کی ذمہ داری فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر ڈالی۔ ساتھ ساتھ سامان اور بقیہ دفاعی جنگ میں شریک ساتھیوں کی قیادت کی ذمہ داری بھی آپ کی لگی۔ آپ کے ساتھ جبلِ استقامت، پیکرِ جرأت، مولانا قاری عبید اللہ عمران رحمۃ اللہ علیہ کو اس کام میں نائب مقرر کیا گیا۔

جنگ کے اس مرحلے پر یہ سب سے کٹھن اور خطرات سے بھرا ہوا کام تھا۔ مگر اس مشکل ترین حالات میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ جیسے قائد کی موجودگی بھی ضروری تھی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ پر توکل و بھروسہ کر کے اس کام کو سنبھالا۔ آپ کے جذبۂ استقامت اور حوصلہ میں ذرا برابر بھی کمی نہیں آئی۔ بلکہ آپ اپنے مزاج سے برعکس جوش و جذبہ اور اپنی حفاظت کی پرواہ کیے بغیر اس اہم کام کو کرنے لگے۔

وادیِ "شوال" میں سکونت

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوران وادیِ شوال میں موجود ایک گھر میں اپنا مرکز قائم کر لیا۔ شوال کا علاقہ ایک طرف افغانستان کی سرحد سے ملتا ہے اور دوسری طرف جنوبی وزیرستان میں وانا کے علاقے کی طرف جانے کا راستہ بھی ہے۔ یہاں بیٹھنے سے آپ کے لیے دونوں طرف نکلنے والے مجاہدین کی راہنمائی کرنا ممکن ہو پائی۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس دوران ساتھیوں کے سفر کی ترتیب بنواتے، ان کو راستے کا خرچہ اور آئندہ کے لیے وسائل دیتے، ساتھیوں کو باہم مربوط رکھنے کے لیے رابطہ کاری کا نظام بناتے اور سب سے بڑھ کر اس مشکل صورتِ حال میں صبر کو تھامنے، اللہ کی نصرت پر یقین رکھنے اور استقامت کے ساتھ ڈٹے رہنے کی نصیحت کرتے۔ دوسری طرف آپ کا اس موقع پر ڈٹے رہنا دیگر ساتھیوں، بالخصوص محاذِ جنگ پر موجود ساتھیوں کے لیے حوصلہ و امید کا چراغ ہوتا۔

ڈرون کی وادیِ شوال میں نیچی پروازیں

اس دوران فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مرکز میں ساتھیوں کی آمد و رفت بڑھ چکی تھی۔ آئے روز سامان اور افراد سے لدی ہوئی گاڑیاں وہاں آتیں اور ہدایات لے کر آگے رخصت ہوتیں۔ ادھر شوال کی وادی میں ڈرون کی پروازیں غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں۔ شوال سے نکلنے والی ایک ایک گاڑی کے اوپر کئی کئی ڈرون طیارے نچلی پرواز میں گھومتے رہتے۔ دوسری طرف فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کی مرکزی حیثیت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کے اوپر بھی ڈرون طیاروں کا گھومنا معمول ہو گیا۔

اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح

اکتوبر ۲۰۱۴ء تک بیشتر ساتھیوں کی باحفاظت نئے علاقوں کی طرف منتقلی ہو چکی تھی۔ پروگرام کے مطابق ساتھیوں کے انخلاء کی ترتیبات منظم کرنے کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی محفوظ علاقوں کی طرف نکل جانا تھا۔ دوسری طرف ان کے علاقے پر ڈرون کی کثرت بھی ہو چکی تھی۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس پر بضد رہے کہ جب تک سب ساتھی اور بالخصوص عرب ذمہ داران نہیں نکل جاتے، اس وقت تک میں نہیں نکلوں گا۔

اسی دوران راقم بھی اپنے خیبر ایجنسی کی طرف جانے کے سفر کے دوران آپ کے پاس پہنچا۔ اس طرح مجھے ان کے آخری زمانے میں کچھ عرصہ ان کے ساتھ گزارنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ انہوں نے ہمارے سفر کی مکمل ترتیبات بنوائیں اور ہر ممکنہ سہولیات فراہم کیں۔ میں نے اس وقت ان سے بڑی پرزور گزارش کی کہ براہ کرم آپ یہاں سے نکل کر محفوظ علاقوں کی طرف چلے جائیں، یہاں پر اتنے ساتھی موجود ہیں اور کوئی بھی یہ انتظامات کروا سکتا ہے۔ جواب میں انہوں نے اپنے چہرے پر حسین مسکراہٹ سجا کر کہا کہ ”جب تک بعض عرب بزرگ موجود ہیں اور ان کی باحفاظت یہاں سے روانگی ممکن نہیں ہوتی، میں نہیں نکل سکتا“۔ دراصل اس وقت کچھ عرب مجاہدین کو ڈرون کی شدید حرکت کی

وجہ سے روانگی میں تاخیر ہو رہی تھی۔ لیکن فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ گوارا نہ تھا کہ جب تک باقی ساتھی نہ نکل جائیں، وہ خود محفوظ سمت میں جائیں۔ آپ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ صفت یاد آتی تھی کہ:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[1] ''ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو''۔

ساتھیوں کی حفاظت کو ترجیح دینا

آپ رحمۃ اللہ علیہ جس گھر میں رہ رہے تھے، وہاں پر ایک مضبوط خندق بنائی گئی تھی۔ جب بھی کبھی فضا میں طیاروں کی گونج سنائی دیتی تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سب ساتھیوں کو فوراً خندق میں اترنے کا کہتے۔ مگر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ پر شوقِ شہادت ایسا چھایا ہوا تھا کہ وہ اپنی جان کی خاص پرواہ نہیں کرتے تھے جبکہ دیگر ساتھیوں کو احتیاط کرنے اور اس میں سستی نہ کرنے کی ہدایات کرتے تھے۔ ساتھیوں کے سفر کے بارے میں، حلیہ کے بارے میں الغرض تفصیل سے تمام معاملات کے بارے میں احتیاط کرنے کی نصیحت کرتے۔ مگر خود کئی دفعہ یہ حال ہوتا کہ فضا میں پاکستانی جیٹ طیارہ گھوم رہا ہوتا اور آگے پیچھے بمباری کر رہا ہوتا مگر آپ بغیر کسی پریشانی اور گھبراہٹ کے کاموں میں مصروف مسکرا رہے ہوتے۔ اگر کبھی مجبوراً خندق میں اترنا بھی پڑتا تو سب سے آخر میں اترتے اور سب سے پہلے باہر نکل آتے۔

میرے خیال میں ان کا یہ رویہ ان کے سابقہ مزاج سے مختلف تھا۔ آپ اس سے پہلے احتیاط کو کافی اہمیت دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ احتیاط کو ایک ربانی امر سمجھتے اور جہادی کاموں کی تکمیل کے لیے اس کو لازمی سمجھتے۔ مگر اس آخری زمانے میں ان کے رویہ سے ایک ہی احساس چھلکتا تھا، وہ یہ کہ گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہے ہوں کہ ''میں نے اپنا کام کر دیا ہے اور اب میری روانگی کا وقت آ گیا ہے''۔ اس لیے میں نے اس عرصے سے زیادہ ہلکا پھلکا اور مطمئن انہیں شاید کبھی نہیں دیکھا۔ اس سارے وقت میں کبھی ان پر گھبراہٹ کے آثار نہیں دیکھے۔

[1] سورة الحشر، آية: ٩

امریکی چھاپے کی افواہ

اسی عرصے میں مقامی ذرائع کے ذریعے ایک اطلاع موصول ہوئی کہ ان کے گھر والے علاقے میں امریکیوں کا کسی "اہم ہدف" کی اطلاع پر چھاپہ مارنے کا منصوبہ ہے۔ بظاہر اس علاقے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مرکز کے علاوہ مجاہدین کا کوئی اور مرکز بھی نہ تھا۔ اس لیے ساتھیوں نے انہیں وہ گھر چھوڑنے کا مشورہ دیا۔ آپ کے ہمراہ اس وقت اس گھر میں عظیم مفکر اور مبلغ جہاد عزام یحییٰ الامریکی[1] رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ یہ دونوں ذمہ داران الگ الگ مقامات کی طرف نکل جائیں گے۔ مگر ڈرون کی موجودگی میں نکلنا بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔

اسی دوران میڈیا پر فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر چلی اور صحافیوں نے اس پر بڑے تبصرے کیے، مگر وہ بالکل محفوظ تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ اس خبر کے چلانے سے دشمن انہیں یہ دھوکا دینا چاہتا ہے کہ وہ یہ سمجھیں کہ دشمن کو ان کی جگہ معلوم نہیں، حالانکہ دشمن کو ان کی جگہ معلوم ہے۔

کوہسارِ محسود: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری انتخاب

ایک شام جب ڈرون کی حرکت کچھ کم ہوئی تو فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اس مکان سے نکل کر ایک اور مکان میں منتقل ہوگئے۔ یہاں آکر آپ کے پاس دو موقع تھے، یا تو افغانستان میں محفوظ علاقوں کی طرف نکل جائیں یا پھر وزیرستان میں مزید اندر خطۂ محسود کے درے میں اتر جائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت خطۂ محسود کے علاقے مکین کے دور دراز درے میں جانے کو ترجیح دی۔ اس ترجیح کی بنیادی وجہ ان کی محسود مجاہدین سے محبت و اعتماد بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ان حالات میں بھی وزیرستان کے محاذ پر موجود بھائیوں سے زیادہ دور نہیں جانا چاہتے تھے۔ خطہ محسود کے برف پوش پہاڑوں سے نکلتا ہوا طویل درہ مکین شہر تک جاتا ہے۔ گھنے جنگلات پر مشتمل اس درے کو وحشی فوج پانچ سال کی جنگ کے باوجود مجاہدین سے حاصل نہ کر سکی تھی۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ خطہ محسود میں منتقل ہونے کی دعوت مجاہدین کے بزرگ مفکر راہنما اور مجاہدینِ محسود کے ایک شفیق و باتدبیر قائد ماسٹر اعظم طارق محسود رحمۃ اللہ علیہ نے امیر

---

[1] امریکہ کے باشندے، آدم یحییٰ غدن جو کہ عزام امریکی کے نام سے مشہور ہیں، نے ۱۹۹۵ء میں امریکہ ہی میں اسلام قبول کیا۔ طالبان کے زمانے میں ہجرت کرکے افغانستان آئے۔ یہاں آپ نے عربی زبان کی تعلیم اور علومِ شرعیہ کے حصول پر توجہ دی۔ بعد ازاں آپ ادارہ السحاب سے منسلک ہوئے اور انگریزی اور عربی زبان میں دعوتِ دین کا فریضہ انجام دیا۔ عزام الامریکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیرت انگیز ذہانت اور علومِ شرعیہ میں پختگی اور بلند ہمتی میں منفرد تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے کچھ روز بعد جنوری ۲۰۱۵ء ہی میں آپ بھی ایک امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوگئے۔ اللہ آپ سے راضی ہو، آمین۔

المجاہدین کمانڈان خالد سعید محسود رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے دی تھی۔ گو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے وزیرستان میں اپنے تقریباً آٹھ سالہ قیام کے دوران وزیرستان کے چاروں بڑے قبائل یعنی احمد زئی وزیر، اتمان زئی وزیر، محسود اور داوڑ قوم کے علاقوں میں وقتاً فوقتاً وقت گزارا اور ان تمام قبائل کے اکابر مجاہدین اور قیادت سے ان کے قریبی تعلقات رہے اور دعوتی، اصلاحی اور عسکری مشوروں میں آپ ان کے ساتھ شریک رہتے۔ اور حسب المقدور ان تمام مجاہدین کے ساتھ تعاون اور جہادِ فی سبیل اللہ میں باہمی شراکت بھی کرتے۔ مگر قبائلِ محسود اور ان کی قیادت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق و محبت، اعتماد اور نصرت سب سے زیادہ نمایاں تھی۔ یہاں کچھ تذکرہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدینِ محسود سے خصوصی تعلق کا بھی کر لیتے ہیں، کیونکہ اسی خطے میں آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے۔

سن ۲۰۰۶ء ہی سے آپ کی آمد و رفت قبائلِ محسود میں شروع ہو چکی تھی۔ ابتداءً عرب حضرات کے ساتھ ملاقاتوں اور مشوروں یا تربیتی دوروں کے لیے خطہ محسود میں آنا جانا لگا رہتا۔ مگر ۲۰۰۸ء میں جب فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں پر وانا، جنوبی وزیرستان میں پاکستانی فوج کے جاسوسی نظام کی مدد سے پے در پے کئی امریکی ڈرون حملے ہوئے تو فاروق بھائی اپنے امیر شیخ مصطفیٰ ابو الیزید رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر خطہ محسود میں منتقل ہو گئے۔ جہاں اس منتقلی کے مقاصد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حفاظت مطمحِ نظر تھی، وہیں پر تنظیم القاعدہ کی مرکزی قیادت کی قربت اور مشوروں میں شرکت کا موقع بھی وہاں زیادہ میسر تھا۔ اسی دوران آپ کی کئی ملاقاتیں عظیم قائد جہاد امیر المجاہدین بیت اللہ محسود رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوئیں۔ آپ کی امیر بیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے تفصیلی نشستیں ہوئیں جن میں عسکری، فکری، اصلاحی اور پاکستان کی سیاسی صورتِ حال پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوتا۔ ان ملاقاتوں میں شہید مسیح المجاہدین ڈاکٹر ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک رہتے۔ ساتھ ساتھ شہید بیت اللہ محسود رحمۃ اللہ علیہ کی شدید علالت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے علاج کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ ان ملاقاتوں کی بدولت جہاں باہمی اعتماد و نصرت بہت بڑھ گئی، وہیں پر محسود مجاہدین کی دیگر قیادت و علماء کے ساتھ آپ کا بہت قریبی تعلق استوار ہو گیا۔

امیر باتدبیر مولانا ولی الرحمن محسود رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ تذکرہ

سن ۲۰۰۹ء میں امیر بیت اللہ محسود کی امریکی ڈرون حملے میں شہادت کے بعد محسود مجاہدین کی قیادت عالمِ ربانی امیر باتدبیر مولانا ولی الرحمن محسود رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالی۔ آپ قومِ محسود میں جہاد کے بانیوں میں سے تھے اور امارتِ اسلامیہ کے زمانے سے ہی جہادی صفوں سے جڑے ہوئے تھے۔ جامعہ امدادیہ فیصل آباد سے دورہ حدیث کی سندِ فضیلت کے حصول

کے بعد کچھ عرصہ تدریسِ علمِ دین میں بھی مشغول رہے۔ امریکہ کے افغانستان پر وحشیانہ حملے کے بعد جہادی اعمال اور مہاجرین کی نصرت میں مشغول ہوگئے۔ مہاجرین کی نصرت اور ان کے دفاع کو منظم کرنے ہی کی خاطر آپ نے اپنے چند رفقاء کو ملا کر مجاہدینِ محسود کی تنظیم سازی کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر شمالی وزیرستان جا کر ملا بیت اللہ محسود کو مجاہدین کی قیادت کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ آپ کی کاوشوں کے نتیجے میں مجاہدینِ محسود نے ایک تحریک کی شکل اختیار کی اور آپ امیر بیت اللہ محسود رحمۃ اللہ علیہ کے محسود قوم میں جانشین بنے۔ مولانا ولی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے امارت سنبھالتے ہی مجاہدین کو خطۂ محسود میں اصول وضوابط کے ذریعے منظم کرنے کا کام کیا۔ تمام حلقہ جات پر خداترس علماء کو امیر مقرر کیا۔ مجاہدین کی شرعی تربیت کا نظام قائم کیا۔ شرعی فیصلوں کے لیے قاضیوں کا انتخاب کیا اور خطۂ محسود کے ہر کونے سے غاصب فوج کے اوپر تابڑ توڑ حملوں کا آغاز کیا۔ آپ نے اپنے حسنِ عمل اور عزمِ مصمم کے ساتھ کئی فتنوں کا مقابلہ کیا، مفسد ٹولوں کی سرکوبی کی اور مجاہدین کی صفوں کی تطہیر اور مجاہدین کی شرعی تربیت کا نظام قائم کیا۔ صبر، حوصلہ اور بردباری مولانا ولی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی نمایاں صفت تھی۔ خونِ مسلم کے معاملے میں حد درجے احتیاط کرنا آپ کا شیوہ تھا اور اختلافات کو کم کرنے کی خاطر کئی دفعہ اپنے حقوق سے دستبردار ہو جاتے تھے۔ پاکستانی مجاہدین کی قیادتوں میں صفاتِ حمیدہ، دور اندیشی، خداخوفی اور ثابت قدمی میں آپ ایک بے مثال قائد تھے۔

اپنی دیگر ایمانی صفات کے ساتھ امیر مولانا ولی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے دین کی نصرت کے لیے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر آئے ہوئے مہاجرین کی نصرت میں بھی سب سے پیش پیش تھے۔ دیگر مہاجرین کے ساتھ ساتھ تنظیم القاعدہ کے ساتھیوں سے ان کا تعلق تو یک جان دو قالب والا تھا۔ آپ تنظیم کے قائدین کے ساتھ تفصیلی مشوروں میں شریک ہوتے اور اپنے بہت سے کاموں کو باہمی مشوروں سے ادا کرتے۔ تنظیم کے ذمہ دار حضرات بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے قائدین میں فرماتے تھے۔ مہاجرین کی نصرت کے باب میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے بہت عظیم خدمات لیں اور اکابرینِ جہاد کی حفاظت و نصرت کا کام آپ نے بحسن وخوبی سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے لیے آخرت کا توشہ بنائے اور آپ سے راضی ہو جائے، آمین۔

تنظیم القاعدہ کے دیگر مسئولین کے ساتھ ساتھ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مولانا ولی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ہی قریبی اعتماد اور محبت والا تعلق تھا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے اور آپ کو پاکستانی جہاد کے مستقبل کے قائد کے طور پر دیکھتے تھے۔ شریعت کی اتباع، صلح جوئی اور خیر پھیلانے کی آپ کی صفات کی فاروق

بھائی رحمۃ اللہ علیہ بہت تعریف کرتے تھے۔ ان دونوں قائدین کی آپس میں اکثر تفصیلی ملاقاتیں رہتیں اور جہادی عسکری اور اصلاحی امور پر باہمی مشورہ اور اشتراک ہوتا رہتا۔ مولانا ولی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تنظیم القاعدہ اور محسود مجاہدین ایک ہی تصویر کے دورخ محسوس ہوتے تھے۔

بالآخر امتِ مسلمہ کا یہ عظیم راہنما مئی ۲۰۱۳ء میں پاکستانی فوج کی خیانتوں کے نتیجے میں شمالی وزیرستان میں ایک امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوگیا۔ جس وقت مولانا ولی الرحمن محسود رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سانحہ کی اطلاع وصول ہوئی تو اتفاقاً اس وقت راقم الحروف تنظیم القاعدہ کے دو قائدین شیخ ابراہیم المغربی حفظہ اللہ اور استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ایک ساتھی نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر سنائی۔ اس خبر نے ان دونوں قائدین کو اتنا غمگین کردیا کہ جیسے کوئی اپنے عظیم قائد کی رحلت پر غمگین ہوتا ہے۔ اتنا غمگین شاید ہی کبھی میں نے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہو۔ اشک بار آنکھوں سے انہوں نے مولانا ولی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کی عظیم خدمات، اعلیٰ اخلاق اور خداخوفی کی گواہی دی۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک بیان میں پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں اور قومِ محسود کے غیور اہلِ ایمان سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر جن الفاظ میں تعزیت فرمائی، اس کا ایک اقتباس یہاں نقل کرنا مناسب محسوس ہوتا ہے۔ استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سب سے پہلے میں آپ سے آپ کے ایک اور فرزند، ایک عظیم قائد، ایک حکیم مصلح، ایک نڈر مجاہد، ایک حق گو عالمِ دین مولانا ولی الرحمن محسود رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر تعزیت کرنا چاہوں گا۔ اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کے درجات کو بلند فرمائیں، راہِ جہاد میں گزرا آپ کا ہر لمحہ قبول فرمائیں، مجاہدین میں وحدت پیدا کرنے کی خاطر آپ نے جو محنت کی اور جو تکالیف برداشت کیں، اس سب کو آپ کی مغفرت کا ذریعہ بنائیں اور آپ کے لہو کو اہلِ پاکستان میں بیداری پیدا کرنے اور مجاہدین کی صفوں میں مزید ثبات و وحدت کو بڑھانے کا سبب بنادیں، آمین۔ میری محبوب قوم! آج ایک بار پھر سرزمینِ وزیرستان میں، محسود قوم نے اپنے دل کا ایک اور ٹکڑا، اپنا سب سے قیمتی جگر پارا اس گھمسان کی جنگ میں پیش کر دیا ہے، تاکہ اس ملک کو شریعت کی بہاریں نصیب ہوسکیں اور اس کے باسیوں کو امریکہ اور اس کے آلہ کاروں کے تسلط سے نجات مل سکے۔ یہ غیور مجاہد قوم آج نہایت کٹھن اور نامساعد حالات میں اپنے لہو سے جرأت اور قربانی کی ایک ایسی سنہری تاریخ رقم کر رہی ہے جس کے احسان سے یقیناً اس خطے کے باسی کبھی بھی سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ قبائلی پٹی میں جاری یہ معرکہ پورے برصغیر کے مستقبل کا معرکہ ہے اور اس معرکے میں مجاہدینِ اسلام اپنی

لاشوں کی فصیلیں کھڑی کر کے اپنی محبوب امت کے دفاع کا سامان کر رہے ہیں۔ میری محبوب قوم! یہ ہیں آپ کے حقیقی قائدین اور حقیقی محسن۔ یہ ہیں جنہوں نے حق پہچانا اور دنیا کی ملامت سے بے پرواہ ہو کر اس حق کا اعلان کر ڈالا اور بے سروسامانی کے باوجود (باطل سے) پنجہ آزمائی کے لیے میادینِ قتال میں اتر آئے۔ یہ ہیں اسلام کے وہ حقیقی شیر جو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے رستے پر چل نکلے، صعوبتوں کے باوجود کلمۂ حق کہتے رہے اور ہجرت و نصرت کی خاردار مگر پر لطف راہوں پر چلتے رہے۔ یہ ہیں قرآنی بشارتوں کے مستحق وہ بندگانِ خدا، جو اپنی امت کو سکون کی ایک شام، عزت و کرامت والی ایک صبح دلانے کی خاطر اپنے جسموں کے چیتھڑے اڑواتے رہے اور اس سودے پر شاداں و فرحاں رہے۔ ان کو پہچانیے! انکی قدر جانیے! ان کی پشت پر کھڑے ہوئیے اور ان کی دعوت پر لبیک کہیے۔ کچھ ایسا ہی حال تھا ہمارے محبوب بھائی اور محترم قائد مولانا ولی الرحمن محسود رحمۃ اللہ علیہ کا، أحسبه كذلك والله حسيبه۔ آپ کو ایک لمبے جہادی سفر اور مہاجر مجاہدین کی بے مثال نصرت کی ایک طویل داستان رقم کر لینے کے بعد چند دن قبل شمالی وزیرستان میں ڈرون حملے میں شہادت نصیب ہوئی۔ رب آپ سے راضی ہو، آپ کے درجات بلند فرمائے اور انبیاء علیہم السلام و صدیقین کا ساتھ نصیب فرمائے۔ اللہ محسود قوم کو شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید گہری وابستگی اور جہاد پر مزید صبر و استقامت عنایت فرمائے کیونکہ صبر اور یقین ہی سے دین و دنیا کی امامت نصیب ہوتی ہے۔ بالصبر واليقين تنال إمامة في الدين۔ اللہ محسود قوم کو یہ یقین سینوں میں راسخ کر کے منزل کی سمت بڑھتے رہنے کی توفیق دے کہ اہلِ حق پر آزمائشیں ضرور آتی ہیں، لیکن بالآخر انجامِ کار انہی کے حق میں نکلتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَالْحَقُّ مَنْصُورٌ وَمُمْتَحَنٌ فَلاَ　تَعْجَبْ فَهَذِي سُنَّةُ الرَّحْمَنِ
لَكِنَّمَا الْعُقبَى لأَهْلِ الْحَقِّ إِنْ　فَاتَتْ هُنَا كَانَتْ لَدَى الدَّيَّانِ[1][2]

امیر خالد محسود رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات

انہی دنوں جب آپ خطہ محسود میں محصور تھے اور تمام ساتھیوں سے کٹے ہوئے تھے، امیر مجاہدینِ محسود جرأت و شجاعت کے پیکر کماندان خالد سعید سجنا رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کا خالد امیر

[1] ان اشعار کا ترجمہ کچھ یوں کیوں جاسکتا ہے: ''اور حق ہی کی مدد کی جاتی ہے اور اسے آزمایا جاتا ہے، اس پر تم تعجب نہ کرو کہ یہی تو رحمن کی سنت ہے۔ مگر آخر میں کامیابی اہلِ حق ہی کی ہوتی ہے، اگر اس دنیا میں نہ بھی ہو تو اللہ کے پاس تو ضرور ہو گی''۔

[2] استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے بیان ''معرکۂ اسلام و جمہوریت میں فتح حق کی ہو گی'' میں سے اقتباس

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت اور احترام کا تعلق تھا۔ کماندان سجنا رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک طرف اپنی جرأت اور استقامت میں قابل رشک تھے، وہیں پر اپنے عمدہ اخلاق، تواضع، شریعت کے اتباع اور مہاجرین کی نصرت اور ان سے محبت میں اپنے معاصرین میں بے مثال تھے۔ الغرض ایسے وقت میں جب کہ ضربِ عضب کا آپریشن جاری تھا اور دوسری طرف محسود مجاہدین بعض مفسدین کی طرف سے کئی خطرات میں گھرے ہوئے تھے، خالد امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکیلے تنِ تنہا بغیر کسی محافظ کے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر تشریف لائے، آپ کی سیکیوریٹی کے امور کا جائزہ لیا اور جنگی امور پر مشورہ کر کے رخصت ہوئے۔ آپ کے قیام اور حفاظت کی ذمہ داری قومِ محسود کے شیر دل و غیور مجاہدین نے سنبھال رکھی تھی۔ جہادی ذمہ داران میں خالد امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ آخری شخصیت ہیں کہ جن سے شہادت سے چند دن قبل فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ملاقات کی اور یہ آپ کی محسود مجاہدین سے اعتماد و محبت کے تعلق کی واضح دلیل ہے۔ کماندان امیر خالد محسود رحمۃ اللہ علیہ بھی نومبر ۲۰۱۵ء میں امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوگئے۔ اللہ ان سے راضی ہو، آمین۔

قیدِ تنہائی کی طرح محصور

محسود علاقے میں ان کو مختلف انصاروں کے گھروں میں رکھا گیا۔ ڈرون کو دھوکہ دینے کے لیے ان کو پانچ دن کے لیے ایک کمرے کے اندر بند بھی ہونا پڑا۔ اس کمرے میں خشک روٹی اور پانی پر آپ کو گزارا کرنا پڑا۔ جنوری میں درۂ محسود کے فلک بوس پہاڑوں پر بغیر آگ کے سردی میں رہنا پڑا۔ اس عرصے میں رات کو روشنی بھی نہ کی جاتی تاکہ دشمن کو یہ خیال جائے کہ یہاں کوئی نہیں ہے۔

اس تنہائی کے عالم میں معرفت کے بہت سے معانی و باب آپ کو سمجھ میں آئے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں غور کرنے اور اس کی کائنات کے اسرار و حکمتوں کو ایمانی بصیرت سے سمجھنے کا موقع ملا۔ ان سب تکلیفوں کے باوجود اور اپنے وقتِ شہادت کے قریب آنے کے باوجود آپ کے پایۂ استقامت میں کوئی لرزش نہ آئی۔ بلکہ آپ ہر ساتھی کو یہی نصیحت و وصیت کرتے رہے کہ کبھی نہ جھکنا، امریکیوں اور ان کے ساتھیوں سے جنگ ختم نہ کرنا، حوصلہ کرنا اور کبھی دل شکستہ نہ ہونا۔

دم واپسی میں بھی امت کی فکر

ان مشکل ترین حالات میں جبکہ ان کو اندازہ ہو چکا تھا کہ دشمن انہی کے پیچھے ہے اور وہ مکمل گھیرے میں آچکے ہیں اور شہادت ہی کے امکان زیادہ ہیں، اس وقت بھی انہوں نے امتِ مسلمہ اور مجاہدین کے لیے خیر پھیلانے کے اپنے عمل کو کم نہیں کیا۔ آپ نے اسی زمانے میں ساتھیوں کی راہنمائی کے لیے تین انتہائی عمدہ کام کیے۔ آپ کی اس صفت پر اگر غور کریں، تو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے امامِ برحق تھے۔ آپ کو اپنی شہادت دیوار پر لکھی نظر آرہی تھی، فضا میں چہار جانب ڈرون طیارے ان کے اوپر منڈلا رہے تھے۔ علاقہ سے مقامی آبادی کا انخلاء تقریباً ہو چکا تھا۔ ایسے میں ان کے لیے اس حصار سے نکلنا مشکل کام تھا۔ مگر آپ اللہ کی اس قضاء پر راضی تھے۔ آپ کی حالت یہ تھی کہ جیسے اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے ہوں کہ "یا اللہ! اگر آپ مجھے اس میدان میں شہید کرنا چاہتے ہیں تو میں بالکل تیار ہوں، تیری محبت میں قربان ہونے کے لیے تیار ہوں۔ بالکل ویسے ہی تیار کہ جیسے سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ ابا جان! آپ چھری چلائیے! میں قربان ہونے کے لیے تیار ہوں"۔

ایسی حالت میں انہوں نے کچھ عظیم کام کیے:

- القاعدہ برصغیر کے مجاہدین کے لیے اپنا آخری آڈیو بیان ریکارڈ کروایا۔ اس بیان میں آپ نے انہیں جہاد جاری رکھنے، صبر واستقامت پر ڈٹے رہنے، مایوس نہ ہونے اور قیادت کے شہید ہونے سے بددل نہ ہونے کی نصیحت کی۔ ساتھ ساتھ پشاور کے آرمی پبلک سکول پر ہونے والے حملے کے ناجائز ہونے اور بے قصور لڑکوں کو مارنے کے عمل سے اپنے اور اپنی جماعت کے بری ہونے کا اس میں اعلان بھی تھا۔ آپ پر اس زمانے میں تمام بمباریوں اور شہادتوں کے باوجود کسی بڑی پریشانی کے اثرات نہیں نظر آئے۔ مگر جب بعض نادانوں نے آرمی پبلک سکول پر حملہ کر کے سینکڑوں طلبہ کو ان کے والدوں کے جرم کی وجہ سے ظالمانہ طور پر ہلاک کر دیا تو وہ مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم جس جہاد اور جس دین کے نفاذ کے لیے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں، پشاور سکول کا واقعہ اس جہاد کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہو گا۔ یہ اللہ کی ناراضگی کے ساتھ ساتھ تمام مجاہدین کے کردار کو مسخ کرنے اور مسلمانانِ پاکستان کے دلوں میں ان سے محبت کو کم کرنے کا باعث بنے گا۔ آپ کو اس واقعہ کا اتنا غم تھا کہ

بیان سے بھی باہر ہے۔ پس آپ نے ساتھیوں کو بار بار نصیحت کی کہ ہم پر لازم ہے کہ ہم اس واقعہ سے اظہارِ برأت کریں اور واقعہ کے غیر شرعی ہونے کو واضح کریں۔

اسی دوران جب جماعت القاعدہ برصغیر کے اس وقت کے ترجمان استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے اپنے ایک بیان میں پشاور میں آرمی پبلک سکول پر ہونے والے حملے سے برأت کا اظہار نشر کیا تو فاروق بھائی نے انہیں اپنی شہادت سے فقط تین دن قبل ان کے نام ایک خط میں کچھ یوں لکھا:

''پشاور واقعے کے بعد غم سے حال خراب تھا، مگر آپ کے بیان کا ذکر رحیم اللہ یوسفزئی[1] سے سن کر دعا اور تکبیر زبان سے بے اختیار نکلی ___ رفع الله قدرک ___ خدارا! ان جرائم پر بالکل صاف دوٹوک مؤقف لیا جائے۔ ہم دنیا و عقبیٰ میں بری ہیں اس سے، هذه وصيتي لك ولأميري الكريم الشيخ عاصم عمر حفظه الله۔ کسی شرعی مخالفت پر گول مول بات نہ کریں۔''

- آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حصار کے زمانے میں پاکستان میں نفاذِ دین کے لیے جہاد جاری رکھنے اور اس جہاد کی اہمیت و شرعی حیثیت ثابت کرنے کے لیے ایک کتابچہ مرتب کیا جو کہ بعد میں ''پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس کتابچہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان میں جہاد کرنے کے شرعی، ایمانی، عسکری، اخلاقی اور عقلی دلائل الگ الگ بیان کیے۔ اس کتابچہ کے مطالعہ کرنے سے جہاں جہادِ پاکستان کو جاری رکھنے پر شرحِ صدر ملتا ہے، وہیں پر اس عالمِ ربانی احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کی عزم و ہمت اور آخری لمحات میں بھی اللہ کی نصرت و مدد پر یقین کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ یقیناً امریکہ اور اس کی حامی پاکستانی آرمی کی تمام قوت و طاقت ان کے ایمان و یقین میں ذرہ برابر کمی نہیں لا سکیں۔ ان کو ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹا سکیں۔ وہ اپنی جگہ، اپنے نظریہ، اپنے عزم اور ارادے میں فاتح و منصور کھڑے رہے۔ اللہ ان سے راضی ہو، آمین۔

---

[1] یعنی ''بی بی سی ریڈیو'' میں سن کر

- اسی زمانے میں جب آپ کے پاس قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی حکمت و بصیرت سے بھری جہادی تاریخ و نظریات پر مبنی کتاب "فرسان" کا ایک نسخہ تھا اور آپ کے پاس قلم اور کاغذ کی سہولت تک نہیں تھی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آواز ریکارڈ کرنے والے آلہ کی مدد سے "فرسان" کے بعض ابواب کا ترجمہ کر کے ریکارڈ کروانا شروع کیا۔ آپ نے اس طرح کتاب کے کئی ابواب مکمل کیے۔ جنہیں آپ کی شہادت کے بعد آپ کے قریبی رفیق شہید ریحان عفان رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا۔
- اسی عرصے میں آپ نے اپنی تفصیلی وصیت بھی تحریر کی جو کہ اپنے قریبی محبوب ساتھی داؤد غوری حفظہ اللہ کے نام خط کی شکل میں تھی۔ علم و حکمت سے بھری اس وصیت میں آپ کے تعلق داروں کے علاوہ تمام اہلِ اسلام کے لیے فوائد و نصائح موجود ہیں۔ اور دمِ واپسیں اسلام کے ایک عظیم راہنما کے ایمان و یقین کی کیفیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کے آخری باب میں اس وصیت کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

قیدی کو چھڑاؤ!: نبوی حکم پر عمل

ان دنوں اسی درہِ محسود میں تنظیم القاعدہ کی زیرِ سرپرستی چلنے والا جنگی قیدیوں کا ایک قید خانہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ سے کچھ ہی فاصلے پر قائم تھا۔ یہ قید خانہ مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہونے والے کفار اور ان کے اکابر حامیوں کے لیے بنایا گیا تھا، تاکہ اس میں ان کو رکھا جائے اور اس طرح دشمن سے تبادلہ کر کے مسلمان قیدیوں کو چھڑوایا جائے۔ قیدی مسلمان اور بالخصوص مسلمان بہنوں کو کفار اور ان کے آلہ کاروں کے قبضے سے چھڑوانا جہادِ فی سبیل اللہ کا اساسی مقصد ہے۔ دنیا بھر کے قید خانوں میں لاکھوں مسلمان مرد اور عورتیں کفار اور ان کے اتحادیوں کی قید میں سال ہا سال سے بند ہیں۔ ان کی رہائی کے ہر ممکن اقدامات اٹھانا مسلمانوں پر واجب ہے۔ فقہائے اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات کے مطابق مسلمان خواتین کی رہائی کے بدلے اگر مسلمانوں کو اپنا سارا مال بھی لگانا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح ان خواتین اور بھائیوں کی رہائی کے لیے کفار اور ان کے ہمراہیوں کو اغوا کر کے ان کے تبادلہ کے ذریعے کوشش کرنا بھی موجودہ زمانے کا بہترین ہتھیار ہے۔

دوسری طرف مسلمانوں کے ملکوں میں مختلف امدادی سرگرمیوں اور ترقیاتی منصوبوں کی آڑ میں آنے والی این جی اوز کے غیر ملکی کافر نمائندے ہمارے معاشرے میں آکر کفر کے مذموم مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔ امتِ مسلمہ کو چھلنی

چھلنی کرنے والے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لیے مسلمانوں کے معاشرے میں زمین ہموار کرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ جاسوسی کا جال قائم کرکے کفار کے منصوبوں کو آگے بڑھاتے ہیں۔[1]

الغرض مسلمان قیدیوں اور بالخصوص خواتین قیدیوں کی رہائی کے لیے تنظیم القاعدہ کے مجاہدین نے امیر محترم، قائد المجاہدین شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی ہدایات کے مطابق پاکستان کے مختلف شہروں سے مختلف غیر ملکی کفار کو گرفتار کیا۔ ان گرفتار شدگان میں امریکی یہودی 'وارن وائن سٹائن'[2] بھی شامل تھا جو کہ ۷۰ کی دہائی سے امریکی امداد کے نام سے مختلف خطوں میں کام کر رہا تھا اور اس دوران امریکیوں کے کئی مذموم مقاصد کو پورا بھی کرتا رہا تھا۔ گرفتاری کے وقت وہ یو ایس ایڈ کے خطۂ جنوبی ایشیا کے اہم عہدہ پر فائز تھا۔ اسی طرح ایک اطالوی ملحد باشندہ 'جیووانیو لو پورٹو'[3] بھی قیدیوں میں شامل تھا جو کہ ایک برطانوی امدادی ادارے کے رکن کی حیثیت سے پاکستان آیا تھا۔ شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے ان قیدیوں کی رہائی کے بدلے دخترِ امت، عافیہ صدیقی (اللہ ان کو کفار کی قید سے رہائی عطا فرمائے) سمیت تمام مسلمان خواتین کی رہائی کا مطالبہ کیا تھا۔

قرآنِ کریم کا اعجاز اور قیدیوں کا اسلام قبول کرنا

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی طرف سے سختی سے ہدایت تھی کہ کفار بے شک اہلِ اسلام پر قید میں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑیں، مگر ہم قیدیوں سے اسلامی تعلیمات کے مطابق حسنِ سلوک کا معاملہ کریں گے۔ شیخ حفظہ اللہ کی ہدایات کے مطابق مجاہدین نے ان قیدیوں کی سہولیات کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے۔ مجاہدین خود روکھی سوکھی کھا کر گزارا کر لیتے مگر ان قیدیوں کو من بھاتا کھانا کھلاتے۔ اسی طرح ان کی صحت اور آرام کا بھی بھرپور خیال رکھتے۔ مجاہدین کے امراء کا یہ واضح

---

[1] گویہ کفار ہمارے ممالک میں ہمارے ممالک پر قابض حکمرانوں کی اجازت سے آتے ہیں۔ مگر یہ حکمران تو خود اسلام اور مسلمانوں سے محارب ہونے کی وجہ سے خود قابلِ امن نہیں ہیں، بلکہ ان سے تو جہاد کرنا فرض ہے، چہ جائیکہ یہ دوسرے لوگوں کو امان دیتے پھریں۔ ان دین سے خیانت کرنے والوں کی دی گئی امان، دوسروں کے لیے کیسے قابلِ اعتبار ہو سکتی ہے؟ دوسرا اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ غیر ملکی کفار، امان کے شبہ میں ہمارے ممالک میں آتے ہیں تو مسلمانوں کے معاشرے میں اسلام دشمن سرگرمیاں کرنے، ان کی حکومتوں کے مسلمانوں سے جنگ میں شریک ہونے اور اس طرح کے دیگر جرائم کا اعتبار کرنے کی وجہ سے علماء کرام کی تصریحات کے مطابق ان کی امان کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے، واللہ اعلم۔ مزید تفصیلات کے لیے شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی کتاب 'التبرئۃ' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

[2] Warren Weinstein

[3] Giovanni Lo Porto

حکم تھا کہ کوئی ساتھی بھی ان قیدیوں پر سختی اور مار پیٹ نہ کرے۔ ساتھیوں کی کوشش ہوتی تھی کہ اسلام کی حقانیت بتا کر ان کے دل میں اسلام کی محبت قائم کی جائے۔ اس مقصد کے لیے قرآنِ کریم کے ترجمے پڑھنے کی ان کو نصیحت کی جاتی اور بعض اوقات مشہور مبلغِ اسلام داعیِ جہاد، یمن کے شیخ انور العولقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی زبان میں دیے گئے دروس سنائے جاتے۔

شروع میں تو ان قیدیوں نے قرآن کریم کے ترجمے پڑھنے سے اعراض کا رویہ برتا اور ناولوں اور وقت گزاری کے لیے دیگر دلچسپیوں کے سامان ہی کا مطالبہ کیا۔ مگر بعد ازاں مجاہدین کے اخلاق سے متاثر ہو کر اور ان کا اپنے دین پر یقینِ کامل دیکھ کر متعجب ہو کر ان دونوں قیدیوں نے قرآن کریم کے ترجمے کو خود سے پڑھنا شروع کیا۔

یہاں یہ بات بتانا بھی مفید رہے گا کہ مجاہدین نے کبھی بھی اپنے زیرِ حراست قیدیوں پر مذہب تبدیل کرنے کے لیے سختی یا زور نہیں لگایا۔ ایسا کرنا علمائے کرام کے نزدیک لا إكراه في الدين [1] کے الٰہی حکم کی مخالفت ہے۔ مجاہدین البتہ نرمی اور مدارات کے ذریعے سے ان کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیرنے کی کوشش کرتے اور اللہ سے ان کے اسلام لانے کے لیے دعائیں بھی کرتے۔ یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ قیدیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے ان پر یہ بات بھی بار بار واضح کرتے کہ تمہارے اسلام لانے سے تمہاری قید کے معاملے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

مگر قرآنِ عظیم الشان کا اعجاز تو تا قیامت قائم و دائم ہے۔ اللہ رب العزت کی یہ عظیم کتاب قید خانے کے قفس کے اندر ایک بوڑھے کٹر یہودی کے دل میں شمع ایمان سلگا دیتی ہے۔ کچھ ہی عرصے بعد ملحد اطالوی جو چند دن پہلے تک کائنات میں کسی رب کے ہونے سے ہی انکاری تھا، جس سے جب ساتھی پوچھتے کہ: ''کیا کوئی اس دنیا کا رب بھی ہے؟'' تو وہ مسکرا کر جواب دیتا تھا کہ may be [2]۔ ایک ایسا کافر جو ادیانِ سماوی سے بالکل مایوس ہو کر الحاد کو قبول کر چکا تھا۔ قرآنِ کریم کے مطالعہ کے دوران تڑپنا شروع کر دیتا ہے اور ایک دن زندان کی سلاخوں کو کھٹکا کر محافظ مجاہدین کو بلا کر کہتا ہے کہ مجھے مسلمان بناؤ!

ستر برس کا یہودی وارن وائن سٹائن جب قرآنِ کریم میں غور و فکر کرتے کرتے نتیجے تک پہنچتا ہے تورات کے پچھلے پہر کروٹیں بدلتے بدلتے اچانک اٹھ پڑتا ہے۔ زندان کی سلاخوں کو بجاتا ہے اور رات کے دو بجے پہرہ دار مجاہد کو کہتا ہے

---

[1] دین (قبول کرنے) میں سختی نہیں ہے۔ سورة البقرة، آية: ٢٥٦

[2] ہو سکتا ہے کہ ہو۔

کہ مجھے کلمہ پڑھاؤ! میں نے مسلمان ہونا ہے!۔ پہرے دار بھائی کے منہ سے جہاں تکبیر کا نعرہ بلند ہوتا ہے، وہیں وہ خوشی و حیرت کے ملے جلے جذبات سے بوکھلا کر وائن سٹائن کو کہتا ہے کہ، ''چچا! ابھی تو رات ہے، صبح جمعہ کا دن ہے، کیوں نا صبح اٹھ کر غسل کر کے اسلام قبول کر لیجیے گا''۔ وائن سٹائن جس کے دل میں نورِ ایمان چمک چکا ہوتا ہے، سپاٹ لہجے میں یوں گویا ہوتا ہے کہ ''اگر میں اسی رات میں مر گیا تو کیا کافر ہو کر دنیا سے جاؤں؟ ایسا ہرگز نہیں کرنا، اس لیے ابھی رات کے آخری پہر میں ہی مجھے اسلام میں داخل کرو''۔

الغرض مجاہدین کے اندر امریکی یہودی وارن وائن سٹائن کے 'چاچا اسحاق الامریکی' بن جانے اور اٹلی کے باشندے جیوانیولوپورٹو کے 'محمد ایطالوی' بن جانے سے خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اپنے رب اور اس کی پیاری کتاب پر یقین بڑھ گیا۔ اللہ کی طرف سے اس عظیم کرامت پر حوصلے بلند ہو گئے۔ مجاہدین کے ساتھ رہتے ہوئے ان قیدیوں نے مجاہدین کی حالت کو بڑے غور سے دیکھا۔ انہوں نے امریکہ اور پاکستانی فضائیہ کے حملوں کے دوران مجاہدین کی بے بسی اور کمزوری کا بھی مشاہدہ کیا۔ ایسی حالت میں ان کے اندر مسلمان ہونے کی جستجو نے تمام مجاہدین کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کو مزید واضح کر دیا۔ ساتھ ساتھ لشکرِ کفر کی کمزوری اور لشکرِ اسلام کے فاتح و کامیاب ہونے پر بھی یقین بیٹھ گیا۔ چاچا اسحاق تو ضربِ عضب سے کہیں پہلے کے مسلمان ہو چکے تھے، مگر بھائی محمد اطالوی نے تو عین بمباریوں کے زمانے میں اسلام قبول کیا۔ اللہ ان دونوں سے راضی ہو اور ان پر رحم فرمائے، آمین۔

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ... جو کہ امریکی قیدی 'وارن واین سٹائن' کی حفاظت اور دیگر انتظامی امور کے براہِ راست ذمہ دار بھی تھے... نے چاچا اسحاق کے اسلام لانے کے بعد کے حالات کے بارے میں بتایا کہ:

''چاچا اسحاق کے مسلمان ہونے کے بعد جب میں ان کے مرکز جاتا تو چاچا اسحاق اور پہریدار بھائیوں کی محبت و تعلق دیکھ کر کبھی لگتا کہ ایک شفیق والد اپنے انتہائی تابع فرمان اور محبوب بیٹوں کے ساتھ رہ رہے ہوں۔ چاچا نے قرآنِ کریم کے ساتھ اپنی شدید محبت کے سبب انتہائی کم وقت میں یہاں عربی گرامر سیکھی۔ پھر جب آپ لغت کے لحاظ سے قرآنی آیات کی تحلیل کرتے اور ساتھ رہنے والے بھائیوں کے عربی قواعد کی چھوٹی غلطیوں کی مزے سے مسکرا مسکرا کر اصلاح کرتے تو ایسا لگتا تھا کہ آپ کا تعلق قرآن سے نیا نہیں بلکہ کافی پرانا ہے''۔

مجاہدین کی قیادت کو چاچا اسحاق کے اسلام قبول کرنے کی اتنی خوشی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ حالانکہ مادی اعتبار سے اس میں ان کا یہ نقصان تھا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد قیدی کو کسی صورت میں بھی قتل نہیں کیا جا سکتا، جبکہ کافر قیدی

کو فقہاء کی تصریحات کے مطابق جہادی مصلحت کی خاطر قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ مگر مجاہدین کو کفار کو قتل کرنے سے کہیں زیادہ خوشی ان کے اسلام قبول کر کے امتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام میں شامل ہونے کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چاچا اسحاق سے محبت تمام مجاہدین اور ان کی قیادت کے دل میں رچ بس گئی۔ یہاں تک کہ قائدِ جہاد شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ بذاتِ خود چاچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت اور تبادلۂ ہدیہ فرماتے تھے۔ اس حوالے سے استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے ہمیں کچھ یوں بیان فرمایا:

"وارن وائنسٹائن چاچا اسحاق بنے تو شیخ ایمن حفظہ اللہ نے انہیں محبت بھرا خط لکھا۔ انہیں مبارکباد دی اور ساتھ میں امت کے مسائل اور جہاد کے مقاصد وغیرہ پر جہاں بات کی، وہاں قید کی آزمائش پر ہمدردی کا بھی اظہار کیا اور خود داغستان میں اپنی قید کا حوالہ دیکر اس آزمائش پر صبر کرنے اور اللہ سے تعلق مضبوط کرنے کی تلقین کی۔ شیخ حفظہ اللہ نے اس خط میں عافیہ صدیقی فک اللہ اسرہ کا بھی ذکر کیا کہ آپ کی رہائی کو ہم نے عافیہ صدیقی کی رہائی سے مشروط کیا ہے اور کہا کہ آپ صبر کریں گے تو ان شاء اللہ عافیہ کی رہائی میں آپ کا بھی حصہ ہو گا اور اس کا آپ کو اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔ اس خط کے ساتھ شیخ ایمن حفظہ اللہ نے چاچا رحمۃ اللہ علیہ کو بطور تحفہ کمپیوٹر، قالین، میز و کرسی اور تھوڑی سی نقدی رقم بھی بھجوائی تھی۔ نقدی رقم اس لیے کہ اس سے چاچا اپنی مرضی کی کوئی بھی چیز منگوا سکیں، چاچا نے شکریہ کا خط لکھا اور اس رقم میں سے اچھی خوشبو منگوا کر شیخ ہی کو بطور تحفہ بھیجی"۔

چاچا اسحاق امریکی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و دوستی

چاچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے بے حد محبت تھی۔ آپ کو ان کے ساتھ بیٹھنے کا بہت مزا آتا اور ایمانی سکون ملتا۔ وہ آپ سے انتہائی معصومانہ انداز میں اسلام کے احکامات پوچھتے اور دل میں اٹھنے والے اشکالات بیان کرتے اور فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان کے جواب دے کر انہیں مطمئن کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوہ محترمہ نے تحریر کیا کہ:

” چاچا اسحاق کے اسلام قبول کرنے کے بعد جب وہ[1] پہلی مرتبہ ان سے ملاقات کے لیے جانے لگے تو میں نے جانے کا مقصد پوچھا۔ کہنے لگے کہ بس دل چاہتا ہے کہ ایسا چہرہ دیکھوں جو گناہوں سے بالکل پاک ہو“۔

فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب بھی ان کے پاس کوئی اچھی چیز آتی تو اس میں سے ایک حصہ چاچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے لیے لازماً بھجواتے۔ پھر ان کے ساتھ ان کی طیبِ خاطر کے لیے مختلف موضوعات پر گفت و شنید کرتے اور ان کے آرام کا بے حد خیال رکھتے۔ اسی تعلق کی وجہ سے خود چاچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں بھی فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بہت احترام و محبت کے جذبات تھے۔

چاچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و حسن سلوک اور چاچا کے اخلاق کا ایک واقعہ استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے کچھ یوں بیان کیا:

” فاروق بھائی کو امریکہ میں مقیم کسی دوست نے وہاں کی قیمتی چاکلیٹیں تحفہ میں بھیجیں۔ یہ بہت عمدہ قسم کی چاکلیٹیں تھیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں سے تھوڑی سی اپنے لیے رکھ لیں اور باقی ساری میرے حوالے کر کے چاچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو دینے کا کہا۔ چاچا نے اسے چکھا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ یہاں بھی اللہ نے انہیں اتنی اچھی چاکلیٹ کھلائی۔ یہ کہہ کر چاچا نے اپنے لیے اس میں سے بہت ہی تھوڑی سی لی اور باقی ساری کی ساری پہرے پر مامور ساتھیوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیں۔ میں نے منع کیا کہ دیگر ساتھی اپنا حصہ لے چکے ہیں، انہیں مت دیں، تو چاچا بولے: یہاں موجود ساری چیزیں تو آپ لوگوں کی ہی ہیں۔ اِن میں سے کسی کو تحفہ دوں تو وہ میری طرف سے تو نہیں ہو گی نا۔ یہ چاکلیٹ مجھے تحفے میں ملی ہے اور یوں یہ میری ذاتی ہے اور مجھے پسند بھی بہت ہے۔ اس لیے اسے میں انہیں دینا چاہتا ہوں۔ یوں وہ انتہائی پسندیدہ اور مرغوب چیز بھی انہوں نے اپنے پہرے دار بھائیوں کو دے دی۔“

الغرض فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو جب محسود کے درے میں الگ تھلگ رہتے ہوئے کچھ دن ہو گئے اور بظاہر وہاں پر ڈرون طیاروں کی پروازیں بھی کم ہو گئیں، تو ایک رات میں پیدل ہی اپنے ٹھکانے سے نکل کر قید خانے والے مرکز میں تشریف لے گئے۔ وہاں موجود ساتھیوں سے ملاقات کرنے، اور اُن کو اِن کٹھن حالات میں استقامت پر حوصلہ دلانے

[1] یعنی استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

کے ساتھ ساتھ، بظاہر ان کے وہاں جانے کا بڑا مقصد چاچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہی ہوگا۔ غالباً یہ ۱۴ جنوری ۲۰۱۴ء کی رات تھی۔

وہ اپنے دیں پہ سر کٹا کے، کامران ہو گیا

اگلا دن انہوں نے محافظ ساتھیوں اور قیدی بھائیوں کے ہمراہ گزارا۔ دن میں ہی اچانک ڈرون طیاروں کی پرواز پہلے سے بڑھ گئی۔ بالآخر رات کے آخری پہر میں ڈرون طیاروں نے مرکز پر میزائیلوں سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ کے نتیجے میں وقت کا امام، اسلام کا راہنما، داعی باکمال، مجاہدِ حوصلہ مند، عالمِ ربانی، صبر و استقامت کی تصویر، اسلاف کی نشانی، زاہد و عابد، ولی کامل، حضرت استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ غمِ دنیا سے نجات پاکر سفر آخرت کی طرف روانہ ہوگئے۔ آپ کی شہادت کے وقت عمر محض ۳۳ سال تھی۔ آپ کے ہمراہ چاچا اسحاق امریکی رحمۃ اللہ علیہ، بھائی محمد ایطالوی رحمۃ اللہ علیہ، اسلام آباد کے عطاء الرحمن منہاس بھائی رحمۃ اللہ علیہ، اسلام آباد ہی کے فیصل (مزمل) بھائی رحمۃ اللہ علیہ، اور سیالکوٹ کے ریحان شعیب بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی شہید ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ رجعون۔

اے اللہ تو اسلام کے ان عظیم سپوتوں سے راضی ہو جا اور انہیں اپنی جنتوں میں راضی کر دے اور جس اسلام کی خاطر انہوں نے اپنی زندگی کھپا دی اور گنوا دی، اس اسلام کو دنیا میں غالب فرمادے اور ہمیں بھی جنتوں میں اپنے ان بھائیوں کی رفاقت نصیب فرمادے، آمین۔

باب سیز دھم: وصیت نامہ

نوٹ: یہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری وصیت ہے جو کہ آپ نے اپنی شہادت سے تقریباً ایک ہفتہ قبل، انتہائی مشکل حالات میں قلمبند کی۔ گو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے ہونے والے دعوتی و ابلاغی کام ہی میں ان کی حقیقی نصیحت و وصیت پوشیدہ ہے۔ مگر ایمان و یقین میں ڈوبے ہوئے یہ الفاظ، زندہ دلوں کو جگانے، لوءِ ایمانی کو بھڑکانے اور عقیدۂ توحید کی حقیقت واضح کرنے میں اکسیر ہیں۔ اس خط میں حضرت فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی ایمانی بصیرت اور قرآنِ کریم سے گہرا تعلق بھی واضح ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ خط ایسی حالت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا کہ آپ دشمن کے گھیرے سے نکلنے کے لیے سب سے کٹ کر الگ تھلگ، خطۂ محسود، وزیرستان کے برف پوش پہاڑوں کے ایک گھر میں محصور تھے۔ یہ وصیت آپ نے اپنے محبوب شاگرد و رفیقِ خاص "برادر داؤد غوری حفظہ اللہ" کے نام اپنے خط میں لکھی ہے۔ وصیت میں آپ نے جن حضرات کا نام اپنے محبوبین کی فہرست میں لکھا ہے، ان میں سے بیشتر کا تذکرہ اس کتاب میں گاہے بگاہے آ ہی گیا ہے۔ ان کے علاوہ جو مشہور ہستیاں ہیں وہ تو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ اور باقی جو نام غیر معروف ہیں، ان میں سے اکثر کا مختصر تعارف حاشیہ میں ڈال دیا گیا ہے۔

فاروق کی طرف سے "اپنے داؤد" کے نام

تاریخ صحیح نہیں معلوم شاید ۳-۴ جنوری ۲۰۱۵ ہے غالباً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیف حالک أیها الحبیب؟ اللہ تمہاری ہر شر، ہر ظاہری و باطنی فتنے سے حفاظت فرمائے اور قیامت کے دن میرا شفیع، شافعاً مشفعاً بنادے، آمین۔

سوچا کہ کچھ باتیں دل کی کر لوں، اگرچہ یہ معلوم نہیں کہ کس کی موت پہلے لکھی ہے اور کس کی بعد میں، سبھی خطرات میں گھرے ہیں، لیکن بس دل چاہ رہا تھا کہ کچھ باتیں لکھ دوں۔ ویسے بھی اکیلا بیٹھا تھا اس لیے خط کے ذریعے ہی کسی (دل کے ٹکڑے) سے بات کا فیصلہ کیا۔

عزیزِ من!

یہ چند باتیں بس اس لیے لکھ رہا ہوں کہ اگر زندگی یہیں تمام ہو تو یہ شاید تمہارے لیے اور پھر تمہارے واسطے جن جن تک یہ خط پہنچ جائے، ان سب کے لیے نفع کا باعث بن جائے۔

میرے دل کے ٹکڑے!

یقینا یہ ایک ماہ (آج غالباً انتیسواں دن ہے) نہایت انوکھا تھا۔ جو بارہ تیرہ دن تمہارے ساتھ گزرے وہ بھی اور جو اس کے بعد پانچ دن بالکل تنہائی میں گزرے وہ بھی اور اس کے بعد انصار کی طرف جو دس دن گزرے ہیں یہ بھی۔

یقیناً یہ کٹھن ایام تھے اور ان میں سے پانچ قیدِ تنہائی والے دن تو شاید زندگی کے کٹھن ترین ایام تھے۔ ایک ایک کر کے سب اسباب ہاتھ سے لے لیے، دل کی تسلی یا مصروفیت کے سب ذرائع بھی لے لیے۔ آخری سہارا اور سامانِ تسلی تم تھے، سو تم بھی چلے گئے۔ پھر خوراک، روشنی، گرمی کا انتظام، سب کچھ میں، اللہ نے تنگی بھیجی۔ یہاں تک کہ بس اللہ ہی کا سہارا رہ گیا۔ پس ان ایام میں جو کچھ سیکھنے کو ملا شاید ساری زندگی سے زیادہ مفید اور بھاری ہو، اللہ یہاں گزارا ہر لمحہ قبول کر لے اور اس دوران جو صالح نعمتیں دی ہیں، وہ مجھ سے نہ چھینے! اور اللہ حسنِ خاتمہ دے کیونکہ اعتبار خاتمے کا ہے۔

حبیبِ من!

میں نے ان دنوں میں چار چیزیں سمجھیں، یا یوں کہیے کہ اللہ نے سمجھا دیں:

1. انسان کے ضعف اور فقر اور کمزوری کا ادراک۔ یعنی وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ[1]، وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا[2] اور وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا[3] اور رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ[4] سب سمجھ آ گیا۔ اور اپنا فقر سمجھ آنے سے اللہ کی عظمت سمجھ آتی ہے۔ پس امید ہے کہ ان ایام نے کچھ اکڑ اور انا توڑ دی۔ پوری ٹوٹی یا نہیں اس کا علم اللہ کو ہے، اللہ پر دے ڈالے!

2. موت کے بارے میں درست عقیدہ۔ یا یوں کہو کہ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ[5] دل میں کچھ اتر گیا۔ اور یہ سمجھ آئی کہ جب موت آنی ہی آنی ہے تو پھر اس سے فرار کیوں اختیار کریں، اس کی طرف اقبال ہونا چاہیے۔ اقبال علی الموت[6] یا حبِ شہادت کے بھی دو درجے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان شہادت کے خطرات کے

---

[1] "اور اللہ بے نیاز ہے، اور تم ہو جو محتاج ہو"۔سورة محمد، آية: ٣٨

[2] "اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے"۔سورة النساء، آية: ٢٨

[3] "اور انسان بڑا جلد باز واقع ہوا ہے"۔سورة الأسراء، آية: ١١

[4] "اے میرے رب آپ جو کچھ میرے لیے نازل فرمائیں میں اس کا محتاج ہوں"۔سورة القصص، آية: ٢٤

[5] "آپ فرما دیجیے کہ بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملاقات کرے گی"۔سورة الجمعة، آية: ٨

[6] موت کی طرف لپکنا

سبب رستہ نہ چھوڑے اور خطرات سے بھری راہ پر آگے بڑھتا چلا جائے اور جہاں بھی شہادت آگئی تو مرحبا۔ دوسرا اعلیٰ تر درجہ یہ ہے کہ شہادت ہی مطلوب و مقصود بن جائے اور يَطْلُبُ الْمَوْتَ فِي مَظَانِّهِ[1] والا حال ہو جائے، اور موت سامنے آجائے تو اس موقع پر یہ حال نہ ہو کہ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ[2]، بلکہ عین اس موقع پر انسان موت کے پیچھے لپکے اور حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی طرح دل سے مانگے کہ لَا تَرُدَّنِي إِلَى أَهْلِي[3] یا حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی طرح یہ مانگے کہ دشمن ناک کان کاٹ ڈالیں ثم يبقروا بطني، ويجدعوا أنفي وأذني[4] سبحان اللہ! میرے خیال میں، میں ابھی اس دوسرے درجے کو نہیں پا سکا، اللہ کرے کہ پہلے درجے سے نیچے نہ ہوں۔

3. قرآن مجھ سے مخاطب ایک زندہ کتاب ہے۔ لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ[5] اور وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا[6]۔ ان دونوں آیات کا مفہوم سینے میں اترا۔ کئی سال قبل بھی قرآن سے زندہ تعلق ہوتا تھا، خصوصاً فرسٹ ائیر کے بعد، مگر جہاد کی ذمہ داریوں میں لگ کر مشین سا بن گیا تھا، اللہ نے پھر سے اپنی کتاب سے جوڑا اور اس کا قدم قدم پر فِيهِ ذِكْرُكُمْ ہونا عیاں کیا اور اس کی یہ صفت بھی روزانہ محسوس کروائی کہ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ[7] اللہ نے ان دونوں

---

[1] "موت کو اس کی گمان کی جگہ پر تلاش کرنا"۔مصنف ابنِ ابی شیبة

[2] "سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا اس حال میں کہ وہ آنکھوں کے سامنے ہے"۔سورة آلِ عمرآن، آية:۱۴۳

[3] "اے اللہ! مجھے میرے گھر کی طرف نہ لوٹانا"۔شرح الزرقانی علی الموطأ

[4] "پھر (کفار) میرا پیٹ پھاڑ دیں اور میری ناک اور کان کاٹ ڈالیں"۔حیات الصحابة

[5] "ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب اتاری ہے جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے"۔سورة الأنبياء، آية: ۱۰

[6] "نہ میں اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) چھوڑ کر کوئی پناہ کی جگہ پا سکتا ہوں۔سورة الکہف، آية: ۲۷

[7] "وہ رسول جو تمہارے سامنے روشنی دینے والی اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں"۔سورة الطلاق، آية: ۱۱

میں بہت سی آیات کے اسرار کا کچھ حصہ سمجھایا۔ اللہ قرآن سے یہ زندہ تعلق دوبارہ کبھی نہ چھینے اور سب مجاہدین کو اور پوری امت کو اس کتاب کی تلاوت حق تلاوتہ کے ساتھ کرنے کی توفیق دے۔

4. رضا بالقضاء۔ اللہ امام ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سامنے بھی لایا اور سمجھایا بھی کہ:

فإن أشرف الأحوال أن لا تختار لنفسك حالة سوى ما اختار الله لك,فكن مع مراد الله منك ولا تكن مع مرادك مع الله![1]۔

"سب سے بہترین حالت یہ ہے کہ، جو اللہ نے تمہارے لیے اختیار کیا ہے اس کے علاوہ کوئی اور حالت نہ چنو! پس اللہ کی جو تمہارے بارے میں چاہت ہے اس کے ساتھ ساتھ چلو، نا کہ اللہ کو اپنی چاہت کے مطابق چلانے کی کوشش کرو"۔

اس قول پر عمل کرنے کے نجانے کتنے درجات ہیں اور حصولِ کمال بہت مشکل ہے، مگر امید ہے کہ کچھ نہ کچھ حصہ اس نعمت کا اللہ نے ان ایام میں دل میں اتارا۔ اللہ کبھی نہ چھینیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ سمجھ آئی کہ ہم ایک مجموعے کے امیر ہو کر نہیں پسند کرتے کہ ساتھی اپنا "ایجنڈا" چلائیں، بلکہ یہی چاہتے ہیں کہ سب ہمارے طے کردہ ایجنڈے پر چلیں تو پھر اپنے رب کے ساتھ ہم اپنا ایجنڈا کیوں چلانا چاہتے ہیں؟ اللہ پاک بعض مواقع پر ہمیں اختیار دیتے ہیں اپنی مرضی سے اپنی گاڑی کا سٹیرنگ چلانے کا، اس اختیار کو اپنی عقل، سمجھ، استطاعت کے بقدر، اطاعتِ الٰہی میں استعمال کریں، مگر جہاں اللہ ہمارے ارادے ناکام کریں اور منصوبے ہلا دیں اور سٹیرنگ اپنے ہاتھ میں لے کر کسی دوسری سمت حالات کو لے جائیں تو جتنی دیر یہ کیفیت رہے اتنی دیر ہم خوشی خوشی السیر مع الله[2] کریں اور اللہ کے فیصلے غالب آنے اور ہمارے ارادے ناکام ہونے پر جزع فزع نہ کریں، tension نہ لیں، اللہ کو مرادنا من الله[3] پر لانے کی کوشش نہ کریں بلکہ مراد الله منک[4] کے ساتھ چلیں۔ مطلوب ایسی کیفیت تک جانا ہے کہ،

[1] الفوائد لإبن قیم رحمۃ اللہ علیہ
[2] اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ چلنا
[3] اللہ تعالیٰ سے ہمارا مقصود
[4] اللہ تعالیٰ کا تجھ سے مقصود

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ [1]والا حال ہو جائے۔ دنیا کی راحت اور دنیا کے غم، دونوں کا آنا جانا یکساں ہو جائے اور ہماری نگاہ غم و خوشی پر، منصوبوں کی تکمیل و عدم تکمیل پہ رہنے سے زیادہ، اللہ کی طرف رہے۔ اور ہم دینی کاموں کو بھی، اللہ سے براہِ راست تعلق اور اللہ کے لیے خود کو خالص، حنیف، موحد بنا لینے میں حائل نہ ہونے دیں۔ البتہ جب اللہ دوبارہ اسباب اور اختیار دیں تو پھر سے اپنی سمجھ فہم کے بقدر اِتقان کے ساتھ منصوبہ بنائیں اور اگر اللہ پھر اس کو ناکام کریں، تو پھر اس پہ راضی رہتے ہوئے پھر اختیار ملنے پر پھر بنائیں اور یوں عرفت ربی بفسخ العزائم [2] کی حقیقت پائیں۔ نہ عزم باندھنا چھوڑیں اور نہ عزم ٹوٹنے پر پریشان ہوں، دونوں احوال میں راضی ہوں۔ یہی رضا بالقضاء ہے، والله أعلم وعلمه أتم وأحكم۔

یہ چار باتیں ان ایام میں سیکھیں۔ اللهم لا تكلني إلى نفسي طرفة عين ولا تنزع مني صالح ما أعطيتني![3]

عزیزی!

ایک اضافی نکتہ یہ بھی سمجھ میں آیا، خصوصاً ان پانچ دنوں میں کہ قیدی ساتھیوں کی تکلیف کیسی شدید ہو گی! واللہ ہمارا فرض ہے کہ ان میں سے ایک ایک کو رہائی دلانے کی سعی کریں اور بالخصوص فوجی حاضر سروس افسران کو اٹھانے اور ان کی مناسب تعداد اپنے پاس جمع کرنے کی سعی کریں۔ اللہ ہماری تقصیر معاف کرے۔

جانِ من!

یہاں وہ وصیتیں پھر دہرانا چاہوں گا جو زبانی کہیں تھیں: تا کہ سب ساتھیوں تک پہنچا دو:

- یہ وحدت (القاعدہ برصغیر) بہت عظیم نعمت ہے، اس کو کسی حال میں بھی، خواہ کتنے ہی ذمہ دار شہید ہو جائیں، ختم نہ ہونے دیا جائے۔ بلکہ مزید وسعت دینے اور مجاہدین میں اتحاد مزید بڑھانے کی سعی کی جائے۔
- پاکستانی نظام کے خلاف جہاد میں جو کمزوریاں رہیں، غلطیاں ہوئیں ان پر اہلِ رائے حضرات اکٹھے بیٹھ کر ضرور جائزہ لیں اور اصلاح کی سبیل ڈھونڈیں، خصوصا خلافِ شرع اعمال کی اصلاح کی اور عوام کو متنفر کرنے والی حرکتوں کی۔

---

[1] ''تا کہ جو چیز تم سے جاتی رہے، اس پر تم غم میں نہ پڑو، اور جو چیز اللہ تمہیں عطا فرما دے، اس پر تم اتراؤ نہیں'' سورة الحديد، آية: ٢٣

[2] ''میں نے اپنے رب کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا''۔ قول سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

[3] ''اے اللہ! مجھے پلک جھپکنے کی مدت کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور یہ جو اچھائیاں آپ نے مجھے دی ہیں وہ مجھ سے کبھی نہ لینا''

لیکن اس بحث کا دروازہ بند رکھا جائے کہ پاکستان میں جہاد جاری رکھنا ہے یا نہیں!! جو جنگ اب جاری ہے اور جس میں دشمن نے پہل کی ہے اور ہم فریضۂ دفاع ہی ادا کر رہے ہیں، اس جنگ کو اب مَردوں کی طرح انجام تک پہنچایا جائے، چاہے بیس تیس سال مزید لگ جائیں نفاذِ شریعت تک پہنچنے میں۔

- امریکہ سے اپنے ساتھیوں اور اپنی امت کا بدلہ لینا نہ بھولا جائے، بلکہ اس بدبخت دشمن کو پاکستان اور خارج از پاکستان میں ترجیحی ہدف بنایا جائے۔

پیارے بھیا! میں خط ختم کرنے سے قبل یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے سے چھوٹوں میں زندہ لوگوں میں سب سے زیادہ محبت تم سے ہے اور الفاظ اس کے بیان کے لیے ناکافی ہیں! اس کے بعد مثنٰی [1] سے، پھر عمر خطاب [2]، ریحان [3]، صائم، زبیر الباسم، سراقہ [4]، حذیفہ بھائی، اویس البارودی، ہشام گل [5]، عبد الحسیب [6] سمیت بہت سے بھائی آتے ہیں جن سب سے ہی بہت محبت ہے۔ اپنے سے چھوٹوں میں شہید ہو جانے والوں میں ہشام رحمۃ اللہ علیہ، پھر معوذ رحمۃ اللہ علیہ، پھر حمزہ (یعنی میرا سگا

---

[1] مولانا مثنٰی حسان حفظہ اللہ

[2] علومِ شرعیہ کا طالبِ علم عمر خطاب (علی طارق) رحمۃ اللہ علیہ فاروق بھائی کے آخری ایام میں آپ کی زیرِ تربیت رہا۔ آئی ایس آئی کے عقوبت خانوں میں جامِ شہادت پانے والے مجاہدِ اسلام میجر ڈاکٹر مجاہد عظیم طارق کا فرزندِ ارجمند تھا۔ ۲۰۱۵ء کے اواخر میں صحرائے قندھار میں امریکی چھاپے میں شہادت پائی۔

[3] فاروق بھائی کے خالہ زاد اور قریبی ساتھی لاہور کا رہائشی UET کا الیکٹریکل انجینئرنگ کا ہونہار طالبعلم ریحان (عفان غنی) رحمۃ اللہ علیہ جو کہ فاروق بھائی کے معتمد ترین ساتھیوں میں سے تھا۔ کمال رازداری کے ساتھ حساس نوعیت کی ذمہ داریوں پر فائز رہا۔ فہم و فراست اور ذہانت میں ممتاز تھا۔ کئی عسکری اور انتظامی مسئولیتوں کو نبھایا۔ ۲۰۱۹ء میں امیر مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ کی ہمراہی میں امریکیوں کے ساتھ دوبدو جنگ میں شہادت پائی۔

[4] کراچی کے نوجوان عالمِ دین، جامعہ دار العلوم کراچی کے فاضل، مولوی سراقہ (سعد) رحمۃ اللہ علیہ اپنے اعلیٰ اخلاق، تفقہ فی الدین اور نیک سیرت کی بدولت فاروق بھائی کو بہت محبوب تھے، سن ۲۰۱۵ء میں صحرائے قندھار میں امریکی چھاپے میں شہادت پائی۔

[5] اصل نام سلمان علی اشرف ملک تھا، شعبہ اعلام کے ایک منجھے ہوئے ذمہ دار راولپنڈی کے رہائشی ہشام گل ایک طویل عرصے تک فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ تربیت رہے۔ اپنی منکسر مزاجی اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت سراپا خیر تھے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی کئی اعلامی منصوبوں پر کام کیا۔ سن ۲۰۱۸ء میں افغانستان کے صوبہ وردگ میں صلیبیوں کے ساتھ مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمائی۔

[6] سرگودھا کے حافظ عبد الحسیب، معسکر کے استاد، محاذوں کے قائد اور اعلی انتظامی صلاحیتوں کے حامل ساتھی تھے۔ قرآن کے انتہائی خوش الحان قاری تھے اور اپنے اعلی اخلاق کے باعث جہاں ہوتے خیر پھیلاتے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اہم امور کے لیے ان کا انتخاب کیا۔ ۲۰۱۷ء میں افغانستان کے صوبے پکتیکا کے علاقے گومل میں صلیبیوں سے مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے۔

بھائی) رحمۃ اللہ علیہ، سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ اور ایسی محبت شاید کم ہی کسی سے ہوئی! اس کے بعد عثمان رحمۃ اللہ علیہ[1]، عزیر اور سلیمان رحمہما اللہ علیہما[2]، ایوب[3] رحمۃ اللہ علیہ سمیت بہت سے شہداء شامل ہیں جن سے شدید محبت تھی۔

اپنے برابر والوں میں زندوں میں سب سے زیادہ محبت ابوذر بھائی[4] سے ہے، پھر قاسم بھائی، امجد بھائی[5]، عاطف بھائی[6]، یاسر بھائی فک اللہ اسرہ، خطاب منصور بھائی، حمزہ درناوی[7]، ابو الحسن وائلی[8]، حسین بھائی[9]، حارث بھائی فک اللہ اسرہ، منیب بھائی، عبد اللہ بلوچ بھائی، طارق بنگالی بھائی سمیت بہت سے بھائیوں سے بہت بہت محبت ہے۔ اپنے برابر والوں اور دوستوں میں سے شہداء میں سب سے زیادہ محبت بدر منصور بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی، اللہ جنت میں ان کا ساتھ دے۔ اس کے بعد سہیل بھائی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ، فائز بھائی رحمۃ اللہ علیہ، ابو سیف بھائی رحمۃ اللہ علیہ، نبیل

---

[1] دیر سے تعلق رکھنے والا عثمان جو کہ مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا چھوٹا بھائی تھا، اپنی صدا مسکراہٹ، جذبۂ خدمت اور تقویٰ وللّٰہیت میں بہت ہی منفرد تھا۔ سب ہی کا محبوب تھا۔ ۲۰۰۸ء میں وانا جنوبی وزیرستان میں امریکی ڈرون حملہ میں جامِ شہادت نوش فرمائی۔

[2] ڈاکٹر ابو خالد سربلند زبیر خان کے ۱۳ اور ۱۱ سالہ فرزندان عزیر و سلیمان جو کہ امریکی چھاپے میں اپنے والد کے ہمراہ شہید ہوئے۔

[3] افغانستان کا مجاہد ادریس ذکی (ایوب) رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے عصری علوم کا ایک ہونہار طالب علم تھا۔ عبادات کا رسیا، اعلیٰ اخلاق کا حامل، امت کا یہ بیٹا ۲۰۰۸ء میں اینٹی ائرکرافٹ اسلحہ سے ڈرون طیاروں پر وار کرتے ہوئے ڈرون حملے میں شہید ہوا۔

[4] استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

[5] انجینیر اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ

[6] مصنفِ کتابِ ہذا۔

[7] لیبیا کے عرب مجاہد جو کہ تنظیم القاعدہ کے ٹیکنیکل شعبے کے مسئول بھی رہے۔ آپریشن ضرب عضب کے دوران تنظیم کے بیشتر انتظامی امور آپ کے ذمہ رہے۔ ۲۰۱۵ء میں امریکی ڈرون حملے میں شہادت پائی۔

[8] ابو الحسن الوائلی تنظیم القاعدہ کے نوجوان قائدین میں سے ہیں۔ صاحبِ تحریر و داعیِ دین ہیں۔ اللہ ان کی حفاظت فرمائے۔

[9] لاہور کے رانا عمیر افضال (مصطفیٰ عبد الکریم) رحمۃ اللہ علیہ، تذکرہ گزر چکا ہے۔

مالدیپی[1] رحمۃ اللہ علیہ، طیب بھائی[2] رحمۃ اللہ علیہ، سلیمان بنگالی[3] رحمۃ اللہ علیہ، ابو سعد بھائی[4] رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبد الصمد[5] رحمۃ اللہ علیہ، ابو ثابت کویتی[6] رحمۃ اللہ علیہ سمیت بہت بہت سے شہداء ایسے ہیں جو بھلائے نہیں بھولتے اور جن سے شدید محبت تھی۔

اپنے بڑوں میں زندوں میں سب سے زیادہ محبت شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ وابقاہ کشوکۃ فی حلوقِ الاعداء سے ہے۔ اس کے بعد امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ سے، پھر شیخ ابراہیم[7]، امیر محترم مولانا عاصم حفظہ اللہ من کل سوء، ضرار بھائی، سعد بھائی فک اللہ اسرہ، قاری عمران صاحب، مولانا عبد السلام (ڈیرہ وال)، میرے استاد

---

[1] مالدیپ کا قیمتی ہیرا نبیل مالدیپی ایک سلیم فطرت اور عبقری ذہن کے حامل مجاہد تھے۔ مالدیپ سے وزیرستان کی طرف ہجرت کرنے والے ابتدائی مہاجرین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ۲۰۰۷ء میں ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ پر ہونے والے ڈرون حملے میں زخمی ہوئے اور آپ کی ایک ٹانگ کٹ گئی۔ اس کے بعد بھی صبر و استقامت سے جہاد کے کئی شعبوں میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت محبت کا تعلق تھا۔ علمِ دین سے بھی اچھا شغف رکھتے تھے۔ ۲۰۱۳ء میں میرانشاہ میں پاکستانی فوج کے ایک جاسوس کی خباثت کے نتیجے میں ہونے والے امریکی ڈرون حملے میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

[2] لاہور کے رہائشی انجینیر طیب (وقاص) رحمۃ اللہ علیہ شعبہ اعلام کے شاہسوار تھے۔ اعلی دنیوی آسائشوں کو خیر آباد کہہ کر جہاد فی سبیل اللہ کے فریضے کو سرانجام دینے کے لیے ہجرت کی۔ خلقِ حسنہ کے پیکر، سلیم الطبع شخصیت تھے۔ جو ان کے ساتھ وقت گزارتا ان سے محبت کرنے پر مجبور ہوتا۔ ۲۰۱۴ء میں آپریشن ضرب عضب کے دوران ایک پہاڑ کی چوٹی پر مواصلاتی رابطے کے لیے شدید سردی میں رات کے وقت مصروف تھے کہ امریکی ڈرون نے ان کو نشانہ بنایا۔

[3] بنگلہ دیش کے سلیمان بھائی (عاشق الرحمٰن) اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل، نیک طبع مجاہد تھے۔ شعبۂ اعلام سے منسلک رہے اور عمدہ اخلاق کے پیکر تھے۔ اعلامی رابطہ کاری کے دوران بزدل امریکیوں کے ایک ڈرون حملے میں جامِ شہادت نوش فرماگئے۔

[4] کراچی کے ابو سعد رحمۃ اللہ علیہ تنظیم القاعدہ کے معسکرات کے ایک منجھے ہوئے عسکری استاد تھے۔ اپنے اعلیٰ اخلاق اور انتظامی صلاحیتوں میں ممتاز تھے۔ کسی عسکری دورے میں فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بھی رہے۔ سوات آپریشن کے دوران مجاہدین کو اسلحہ کی تربیت دلوانے کے لیے فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ گئے تھے۔ ۲۰۱۰ء میں افغانستان میں صلیبیوں پر فدائی حملے کی تیاری کے دوران بدری لشکر کے شمالی وزیرستان میں ایک مرکز پر ہونے والے ڈرون حملے میں جامِ شہادت نوش فرمائی۔

[5] صوبہ سندھ کے مولانا عبد الصمد (محمد علی صدیقی) رحمۃ اللہ علیہ سلفی مسلک کے ایک متبحر، معتدل مزاج عالمِ دین تھے۔ کئی کتابوں کے مترجم بھی رہے۔ قائدِ جہاد شیخ ایمن حفظہ اللہ کی پاکستانی دستور کے اسلامی ہونے کے دعوے کے رد پر مشتمل منفرد طرز کی کتاب 'الصبح والقندیل' کا اردو زبان میں 'سپیدۂ سحر اور ٹمٹماتا چراغ' کے نام سے ترجمہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے کیا۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان کے علمی مقام، اعلی اخلاق، معتدل فکر سے بہت متاثر تھے۔ دعوتِ دین کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ ۲۰۰۹ء میں سندھ ہی میں ایک ٹریفک حادثے میں شہید ہوئے۔ اللہ آپ سے راضی ہو، آمین۔

[6] فاروق بھائی سے قریبی تعلق رکھنے والے انتہائی اعلیٰ اخلاق کے حامل ایک عرب بھائی۔

[7] فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد و مربی، قائدِ جہاد، فہم و فراست میں اللہ کی نشانی، امت کے غم میں ڈوبے ہوئے دعوتِ جہاد کے گمنام راہنما، تنظیم القاعدہ کی مرکزی قیادت کی کمیٹی کے رکن مراکش کے شیخ ابو عبد الرحمن المغربی حفظہ اللہ۔

شیخ عبد الوھاب حفظہ اللہ [1]، مولانا عبد العزیز صاحب، مولانا فضل محمد صاحب، شیخ تقی عثمانی صاحب، شیخ ابو ولید [2] فلسطینی فک اللہ اسرہ، شیخ ابو قتادہ، شیخ یونس موریتانی [3] فک اللہ اسرہ، شیخ ابو بصیر ناصر الو حیشی [4]، اور دیگر بہت سے حضرات سے شدید محبت ہے۔

اپنے بڑوں میں سے شہداء میں شیخ مصطفی ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ محبوب تھے، پھر شیخ عطیہ اور شیخ ابو یحیی رحمۃ اللہ علیہما۔ ان کے بعد شیخ ازمرائے، شیخ ابو دجانہ، ابو خالد بھائی، عمران بھائی [5]، حاجی ولی اللہ صاحب، استاد فیض محمد، میرے استاد و مربی شیخ احسن عزیز، مولانا ولی الرحمن محسود، مولانا غازی عبد الرشید، شیخ سفیان المغربی [6]، شیخ عبد اللہ سعید [7]، شیخ احسان اللہ [8]، الیاس کشمیری صاحب اور ظاہر ہے کہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ سمیت بہت سے حضرات شامل ہیں جن سے شدید محبت رہی۔ اللہ جنتوں میں ان کا ساتھ دے۔

یہ تو ایمانی رشتے تھے۔ ان کے علاوہ اپنے سگے بھائی بہت محبوب ہیں، خصوصاً انس اور جو سب سے زیادہ "جگر پارہ" تھا وہ اللہ کے پاس جاچکا۔ نیز آپ کے اور ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے اور اپنی اہلیہ کے والدین تینوں بہت محبوب ہیں۔ اور اپنی خالائیں

---

[1] عالم ربانی، داعی جہاد، مربی و مزکی، جبلِ استقامت شیخ المجاہدین عبد الرحمن اخندزادہ حفظہ اللہ۔

[2] عرب علماء میں ممتاز ترین شخصیت جو اپنے علمی مقام اور حکمت و دانش کے حوالے سے مجاہدین میں معتبر ترین عالم سمجھے جاتے ہیں۔ جہادِ روس کے غازیوں میں سے ہیں۔ ان ابتدائی مشائخ میں سے ہیں کہ جنھوں نے مجاہدین میں تکفیری غلو کی فکر کے خلاف بند باندھنے کا بیڑا اٹھایا اور اپنی مصلحانہ کاوشوں، شرعی دروس اور تحاریر کے ذریعے سے اہلِ سنت کے معتدل منہج کو ترویج دیتے رہے۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تحریر و فکر کے دلدادہ تھے۔ فکری زیغ اور گمراہی سے بچنے کے لیے آپ حفظہ اللہ کی تحاریر کے مطالعے کی نصیحت کرتے تھے۔

[3] تنظیم القاعدہ کی شرعی کمیٹی کے رکن، علم و بصیرت میں اللہ کی نشانی، اعلی انسانی صفات کی حامل قائدانہ شخصیت۔ اللہ انہیں کفار کی قید سے رہائی دلائے۔

[4] جزیرۃ العرب کی تنظیم القاعدہ کے شہید امیر ناصر الوحیشی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایمان و حکمت سے بھرپور پر وقار شخصیت کی وجہ سے عالم بھر کے مجاہدین کے محبوب تھے۔

[5] میجر عادل عبد القدوس۔ تذکرہ گزر چکا ہے۔

[6] خراسان میں تنظیم القاعدہ کی مجلسِ عاملہ کے ذمہ دار مغرب اسلامی کے قاری سفیان رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے عابد و زاہد اولیاء میں سے تھے۔ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے، شرعی علوم میں دسترس رکھنے والے، سبعہ قرآت کے متخصص قاری تھے۔ آپ قائد جہاد شیخ ایمن حفظہ اللہ کے دست راست سمجھے جاتے تھے۔ ۲۰۱۴ء میں شمالی وزیرستان کے سرحدی علاقے 'زوئی سید گئی' میں امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوئے۔ ایک حلیم و حکیم و متواضع شخصیت تھے۔

[7] شیخ ابو اللیث لیبی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین۔ تنظیم القاعدہ کے عسکری مسئول رہے۔ افغانستان میں صلیبیوں پر ہونے والے کئی حملوں کے منصوبہ ساز تھے۔ وزیرستان میں ایک امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوئے۔

[8] مصر سے تعلق رکھنے والے تنظیم القاعدہ کے معسکرات کے ماہر استاد جو کہ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاد رہے۔ وزیرستان میں ڈرون حملے میں شہید ہوئے۔

خصوصاً والدۂ ریحان اور پنڈی والی خالہ۔ اور دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنے والدین اور اپنی اہلیہ سے ہے۔ ان میں سے زیادہ کس سے ہے؟ اس آزمائش میں خود کو ڈالنا لازم نہیں۔ والدین کے لیے دل میں الگ خانہ ہے اور ان سے الگ قسم کی محبت ہوتی ہے اور اہلیہ کے لیے الگ خانہ ہے اور اس سے الگ نوعیت کی محبت ہوتی ہے۔ اللہ ان کا جنتوں میں ساتھ عطا کر دے!۔

یوں دل کی باتیں اختتام تک پہنچیں۔ ویسے یہ خط سے زیادہ وصیت سی بن گئی ہے۔ پریشان نہ ہو، پہلے بھی کئی بار لوگوں کو وصیت کی مگر تاحال زندہ ہوں۔ خیر اس بار کا کچھ پتا نہیں۔ اس لیے یہ خط سکین کر کے ایک ایک نسخہ میرے محبوب امیر صاحب کو، امجد بھائی کو، انس کو، ابوذر بھائی کو اور میری اہلیہ کو بھیج دینا۔ ابھی شہید نہ بھی ہوا تو ان شاء اللہ کبھی تو ہوں گا۔ اس لیے بھیج دینے میں حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

پیارے بھیا!

تم نے آج تک جو خدمت کی، جو خیال رکھا، کٹھن اوقات میں جو ساتھ دیا، اللہ اس پر بہترین اجر دیں۔ أحبک فی الله حبا شديدا! دعا میں مت بھولنا۔ !ضرور!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبک (و حبيبک)

خاتمۃ الکتاب: 'ہر صبح کی تجلی پر اک شام بھی آتی ہے'

از شہید اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ

نوٹ: فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی دوست اور خصوصی رفیق، جناب انجینئر اسامہ ابراہیم غوری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مضمون اپنے دلی جذبات کے اظہار کے لیے تحریر کیا۔ اتنے طویل عرصے تک فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ زندگی کے نشیب و فراز میں سے گزرنے والے رفیق کا اپنے ہم عمر دوست و رفیقِ کار سے اس درجہ کی محبت و شوقِ لقاء کا اظہار، فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء کی ان سے جان سے زیادہ محبت کی غمازی بھی کرتا ہے۔ اسی بنیاد پر اس مضمون کو خصوصی طور پر اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایسے بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ مضمون اس پوری کتاب کا خلاصہ ہے۔ یعنی سیرتِ استاد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان اور اِس 'راہنما' کے راستے پر چلنے کا شوق وجذبہ۔ صاحبِ مضمون رحمۃ اللہ علیہ بالآخر ۲۰۱۶ء کی عید الاضحیٰ کے موقع پر زابل، افغانستان میں امریکیوں کے چھاپے میں شہید ہو گئے۔

چند دن سے دل کافی بے چین تھا۔ بے چینی کی وجہ کچھ پریشان کن خبریں تھیں، جن کی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہو پا رہی تھیں۔ شوال، شمالی وزیرستان میں ایک ہفتے سے مستقل زمینی محاصرے کی وجہ سے وہاں موجود مجاہد بھائیوں سے ہمارا رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ شوال سے انگور اڈہ کے راستوں کو پاکستانی فوج نے گھیر رکھا تھا، اور افغانستان کی سرحد پر افغان فوج اور اس کی پشت پر امریکی فوج نے تمام راستوں پر گشت شروع کر رکھی تھی۔ جیٹ جہازوں سے کئی جگہ بمباری بھی کی گئی۔ اسی طرح اس سارے علاقے میں کچھ ڈیڑھ ماہ سے مستقلاً چوبیس گھنٹے کئی ڈرون سروں پر پاگلوں کی طرح چکر کاٹ رہے تھے۔ اس دوران میڈیا میں وہاں ڈرون حملوں کے بارے میں جو خبر نشر ہوئیں، وہ جھوٹی نکلیں، مگر واضح تھا کہ دشمنانِ دین کو اس علاقے میں کسی ہائی ویلیو ٹارگٹ کی سن گن ہو چکی ہے۔ علاقے سے باہر جانے والی ہر گاڑی کا بھی ڈرون کے ذریعے پیچھا کیا جاتا، اور اس میں موجود دین کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جاتی۔ کئی مجاہدین گرفتار بھی ہوئے۔ ہمارے گمان کے مطابق ان کو گرفتار کر کے، ان سے اس علاقے کے بارے میں مفصل معلومات اگلوانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ ایسے میں پے درپے دو تین ڈرون حملوں کی خبر ریڈیو پر سنی، مگر تفصیل غیر واضح تھی۔ چونکہ اس محاذ پر محصور مجاہدین سے دلی قرب و محبت کا تعلق تھا، اس لیے کان اس بارے میں ہر خبر کی طرف متوجہ رہتے تھے، اور لب پر یہی دعائیں رہتی تھیں کہ اللہ سب بھائیوں کو کفار کے شر سے بچالے، اور جلد ہم سے ملائے۔ اس بار بھی یہی دعائیں تھیں کہ یا اللہ، یہ خبریں بھی جھوٹی ہوں اور ہمارے سب پیارے محفوظ ہوں۔ پھر دو دن بعد کہیں سفر پر جانا ہوا تو یہ دل دوز خبر ملی کہ دو ڈرون حملوں میں اپنے آٹھ قریبی بھائی رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ اور میرے محبوب دوست، مربی،

قائد، امیر، رہبر وراہنماء اور سن ۹۶ء سے لیکر آج تک میرے ایمان کے ساتھی، فاروق بھائی کو بھی اللہ پاک نے شہادت کے لیے چن لیا ہے۔

انیس سال تک جس شخص کے ساتھ سفر و حضر میں، وطن و پردیس میں، قیام و طعام میں، خوشی اور غمی میں زندگی گزاری ہو، اس کا بچھڑ جانا، اس کا بہت آگے نکل جانا، کیا کچھ سہل ہو سکتا ہے؟ واللہ! یہ میری زندگی کا سب سے بڑا حادثہ تھا، سب سے شدید دھچکہ تھا۔ مگر اسلام بھی عجیب دین ہے، قرآن بھی عجیب کتاب ہے، یہ انسان کے نازک دل کو کتنا مضبوط کر دیتی ہے کہ وہ ہنسی خوشی یہ پہاڑ جتنے غم جھیل لیتا ہے۔وما عنداللہ باق، چاہے پہاڑ جتنا غم ہو، ہے تو دنیا کا غم ہی۔ اور دنیا تو ادنیٰ ہے، اس کی اوقات ہی کیا ہے۔ اس غم میں مجھے تو بہت طمانیت ہے۔ میرے فاروق بھائی تو اللہ کے پاس چلے گئے ہیں اور اعلیٰ ترین موت پا کر ہی گئے ہیں۔ ایمان واخلاص و عملِ صالح کی بلند ترین حالتوں میں اللہ نے ان کو اٹھایا ہے۔ ایک خاص اعزاز کے لیے منتخب کیا ہے، جو اپنے نبی ﷺ سے چودہ سو سال دور رہنے والے ایک امّتی کے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے۔ بلکہ نہ جاتے، نہ شہید ہوتے اور رہ جاتے تو پھر غم تھا۔ اب تو خوشی ہے کہ اللہ نے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی دے دی۔ اپنے جوار میں جگہ دی، اپنا قرب بخشا، اپنے محبوبین میں شمار کیا۔ بحیثیتِ شہید، انبیاء، صدیقین، شہداوصالحین کی محفلوں کی زینت کے لیے چنا۔ بہت اطمینان ہے؛ بہت سکون ہے۔

اللہ توخوب جانتا ہے مگر میں لوگوں کے سامنے شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ان کے ساتھ، انیس (۱۹) سال گزارے ہیں۔ ان کو تقویٰ و پرہیز گاری کا پیکر پایا ہے۔ ہر دم اللہ اور پیارے رسول ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والا پایا ہے اور ان صفات میں وہ اس معیار پر تھے کہ آج تک کسی دوسرے انسان کو میں نے اتنا بلند نہیں دیکھا۔ ان کو ایسا پایا جیسا کتابوں میں اسلاف و اخیارِ امت کا تذکرہ پڑھا۔ کوئی اور بھی، اس دور میں ضرور ہو گا جو اس بلندی پر ہو گا، مگر میں نے نہیں دیکھا یا میرے قریبی مشاہدے میں نہیں آیا۔ اور میں نے کچھ کم لوگوں کو نہیں دیکھا، دینی لوگ اور عام لوگ، مختلف جماعتوں کے لوگ، مختلف قومیتوں کے لوگ، مجاہدین و مہاجرین و غیر مجاہد لوگ، مسلمان و کفار، یونیورسٹی و کالج کے پڑھے یا دینی مدارس کے، مختلف طبیعتوں کے اور مزاج کے لوگ ان ۳۴ سالوں میں دیکھے ہیں، مگر میں نے فاروق بھائی کو ان سب سے بلند پایا عظیم پایا، اللہ کی جانب لپکنے والا پایا، سب سے بڑھ کر، سب سے آگے اور اس دور میں ایسا آگے، جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان اور امتیازی حیثیت صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نیکیوں میں باہمی مسابقت کرتے تھے، فاستبقوا الخیرات پر عمل کرتے تھے۔ مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی سے مسابقت نہیں کرتے تھے۔ وہ تو تھے ہی ہمیشہ

سب سے آگے۔ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو دیکھ دیکھ کر ان جیسا عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے، مگر وہ ہمیشہ بلا مقابلہ ہی رہے، بلا مقابلہ ہی جیتے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مسابقت کوئی نہیں کر سکتا۔ اس دور میں جتنے بھی نیکوکار ہیں، یعنی جتنے میں نے دیکھے، فاروق بھائی ان سب میں بلا مقابلہ سب سے آگے ہی نظر آئے۔ ہاں، ہشام رحمۃ اللہ علیہ اور جواد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اقتداء کا حق ادا کیا، مگر فاروق بھائی کہیں آگے ہی رہے۔ میں زندہ بھائیوں کا (جو ابھی شہید نہیں ہوئے، اللہ انہیں شہادت دے) تذکرہ نہیں کروں گا، مگر فاروق بھائی کو ان افراد کی سیرت سے ضرور پہچانا جا سکتا ہے جو ان کی زیر تربیت رہے۔ یعنی ہشام رحمۃ اللہ علیہ، جواد رحمۃ اللہ علیہ، الیاس رحمۃ اللہ علیہ (مولانا سعید اللہ کا بھائی)، خود مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حمزہ عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، عیسی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور کے ایک بھائی جو آخری دو تین سال فاروق بھائی کے ساتھ زیادہ رہے)، سہیل بھائی رحمۃ اللہ علیہ، بدر منصور بھائی رحمۃ اللہ علیہ۔ اورلم یلحقوابھم کی بھی ایک لمبی قطار ہے، اللہ ان سب کی حفاظت فرمائے اور ایمان و جہاد کے سفر میں ثابت قدمی عطا فرمائے۔

یہ ایسی سیرتیں ہیں کہ بندہ حیرت کرتا ہے کہ یا اللہ یہ ایسے پاکیزہ روح کے حامل بن گئے تو ان کے مربی و استاد کیسے ہوں گے۔ اور میں تو جس صدمے اور دھچکے کی بات کر رہا تھا وہ تو اپنے پیچھے رہ جانے کا تھا۔ کسی زمانے میں فاروق بھائی خود دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ آپ کو اور مجھے اکٹھے شہادت دے۔ مگر میں کہتا تھا کہ نہیں، میری دعا ہے کہ میں پہلے شہید ہوں اور انہیں یہ دعا کرنے سے منع کرتا تھا، بلکہ کہتا تھا کہ پہلے میری شہادت کی دعا کریں۔ مگر اب وہ کئی سالوں سے صرف اپنی شہادت کی دعائیں کرتے تھے اور اتنی تڑپ کر کیا کرتے تھے کہ میں حسرت کرتا تھا کہ میں نے ان دعاؤں سے اپنا نام کیوں نکلوا دیا؟ اللہ مجھے شہادت سے ہرگز محروم نہ کرے اور جلد سے جلد بحیثیت شہید اپنے پاس بلا لے۔

دوسرا غم اس بات کا کہ فاروق بھائی کی شخصیت ایک عام انسان کی نہیں تھی۔ وہ اپنی ذات کے اندر ایک پوری جماعت، پوری تحریک اور پوری دعوت رکھتے تھے۔ بیک وقت عابد، زاہد، عالمِ ربانی، متقی، داعی الی اللہ، مہاجر و مجاہد فی سبیل اللہ، امیر، قائد، استاد و معلم، مربی، اجتماعی و انفرادی امور کے مصلح و ناصح، رہبر و راہنما، ادیب و مقرر و خطیب جو زبان و قلم سے اللہ کے دین کی دعوت دے اور ان سے اس دین کے دفاع میں جہاد کرے، علومِ عسکری، سیاسی، تاریخ، تزویراتی، تکنیکی کے ماہر، مزکیٔ قلوب... اتنی ہمہ پہلو صفات رکھتے تھے، جسکی وجہ سے وہ اس وقت عالمی تحریک جہاد کی جان یا بالفاظ دیگر ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی اس نازک وقت میں جس میں انہوں نے ذمہ داریوں کا انبار اپنے سر اٹھا رکھا تھا اور بطریقِ احسن اس کو سنبھال رہے تھے، اور کیا شیوخ، کیا امرائے جہاد اور کیا ان کے پیچھے چلنے

والے مجاہدین، یہ بجا امید رکھتے تھے کہ اللہ ان سے ایک لمبی مدت دین کی بڑی خدمات لیتا رہے گا، ایسے قائد کا رخصت ہو جانا، ہم سب کے لیے شدید وقتی دھچکے کا سبب تھا۔ مگر یہ اللہ کا دین ہے، جب اللہ کے نبی ﷺ چلے گئے، اللہ کا دین باقی رہا، چلتا رہا، صحابہ رضی اللہ عنہم اٹھ گئے، مگر اللہ کا دین باقی رہا، تو کسی اور شخصیت کے چلے جانے سے بھی، انشاء اللہ تحقیقاً لا تعلیقاً، اس دین کے مٹ جانے کا غم نہیں۔ اللہ باقی ہے، اس کا دین باقی ہے، قرآن باقی ہے اور قرآن میں موجود، اللہ کا اپنے دین کی نصرت و مدد و غلبے کا وعدہ حق ہے۔ فاروق بھائی نہیں تو اللہ کسی اور سے اپنے دین کا کام لے لے گا۔ یہ اللہ کے فیصلے ہیں۔ فاروق بھائی رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ نے ان کے حصے کا کام لیا، اور خوب لیا، اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ خوب خوب کام لیا۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ جو انہوں نے انتہائی تڑپ کے ساتھ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کھپایا، اللہ نے اس میں خوب خوب برکت ڈالی۔ اور یہ برکت اُس اخلاص، تقویٰ اور دین کے درد کی وجہ سے تھی جس میں ڈوب کر انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارا۔ نحسبه كذالک والله حسيبه ولا نزكي على الله احدا۔ یہ جملہ میں نے اس لیے لکھ دیا کہ اللہ کے نبی ﷺ کا حکم ہے اور اللہ ہی اصل احوال سے واقف ہے۔ ورنہ اتنے سالوں جلوت و خلوت میں فاروق بھائی نظروں کے سامنے رہے کہ ان کا تقویٰ اور اللہ کی اطاعت شعاری کے بارے میں یقین، بلکہ اس پر اعتماد ہو گیا۔ ان ۱۹ سالوں میں اور سن ۲۰۰۱ء سے گہری دوستی ہونے کے بعد کے ۱۴ سالوں میں ایسے کئی لمحات آئے کہ عملی دنیاوی معاملات میں، اور بعض اوقات جہادی حکمتِ عملی کے معاملات میں میر انقطہ ٔ نظر (اپنی محدود نظر کی وجہ سے) ان سے فرق رہا اور وہ مجھے اپنی رائے سمجھا نہ سکے، مگر تقویٰ اور اللہ کی اطاعت میں ان کی حد سے گزر جانے والی خو نے یہ اعتماد پیدا کر دیا تھا کہ اگر فاروق بھائی یہ بات کہہ رہے ہیں، تو بے شک مجھے سمجھ نہیں آ رہی، مگر یہی ٹھیک ہو گی۔ اور بعد میں علم و تجربہ ہونے پر معلوم ہوتا تھا کہ فاروق بھائی کی بات ہی ٹھیک تھی، میں اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے معاملے کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اللہ پاک نے یہ فہم و فراست، یہ عمق و گہرائی، یہ سلامتِ فکری، یہ سوجھ بوجھ ان کے اخلاص و تقویٰ کی صفت کے سبب ان کو دیا اور ان کی راہنمائی میں پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ چلنا میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ خصوصاً سن ۲۰۰۹ء اور اس کے بعد سے جب سے شہید احسن عزیز بھائی رحمۃ اللہ علیہ ہم سے کچھ دور ہو گئے، تو فاروق بھائی کی حیثیت تب سے دل میں ایک مربی قائد و رہبر کی رہی۔ ظاہر ہے کہ بیچ منجدھار میں قائد و ملاح سے بچھڑ جانا کیا کچھ کم صدمے کا سبب ہو گا، مگر بیڑہ پار اللہ نے کروانا ہے اور اللہ باقی ہے۔ وہی ہمارا اصل سہارا ہے۔ وكفى الله المومنين القتال۔

کیوں غم ہو جدائی کا، اس گردشِ دوراں میں   ہر صبح کی تجلّی پر، اِک شام بھی چھاتی ہے

سو، الحمد اللہ یہ دھچکہ بھی عارضی ہے گو کہ شدید ہے، مگر اصل غم، اصل صدمہ، اصل پریشانی، ایسی ہے جسے میں بھلانا اور کم کرنا چاہتا ہی نہیں۔ اللہ اِس پریشانی کو اور بڑھائے۔ اور وہ پریشانی یہ ہے کہ سالوں میں فاروق بھائی کے ساتھ رہا، ان کو نمازوں اور عبادات میں روتے دیکھا، دعاؤں میں گڑگڑاتے دیکھا، مصیبت کے موقع پر صرف اللہ کے سامنے انتہائی عاجزی سے الحاح و آہ وزاری میں مگن دیکھا، قرآن پر غور و فکر اور اللہ کی آیات سے عبرت و نصیحت پکڑتے دیکھا، اللہ کی نشانیوں پر غور کرتے دیکھا، ان کے اعلیٰ اخلاق کو دیکھا، ان کی زبان کی حفاظت کو دیکھا، اللہ کے نیک مہاجر مجاہد بندوں سے ان کی محبت و شفقت اور اعلیٰ برتاؤ کو دیکھا، راہ جہاد میں ان کو اپنی تمام صلاحیتیں کھپاتے دیکھا، اپنی نیند، صحت، جوانی، توانائی، ان سب اشیاء کو بھلاتے دیکھا، شہادت کی تڑپ میں آہ وبکا کرتے اور رب سے راز و نیاز کرتے دیکھا، مگر میں ان جیسا نہ بن پایا، کچھ فیصدی بھی نہ بن پایا۔ میں کب ٹھیک ہوں گا؟ اپنے سامنے سلف کے کردار کی زندہ مثالیں اتنی قریب سے دیکھ کر بھی میں نہ بدلا، تو اب کب بدلوں گا؟ بس یہی پریشانی ہے جو کسی صورت دور نہیں ہوتی۔ اللہ کرے کہ میں یکسر بدل جاؤں، اپنی اس غفلت کی حالت سے، میں اللہ کا نیک بندہ بن جاؤں، بس اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے ہی محبت کرنے والا بن جاؤں اور اللہ کرے کہ میرا مال و اسباب، عقل و توانائی، دن رات، اور جسم و جان، سب کا سب اس راستے میں، یعنی اللہ کے دین کی خدمت میں کھپ جائے اور میں اسی میں مٹ جاؤں، گھل جاؤں، فنا ہو جاؤں، اللہ مجھے شہادت جیسی اعلیٰ موت سے محروم نہ کرے۔ آہ... شہادت پانے کا سفر ایسا لمبا ہو جائے گا، کبھی سوچا نہ تھا۔ مگر رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا، و بمحمد ﷺ نبیا ورسولا اور افوض امری الی اللہ۔ بس اللہ مجھے جلد از جلد قبول کرے۔ آمین۔ اللہ ہم سب کو موت دے، تو شہادت کی موت ہی دے۔

سالوں ڈرون کے سائے تلے رہے، ارد گرد شہادتوں پر شہادتیں سہتے رہے، اور خوش رہے، الحمد للہ، اللہ سے راضی رہے کہ اللہ کسی نہ کسی دن ہمیں بھی شہادت دے ہی دے گا، ان شہداء کا ساتھ جنت میں دے ہی دے گا، مگر دعا ہے کہ اب یہ دن جلد آ جائے۔ انتظار لمبا ہوتا جا رہا ہے، اسی میں اللہ کی جانب سے خیر ہو گی۔

نہ جانے کب میری آنکھوں کی، آخرِ انجام   بجھے گی پیاس، شہادت کی باس آئے گی

شاید سب فاروقیوں، سلمانیوں کے یہی جذبات ہیں، مگر اللہ سے یہی ظن ہے کہ ان شاء اللہ، وہ پیارا ربّ، ہمیں زیادہ انتظار نہیں کروائے گا۔ اور ہر حال میں ہمارے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے گا۔ ان شاء اللہ۔ اے اللہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

امامِ برحق

(علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

